اضافہ شدہ ایڈیشن

دعوت و تبلیغ کے ۵۱ موضوعات پر مشتمل ۱۲۵۰ مدلل ملفوظات کا مجموعہ

ملفوظات

حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی مد ظلہ العالی

- جس میں دین کی اہمیت اور دعوت الی اللہ کے متعلق عناوین پر نہایت تحقیقی و تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔
- مقدمہ میں ملفوظات کی تعریف، حکم، مآخذ اور فوائد کو بیان کیا گیا ہے۔
- نیز صاحب ملفوظات کا مختصر سوانحی خاکہ اور اُن کے ہاتھوں انجام پانے والے کارہائے خیر کی تفصیلات ذکر کی گئی ہیں۔

جمع و ترتیب

مفتی محمد حسام الدین قاسمی

خادم تدریس مدرسہ خیر المدارس، حیدرآباد
دکن انڈیا

ناشر:

ادارہ تسہیل و تجدید حیدرآباد دکن

دعوت وتبلیغ کے ۵۱/موضوعات پر مشتمل ۱۲۵۰/مدلل ملفوظات کا مجموعہ

ملفوظات

حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم

جمع وترتیب

مفتی محمد حسام الدین قاسمی

خادم تدریس مدرسہ خیر المدارس، حیدرآباد، دکن

ناشر

ادارۂ تسہیل وتجدید، طور کالونی، ایرہ کنٹہ شاہین نگر، حیدرآباد، دکن۔

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

چوتھا ایڈیشن: ۱۴۴۵ھ = ۲۰۲۴ء

نام کتاب	:	ملفوظات حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم
مؤلف	:	مفتی محمد حسام الدین قاسمی 9490689790
تعداد	:	1000
صفحات	:	641
کمپوزنگ	:	**مفتی محمد عبداللہ سلیمان مظاہری۔ مفتی شاہ ولی اللہ خان قاسمی**
قیمت	:	
ناشر	:	ادارۂ تسہیل وتجدید طور کالونی، شاہین نگر، حیدرآباد دکن۔

ملنے کے پتے

☆ ادارۂ تسہیل وتجدید، طور کالونی، شاہین نگر، حیدرآباد 9490689790

☆ یاسین بک ڈپو، مغل پورہ، حیدرآباد، دکن 9949020225

☆ دکن ٹریڈرس، سردار محل، چارمینار، حیدرآباد دکن 040-24511777

☆ جے ایم سی انڈیا پبلشرز پرائیویٹ لمیٹڈ، جاہا ہاؤز، حضرت نظام الدین، نئی دہلی 7838982640

☆ فرید بک ڈپو سیلر، بستی حضرت نظام الدین، نئی دہلی 9811786489

☆ نصیر بک ڈپو، بستی حضرت نظام الدین، نئی دہلی 9811264032

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	مقدمہ	۷
۲	حضرت جی دامت برکاتہم کی مختصر سوانح	۸
۳	عرضِ مرتب	۲۷
۴	کلمۂ طیّبہ	۳۲
۵	اتباعِ سنّت	۶۹
۶	نماز	۱۰۰
۷	علم	۱۵۷
۸	علماء	۱۶۷
۹	طلبہ	۱۷۴
۱۰	مدارسِ دینیہ	۱۷۹
۱۱	مکاتبِ قرآنیہ	۱۸۱
۱۲	ذکر	۱۸۳
۱۳	تلاوت	۱۸۹
۱۴	دُعاء	۱۹۶

۱۵	اکرامِ مسلم	۲۰۰
۱۶	اخلاصِ نیت	۲۰۶
۱۷	دعوت الی اللہ	۲۱۳
۱۸	خروج فی سبیل اللہ	۲۵۲
۱۹	نہجِ نبوّت	۲۷۳
۲۰	انفرادی دعوت	۲۸۳
۲۱	پیدل جماعتیں	۲۸۹
۲۲	ارتداد	۲۹۳
۲۳	مشورہ	۳۰۷
۲۴	مسجد کی آبادی کی محنت	۳۴۱
۲۵	مسجد کے آداب	۳۶۳
۲۶	فضائل کی تعلیم	۳۶۵
۲۷	گھر کی تعلیم	۳۷۴
۲۸	گشت	۳۷۹
۲۹	مستورات کا کام	۳۸۴
۳۰	بیرون	۳۹۵
۳۱	رخ	۳۹۸
۳۲	حجازِ مقدّس میں کام	۴۲۰

۳۳	شب گزاری	۴۲۳
۳۴	کارگزاری	۴۲۵
۳۵	طبقاتی جوڑ وخروج	۴۳۲
۳۶	بیان	۴۳۶
۳۷	حیاۃ الصحابہؓ ومنتخب احادیث	۴۴۱
۳۸	قربانی وتقاضے	۴۵۵
۳۹	عملہ	۴۶۴
۴۰	صفات	۴۶۷
۴۱	پُرانے اور نئے	۴۹۶
۴۲	اِطاعت	۴۹۹
۴۳	اجتماعیت	۵۰۳
۴۴	مرکزیت	۵۱۱
۴۵	اختلافات	۵۱۸
۴۶	اجتماعات	۵۲۶
۴۷	حالات	۵۳۲
۴۸	خدمت	۵۳۷
۴۹	نصرتِ خداوندی	۵۴۱

۵۰	عوام وخواص	۵۴۵
۵۱	کام کی حفاظت	۵۴۷
۵۲	نکاح	۵۵۰
۵۳	روانگی	۵۵۳
۵۴	بیعت	۵۹۱
۵۵	دُعاء	۶۰۴
۵۶	مراجع	۶۲۹
۵۷	مرتب بیک نظر	۶۳۹

مقدمہ

ملفوظات: بزرگوں کی وہ باتیں جو عقائد، عبادات، معاملات، تہذیبِ اخلاق اور دعوت واصلاح کے اعمال پر مشتمل ہوتی ہیں۔

مآخذ: قرآن کریم وسُنّتِ رسول ﷺ اور اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم

حکم: اِن حضرات کا ہر قول وفعل جو خلافِ شرع نہ ہو قابلِ تقلید ولائقِ عمل ہے۔

فوائد: ① اہل اللہ کے ملفوظات وہ کام کر دکھاتے ہیں جو عصرِ حاضر کے قلمکاروں کے بھاری بھر کم لٹریچر سے نہیں ہوتا۔

② اہل اللہ کے ملفوظات سے دل ودماغ روشن ہوتے ہیں۔

③ اللہ تعالیٰ سے رشتہ مضبوط ہوتا ہے۔

④ دعوت وتبلیغ کے اصول معلوم ہوتے ہیں جن سے کام کرنے میں سہولت ہوتی ہے۔

⑤ اعمال خیر کی طرف توجہ ہوتی ہے۔

⑥ عبادات کامل ہونے لگتی ہیں، اچھے اعمال کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

⑦ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حکموں کی ترجمانی، دینی دعوت، سلوک واحسان کی طرف رہنمائی اور ذکر اللہ کی تلقین ہوتی ہے، نیز دنیا کے مٹنے اور آخرت کے ہمیشہ رہنے کا یقین پیدا ہوتا ہے۔

مختصر سوانح

حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم

نام: محمد سعد کاندھلوی دامت برکاتہم العالیہ

والد: حضرت مولانا محمد ہارون صاحبؒ ابنِ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ ابنِ حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ کاندھلوی۔

سلسلۂ نسب:

۳۶/واسطوں سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

پیدائش:

۸/محرم الحرام ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۰/مئی ۱۹۶۵ء کو دہلی مرکز نظام الدین میں حضرت مولانا محمد ہارون صاحبؒ کے گھر پیدا ہوئے۔

بسم اللہ خوانی:

والدِ محترم مولانا محمد ہارون صاحبؒ نے ۱۳۹۲ھ میں اپنے آخری حج کے دوران حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی میاں صاحب ندویؒ سے ’’ریاض الجنۃ‘‘ میں کروائی۔

استاذِ حفظ:

حافظ نورالدین صاحب میواتی رحمۃ اللہ علیہ۔

فضیلت:

۱۹۸۷ء میں مدرسہ کاشف العلوم، مرکز نظام الدین دہلی سے پڑھ کر فارغ ہوئے۔

اساتذہ:

آپ نے بہت سے اساتذہ سے پڑھا ہے، مشہور یہ ہیں: حضرت مولانا اظہار الحسن صاحبؒ، حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ، حضرت مولانا الیاس صاحب بارہ بنکویؒ، مولانا یعقوب صاحبؒ، مولانا ابرہیم دیولہ صاحب وغیرہ۔

تربیت وسرپرستی:

آپ کی پیدائش سے ایک ماہ قبل آپ کے دادا حضرت جی مولانا یوسفؒ کاندھلوی کی وفات ہو چکی تھی اور پیدائش کے آٹھ سال بعد آپ کے والدِ محترم مولانا ہارون صاحبؒ بھی انتقال فرما گئے، تربیت وسرپرستی والدہ اور نانا جان نے کی۔

آپ کی تربیت حقیقی نانا مولانا اظہار الحسنؒ (ولادت ۱۳۳۳ھ وفات ۱۴۱۷ھ) کے ذریعہ ہوئی، جو مولانا الیاس صاحبؒ کے نسبتی برادر اور شاگرد حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ کے خلیفہ مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ مصنّف ''مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج'' کے چھوٹے بھائی اور بنگلے والی مسجد اور مدرسہ کاشف العلوم کے متولّی تھے، جن کی علمی استعداد ولیاقت کا کافی شُہرہ اور انتظامی صلاحیت بے حد مشہور تھی، جنھوں نے سالہا سال ''حیاۃ الصحابہ'' کا مرکز میں درس دیا اور بخاری شریف جلد ثانی پڑھائی اور مرکز کے طویل قیام کے دوران ہزاروں شاگردوں کو تیار کیا، لوگوں کا کہنا تھا کہ ان کا درس علّامہ عینیؒ کے

درس کی طرح ہوا کرتا تھا، مشورہ کے دوران ایک جانب رُخ کیا اور کسی سے مخاطب ہوئے اور زبانِ مبارک سے ارشاد فرمایا: آیئے آیئے! تشریف لایئے! اِس جملہ کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھوں کو نہایت خوشی کے عالم میں مصافحہ کے لیے بڑھائے اور اِس دارِفانی سے کوچ کیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

تدریس:

مدرسہ کاشف العلوم حضرت نظام الدین نئی دہلی میں آپ کے ذمہ بخاری شریف ہے۔

خلافت:

حضرت مولانا مدظلہٗ کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اور حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رحمہما اللہ دونوں کے سلسلوں میں ’’اجازت‘‘ حاصل ہے:

۱

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ

حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ | حضرت مولانا احتشام الحسن صاحبؒ

حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحبؒ | حضرت مولانا احترام الحسن صاحبؒ

حضرت مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم

۲

حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ

حضرت مولانا ابوالحسن علی صاحبؒ | حضرت مولانا افتخار الحسن صاحبؒ

حضرت مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم

صحبت واستفادہ:

☆ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ ☆ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں صاحب ندویؒ ☆ حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب مکیؒ ☆ حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی صاحبؒ ☆ حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحبؒ ☆ حضرت مولانا داؤد صاحبؒ ☆ حاجی عبدالوہاب صاحبؒ ☆ میاں جی محراب صاحبؒ ☆ حاجی عبدالمقیت صاحبؒ ☆ حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن صاحبؒ۔

نکاح:

حضرت مولانا سلمان صاحبؒ (داماد حضرت شیخ وسابق ناظم جامعہ مظاہر علوم سہانپور) کی بڑی صاحبزادی سے ہوا جو حضرت شیخؒ کی نواسی ہیں۔

اولاد:

آپ کے تین صاحبزادے ہیں: (۱) مولانا محمد یوسف صاحب مظاہری مولانا محمد سعید صاحب کاشفی (۳) مفتی محمد الیاس صاحب کاشفی سلمہم اللہ تعالیٰ' تینوں صاحبزادے علمی اور دعوتی ذمہ داری کو سنجیدگی کے ساتھ ادا کر رہے ہیں اور دعوت کی عظیم محنت میں سال لگا چکے ہیں۔

اندازِ خطاب:

خطاب فرماتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ پھر زندہ ہو گئے ہیں' ۲۰،۲۵ سال سے بیانات کا سلسلہ جاری ہے لیکن مخالف ماحول کی تیزی کے باوجود چند باتوں پر اشکال کے علاوہ یہ کہنا کسی انصاف پسند کیلئے آسان نہیں

ہے کہ علمی تفوق میں کوئی کمی ہے؛ لیکن آپ کی باتوں کا سمجھ میں آنا کام میں بالفعل وابستگی کے ساتھ اپنی سوچ کو ترقی دینے کی بھی شرط رکھتا ہے۔

عادات وصفات:

(۱) نماز میں تعدیلِ ارکان کے ایسے پابند کہ جس کی نظیر کے فقدان نے مورد اِلزام وعتاب ٹھہرا دیا۔

(۲) سُنّت کا ایسا معمول کہ دعوت، عبادت، اور عادت تینوں نوعیتوں کی سنتوں کو خوب واضح کرنے والے بلکہ تینوں لائن کی سنتوں کے احیاء کرنے والے اور اِس راہ میں بھاری بھرکم رکاوٹ کو سر کرنے والے ہیں۔

(۳) اِتنی تہمتوں کے باوجود اپنی صفائی میں کوئی جواب نہیں دیا۔

(۴) نہ کسی کی غیبت سنتے ہیں نہ، کرتے ہیں' اعتماد نہ ہو تو آپ کی صحبت میں رہ کر دیکھ لو۔

حضرت مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم اور آپ کے مبارک ومسعود دور میں انجام پانے والے کارہائے خیر اور کام کی ترقّی: (۱)

قیامِ دار العلوم کے وقت بانیان کی عمریں:

(۱) یہ بات تعجب خیز ہے کہ قیامِ دار العلوم دیو بند کے وقت بانیین کوئی بوڑھے اور عمر دراز نہ تھے، بلکہ سن کا تعلق اُس دور سے تھا جسے دور شباب کہا جاتا ہے، نوجوانوں کیلئے یہ مثال بڑی ہی سبق آموز ہے، اِس سے ''بُزرگی بعقل است نہ بسال'' کی جہاں تصدیق ہوتی ہے وہیں اِس سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ مردانِ کار کسی بڑے کام کا آغاز کرنے کیلئے اپنے کہنہ سال اور معمر ہونے کا انتظار نہیں کیا کرتے، ہمتِ بلند ماہ وسال کے حساب کی پابند نہیں ہوتی، اُنہوں نے اِس کام کی تکمیل کا فیصلہ کرلیا، اور اُس کیلئے اپنی تمام صلاحیتیں وقف کردیں۔ دار العلوم کے اکابرِ ستہ (۶ بزرگانِ دین) کی اِس جماعتِ مقدّسہ میں سب سے زیادہ معمر ذوالفقار علی دیوبندیؒ (عمر بوقتِ قیام ۴۵) تھے۔ ان کے علاوہ کسی کی عمر ۳۵ سے زیادہ نہ تھی، یہ نقشہ اُن لوگوں کو چونکا دینے والا ہے جو بانیینِ دار العلوم دیو بند کی نسبت یہ تصوّر رکھتے ہیں کہ وہ سب بزرگ کہن سال اور عمر رسیدہ ہوں گے' تفصیل کیلئے ذیل کا نقشہ ملاحظہ ہو: (دار العلوم دیو بند کی جامع ومختصر تاریخ)

نمبر شمار	اسماء	سنِ ولادت	عمر بوقتِ قیام دار العلوم
۱	حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب دیو بندیؒ	۱۲۳۷ھ	۴۵
۲	حضرت مولانا فضل الرحمٰن عثمانی صاحب دیو بندیؒ	۱۲۴۷ھ	۳۵
۳	حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ	۱۲۴۸ھ	۳۴
۴	حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ	۱۲۴۹ھ	۳۳
۵	حضرت حاجی سیّد عابد حسین صاحب دیو بندیؒ	۱۲۵۰ھ	۳۲
۶	حضرت مولانا رفیع الدین صاحب دیو بندیؒ	۱۲۵۲ھ	۳۰

حضرت مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم کے ۲۸/سالہ دور میں ہم غور کرتے ہیں تو ہمیں صحیح اندازہ ہوتا ہے کہ اُنہوں نے کام کو کیا جہت دی ہے:

(۱) تبلیغ کے اساسی اصول: ۶/نمبر کو احادیثِ مبارکہ سے بیان کرنے کی تاکید کی، اس کے لئے اُنہوں نے امیرِ ثانی اور محدّثِ جلیل حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''منتخب احادیث'' کو مرتّب (Edit) کیا، بزبانِ اُردو اُس کا ترجمہ کروایا۔ بفضلِ الٰہی کتاب کو وہ حق مل گیا جس کی وہ مستحق تھی، آج کتاب دنیا کے بیشتر ممالک میں پڑھی جاتی ہے، نہ جانے کتنی زبانوں میں اُس کے تراجم شائع ہو گئے ہیں۔

(۲) مساجد کو حلقاتِ ایمان، تعلیم و تعلّم وغیرہ اُمور سے آباد کرادیا، جس پر خود قرآن وحدیث نے تحریض کی ہے اور جس پر جمہور اہلِ علم کا تعامل رہا ہے اور اکابرِ ثلاثہ تبلیغ جس کے شدید داعی وشیدائی رہے ہیں، دیکھئے: ملفوظات ومکتوبات اور بیانات اکابرِ ثلاثہ۔

(۳) قرآن کریم کے تراجمِ صحیحہ اور تفاسیرِ معتبرہ کے مطالعہ کی دعوت دی، بطورِ مشورہ ترجمۂ شیخ الہندؒ اور ترجمۂ مولانا بلال حسنی مدظلہٗ کا نام پیش کیا۔ افسوس!!! جس شخص نے اُمّت کو ترجمہ وتفسیر قرآن پڑھنے کی دعوت دی اُسی کو تفسیر بالرائے کا اتہام جھیلنا پڑا۔

(۴) اُمّت کو علماء کے حلقاتِ درس میں شرکت کی دعوت دی؛ بلکہ خود شرکت کی۔

(۵) دار العلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، ندوۃ العلماء لکھنؤ کے اکابر کو بار بار

خطوط لکھے، اُن کی عظمت کا اعتراف کیا، مدارس کو حضرت محمد ﷺ کا معجزہ قرار دیا اور حضراتِ اکابر اہلِ علم کے تبلیغ میں تعاون اور مشوروں پر شکریہ ادا کیا۔

۶ روزانہ اپنی دعوت میں علماء کے احترام اور مدارس کی عظمت کا باب کھولا، جس کا دل چاہے کسی بھی دن روانگی کے بیان میں شریک ہو کر اپنے کانوں سے سُن سکتا ہے۔

۷ مَردوں کو ذمہ دار بنایا کہ وہ روزانہ اپنے اپنے گھروں میں عورتوں اور بچّوں کو قرآن سکھائیں۔ بعض پُرانے حضرات آڑے آ گئے اور کہنے لگے: یہ ہمارا کام نہیں ہے؛ یہ تبلیغ میں بِدعت ہے، اِس اتہام کو بھی حضرت مولانا دامت برکاتہم نے اللہ تعالیٰ کے لیے برداشت کیا۔

۸ بلکہ مزید عزیمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے، وقت لگائے ہوئے ساتھیوں اور مسجد کے ذمہ داروں کو مکلّف کیا کہ ہر مسجد میں قرآنی مکتب قائم کریں اور بچّوں کو لانے کے لیے باقاعدہ گشت کریں اور اُسے تبلیغ کا جزءِ لازم سمجھیں۔

۹ رمضان کی آمد آمد ہے، طرح طرح سے استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہیں، اِسی ہنگامے میں تراویح کو اطمینان سے پڑھنے اور اعتکاف کرنے کی اِس زور سے دعوت دی کہ بے شمار ویران مسجدیں معتکفین سے آباد ہو گئیں۔

اعتراض کرنے والوں نے کہا: اعتکاف کی دعوت ہمارے کام کا حصہ نہیں ہے، یاللعجب!! اگر تبلیغ کا مقصد ہر سُنّت کے احیاء کی سعی نہیں ہے تو پھر ﴿أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ﴾ سے یہودی علماء کو جو پھٹکار لگائی گئی ہے، ہم اُس سے کیونکر بچ سکیں گے۔

(۱۰) فجر کے بیان میں اپنے علاوہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب اور حضرت مولانا احمد صاحب کو شریک فرمایا؛ حالاں کہ حضرات اکابرِ ثلاثہ کے دور میں فجر کا بیان صرف ایک شخص کے ذمہ رہتا تھا۔

(۱۱) ہر کام کرنے والے کو خصوصاً اور تمام مسلمانوں کو عموماً ''حیاۃ الصحابہؓ'' اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ کے خطوط اور بیانات پڑھنے کی دعوت دی؛ تاکہ کام اصل نہج سے قریب سے قریب تر ہو جائے۔

(۱۲) تبلیغ کے اصولوں پر سختی سے عمل کرتے ہوئے حضرت مولانا دامت برکاتہم نے آج تک آلات مواصلات جدیدہ کا استعمال نہیں کیا؛ بلکہ اِن چیزوں کو احیاءِ کلمہ کی راہ میں سخت رکاوٹ سمجھتے رہے اور ہیں۔

(۱۳) بیرون ملک اجتماعات اور جوڑوں میں شرکت کرنے کے لئے پورے ملک کے ذمہ داروں کو موقع دیا، جبکہ پہلے چند ہی لوگ جا سکتے تھے۔

(۱۴) بیرون ملک جانے کی ایسی دعوت دی کہ دنیا جماعتوں سے بھر گئی اور آج اُن ملکوں میں بھی کام پہنچ گیا، جہاں ابھی تک کوئی راہ نہ تھی۔

(۱۵) مدارسِ اسلامیہ میں دعوت و تبلیغ کے کام کو منظم کرنے کے لئے ہر ضلع میں دینی مدارس کے طلبہ کے دو جوڑ طئے کئے، ابتداء سال میں مقامی کام کے مذاکرہ کے لئے ایک جوڑ اور سال کے آخر میں تشکیل کے لئے دوسرا جوڑ؛ اور چلہ کی جماعتوں کو نظام الدین آنے کی دعوت دی۔

(مستفاد: از: حضرت کے رفقاء، علماء اور مشاہدہ)

مختصر شجرہ

خاندانِ صدیقیان کاندھلہ

بشمول شاخ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

(۱) محمد[۱] ← (۲) قاسم ← (۳) عبدالرحمٰن ← (۴) عبداللہ

(۵) محمد ← (۶) قاسم ← (۷) نضر ← (۸) قاسم

(۹) حسین ← (۱۰) سعد ← (۱۱) عمویہ ← (۱۲) عبداللہ

(۱۳) محمد ← (۱۴) عبداللہ ← (۱۵) ابوجعفر محمد[۲] ← (۱۶) عوض

(۱۷) فخر الدین[۳] ← (۱۸) عمر[۴] (قاضی ضیاء الدین سنامی)

(۱۹) امام حاج[۵] (محمد) مذکر ← (۲۰) امام تاج الدین مذکر

(۲۱) قاضی کریم الدین مذکر ← (۲۲) شیخ محمد

(۲۳) قاضی بہاء الدین ← (۲۴) نور محمد[۶] عرف بابن شاہ

(۲۵) مولانا جمال محمد شاہ[۷] ← (۲۶) مولانا محمد اشرف جھنجھانوی[۸]

(۲۷) مولانا حکیم محمد شریف[۹] ←

(الف) مولانا حکیم محمد شریف ۹

(۲۸) حکیم عبدالقادر (۲۹) حکیم قطب الدین ۱۰ (۳۰) حکیم محمد شیخ الاسلام ۱

(۳۰) حکیم محمد شیخ الاسلام ۱۱

حضرت مولانا محمود بخش ۱۴
(۳۱) حضرت مفتی الٰہی بخش ۱۵

حضرت مولانا مظفر حسین ۱۶ [مہاجر مدنی]

امۃ الرحمن [امی بی]
زوجہ مولانا ضیاء الحسن صادق
والدہ مولانا رؤف الحسن جن کا تذکرہ آگے آرہا ہے

(۳۲) مولانا ابوالحسن ۱۷
مولانا ابوالقاسم
امیر النساء
(زوجہ معین الدین تھانوی)

(۳۳) مولانا نورالحسن ۱۹
شاگرد حضرت شاہ محمد اسحاقؒ

بی بی خیرا
زوجہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

مولانا اسحاق
محمد یعقوب

مولانا اسماعیل
احسن

دختر (مریم)
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کی سوتیلی نانی

مولانا ادریس کاندھلوی

مولانا عبدالمالک
مولانا محمد میاں

(۳۳) نورالحسن صاحب

- (۳۴) مولانا ضیاء الحسن
  - (۳۵) مولانا رؤف الحسن
    جن کا تذکرہ آگے آرہا ہے
  - صفیہ (زوجہ مولانا اسماعیل بنت امۃ الرحمن امی بی)
    - مولانا یحییٰ
      - مولانا زکریا
    - مولانا الیاس کاندھلوی
      - مولانا محمد یوسف
- مولانا ظہورالحسن
  - رضی الحسن
    - اکرام الحسن (ایل ایل بی)
      - مولانا انعام الحسن
        - مولانا زبیر الحسن
          - مولوی زہیر
          - صہیب
          - خبیب
- فیض الحسن
  علی گڑھ کالج کے سب سے پہلے استاذ
  داماد مولانا محمد میاںؒ برادر مولانا الیاسؒ
  - مولوی علاء الحسن
    جج اور ڈپٹی کلکٹر
    - مولوی ظہیر الحسن
      - فرید الحسن
- ریاض الحسن
  بانی عیدگاہ
  کاندھلہ
  لاولد

مولانا رؤف الحسن صاحب کی تین صاحبزادیاں

- جویریہ (زوجہ مولانا محمد الیاس)
  - مولانا محمد یوسف
- امۃ المتین (زوجہ اولی شیخ الحدیث مولانا زکریا)
  - ذکیہ: زوجۂ اولی مولانا یوسف کاندھلوی
    - مولانا ہارون
  - ذاکرہ: زوجہ مولانا انعام الحسن کاندھلوی
  - شاکرہ: زوجہ مولوی حسن کاندھلوی
  - راشدہ: نکاح اول سعید الرحمن بن مولانا لطیف الرحمن، نکاح ثانی مولانا یوسف
  - شاہدہ: زوجہ حکیم محمد الیاس سہارنپوری
- امۃ الدیان (زوجہ مولوی ظہیر الحسن)

مولانا رؤف الحسن صاحب کے پانچ صاحبزادے

- مولوی نجم الحسن
  - مولانا مصباح الحسن
  - حکیم عین الحسن
    - لاولد
  - بابو اعجاز الحسن
    - وسیم الحسن
    - نسیم الحسن
- حکیم قمر الحسن (۳۶)
- مولانا اظہار الحسن
- مولانا افتخار الحسن
- مولانا احتشام الحسن
  - مولوی اجتباء الحسن
    - مولوی اصطفاء الحسن
    - مولوی ارتضاء الحسن
    - مولوی ارتقاء الحسن
  - مولوی احترام الحسن
    - نجم الحسن
    - اُسامہ
    - حمزہ

(ب)

(۲۷) مولانا حکیم محمد شریف (۲۸) مولانا فیض محمد[۱۲] (۲۹) مولانا حکیم محمد ساجد[۱۳] (۳۰) غلام محی الدین گریان (۳۱) کریم بخش

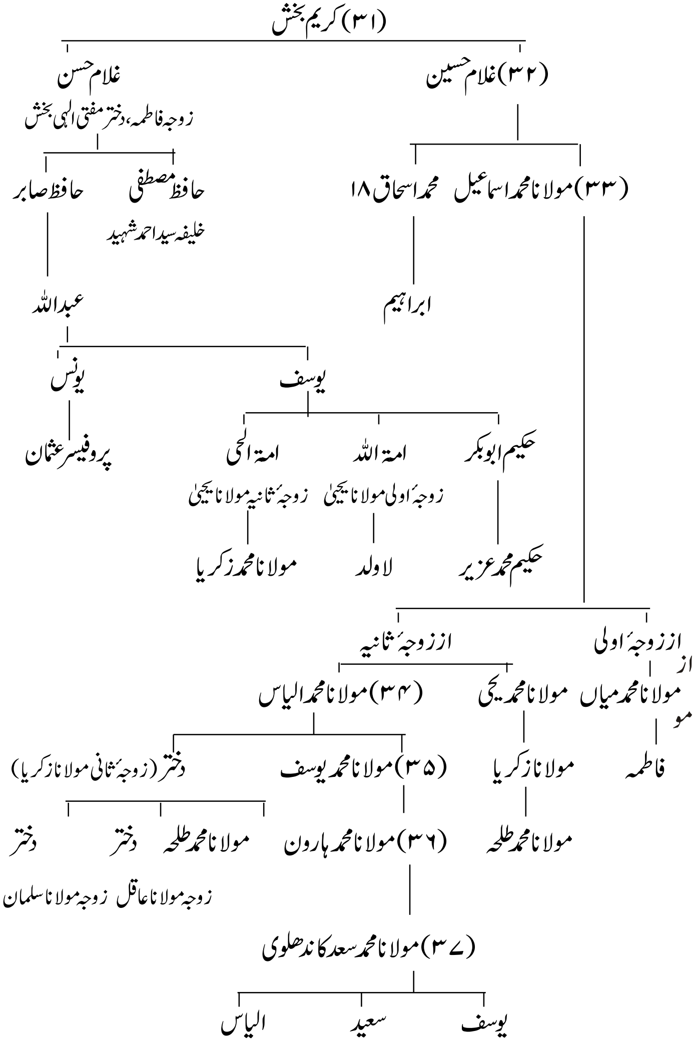
(۳۱) کریم بخش
(۳۲) غلام حسین
غلام حسن
زوجہ فاطمہ، دختر مفتی الٰہی بخش
(۳۳) مولانا محمد اسماعیل
محمد اسحاق ۱۸
حافظ مصطفی
خلیفہ سید احمد شہید
حافظ صابر
ابراہیم
عبداللہ
یوسف
یونس
حکیم ابوبکر
امۃ اللہ
زوجۂ اولیٰ مولانا یحییٰ
امۃ الحی
زوجۂ ثانیہ مولانا یحییٰ
پروفیسر عثمان
حکیم محمد عزیر
لاولد
مولانا محمد زکریا
اززوجۂ اولی
اززوجۂ ثانیہ
مولانا محمد میاں
مولانا محمد یحیٰ
(۳۴) مولانا محمد الیاس
فاطمہ
مولانا زکریا
(۳۵) مولانا محمد یوسف
دختر (زوجۂ ثانی مولانا زکریا)
مولانا محمد طلحہ
(۳۶) مولانا محمد ہارون
مولانا محمد طلحہ
دختر
زوجہ مولانا عاقل
دختر
زوجہ مولانا سلمان
(۳۷) مولانا محمد سعد کاندھلوی
یوسف
سعید
الیاس

● مولانا قاضی شیخ محمد کو محمد شاہ ابن فیروز شاہ تغلق نے کاندھلہ کا قاضی مقرر کر کے بائیس ہزار (22000) بیگھہ زمین اور اس قصبہ علاقہ کی دائمی امامت اور شرعی ذمہ داریوں کا ایک فرمان ۲۲/رجب المرجب ۷۹۲ھ (جون: ۱۳۹۱ء) کو جاری کیا تھا۔ اس وقت سے یہ خاندان آج تک کاندھلہ میں مقیم ہے۔

(۱) اس خاندان کے پہلے شخص کہ جن کی ہندوستان سے واقفیت کی اطلاع ملتی ہے وہ یہی محمد بن عبداللہ بن عمویہ (ولادت: ۳۴۸ھ/۹۵۹ء۔ وفات: ۴۶۸ھ۔ ۱۰۷۵ء ہیں۔ ان کی ایک اہم اور تاریخی یادگار تصنیف ''المفید فی العدد الہندی'' ہے۔ جو مولانا انیس راج بر کی تحقیق سے سندھی ادبی بورڈ، جام شورو، سندھ پاکستان ۲۰۱۲ء سے شائع ہوئی ہے۔

(۲) ابوجعفر محمد، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی ولادت رجب ۵۳۹ھ ڈسمبر ۱۱۴۴ء کے والد ماجد تھے۔

(۳) فخر الدین محمد۔ ان کا مدفن سنّام، مشرقی پنجاب ہے (سنّام: شیخ فخر الدین محمد کی آباد کی ہوئی بستی اور اب بڑا شہر ہے، سنّام بغداد کے ایک محلّہ کا نام تھا، اس بستی سنّام (Sunnam) کا بظاہر اسی سے مناسبت کی وجہ سے نام رکھا گیا ہوگا) شیخ فخر الدین محمد کو نامور مؤرخ منہاج سراج نے (جو اسی دور کا ہے) استاد عہد شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ معز الدین بہرام شاہ کے دور حکومت (۶۳۷ھ۔ ۶۳۹ھ۔ ۱۲۴۰ء۔ ۱۲۴۲ء)

میں، ہندوستان کے مستوفی (AUDITOR GENRAL) کے عہدہ پر فائز تھے۔ ترجمہ اُردو طبقات ناصری، ص:۸۱۹، ۸۲۸، جلد اوّل۔ مترجم غلام رسول مہر (لاہور: ۱۹۷۵ء)

(۴) اس وقت کے ممتاز مؤرخ ضیاء الدین برنی نے' قاضی ضیاء الدین سنامی اور اُن کے فرزند امام حاج (قاضی حاج محمد) کا بہت اونچے الفاظ میں تذکرہ کیا ہے۔ تاریخ فیروزشاہی، برنی، فارسی۔ مرتبہ: سرسیّد احمد۔ ص:۳۵۶ (علی گڑھ: ۲۰۰۵ء)

(۵) امام حاج (قاضی حاج محمد) قاضی تاج الدین مذکر، ان کی والدہ اور قاضی حاج محمد کی والدہ کے مزارات ۱۹۴۷ء تک' سنّام کے قبرستان مزارِ قاضی میں معروف تھے، ان پر کتبے بھی نصب تھے۔ اس کی جناب محمد اسحاق بھٹی نے اپنی مفید تالیف: ''تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری'' میں صراحت ووضاحت کی ہے۔ ص:۴۵۵ (لاہور: ۲۰۰۷ء) قاضی سلیمان کی بھی اسی خاندان سے آبائی نسبت تھی۔

(۶) مولانا نور محمد کے نام، اکبر بادشاہ کا فرمان (۹۸۷ھ۔۱۵۷۹ء) میں جاری ہوا تھا، اِس وجہ سے اُن کو کاندھلہ سے جھنجھانہ منتقل ہونا پڑا تھا۔

(۷) مولانا جمال محمد کے نام شاہجہاں کا فرمان موجود ہے۔

(۸) مولانا محمد اشرف جھنجھانوی کے لیے، شاہجہاں نے بائیس سو بیگھہ کا فرمان جاری کیا تھا، جو ۱۳۹۰ھ۔۱۹۷۰ء تک کاندھلہ میں موجود تھا۔

(۹) علّامہ شیخ وجیہ الدین علوی گجراتیؒ کے ممتاز خلفاء میں ایک بڑا نام، صوفی شریف جھنجھانویؒ کا ہے، ان کی دس بارہ تصانیف بھی ملتی ہیں، مگر یہ صاف نہیں کہ وہ یہی ہیں یا کوئی اور شریف جھنجھانوی تھے۔

(۱۰) حکیم قطب الدینؒ کی ۱۱۳۲ھ۔(۱۷۲۰ء) میں کاندھلہ میں شادی ہوئی تھی۔

(۱۱) مولانا حکیم شیخ الاسلامؒ کاندھلہ میں تولد ہوئے۔(حکیم شیخ الاسلام کی تحریر موجود ہے)

(۱۲) مولانا فیض محمد جھنجھانویؒ کے مکتوبات کا ایک مجموعہ، جس میں اس وقت کے بڑے بادشاہوں، حکمرانوں، احمد شاہ ابدالی اور ان کے ہم عہد لوگوں کے نام خطوط یکجا کیے گئے ہیں، موجود ہے۔

(۱۳) مولانا حکیم محمد ساجد، بڑے محقق، عالم، فقیہ اور ثابت قدم سنی رہنماء تھے۔نواب علی محمد خاں روہیلہ (آنولہ) سے وابستہ تھے، بعد میں نواب رامپور کے یہاں رہے۔حکیم ساجد کے ان نوابوں کے درباروں سے وابستہ اردو کے بڑے (شیعہ) شاعروں سے خوب مباحثے اور نوک جھونک رہتی تھی، قائم چاندپوری اور سودا نے مولانا ساجد کی ہجو میں نظمیں لکھی ہیں۔یہ مباحثے اُردو ادب کی تاریخ کا خاص حصہ شمار کیے جاتے ہیں۔

(۱۴) یہی وہ باخدا عالم ہیں، جن کی کاندھلہ میں مسجد اور مندر کے شہرۂ آفاق مقدمہ میں گواہی ہوئی تھی۔

⑮ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے سب سے پہلے قابلِ فخر شاگردوں میں شامل اور شاہ رفیع الدینؒ کے ہم سبق تھے۔

⑯ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے اصل مربی تھے، جس کا مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ اور سر سیّد احمد خاںؒ نے صاف صاف تذکرہ کیا ہے۔

⑰ حضرت حاجی امداداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاص استاد جیسا کہ خود حاجی صاحب کی تحریروں اور شمائم امدادیہ اور امدادالمشتاق میں صراحت ہے۔

⑱ اُن کی اولاد دہلی میں ہے۔

⑲ شاگرد حضرت شاہ محمد اسحاق!

جامع و مرتب:

نورالحسن کاندھلوی

سلسلۂ نسب حضرت جی رابع مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم

(۱) سعد (۲) بن ہارون (۳) بن یوسف (۴) بن الیاس (۵) بن اسماعیل (۶) بن غلام حسین (۷) بن کریم بخش (۸) بن غلام محی الدین (۹) بن ساجد (۱۰) بن فیض محمد (۱۱) بن محمد شریف (۱۲) بن محمد اشرف (۱۳) بن جمال محمد شاہ (۱۴) بن نور محمد (۱۵) بن بہاء الدین (۱۶) بن شیخ محمد (۱۷) بن کریم الدین (۱۸) بن تاج الدین (۱۹) بن امام حاج (۲۰) بن عمر (۲۱) بن فخرالدین (۲۲) بن عوض (۲۳) بن ابوجعفر محمد (۲۴) بن عبداللہ (۲۵) بن محمد (۲۶) بن عبداللہ (۲۷) بن عمویہ (۲۸) بن سعد (۲۹) بن حسین (۳۰) بن قاسم (۳۱) بن نضر (۳۲) بن قاسم (۳۳) بن محمد (۳۴) بن عبداللہ (۳۵) بن عبدالرحمن (۳۶) بن قاسم (۳۷) بن محمد (۳۸) بن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

عرض مرتب

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ.أَمَّابَعۡدُ! حضرت مولانا الیاس صاحبؒ،حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کے ملفوظات اور مکتوبات بہت پہلے کتابی شکل میں آچکے ہیں جس سے دعوت کا کام کرنے والے احباب کو غیر معمولی فائدہ ہورہاہے،شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ فرماتے ہیں: کام کرنے والے احباب سے اصرار کے ساتھ میری درخواست ہے کہ حضرت مولانا الیاسؒ اور حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کے ملفوظات وارشادات اور دونوں کی سوانح عمریاں اور مکاتیب بہت اہتمام سے مطالعے میں رکھا کریں کہ یہ کام کرنے والوں کیلئے بہت قیمتی موتی ہیں ان ملفوظات وارشادات اور مکاتیب میں جو اصول ہیں ان اصولوں کی پابندی کام میں اضافہ،ترقّی اور برکت کا سبب ہے۔(جماعتِ تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات،ص ۱۲۵)

حضرت جی مولانا سعد صاحب دامت برکاتہم ’’اَلۡوَلَدُ سِرٌّ لِأَبِیۡہِ‘‘ (بچّہ اپنے باپ کا راز ہوتا ہے،یعنی جو صفات باپ میں ہوتی ہیں وہی اولاد میں ضرور آتی ہیں) کے مطابق اپنے دادا حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کے افکار وعلوم کے امین وشارح ہیں ’’حیاۃ الصحابہ‘‘ کی تعلیم پر زور ’’منتخب احادیث‘‘ کی اشاعت،مساجد کی آبادی کی فکر،کام کو رواجی طریقہ سے بچانے کی بھرپور کوشش یہ ساری چیزیں اس پر شاہدِ عدل ہیں خطاب فرماتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت مولانا محمد یوسف

صاحبؒ پھر زندہ ہوگئے ہیں، مولانا یوسف صاحبؒ کے ملفوظات آپ کی نوکِ زبان ہیں دورانِ بیان اپنی بات کو مدلل کرنے کیلئے جگہ جگہ حضرتؒ کا حوالہ دیتے ہیں، آپ کے بیانات میں جابجا ایسے مفید جملے ہوتے ہیں جو کسی آیت یا حدیث یا کسی واقعہ سے مستنبط ہوتے ہیں اور ملفوظ بننے کا حق رکھتے ہیں۔

لفاظی، زورِ بیان اور مجمع کو اپنی طرف کھینچنے کا جذبہ دُور دُور تک نہیں ہوتا، آپ کے بیانات کام کی عظمت، کام کی حفاظت، کام کی ترقّی اور کام کرنے والوں کی ہدایات پر مشتمل ہوتے ہیں۔

دراصل مولانا محمد سعد صاحب مدظلہ العالی کی نس نس میں اُن کے روئیں روئیں میں اُن کے قلب وجگر میں اُن کے گوشت اور پوست بلکہ اُن کے ظاہر و باطن میں دعوت وتبلیغ رچی بسی ہے، بلکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم والی قُربانیاں ان کے شعور میں پیوست ہیں جو ان کو اپنے خاندان کے اکابر سے وراثت میں ملی ہیں۔

حضرت کے چند ملفوظات اور بیانات چھپے ہوئے ہیں، اور لوگوں کے پاس لکھے ہوئے ہیں، اس کے باوجود آپ کے ملفوظات کو ترتیب وار دلائل کے ساتھ خاص انداز پر مرتب کرنے کی ضرورت تھی، کیونکہ چند سالوں سے کچھ لوگ جن کی سینکڑوں قسمیں ہیں، آپ پر تنقید اور اعتراض کو مقدّس عبادت سمجھتے ہوئے آپ کے بیانات سے ایسی عبارتیں چھانٹ کر جنہیں اگر اگلی اور پچھلی بات سے الگ کیا جائے تو قابل اعتراض ہوتی ہیں اور وہ باتیں جن سے آپ نے بار بار رجوع کیا ہے یہ کہہ کر کہ یہ تازہ بیان ہے واٹس اپ اور سوشل میڈیا پر ڈال رہے ہیں؛ تاکہ

عوام علمائے کرام کی برائی اور غیبت کرنے پر آجائے دینی مدارس اور اصلاحی جماعتوں میں دوری پیدا ہو، آپ پر کی جانے والی اکثر تنقیدیں تنقیدِ فاسد کا ایک عجیب و غریب نمونہ ہے جن کی حقیقت (۱) ناواقفیت (۲) تعبیرِ جدید پر بدعت ہونے کا شُبہ (۳) تعمق و تدبر کو کام میں نہ لانا اور ذہنی تحفظات کا گرفتار رہنا (۴) حضرت مولانا مدظلہٗ کے کلام کا ایسا محمل متعین کرنا جس سے خود وہ راضی نہیں ہیں۔یعنی توضیح القول بما لا یرضی بہ القائل ایسی ہی لوگوں کے بارے میں مسلک علمائے دیوبند کے حقیقی ترجمان حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ لکھتے ہیں:

’’کسی برگزیدہ شخصیت کے کسی مبہم یا مُوہم قول کو زور لگا کر کسی باطل معنی پر محمول کرنے کی سعی کی بجائے جبکہ اس کا اصلی اور صحیح محمل موجود بھی ہو، اس پر کلام محمول بھی ہوسکتا ہو، اس کی زندگی اس محمل کی مقتضی بھی ہو اور ساتھ ہی اُس کے کلام کا اوّل و آخر اس محمل کو چاہتا بھی ہو، مگر پھر بھی پورا زور لگا کر اور پوری سعی و ہمت صَرف کر کے اُسے غلط ہی معنی پہنائے جائیں اور اُس کی پارسایانہ زندگی کو کسی نہ کسی طرح مخدوش اور مجروح ہی ٹھہرایا جائے تو ظاہر ہے کہ یہ نہ دین ہے اور نہ دیانت، نہ عدل ہے، نہ انصاف، نہ عقل ہے، نہ نقل؛ بلکہ عناد ہے جو مسلکی چیز نہیں صرف جذباتی بات ہے، ہاں کلام والا ہی خود راہ پر پڑا ہوا نہ ہو اور اس کی عام روشِ زندگی ہی دین و سنت سے الگ خود ساختہ زندگی ہو جس میں اتباعِ سلف و احترامِ خلف کی گنجائش نہ ہو، جس پر اس کا طرز زندگی شاہد ہو تو وہ صاحب حال و مقام ہی

نہیں؛ اس لئے اس کی کوئی ایسی بات بھی کسی حال ومقام کی بات نہیں کہ اس کی توجیہ ضروری ہو"۔

(علمائے دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج، ص: ۱۳۳)

انہی حالات کے پیشِ نظر مناسب سمجھا گیا کہ حضرت کے ملفوظات کو دلائل کے ساتھ جمع کیا جائے، سہ ماہی عالمی مشوروں کی نشستوں میں راست سنی ہوئی تقاریر، بیانات کی وہ کاپیاں جنہیں معتمد ساتھیوں نے سالہا سال سے قلمبند کیا ہے اور چھپے ہوئے بیانات اور ملفوظات میرے سامنے تھے، مختلف سرخیوں کے تحت ملفوظات کو جمع کیا ہے، آیات اور احادیث کی تخریج کی گئی ہے اور بعض جگہوں پر اکابر کی باتوں کو تائید کے طور پر حاشیہ میں نقل کیا ہے، مشکل الفاظ کے سامنے اُن کے معانی عوام کی سہولت کیلئے بین القوسین دیئے گئے ہیں۔

جن جن حضرات نے اس کتاب کی کتابت، طباعت واشاعت میں حصہ لیا ہے میں ان تمام حضرات کا شُکر گزار ہوں، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطاء فرمائے۔ (آمین) حق تعالیٰ شانہٗ اس کتاب کو قبول فرمائے اور عوام وخواص کو اس سے منتفع فرمائے۔ میرے اور والدین کیلئے ذریعۂ نجات بنائے، آمین۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

محمد حسام الدین قاسمی

خادم تدریس خیر المدارس حیدرآباد، موبائل نمبر: 9490689790

مؤرخہ: ۳۰/ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۰ھ مطابق: ۶/ فروری ۲۰۱۹ء

پیشِ لفظ بموقع طبعِ رابع

حامداً ومصلیاً وسلماً! یہ چوتھا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے جس میں ملفوظات اور چند سُرخیوں کے اضافہ کے ساتھ ساتھ ملفوظات کی تشریح وتائید میں اکابرِ تبلیغ اور اکابر علماء کی تحریرات کو حاشیہ میں شامل کیا گیا ہے اور تخریج کو مکمل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مَیں شُکرگزار ہوں میرے شاگرد اور مدرسہ خیرالمدارس کے استاذ مفتی شاہ ولی اللہ خان قاسمی سلمہٗ کرنولی کا کہ اُنہوں نے کمپوزنگ اور تخریج کے کام میں میرا بہت تعاون کیا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اُنہیں دونوں جہاں کی ترقیات سے مالامال فرمائے اور ہماری اِس کوشش کو شرفِ قبولیت سے نوازے (آمین)۔

محمد حسام الدین قاسمی

خادمِ تدریس خیرالمدارس حیدرآباد،

موبائل نمبر: 9490689790

مؤرخہ: ۲۹؍صفرالمظفر ۱۴۴۶ھ

مطابق: ۴؍ستمبر ۲۰۲۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱ کلمۂ طیبہ ۴۰

(۱) سب سے بڑا حکم اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے، لوگ تمام فرائض (نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ) جانتے ہیں؛ لیکن ایمان کے فرض کو نہیں جانتے (یعنی اس کے مسائل اور فضائل کو)؛ حالانکہ تمام احکام کا مدار ایمان پر ہے (یعنی ایمان کے بغیر کوئی عبادت قبول نہیں)۔(۱)

(۲) ایمان کے حروف اُس کی پہنچ کتاب تک ہے یعنی اُس میں لکھے جاتے ہیں) ایمان کے بول اُس کی پہنچ زبان تک ہے یعنی اُس سے بولے جاتے ہیں ، ایمان کا مفہوم اُس کی پہنچ دماغ تک ہے یعنی اُس سے سوچا جاتا ہے، ایمان کا اِخلاص اُس کی پہنچ دل تک ہے یعنی خالص ایمان اُس کی جگہ دل ہے ۔(۲)

(۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! ابْنُ جُدْعَانَ كَانَ فِي الجَاهِلِيَّةِ يَصِلُ الرَّحِمَ وَيُطْعِمُ الْمَسَاكِيْنَ، فَهَلْ ذٰلِكَ نَافِعَةٌ؟ قَالَ لَا يَنْفَعُهُ إِنَّهُ لَمْ يَقُلْ يَوْمًا رَبِّ اغْفِرْ خَطِيْئَتِي يَوْمَ الدِّيْنِ. فتح الملهم، ۲/۲۵۷

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: لَا إِيمَانَ إِلَّا بِعَمَلٍ، وَلَا عَمَلَ إِلَّا بِإِيمَانٍ. شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، رقم: ۱۵۶۳

(۲) وَيَقُومُ الَّذِي يُصَلِّي عَلَى الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ بِحِذَاءِ الصَّدْرِ، لِأَنَّهُ مَوْضِعُ الْقَلْبِ وَفِيهِ نُورُ الْإِيمَانِ فَيَكُونُ الْقِيَامُ عِنْدَهُ إِشَارَةً إِلَى الشَّفَاعَةِ لِإِيمَانِهِ. الهداية: ۱/۹۰

(۳) مسلمانوں میں ایمان کا ایک تصور ہے؛ حالانکہ ایمان وہ حقیقت ہے جو مسلمان کی پوری زندگی میں ایسے سرایت کیے ہوئے ہے جیسے روح سر سے ناخن تک تمام اعضاء میں سرایت کی ہوئی ہے۔

(۴) اعمال میں اِخلاص (اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کی نیت)،(۱) اعمال پر استقامت (جماؤ)،(۲) اعمال پر وعدوں کا پورا ہونا (جیسے: امن، غلبہ، اقتدار وغیرہ)،(۳) اعمال پر اجر (ثواب) کا ملنا(۴)، یہ چاروں (چیزیں) ایمان کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتیں۔

(۵) علم کی ضرورت عمل کے وقت ہے اور ایمان کی ضرورت ہر وقت ہے۔

(۶) عقائد کا علم حاصل کرنا فرض ہے جس طرح ایمان کا علم حاصل کرنا فرض ہے۔(۵)

---

(۱) مَنْ صَلّٰى يُرائِيْ فَقَدْ أَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ يُرائِيْ فَقَدْ أَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرائِيْ فَقَدْ أَشْرَكَ. المعجم الکبیر للطبرانی، رقم: ۷۱۳۹

(۲) ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا﴾ [فصلت: ۳۰] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: عَلٰى أَدَاءِ فَرَائِضِ اللّٰهِ. الدر المنثور: ۷/ ۳۲۲

(۳) ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا﴾ [نور: ۵۵]

(۴) لَاأَجْرَ لِمَنْ لَّا حِسْبَةَ لَهٗ. شرح السنة للبغوي، رقم: ۴۱۳۷
کسی عمل کا کوئی اجر نہیں مگر یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اجر کی توقع رکھتے ہوئے کیا جائے۔

(۵) فَالْفَرْضُ هُوَ الْعِلْمُ بِالْعَقَائِدِ الصَّحِيْحَةِ وَمِنَ الْفُرُوْعِ مَا يُحْتَاجُ إِلَيْهِ، تفسیرِ مظہری، ۴/ ۳۲۳ صحیح عقائد اور ضروری فروعات کا علم فرض عین ہے۔

⑦ احکام (عبادات معاملات وغیرہ) کے علم سے تو فراغت ہوسکتی ہے؛ کیونکہ احکام کا علم عمل کے لیے مقصود ہے، مگر توحید سے فراغت نہیں ہوسکتی (اِس لیے کہ اِس کی ضرورت دُنیا اور آخرت ہر جگہ ہے اور ایمانی کیفیات میں اضافہ کی کوئی حد نہیں)؛ کیونکہ توحید بذاتِ خود مقصود ہے۔(۱)

⑧ اتنا ایمان سیکھنا فرض عین ہے جتنا ایمان شرک سے بچالے؛ اِس لئے کہ شرک حرام ہے۔(۲)

---

(۱) لَيۡسَ لَنَا عِبَادَةٌ شُرِعَتۡ فِيۡ عَهۡدِ اٰدَمَ إِلَى الۡاٰنِ ثُمَّ تَسۡتَمِرُّ فِي الۡجَنَّةِ إِلَّا النِّكَاحُ وَالۡإِيۡمَانُ. ردالمحتار، کتاب النکاح:۲/۳۵۵

آدم علیہ السلام سے تا ایں دم جو عبادت ہم مسلمانوں کے لیے مسلسل جائز رہی ہے، اور جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اور جو یہاں کے بعد جنت میں بھی دائمی طور پر باقی رہے گی وہ نکاح اور ایمان کے سوا کوئی دوسری عبادت نہیں ہے۔

(۲) ﴿يٰبُنَيَّ لَا تُشۡرِكۡ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيۡمٌ﴾ [لقمان:۱۲]

ایمان کے درج ذیل تقاضوں کو پورا کرنے سے ایمان کی حفاظت ہوگی:۔

پہلا تقاضہ: ایمان کی اہمیت کو پہنچانیں (1) اِس لئے کہ ایمان کے بغیر اچھے کاموں کی توفیق نہیں ملتی۔(2) اور اچھے کاموں کو قبولیت نہیں ملتی۔(3) اچھے کاموں پر جنت نہیں ملتی۔

دوسرا تقاضہ: اپنے ایمان کے بارے میں ہمیشہ فکرمند رہیں ڈرتے رہیں (1) کیونکہ ایمان کا محل دل ہے اور دل ایک حالت پر نہیں رہتا۔(2) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی اپنے ایمان کے بارے میں فکرمند رہتے تھے۔(3) خاتمہ کا کسی کو پتہ نہیں۔

تیسرا تقاضہ: جن چیزوں سے ایمان کے چھن جانے اور سوءِ خاتمہ کا خطرہ ہے اُن سے بچنے کا اہتمام کریں اور وہ یہ ہیں: (1) عقیدے کی خرابی۔(2) ایمان کا ضعف۔(3) گناہوں پر اصرار۔(4) اعمال صالحہ پر نہ جمنا۔ ←

۹ چار راستوں سے یقین سیکھو: قرآنی آیات، احادیثِ شریفہ، انبیاء علیہم السلام کے واقعات اور صحابۂ کرامؓ کے ساتھ کی گئی غیبی تائیدات (اللہ تعالیٰ کی مددیں)، جب تک اُمت اِن چار لائنوں سے یقین نہیں سیکھے گی اُس وقت تک غلط یقینوں کے ٹوٹنے اور صحیح یقینوں کے دل میں اُترنے کے اسباب پیدا نہیں ہوں گے۔

چوتھا تقاضہ: جن چیزوں سے ایمان خراب اور بوسیدہ ہو جاتا ہے اُن سے بھی بچنے کا اہتمام کریں اور وہ یہ ہیں؛ (1) غصہ: إِنَّ الْغَضَبَ لَيُفْسِدُ الْإِيْمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصَّبْرُ الْعَسَلَ (بیشک! غصہ ایمان کو ایسا ہی خراب کرتا ہے جس طرح ایلوا' شہد کو خراب کرتا ہے)(2) ظلم: مَنْ مَشٰى مَعَ ظَالِمٍ يُقَوِّيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهٗ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْإِسْلَامِ (جو ظالم کا اس طرح ساتھ دے جس سے اُس کو تقویت حاصل ہو جائے اور وہ جانتا بھی ہو کہ وہ ظالم ہے تو بیشک وہ اسلام سے نکل گیا)۔(3) بدکلامی۔(4) فحش گوئی۔(5) زبان درازی: لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيْءِ (مؤمن طعنہ دینے والا، لعنت کرنے والا، بے حیاء اور بدزبان نہیں ہوتا ہے)۔(6) جھوٹ: قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم .... أَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ كَذَّابًا فَقَالَ: لَا (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا مؤمن جھوٹا ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں)۔(7) زنا۔(8) چوری۔(9) شراب نوشی۔(10) قتل و غارت گری: لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي ...حِيْنَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زانی مؤمن رہتے ہوئے زنا نہیں کرسکتا۔ شرابی مؤمن رہتے ہوئے شراب نہیں پی سکتا۔ چور مؤمن رہتے ہوئے چوری نہیں کرسکتا۔ اور کوئی شخص مؤمن رہتے ہوئے لوٹ اور غارت گری نہیں کرسکتا کہ لوگوں کی نظریں اُس کی طرف اُٹھی ہوئی ہوں اور وہ لوٹ رہا ہو)۔(12) نفاق۔

(۱۰) اُمّت کا ایک مجمع خیالی ایمان پر قناعت کیے ہوئے ہے، ایمان کو قرآن پر پیش کرو، وہ فیصلہ کرے گا کہ یہ ایمان ہے یا نفاق ہے۔

پانچواں تقاضہ: جن اعمال سے ایمان پر استقامت اور حسن خاتمہ نصیب ہوتا ہے اُن کا خصوصی اہتمام کریں اور وہ یہ ہیں: (1) ایمان سے متعلق مسنون دعاؤں کا اہتمام کریں۔ (2) مسواک کا اہتمام کریں۔ (3) اذان کے بعد کی دُعاء وسیلہ پڑھنے کا اہتمام کریں۔ (4) مسجد میں با جماعت نماز کا اہتمام کریں۔ (5) ایمان کی نعمت پر شکر ادا کریں۔ (6) ایمان کی حلاوت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ (7) اہل اللہ کی محبت۔ (8) دُرود شریف کا اہتمام۔ (9) سید الاستغفار پڑھنا۔ (10) صلہ رحمی کرنا۔ (11) صدقہ کرنا۔ (12) مدینۂ طیبہ کا قیام اور وہاں موت کا پانا۔ (13) یتیم کی کفالت۔ (14) فجر اور مغرب کے سلام پھیرنے کے بعد سات دفعہ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ پڑھنا۔ (15) ہر فرض نماز کے بعد ایک دفعہ آیۃ الکرسی پڑھنا۔

چھٹا تقاضہ: جن اعمال سے ایمان مضبوط ہوتا ہے، بڑھتا ہے اور دلوں میں راسخ ہوتا ہے اُن کا اہتمام کریں اور وہ یہ ہیں؛ (1) کلمۂ طیبہ کا کثرت سے ذکر کریں۔ (2) کلمہ اور ایمانیات کی حقیقت کو خوب سوچیں، اُس کی دعوت دیں اور اُس کی دعوت کو سنیں۔ (3) اللہ تعالیٰ کی آیات و نشانیوں میں غور و فکر کرنا۔ (4) کثرتِ طاعات کا اہتمام کریں۔ (5) موت کی یاد اور قرآن کی آیات کی تلاوت اور اُن میں غور و فکر کرنے کا اہتمام کریں۔

ساتواں تقاضہ: ایمان کے شعبوں کو پہچانیں اور اُن میں کمال حاصل کرنے کی کوشش کریں: (30) تیس شعبے دل سے متعلق ہیں، (7) سات شعبے زبان سے متعلق ہیں، (40) چالیس شعبے اعضاء سے متعلق ہیں، (6) چھ اپنے اہل سے متعلق ہیں، (18) اٹھارہ عام لوگوں سے متعلق ہیں، جن کا بیان ملفوظ نمبر ۲۲ کے تحت آرہا ہے۔

(۱۱) مسلمان کا اپنے ایمان کا مقابلہ کفار سے کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ بادشاہ کا مقابلہ فقیر سے کرنا جس کی جھولی میں ایک پیسہ بھی نہیں ہے، ایمان کی کمزوری کا احساس تب ہوگا جب اپنے ایمان کا حضراتِ صحابہؓ کے ایمان سے مقابلہ ہوگا۔

(۱۲) ہر وقت کی ضرورت پر، اُس وقت کے سبب پر، اُس وقت کے عمل کو مُقدَّم کرنا آجائے، اتنی سی بات ہے، ہم علاج پہلے کرتے ہیں اور صدقات بعد میں دیتے ہیں کہ جی دیکھیں سارے ڈاکٹروں نے جواب دیا ہے اب بتاؤ کہ مریض کا کیا علاج ہے؟ کہتے ہیں ہاں! اب تم اِس کے لیے بکرا ذبح کرو۔(۱)

(۱۳) سب سے بڑی طاقت اللہ تعالیٰ سے گمان کو ٹھیک کرنا ہے، گمان ٹھیک کرنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین آجائے ہم مخلوق کے وعدوں پر یقین کر لیتے ہیں؛ لیکن خالق کے وعدوں پر یقین نہیں کرتے۔(۲)

---

(۱) دَاوُوْا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ، وهو بعض الحديث. المعجم الكبير ١٠/ ١٢٨
صدقہ کے ذریعہ اپنے مریضوں کا علاج کرو

(۲) ﴿وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا﴾ [الاحزاب:۲۱]

آٹھواں تقاضہ: ایمان کی حلاوت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

نواں تقاضہ: ایمان خود بھی سیکھیں دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب اور دعوت دیں۔

(1) خود ایمان سیکھیں۔(2) ایمان والوں کو ایمانِ کامل کی ترغیب اور دعوت دیں۔

(مستفاد: ایمان کے تقاضے)

(۱۴) جو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کائنات کو اُن کے تابع کر دیتے ہیں (جیسا کہ انبیاء علیہم السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہوا) اور جو کائنات پر یقین کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو کائنات کے حوالہ کر دیتے ہیں۔(۱)

(۱۵) مولانا الیاس صاحبؒ کے زمانہ میں کسی نے کہا کہ اتفاق سے (خود بخود) ہوا، فرمایا: یہی دہریت (خدا کو نہ ماننا) ہے، کوئی کام اتفاق سے نہیں ہوتا؛ بلکہ مُقَدَّر (اللہ تعالیٰ کے طے کرنے) سے ہوتا ہے۔(۲)

(۱۶) حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ اسباب پر نگاہ رکھ کر (یقین اور توجّہ رکھ کر) اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھنا یہ کُفر کا راستہ ہے۔

---

(۱) ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک سفر میں گئے۔ وہ چلے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک جگہ انہیں کچھ لوگ کھڑے ہوئے ملے، انہوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ یہ لوگ کیوں کھڑے ہیں؟ لوگوں نے بتایا آگے راستہ پر ایک شیر ہے جس سے یہ خوفزدہ ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی سواری سے نیچے اترے اور چل کر اس شیر کے پاس گئے اور اس کے کان کو پکڑ کر مروڑا اور اس کی گردن پر تھپڑ مار کر اسے راستہ سے ہٹا دیا پھر (واپس آتے ہوئے اپنے آپ سے فرمایا) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں غلط بات نہیں فرمائی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، ابن آدم پر وہی چیز مسلط ہوتی ہے جس سے ابن آدم ڈرتا ہے اگر ابن آدم اللہ تعالی کے سوا کسی اور چیز سے نہ ڈرے تو اُس پر اللہ تعالی کے علاوہ اور کوئی چیز مسلط نہ ہو، ابن آدم اس چیز کے حوالے کر دیا جاتا ہے جس چیز سے اسے نفع یا نقصان ملنے کا یقین ہوتا ہے۔ اگر ابن آدم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور چیز سے نفع یا نقصان کا یقین نہ رکھے تو اللہ تعالی ی اسے کسی اور چیز کے بالکل حوالہ نہ کرے۔ تاریخ دمشق: ۱۷۱/۳۱

(۲) كُلُّ مَاهُوَ آتٍ قَرِيْبٌ، أَلَا إِنَّ الْبَعِيْدَ مَالَيْسَ بِآتٍ، لَا يَعْجَلُ اللّٰهُ لِعَجَلَةِ أَحَدٍ وَلَا يَخِفُّ لِأَمْرِ النَّاسِ، مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا مَاشَاءَ النَّاسُ۔ المعجم الکبیر للطبرانی، رقم: ۸۵۲۳

(۱۷) خیر کے کاموں میں اللہ تعالیٰ نبیوں کو اُن کے ارادوں میں ناکام کرتے ہیں، اپنی چاہت بتلانے کے لئے اور ہم تو خیر کے کاموں میں نہیں؛ بلکہ دنیا کے کاموں میں کہتے ہیں کہ فلاں مُلک اور فلاں وزیر سے کام ہو جائے گا۔(۱)

(۱۸) جتنا اللہ تعالیٰ کے غیر کا تأثر (اثر قبول کرنا) ہوگا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی سے استفادہ (فائدہ اٹھانا) مشکل ہوگا۔

(۱۹) ساری بے دینی کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے غیر کا تأثر ہے۔

(۲۰) اسباب (ضرورت کے سامان) کو نبیوں، صحابہؓ اور اللہ والوں میں سے کسی نے نہیں چھوڑا اللہ تعالیٰ امتحان میں ڈالنا چاہتے ہیں کہ یقین سبب پر ہے یا میری ذات پر اسباب سے وہ روکنا نہیں چاہتے۔(۲)

---

(۱) ﴿وَلَا تَقُولَنَّ لِشَیْءٍ إِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا إِلَّا أَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ إِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰی أَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِأَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا﴾ [الکهف: ۲۳-۲۴]
اور آپ کسی کام کی نسبت یوں نہ کہا کیجئے کہ میں کل اس کو کردوں گا مگر خدا کے چاہنے کو ملا دیا کیجئے۔

(۲) مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے ہیں: اسباب کا نہ کرنے والا زندیق (بے دین) اور پھر اسباب پر نظر رکھنے والا مشرک۔ (ارشادات ومکتوبات، ص:۱۰۶) فرمایا: آج کل مخلوق اسباب پر نظر جما کر سب کام کو ترقی کی باعث سمجھ رہی ہے حالاں کہ اسباب اوامر کے بعد مرتَّب ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے کہا: ''کُنْ'' تب زمین وآسمان بنے، یہ فرق اسباب اور اوامر کا ہے۔ (ایضاً ص:۸۱) اسباب کو برتنا توکل کے خلاف نہیں؛ بلکہ اسباب پر نظر رکھنا توکل کے خلاف ہے۔ (ایضاً ص:۶۱) اسباب کو اوامر کے ماتحت برتو نہ کہ اسباب کو یقین کا درجہ دے دو۔ (ایضاً ص:۷۵)

(۲۱) قبر میں زبان (سوالات کے صحیح جوابات پر) یقین کی بنیاد پر چلے گی، معلومات کی بُنیاد پرنہیں، حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ ذہین بھی قبر میں کہے گا "لَا اَدْرِیَ" (میں نہیں جانتا) کیوں کہ قبر میں زُبان ذہانت سے نہیں چلتی۔(۱)

---

(۱) وَأَمَّا الْكَافِرُ أَوِ الْمُنَافِقُ فَيَقُولُ: لا أَدْرِي كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ فَيُقَالُ: لا دَرَيْتَ وَلا تَلَيْتَ، ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ إِلا الثَّقَلَيْنِ. البخاری، رقم: ۱۲۷۳

سوالِ قبر کے بارے میں علامہ ابن عبدالبرؒ کہتے ہیں کہ سوال مؤمن اور منافق سے ہوگا، کافر سے سوال نہیں ہوگا۔ کیونکہ سوال تو امتیاز کے لئے ہوگا کافر مجاہر (کھلم کھلا کفر کرنے والا) میں التباس نہیں ہوا امتیاز کی کیا ضرورت ہے اور جہاں حدیث میں کافر کا ذکر آتا ہے وہاں کافر سے منافق مراد ہے؛ یہی ابن القیمؒ کی رائے ہے۔

لیکن حضرت شاہ صاحبؒ اور بعض محققین فرماتے ہیں کہ کافر سے بھی سوال ہوگا جیسے آیات قرآنیہ واحادیثِ طیبہ سے ثابت ہوتا ہے اور سوال صرف امتیاز کے لئے نہیں ہوگا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اظہارِ شرافت اور کافروں پر الزام بھی مقصود ہے، پھر بحث ہوئی کہ فاسق مسلمان بھی سوال میں ثابت رہے گا تو قرآن واحادیث سے مطلقاً مؤمن کا لفظ آتا ہے کامل و ناقص کی کوئی قید نہیں، اور بعض حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض مؤمنین کو بھی عذاب قبر ہوگا۔ بنابریں دونوں قسم کی حدیثوں کو ملانے سے یہ خلاصہ نکلتا ہے کہ کامل مؤمن صحیح جواب دے گا اور اُس کیلئے قبر میں نعمتیں ملیں گی؛ مثلاً قبر کا کشادہ ہونا، جنت سے خوشبو وراحت کا سامان ملنا اور مؤمن فاسق اصل جواب میں مؤمنِ کامل کا شریک ہوگا مگر نعمتوں اور درجات میں شریک نہیں ہوگا اور عذاب کا بھی احتمال ہے، پھر چند روز کے بعد نجات ملے گی یا اللہ تعالی پہلے ہی سے نجات دے سکتا ہے۔

(درس مشکوٰۃ، ۱/۹۱)

(۲۲) ایمان کو اُس کی علامتوں کے ساتھ بیان کرو، اِس سے ایمان کا ضعف (کمزوری) نظر آئے گا، ورنہ ایمان ایک خیال (وہم) بن کر رہ جائے گا(۱)

(۱) اَلْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً، فَأَفْضَلُهَا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيقِ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيمَانِ، بخاری، رقم: ۹
ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں جن میں سے سب سے افضل لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے کم راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے
اِس حدیث کے تحت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ اپنی کتاب فضائلِ ذکر میں لکھتے ہیں:
ایمان کی شاخوں اور علامتوں سے متعلق مختلف علماء نے مختلف کتابیں لکھیں ہیں، جن کا حاصل یہ ہے کہ دراصل ایمانِ کامل تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے اوّل: تصدیقِ قلبی یعنی دل سے جملہ اُمور کا یقین کرنا، دوسرے: زبان کا اقرار وعمل، تیسرے بدن کے اعمال یعنی ایمان کی جملہ شاخیں تین حصوں پر منقسم ہیں؛ اوّل وہ جن کا تعلق نیت واعتقاد اور عملِ قلبی سے ہے، دوسرے وہ جن کا تعلق زبان سے ہے تیسرے وہ جن کا تعلق باقی حصہ بدن سے ہے، ایمان کی جملہ چیزیں ان تین میں داخل ہیں، ان میں سے
پہلی قسم: جو تمام عقائد کو شامل ہے اُس کا خلاصہ تیس (30) چیزیں ہیں: (1) اللہ پر ایمان لانا جس میں اُس کی ذات اُس کی صفات پر ایمان لانا داخل ہے اور اِس کا یقین بھی کہ وہ پاک ذات ایک ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اُس کا کوئی مثل ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے ماسواء سب چیزیں بعد کی پیداوار ہیں، ہمیشہ سے وہی ایک ذات ہے۔ (3) فرشتوں پر ایمان لانا۔ (4) اللہ تعالیٰ کی اُتاری ہوئی کتابوں پر ایمان لانا۔ (5) اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ایمان لانا۔ (6) تقدیر پر ایمان لانا کہ بھلی ہو یا بُری سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

(۲۳) منکر دیکھ کر غصّہ آنا ایمان کے کمال کی علامت ہے، اور بلا وجہ غصّہ ہونا یہ ایسی بداخلاقی ہے، جو ایمان کی حلاوت کو اِس طرح ختم کر دیتی ہے جس طرح ایلوا (ایک انتہائی کڑوی چیز) شہد کی مٹھاس کو ختم کر دیتا ہے۔(۱)

(۱) کنزالعمال، رقم: ۷۷۱۲

....

(7) قیامت کے حق ہونے پر ایمان لانا جس میں قبر کا سوال وجواب، قبر کا عذاب، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا، حساب ہونا، اعمال کا تُلنا اور پُل صراط پر گزرنا سب ہی داخل ہیں۔(8) جنت کا یقین ہونا اور یہ کہ مومن ان شاء اللہ ہمیشہ اُس میں رہیں گے۔(9) جہنّم کا یقین ہونا اور یہ کہ اُس میں سخت سے سخت عذاب ہیں اور وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ رہے گی۔(10) اللہ تعالیٰ شانہٗ سے محبّت رکھنا۔(11) اللہ کے واسطے دوسروں سے محبّت رکھنا اور اللہ ہی کے واسطے بُغض رکھنا (یعنی اللہ والوں سے محبت رکھنا اور اُس کی نافرمانی کرنے والوں سے بُغض رکھنا اور اسی میں داخل ہے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بالخصوص مہاجرین اور انصار کی محبّت اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی محبّت۔(12) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے محبت رکھنا جس میں آپؐ کی تعظیم بھی آ گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر دُرود شریف پڑھنا بھی اور آپؐ کی سنتوں کا اتباع کرنا بھی داخل ہے۔(13) اخلاص جس میں ریا نہ کرنا اور نفاق سے بچنا بھی داخل ہے۔(14) توبہ یعنی دل سے گناہوں پر ندامت اور آئندہ نہ کرنے کا عہد۔(15) اللہ تعالیٰ کا خوف۔(16) اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار ہونا۔(17) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔(18) شُکر گزاری۔(19) وفا۔(20) صبر۔(21) تواضع جس میں بڑوں کی تعظیم بھی داخل ہے۔(22) شفقت ورحمت جس میں بچّوں پر شفقت کرنا بھی داخل ہے۔(23) مقدر پر راضی رہنا۔(24) توکّل۔(25) خود بینی اور خود ستائی کا چھوڑنا جس میں اصلاحِ نفس بھی داخل ہے۔(26) کینہ اور خلش نہ رکھنا جس میں حسد بھی داخل ہے۔

←

۲۴ **بعضے لوگ کہتے ہیں: ہم وہاں تک (ایمان کے اونچے مقام تک) کیسے پہنچ سکتے ہیں، یہ اتقیاء واولیاء (بزرگوں) کا ایمان ہے' یہ کہنا ناقص (ادھورے ناکمل) ایمان پر راضی ہونا ہے۔**

---

(27) عینی میں یہ نمبر رہ گیا ہے میرے خیال میں اس جگہ حیاء کرنا ہے جو کاتب کی غلطی سے رہ گیا ہے۔(28) غصّہ نہ کرنا۔(29) فریب نہ دینا، جس میں بدگمانی نہ کرنا اور کسی کے ساتھ مکر نہ کرنا بھی داخل ہے۔(30) دُنیا کی محبّت دل سے نکال دینا جس میں مال کی اور جاہ کی محبّت بھی داخل ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اُمورِ بالا میں دل کے تمام اعمال داخل ہیں، اگر کوئی چیز بظاہر خارج معلوم ہو تو وہ غور سے ان نمبروں میں سے کسی نہ کسی نمبر میں داخل ہوگی۔

دوسری قسم: زبان کے اعمال ہیں اِس کے سات (7) شعبے ہیں: (1) کلمۂ طیبہ کا پڑھنا۔ (2) قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔ (3) علم سیکھنا۔ (4) علم دوسروں کو سکھانا۔ (5) دُعاء کرنا۔ (6) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا جس میں استغفار بھی داخل ہے۔ (7) لغو باتوں سے بچنا۔

تیسری قسم: باقی بدن کے اعمال ہیں یہ کل چالیس ہیں جو تین حصوں پر منقسم ہیں:

پہلا حصہ: اپنی ذاتوں سے تعلق رکھتا ہے یہ سولہ شاخیں ہیں: (1) پاکی حاصل کرنا جس میں بدن کی پاکی کپڑے کی پاکی مکان کی پاکی سب ہی داخل ہے اور بدن کی پاکی میں وضو بھی داخل ہے اور حیض ونفاس اور جنابت کا غسل بھی۔ (2) نماز کی پابندی کرنا، اُس کو قائم کرنا (نماز کا قائم کرنا اُس کے آداب وشرائط کی رعایت کرتے ہوئے ادا کرنے کا نام ہے جیسا کہ فضائل کے تیسرے باب میں مذکور ہے) جس میں فرض، نفل، ادا قضاء سب داخل ہیں۔ (3) صدقہ جس میں زکوٰۃ، صدقۂ فطر وغیرہ بھی داخل ہے اور لوگوں کو کھانا کھلانا مہمان کا اکرام کرنا اور غلاموں کا آزاد کرنا بھی داخل ہے۔

۲۵ اگر تعلیم و تدریس مدارس ،خانقاہوں ،وعظ اور خطبات کا مقصد صرف امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے تو بیشک! یہ بھی ایمان کی تکمیل کے ذرائع ہیں،اور اگر خدا نہ کرے تعلیم سے یہ مقصد نہیں ہے؛ بلکہ اس لیے پڑھ رہے ہیں کہ صرف پڑھانے کی اِستعداد پیدا ہو جائے اور اصلی مقصد ایمان کی تکمیل ذہن میں نہ ہوتو یہ پڑھنے کا موضوع نہیں ہے، اِس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

---

(4)روزہ فرض ہو یا نفل۔(5)حج کرنا فرض ہو یا نفل اور اِسی میں عمرہ بھی داخل ہے اور طواف بھی۔(6)اعتکاف کرنا جس میں لیلۃ القدر کو تلاش کرنا بھی داخل ہے۔(7)دین کی حفاظت کے لیے گھر چھوڑنا جس میں ہجرت بھی داخل ہے۔(8)نذر کا پورا کرنا۔(9)قسموں کی نگہداشت رکھنا۔(10)کفاروں (قتل کرنے یا قسم توڑنے یا جان بوجھ کر رمضان کا روزہ توڑنے وغیرہ پر شریعت کی طرف سے مقرر کردہ سزا) کا ادا کرنا۔(11)ستر کا نماز میں اور نماز کے علاوہ ڈھانکنا۔(12)قربانی کرنا اور قربانی کے جانوروں کی خبر گیری اور ان کا اہتمام کرنا۔(13)جنازہ کا اہتمام کرنا اُس کے جملہ امور کا انتظام کرنا۔(14)قرض کا ادا کرنا۔(15)معاملات کا دُرست کرنا،سود سے بچنا۔(16)سچّی بات کی گواہی دینا حق کو نہ چھپانا۔

دوسرا حصہ: کسی دوسرے کے ساتھ برتاؤ کا ہے اُس کی چھ شاخیں ہیں:(1)نکاح کے ذریعہ سے حرام کاری سے بچنا۔(2)اہل وعیال کے حقوق کی رعایت کرنا اور اُن کا ادا کرنا اُس میں نوکروں اور خادموں کے حقوق بھی داخل ہیں۔(3)والدین کے ساتھ سلوک کرنا نرمی برتنا فرمانبرداری کرنا۔(4)اولاد کی اچھی تربیت کرنا۔(5)صلۂ رحمی کرنا (رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا)۔(6)بڑوں کی فرمانبرداری اور اطاعت کرنا۔

←

۲۶ ایمان جتنے کمال کا (عمدہ) ہوگا اُتنا ہی نفاق (دل میں کفر ہونے کے باوجود زبان سے اپنے کو مسلمان ظاہر کرنا) کا خوف (ڈر) ہوگا۔(۱)

۲۷ نفاق اور اُس کی علامتوں کو بیان کرنے سے ایمان کی حفاظت ہوتی ہے (اِس طور پر کہ آدمی اِن علامتوں سے بچنے کی کوشش کرے گا)۔

---

(۱) وَقَالَ ابْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ: أَدْرَكْتُ ثَلَاثِيْنَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، كُلُّهُمْ يَخَافُ النِّفَاقَ عَلٰى نَفْسِهٖ. صحيح البخاری، كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله وهو لا يشعر۔

تیسرا حصہ: حقوقِ عامّہ کا ہے جو اٹھارہ شعبوں پر منقسم ہے: (1) عدل کے ساتھ حکومت کرنا۔ (2) حقّانی جماعت کا ساتھ دینا (3) حکام کی اطاعت کرنا (بشرطیکہ خلافِ شرع حکم نہ ہو)۔ (4) آپس کے معاملات کی اصلاح کرنا جس میں مفسدوں کو سزا دینا باغیوں سے جہاد کرنا بھی داخل ہے۔ (5) نیک کاموں میں دوسروں کی مدد کرنا۔ (6) نیک کاموں کا حکم کرنا اور بُری باتوں سے روکنا جس میں تبلیغ ووعظ بھی داخل ہے۔ (7) حدود کا قائم کرنا۔ (8) جہاد کرنا جس میں مورچوں کی حفاظت بھی داخل ہے۔ (9) امانت کا ادا کرنا جس میں خمس جو غنیمت کے مالوں میں ہوتا ہے وہ بھی داخل ہے۔ (10) قرض کا دینا اور ادا کرنا۔ (11) پڑوسیوں کا حق ادا کرنا، اُن کا اکرام کرنا۔ (12) معاملہ اچھا کرنا جس میں جائز طریقہ سے مال کا جمع کرنا بھی داخل ہے۔ (13) مال کا اپنے محل (موقع) پر خرچ کرنا اسراف اور بخل سے بچنا بھی اِس میں داخل ہے۔ (14) سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا۔ (15) چھینکنے والے کو يَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہنا۔ (16) دُنیا والوں کو اپنے نقصان سے اور اپنی تکلیف سے بچانا۔ (17) لہو ولعب سے بچنا۔ (18) راستہ سے تکلیف دہ چیز کا دور کرنا۔ (فضائلِ ذکر، حدیث نمبر: ۴۰)

۲۸ اِس زمانہ میں نفاق کی علامتیں (جھوٹ، وعدہ خلافی خیانت وغیرہ) جن میں ہوں اُن کو ''ہوشیار'' اور ایمان کی علامتیں (سچّائی امانت داری وغیرہ) جن میں ہوں اُن کو ''بے وقوف'' کہا جاتا ہے۔(۱)

---

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهَا سَتَأْتِي عَلَى النَّاسِ سِنُوْنَ خَدَّاعَةٌ، يُصَدَّقُ فِيهَا الْكَاذِبُ وَيُكَذَّبُ فِيهَا الصَّادِقُ، وَيُؤْتَمَنُ فِيهَا الْخَائِنُ، وَيُخَوَّنُ فِيهَا الْأَمِيْنُ، وَيَنْطِقُ فِيهَا الرُّوَيْبِضَةُ قِيلَ: وَمَا الرُّوَيْبِضَةُ؟ قَالَ: السَّفِيْهُ يَتَكَلَّمُ فِيْ أَمْرِ الْعَامَّةِ. مسند أحمد، رقم: ۷۹۱۲

منافق ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جس نے دل میں کفر ہونے کے باوجود زبان سے اپنے کو مسلمان ظاہر کیا ہو۔(کشاف اصطلاحات الفنون: ۲۴۹/۴)

نفاق کی دو قسمیں ہیں:

ایک نفاق وہ ہے جو اُس کے مرتکب کو دینِ اسلام سے خارج اور کفار و مشرکین میں شامل کردیتا ہے۔ ایسا شخص ابدی جہنمی ہے اور اُس کا عذاب عام کفار سے بھی زائد ہے۔(اِس کو نفاقِ کفر، نفاقِ اکبر یا اعتقادی نفاق کہا جاتا ہے)

دوسرا نفاق نفاقِ عملی ہے جو اپنے مرتکب کو درجاتِ عالیہ سے محروم کرتا ہے اور صدیقین کے مرتبے سے گرادیتا ہے، ایسا شخص جہنّم میں عارضی طور پر جائے گا۔ جس نفاق کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا اور جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بھی پایا جاتا تھا اور ہر دور میں پایا جاسکتا ہے، مگر دلوں کی کیفیت کا وحی کے بغیر معلوم ہونا ممکن نہ ہونے کی وجہ سے اب کسی پر اِس کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ اور وہ نفاق جس کا ذکر احادیث و آثار میں ملتا ہے اور مسلمانوں میں باوجود ایمان و عقیدہ کی دُرستگی کے بھی پایا جاسکتا ہے اور پایا جاتا ہے، (اس کو نفاقِ اصغر، نفاقِ مجازی یا عملی نفاق کہا جاتا ہے)۔ جیسا کہ شرکِ اکبر اور شرکِ اصغر یا شرکِ جلی و خفی کی تعبیرات میں عقیدہ و عمل کا فرق پایا جاتا ہے، اسی طرح نفاق

←

(۲۹) ہمارے درمیان مشاہدات (نظر آنے والی چیزوں) کے تذکرے ہیں، مشاہدات کے تذکروں سے غیب کا یقین کمزور پڑ جاتا ہے۔

(۳۰) اللہ تعالیٰ کے غیر کی نفی (مخلوق سے کچھ نہیں ہوتا) ہی اللہ تعالیٰ تک پہنچا سکتی ہے۔

(۳۱) اگر مسلمان اللہ تعالیٰ کی بڑائی بولنا چھوڑ دیں تو غیر شرک بولنے پر مجبور کریں گے۔

میں بھی اعتقادی و عملی کا فرق تسلیم کیا گیا ہے، تاہم نفاق عمل بھی، باوجود اِس کے کہ کفر میں داخل نہیں، شارع کی جانب سے اِس کا نام نفاق رکھے جانے اور اِس کی سخت مذمت کئے جانے اور حقیقی منافقین (جن کے مکروخِداع اور اسلام دُشمنی سے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سخت ناراض ہیں) کے طرز و اطوار سے مشابہت و مماثلت پائی جانے کی وجہ سے انتہائی مہلک وخطرناک مرض ہے اور اِس سے جس قدر ڈرا جائے کم ہے۔

نفاق کی علامتیں:

جھوٹ بولنا، جھوٹی گواہی دینا، وعدہ خلافی کرنا، معاہدہ کر کے توڑ ڈالنا، امانت میں خیانت کرنا، جھگڑا کرنا، بدزبانی کرنا، نمازوں میں سستی ولا پرواہی برتنا، حسد وجلن وغیرہ۔

نفاق کے اسباب:

(۱) بے دینوں کی صحبت، (۲) بے دینی وگمراہی کی باتیں سننا،
(۳) گناہوں پر جمے رہنا (۴) گانا گانا اور سننا۔

نفاق کو دور کرنے کا طریقہ:

(۱) اسباب نفاق سے پرہیز کرنا (۲) نماز جماعت کے ساتھ اور تکبیرِ اولیٰ کے اہتمام کے ساتھ ادا کرنا (۳) سلام میں پہل کرنا (۴) نفاق سے پناہ مانگنے والی دُعاؤں کا اہتمام کرنا۔ (نفاق ایک مہلک بیماری، ص: ۱۷ تا ۱۹)

۳۲ اجتماعی طور پر کلمے کے مفہوم (یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات) کے تذکرے ہوں تو اِس سے ایمان میں کمال (خوبی) پیدا ہوگا۔(۱)

۳۳ ہم جنّت اور دوزخ کی معلومات کو وقتی تلذُّذ (لذت حاصل کرنے) کیلئے سنتے ہیں حالانکہ اُن کے تذکرے اِس لئے ہیں کہ وہ دُنیا کی لذتوں پر غالب آجائیں، ورنہ خواہشات اور گناہوں کا چھوڑنا مشکل ہوگا۔(۲)

۳۴ صحابہؓ نے کُفر و شرک کی ظلمت کو ایمان کے ماحول میں آکر سمجھا ہے۔(۳)

---

(۱) ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾ [الأنفال:۲]

(۲) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے تو وہاں حضرت حارث بن مالکؓ سو رہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو پاؤں سے ہلایا، اور فرمایا اپنا سر اٹھاؤ، انہوں نے سر اٹھا کر کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے حارث بن مالک! تم نے کس حال میں صبح کی؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے پکا سچا مؤمن ہونے کی حالت میں صبح کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر حق بات کی کوئی حقیقت ہوا کرتی ہے جو تم کہہ رہے ہو اس کی حقیقت کیا ہے؟ حضرت حارثؓ نے عرض کیا میں نے اپنے آپ کو دنیا سے ہٹا لیا اور دن کو میں پیاسا رہتا ہوں یعنی روزہ رکھتا ہوں اور رات کو جاگتا ہوں اور مجھے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے میں اپنے رب کے عرش کو دیکھ رہا ہوں اور جنت والوں کو جنت میں ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور جہنم والوں کو ایک دوسرے پر بھونکتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارا دل نورانی بنادیا ہے اور تم نے (ایمان کی حقیقت کو پہچان لیا ہے، لہذا تم اس (ایمانی کیفیت) پر پکے رہو۔ تاریخ دمشق لابن عساکر، ۸/۳۸۴، ۲۷

(۳) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے: يُوشِكُ أَنْ تَنْقُضَ عُرَى الْإِسْلَامِ عُرْوَةً عُرْوَةً إِذَا نَشَأَ فِي الْإِسْلَامِ مَنْ لَا يَعْرِفُ الْجَاهِلِيَّةَ. الفوائد لابن القیم، ۱/۱۵۹۔ جو شخص اسلام میں پیدا ہوا اور اُس نے جاہلیت کو نہیں جانا تو ہو سکتا ہے کہ وہ اسلام کی کڑی کو ایک ایک کر کے توڑ بیٹھے۔ (یعنی دائرۂ ایمان سے نکل جائے)۔

(۳۵) ہمارے اندر سے ایمان کی دعوت ختم ہوگئی ہے اور ایمان کا دعویٰ پیدا ہوگیا ہے (کہ ہم تو مؤمنِ کامل ہیں)، اس دعویٰ نے دعوت کو غیروں کیلئے خاص کردیا ہے، جبکہ ایمان کی دعوت خود ایمان والوں کے لئے ہے، (۱) دیگر اقوام (قوموں) کو اسلام کی دعوت دی گئی ہے۔ (۲)

(۳۶) اللہ تعالیٰ کی طرف نعمتوں کی نسبت کرنا کہ وہی نعمتیں عطا کرنے والے ہیں شکر ہے۔ غیر اللہ کی طرف نعمتوں کی نسبت کرنا کہ اُنہوں نے مثلاً: ہمیں اولاد دی ہے شرک ہے۔ (۳)

(۳۷) تنہائیوں میں گناہوں کی کثرت (زیادتی) سے ایمان سلب ہوجاتا ہے (چھین لیا جاتا ہے)۔ (۴)

(۳۸) ایمان مومن کے اندر سے اتنا جلدی نکل جاتا ہے جتنا پہنے ہوئے کرتہ کو نکال دیا جاتا ہے۔ (۵)

---

(۱) ﴿یاأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ [النساء:۱۳۶]

(۲) فَقَامَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَنَادَاهُمْ: یَامَعْشَرَ یَهُوْدَ! أَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا. البخاری، رقم ۳۴۸۷

(۳) ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ إِلَیْهَا فَلَمَّا تَغَشّٰاهَا حَمَلَتْ حَمْلاً خَفِیْفاً فَمَرَّتْ بِهٖ فَلَمَّا أَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحاً لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشَّاكِرِیْنَ فَلَمَّا اٰتَاهُمَا صَالِحاً جَعَلَا لَهٗ شُرَكَاءَ فِیْمَا اٰتَاهُمَا فَتَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ﴾ [الاعراف:۱۸۹-۱۹۰]

(۴) جزاء الاعمال، فصل:۲۶

(۵) مَثَلُ الْإِیْمَانِ مَثَلُ الْقَمِیْصِ، بَیْنَ أَنَّکَ قَدْ نَزَعْتَهٗ إِذَا لَبِسْتَهٗ، وَبَیْنَ أَنَّکَ قَدْ لَبِسْتَهٗ إِذَا نَزَعْتَهٗ. تاریخ دمشق لابن عساکر: ۱۱۱/۲۸

(۳۹) جن حدیثوں میں لایُؤمِنُ اور لا اِیْمَانَ کہہ کر ایمان کی نفی کی گئی ہے (کہ یہ باتیں جس میں پائی جائیں وہ مؤمن نہیں ہے، اِن باتوں سے بچنے کے بجائے ہمیشہ) ہم نے اِن احادیث کو کمالِ ایمان کی نفی پر محمول کرکے اِس کو اپنے سے متعلق نہیں سمجھا۔

(۴۰) اگر روزانہ توحید (اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، اختیارات اور حقوق میں کسی کو حصہ دار نہ ٹھہرانا) کو نہیں بولیں گے تو شرک ایسی جڑ پکڑے گا کہ ہم سمجھیں گے کہ ہم تبلیغ کا کام کر رہے ہیں اور اندر شرک کا مادّہ (شرکیہ باتیں اور شرکیہ کام) پیدا ہو رہا ہوگا۔(۱)

---

(۱) **کافر بنادینے والے الفاظ کا جاننا ضروری ہے:**
علماء نے لکھا ہے کہ کافر بنادینے والے الفاظ کا علم حاصل کرنا بھی نماز وروزہ کی طرح فرضِ عین ہے؛ چنانچہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: ’’لَا شَكَّ فِيْ فَرْضِيَّةِ عِلْمِ الْفَرَائِضِ الْخَمْسِ وَعِلْمِ الْإِخْلَاصِ ..... وَعِلْمِ الْأَلْفَاظِ الْمُحَرِّمَةِ أَوِ الْمُكَفِّرَةِ‘‘. شامی، مقدمة، مطلب في فرض الكفاية وفرض العين، ۱/ ۱۲۲) یعنی اِس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ جس طرح نماز روزہ وغیرہ فرائض کا علم فرض ہے، اِسی طرح حرام اور کافر بنادینے والے الفاظ کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے۔
حکیم الأمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ وضو اور روزہ کے نواقض تو بتاتے ہیں لیکن نواقضِ ایمان نہیں بتاتے یعنی جن باتوں کی وجہ سے انسان کا ایمان ختم ہو جاتا ہے اِن کو بھی بتانا چاہئے، موجودہ حالات میں اِس کی ضرورت اور اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ (کفر وارتداد کا زمانہ اور امت مسلمہ کی بے حسی، ص:۱۶۱)

....

اب ہم یہاں مولانا زوّار حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب عمدۃ الفقہ (جس کی تقریظ میں مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: الحمد للہ! ہر حیثیت سے کتاب انتہائی قابلِ قدر ہے) سے کفریہ وشرکیہ افعال واقوال (کاموں اور باتوں) کا ایک نمونہ پیش کررہے ہیں تاکہ اُن سے بچنے میں آسانی ہو، ملاحظہ فرمائیں۔

کلماتِ کفر اور اُس کے موجبات

تعریفِ کفر:

جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل ہوا اُس سے انکار کرنا کفر ہے اگرچہ وہ انکار ایک ہی چیز کا ہو، بشرطیکہ وہ بالاتفاق تواتر سے ثابت ہو۔ (پس کفر ایمان کی ضد ہے)۔

شرائطِ لزومِ کفر:

شرائطِ لزومِ کفر تین ہیں: (۱) عقل یعنی نشہ اور بے ہوشی نہ ہو۔ (۲) قصد وارادے سے ہو، یعنی غلطی اور سہو سے نہ ہو، پس بغیر قصد کے کافر نہ ہوگا۔ (۳) اختیار سے ہو یعنی قتل وغیرہ کا جبر واکراہ نہ ہو (بحالتِ جبر اگر زبان سے کلماتِ کفر کہے؛ لیکن دل سے نہ کہے تو کافر نہیں ہوتا)۔

فائدہ:

نیچے دیئے گئے کفر کے احکام اُن کے لیے ہیں جو قصداً اپنے اختیار سے اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو جائیں، پس اگر ترکِ اسلام کا ارادہ نہ ہو بلکہ نادانی، بیوقوفی سے حرکتِ کفر سرزد ہوگئی ہو تو احتیاطاً دوبارہ نکاح کرنا واجب ہے اور اُس کا ذبیحہ پھینک دیا جائے اور اُس کو کفر سے توبہ کرنی چاہیے۔

احکامِ کفر: (۱) اُس کی بیوی اُس پر حرام ہو جاتی ہے (نکاح جاتا رہتا ہے)۔
(۲) اُس کا ذبیحہ حرام ہے۔ (۳) اُس کو قتل کرنا مُباح ہے۔
(۴) اس کے تمام نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

←

وہ چیزیں جن سے کفر لازم آتا ہے:

کفر شرع میں ایمان کی ضد ہے، پس جن چیزوں پر ایمان لانا اور اُن کی تصدیق کرنا ایمانِ اجمالی و تفصیلی میں ضروری ہے اُن میں سے کسی چیز کا انکار کرنے سے کافر ہوجاتا ہے، پس خواہ دل سے انکار کرے یا زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکالے کہ جس سے صراحتہً یا اشارۃً انکار ثابت ہوجائے یا دل میں شک لانے سے یا کلماتِ شک زبان سے نکالنے سے خواہ ان سے صراحتاً شک ثابت ہو یا اشارتاً یا کسی ایسے کام سے جو کہ منافیٔ تصدیق (تصدیق کے خلاف) ہو، قطعی کافر ہوجاتا ہے، اس لیے موجباتِ کفر پانچ اقسام پر منقسم ہوئیں۔

قسم اوّل:

وہ کلمات جو صراحتاً انکار پر دلالت کرتے ہیں اور یہ چند اصولوں پر مرتب ہیں۔

پہلا اُصول:

جس چیز کی فرضیت قرآن کریم کی ظاہر عبارت سے یا حدیث متواتر (جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آج تک ہر طبقہ میں اتنی بڑی جماعت نقل کرتی آئی ہو کہ عادتاً اُن کا جھوٹ پر متفق ہوجانا ممکن نہ ہو) سے معلوم ہوجائے اِس کے بعد اگر کوئی شخص اِس کو فرض نہ کہے گا تو وہ کافر ہوجائے گا،

مثلاً کسی نے کہا کہ نماز پڑھو یا کہا کہ روزہ رکھو، اُس شخص نے جواب میں کہا کہ نماز فرض نہیں یا کہا کہ روزہ فرض نہیں؛ پس وہ شخص کافر ہوگیا۔

دوسرا اُصول:

حلال کو حرام اور حرام کو حلال جانے جبکہ وہ حلال یا حرام دلیل قطعی سے ثابت ہو نہ کہ خبر آحاد سے؛ کیونکہ خبر آحاد (جو احادیث تواتر کے ساتھ منقول نہ ہوں) کا منکر کافر نہیں ہوتا (البتہ گنہگار رہوتا ہے) نیز یہ کہ وہ حرام لعینہٖ (وہ حرام چیز جس کی حرمت خود اُس کی ذات میں پائے جانے والے کسی وصف کی وجہ سے ہو جیسے شراب وغیرہ) ہو حرام لغیرہٖ (وہ حرام چیز جس کی حرمت کسی خارجی چیز کی وجہ سے ہو) نہ ہو۔

←

....

- مثلاً کسی نے کہا کہ خنزیر یا سود یا زنا یا جھوٹ بولنا، یا ناحق قتل کرنا یا ظلم کرنا یا جادو کرنا یا شراب پینا یا جوا کھیلنا یا غیبت کرنا وغیرہ حلال ہے تو کافر ہو گیا۔
- یا ایک مرد کو بیک وقت چار عورتوں تک نکاح کو جو شرعاً جائز ہے اِس کو پسند نہ کرے'
- یا پھوپھی یا چچا کی بیٹیوں سے نکاح پسند نہ کرے،
- یا یہ کہے کہ میں رسم و رواج پر چلوں گا شریعت پر نہیں چلوں گا (ہاں! اگر فسادِ زمانہ کی شکایت کے طور پر یوں کہے کہ ہم لوگوں کا عمل رُسوم و رواج پر ہے شرع پر نہیں ہے اور شریعت کے حکم کی تردید کا ارادہ نہ ہو تو کافر نہ ہوگا)۔
- یا اگر کوئی کہے کہ کچھ تو شرم کر اور وہ جواب میں کہے کہ میں شرم نہیں کرتا؛ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: اَلْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيْمَانِ (مسند احمد: ج ۳، ص ۱۳۹، رقم: ۹۰۹۷) ''حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے''۔
- اگر کوئی اپنی عورت کو کافر کہہ دے اور عورت کہے میں ایسی ہی ہوں مجھے چھوڑ دے تو وہ کافر ہو جائے گی؛ کیونکہ اِس طرح کہنے سے اُس نے اپنے کفر کا اقرار کر لیا لیکن اگر عورت شک کا کلمہ کہے یعنی اِس طرح کہے کہ اگر میں کافر ہوں تو مجھے چھوڑ دے تو کافر نہ ہوگی۔
- کوئی شخص ایمان لائے اور دوسرا اُس کو منع کرے یا کہے کہ کچھ دیر ٹھہر جا۔
- جو پہلی دفعہ اپنے بیٹے کو شراب پلا کر خوش ہو اور مبارکباد دے۔
- کوئی حرام چیز پینے کے وقت یا فسق کا کام کرنے کے وقت کوئی دوسرا آدمی فاسق کہے اور وہ خوش ہو۔
- یوں کہے کہ تیرے اسلام پر لعنت ہو۔
- چوری اور غصب (زبردستی چھینی ہوئی چیز) کو ثواب کی امید سے صدقہ کرنا کفر ہے (یعنی جبکہ مال اصلی حالت پر موجود ہو اور صاحبِ مال بھی موجود و معلوم ہو؛ لیکن صاحبِ مال کو تو نہ دے اور ثواب کی اُمید پر فقرا پر صدقہ کرے تو کافر ہوگا؛ لیکن اگر

←

مال کی حالت بدل گئی یا صاحبِ مال اور اُس کے ورثاء معلوم وموجود نہیں تو اِس صورت میں صدقہ کرنا واجب ہوگا اور ثواب کی بھی امید ہے؛ لیکن چوری اور غصب کا گناہ اُس پر قائم رہا۔

● راگ بالمزامیر کو حلال جاننا (یعنی گانے بجانے کے آلات کے ساتھ گانا گانے) کو حلال جاننا۔

تیسرا اُصول:

اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار کرے، مثلاً یوں کہے کہ خدا نہیں ہے یہ سب ڈھونگ ہے یا دنیا خود بخود بن گئی وغیرہ۔

چوتھا اُصول:

اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا انکار کرے،

● مثلاً یوں کہے اللہ تعالیٰ ہر وقت موجود نہیں ہے ● یا ہمیشہ سے نہیں ● یا ہر چیز پر قادر نہیں ● یا وہ ہر شخص کی دُعاء نہیں سنتا ● یا فلاں فلاں چیزوں کی اُس کو خبر نہیں ● یا وہ کلام نہیں کرتا ● یا وہ مُردہ ہے ● مَر جائے گا ● یا اُس نے مخلوقات کو پیدا نہیں کیا ● دنیا خود بخود بنی ہے ● یا دُنیا مادّہ (میٹریل) سے خود بخود پیدا ہوگئی ہے ● اِس کا کوئی خالق نہیں ہے وغیرہ، اِن سب صورتوں میں کفر ہوگیا۔

پانچواں اُصول:

اللہ تعالیٰ کے کسی نام کا خواہ ذاتی ہو یا صفاتی انکار کرنا مثلاً یہ کہنا کہ وہ اللہ یا، رحیم یا، رحمٰن یا، غنی یا، کریم وغیرہ نہیں ہے ● یا یہ اُس کے نام نہیں ہیں تو کافر ہوگیا۔

چھٹواں اُصول:

اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی بُری صفت ثابت کرنا یا اہانت کرنا؛

● مثلاً یوں کہنا کہ اللہ تعالیٰ ظلم کرتا ہے، ● فلاں ظلم اللہ تعالیٰ کو پسند ہے ● یا فلاں آدمی کے جھوٹ کو اللہ تعالیٰ سچ کر دیتا ہے ● یا اللہ تعالیٰ کے ماں باپ، بھائی بہن بیوی اور اولاد

←

ہے • یا اللہ تعالیٰ کھاتا پیتا، سوتا اونگھتا ہے • یا وہ کسی عورت سے عشق رکھتا ہے • یا وہ کسی مَرد یا عورت کی شکل میں ہے • یا وہ بخیل ہے • یا وہ کسی سے ڈر جاتا ہے • یا وہ کسی سے مغلوب ہوجاتا ہے • یا وہ کسی چیز کو بھول جاتا ہے • یا وہ بہت کام کرنے سے تھک جاتا ہے وغیرہ، اِن سب صورتوں میں کافر ہوگیا • اگر کوئی کسی تنگی کی یا بیماری کی تکلیف میں یہ کہہ دے کہ نہ معلوم مجھے اللہ تعالیٰ نے کیوں پیدا کیا ہے کہ تکلیف پر تکلیف دیتا ہے اور دنیا کی لذتوں اور خوشی سے کچھ نصیب نہیں کرتا، یہ بات بعض علماء کے نزدیک کُفر ہے اور بعض کے نزدیک کُفر تو نہیں لیکن بڑا سخت گناہ ہے، ایسی باتوں سے بچنا چاہیے (اِس میں تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر غصہ ہوکر ایسا کہنا کُفر ہے) کسی نے کہا کہ تم فلاں بُرے پیشہ کو چھوڑ دو، وہ کہے خدا نے ہم کو یہی فرمایا ہے یہ کفر ہے۔

ساتواں اُصول:

جھوٹی باتوں پر خدا کو گواہ بنانا (کیونکہ یہ بھی اہانت میں داخل ہے) مثلاً یوں کہے کہ • خدا گواہ ہے کہ تو مجھے اولاد سے بھی زیادہ پیارا ہے • یا خدا جانتا ہے کہ تیری خوشی اور غم مجھے اپنی خوشی اور غم کے بَرابر ہے ہرگز کم نہیں • یا اگر کوئی شخص مدعا علیہ (جس پر کوئی الزام ہے) سے کہے کہ میں تجھ سے طلاق کی قسم لیتا ہوں نہ کہ اللہ تعالیٰ کے اسمِ پاک کی، اگر یہ بات اللہ تعالیٰ کے نام کی قسَم کی حقارت کے طور پر کہی تو کافر ہوجائے گا اور اگر یہ نیت نہ رکھتا ہو بلکہ اِس لیے خدا کی قسَم نہ کھلائی کہ جھوٹ سے خدا کی قسَم کھا جائے گا اور اِس قسَم کی کوئی پرواہ نہ کرے گا اور طلاق کی جھوٹی قسَم نہ کھائے گا بلکہ اِس سے پرہیز کرے گا تو اِس نیت سے طلاق کی قسَم لینے والا کافر نہ ہوگا (سچی قسَم کھانا حلال ہے اور جھوٹی قسَم کھانا حرام اور قہرِ خدا کا سبب ہے) • اگر کوئی کہے کہ میں خدا کی قسَم اور تیرے پاؤں کی خاک کی قسَم کھاتا ہوں تو اس میں کُفر کا ڈر ہے؛ کیونکہ یہ سخت بے ادبی ہے۔

آٹھواں اُصول:

اللہ تعالیٰ کے قطعی احکام میں سے کسی حکم کا انکار کرنا مثلاً یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اِس کام کا حکم فرمائے تو بھی میں نہ کروں گا ● یا عالمِ دین کو بغیر کسی ظاہری سبب کے دُشمن سمجھنا؛ کیونکہ جب عداوت کا دُنیوی سبب موجود نہیں تو معلوم ہوا کہ دینی سبب سے دُشمن سمجھتا ہے، نیز دینی علم اور شریعت کی اہانت سے کفر لازم آتا ہے تو عالم دین کی دُشمنی سے بطریق اولیٰ کافر ہوجائے گا ● یا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھنے کی اہانت کرے ● یا سلام کی آواز کی اہانت کرے ● کسی نے کہا کہ چلو! شریعت سے فیصلہ کرائیں، دوسرے نے کہا: میں شریعت کے فیصلے پر راضی نہیں یہ کُفر ہے۔

نواں اُصول:

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک بنانا، مثلاً دو یا زیادہ خدا ماننا ● یا غیب کا دعویٰ کرنا کہ مجھے غیب کا علم ہے یا فلاں شخص غیب جانتا ہے وغیرہ۔

دسواں اُصول:

فرشتوں کا انکار کرنا، مثلاً یوں کہے کہ فرشتہ کا وجود نہیں، اگر ہوتا تو ہمیں بھی دکھائی دیتے ● ایسے ہی لوگوں کے سنانے یا بہلانے کے لیے قرآن میں فرشتوں کا ذکر کیا ہے ● یا فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہے تو کافر ہوجائے گا۔

گیارہواں اُصول:

قرآن کریم یا اُس کے کسی جُزء کا انکار یا توہین کرنا، مثلاً کسی آیت کی بُرائی کرنا یا انکار کے طرز پر قہقہہ لگانا ● یا دف یا بانسری یا کسی اور قسم کے گانے بجانے کے آلات کے ساتھ قرآن شریف پڑھنا ● یا نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھنا یا ذکرِ الٰہی گانے کے آلات کے ساتھ کرنا ● یا اگر کوئی بلند آواز سے قرآن شریف پڑھے دوسرا اس کو کہے کیا طوفانی آواز ہے ● یا ہنسی مذاق کے ساتھ قرآن شریف کی آیت پڑھنا ● یا قاری کی نقل کرنا اہانت کے طور پر ● یا یوں کہنا کہ میں قرآن پڑھ کر سیر ہوگیا (یعنی قرآن سے اُکتاہٹ

....

کا اظہار کرنا) • یا بطورِ اہانت کے کہے کہ میں نے بہت قرآن پڑھ لیا • یا کوئی کسی کو کہے کہ نماز پڑھ اور وہ جواب دے کہ لوگ (نماز) میرے ہی واسطے پڑھتے ہیں • یا یوں کہے کہ بہت نمازیں پڑھ لیں اب طبیعت میں ملال آ گیا ہے • یا کہے کہ بیکار لوگوں کا کام ہے • یا یوں کہے کہ اور سب احکامِ الٰہی کو تو مانتا ہوں مگر نماز یا روزہ یا حج یا زکوٰۃ وغیرہ کسی حکم کو نہیں مانتا یہ کفر ہے۔

بارہواں اُصول:

کسی نبی کا انکار یا اہانت کرنا، مثلاً یوں کہنا کہ حضرت موسیٰ یا عیسیٰ یا آدم یا محمد مصطفی (علیہم الصلوٰۃ والسلام) نبی نہیں ہیں یا پیغمبروں کو جھوٹا کہنا • یا انبیاء علیہم السلام کی طرف فحش یا زنا کے ارادے کی یا اور اسی قسم کی کوئی نسبت کرنا؛ مثلاً یوں کہنا کہ فلاں نبی کے ناخن لمبے یا کپڑے میلے تھے • یا آدم علیہ السلام کو کپڑا بُننے کی وجہ سے کہے کہ تمام لوگ ''جولاہے'' کی اولاد ہیں • یا اگر کوئی شخص کہے کہ سر منڈانا' موچھیں کترانا یا ناخن یا بغلیں صاف کرانا سُنّت ہے اور یہ انکار کرے، ایسے ہی کوئی کہے کہ ہاتھ دھوئے بغیر کھانا کھانا اچھا طریقہ ہے' پس اگر اس کا ارادہ رسول اللہ ﷺ کی سُنّت کی ناپسندیدگی واہانت کا ہے تو یہ کُفر ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا ضابطہ یہ ہے کہ سُنّت وحدیثِ قولی یا فعلی یا حضور ﷺ کے کسی حالِ شریف کی کوئی شخص حقارت یا انکار کرے تو کافر ہو جاتا ہے۔(واللہ اعلم بالصواب)

تیرہواں اُصول:

تقدیر کا انکار کرنا؛ مثلاً اگر کوئی کہے کہ بندہ اپنے افعال خود پیدا کرتا ہے • یا یہ کہے کہ خالقِ خیر خدا (یزداں) ہے اور خالقِ شر شیطان (اہرمن) ہے وغیرہ تو کافر ہو جاتا ہے۔

←

چودھواں اُصول:

قیامت اور حشر ونشر کا انکار کرنا، مثلاً یوں کہنا کہ مرنے کے بعد زندہ نہیں کیا جائے گا● یا اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کو فنا نہیں کرسکتے ● یا حساب نہ ہوگا ● یا دوزخ وجنت کا ذکر صرف لوگوں کو ڈرانے اور خوش کرنے کے لیے کردیا ہے؛ ورنہ حقیقت کچھ نہیں، جنت ودوزخ کے کسی خاص ثواب وعذاب کا جو کہ قرآن یا حدیث متواتر میں مذکورہ ہے انکار کرنا مثلاً کہنا کہ وہاں حوریں نہیں ● یا غلمان نہیں ● یا دوزخ میں زقوم کا درخت نہیں ● یا کسی دوزخی کے لیے ستّر گز کی زنجیر نہ ہوگی وغیرہ ● یا اگر کوئی کسی سے کسی حق کا طالب ہو وہ نہ دے تو صاحبِ حق کہے کہ میں قیامت کے دن سَو گنا لے لوں گا' وہ کہے کہ ٹھیک ہے! فی الحال تو اور بھی دے دو اور قیامت میں سب لے لینا ● یا اگر کوئی کہے کہ خدا تجھے جنت نصیب فرمائے اور وہ کہے کہ میں اِس کو ہرگز بھی نہ چاہوں ● یا اگر کوئی کہے کہ میں نہیں جانتا کہ کافروں کا ٹھکانہ جنّت میں ہوگا یا دوزخ میں تو یہ قرآن کا انکار اور کُفر ہے ● یا یوں کہے کہ مجھے دوزخ کا بالکل خطرہ نہیں ● یا اگر کوئی کہے کہ گناہ نہ کر اور پرہیز کرتا کہ آخرت میں تیرا حال تباہ نہ ہو وہ جواب دے کہ اُس جہاں سے کون آیا ہے، یا تناسخ کا قائل ہونا اور ہندوؤں کے عقیدے کی طرح یہ کہنا کہ مُردوں کی روح زندوں میں آجاتی ہے اور دوسرا جنم لے کر اس جہاں میں رہتی ہے۔

دوسری قسم:

وہ کلمات ہیں جن سے اشارۃً انکار ثابت ہوتا ہو، یعنی ان ہی قسمِ اوّل کی چیزوں کو اس طرح سے کہے کہ اِس سے انکار نکلتا ہو، مثلاً کسی نے کہا کہ سب دینوں میں اسلام حق ہے اُس نے سن کر کہا کہ سب دین حق ہیں تو وہ کافر ہوگیا، یا نجومی یا کاہن کو سچا کہا یا کسی نبی کی اہانت کی مثلاً اُن کی کسی بات پر عیب لگایا یا اُن کے کسی فعل کا مذاق اڑایا یا اُن کے حسب ونسب اور شکل وصورت پر طعن وتشنیع کی وغیرہ اِن سب صورتوں میں کافر ہوگیا۔

....

تیسری قسم:

وہ کلمات ہیں جن سے صراحۃً شک ثابت ہو؛ مثلاً کسی نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے کریم ہونے میں یا رحیم یا رزّاق ہونے میں شک ہے تو وہ کافر ہوگیا، اِسی طرح جو چیزیں قطعی الثبوت ہیں اگر اِن میں شک وشبہ کیا تو کافر ہوجائے گا۔

چوتھی قسم:

وہ کلمات ہیں جن سے اشارۃً شک ثابت ہو، مثلاً کسی نے کہا کہ قیامت ضرور آئے گی اُس نے سن کر کہا کہ دیکھا جائے گا یا کسی نے کہا جنّت میں مومنوں کو بڑی بڑی نعمتیں ملیں گی اور کافروں کو دوزخ میں بڑے سخت عذاب ہوں گے اُس نے کہا کہ خیر ہے (دیکھا جائے گا!! یعنی اُسے شک ہے!!) یہ سب کفر ہے، دوسرے اجزائے ایمان کو بھی اِسی پر قیاس کرلیجئے۔

پانچویں قسم:

وہ افعال ہیں کہ جن سے انکار یا شک صراحۃً یا اشارۃً سمجھا جائے ● مثلاً کسی نے قرآن مجید کو اہانت کی غرض سے نجاست یا آگ میں ڈالا ● یا اہانت کی غرض سے کعبہ کی طرف پیشاب کیا یا تھوکا ● یا کسی مسجد کو گرایا ● یا کسی عالم کو مار ڈالا ● یا شریعت کی کسی بات پر مذاق اُڑایا مثلاً ایک شخص واعظِ قرآن یا قاریٔ قرآن کی نقل کرنے لگا اور چند لوگ اُس کے پاس بیٹھ کر مذاق سے اُس سے مسائل پوچھنے لگے یا اُس قرأت کی نقل پر مذاق سے ہنسنے لگے، پس وہ سب کافر ہوگئے ● یا ثواب سمجھ کر کفر کی کسی رسم کو عمل میں لایا مثلاً زُنّار گلہ میں ڈالا یا صلیب ڈالی یا ہندوؤں کی طرح ماتھے پر ٹیکہ لگایا یا ہولی اور نوروز منایا یا مجوسیوں کی سی ٹوپی پہن لی یا کفار کی سی شکل وصورت اور وضع قطع بنالی یا اُن کے کسی خاص لباس کو (جو اُن کا مذہبی شعار ہو) پہنا، پس اگر اِن باتوں کو اچھا جان کر کیا تو کافر ہوجائے گا اور اگر گناہ جان کر کیا تو سخت گنہگار ہوگا مگر کافر نہ ہوگا، اگر عذر کے ساتھ یعنی کسی کے خوف سے کرے کہ اگر نہ کرے تو کوئی مار ڈالے گا یا اُن کے ملک میں سے نہ

←

گزر سکے گا اور نقصان پہنچے گا تب بوجہ ضرورتِ شرعی گناہ بھی نہیں • یا کسی بُت یا قبر یا صاحبِ قبر کے نام بکرا وغیرہ ذبح کیا• یا بت یا قبروں کو سجدہ کیا یا دریا یا چبوترہ یا جھنڈے کے آگے جانور ذبح کیا۔

• اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو سجدہ کیا• یا افعالِ شرک بجالایا• یا قبلہ معلوم ہوتے ہوئے بلاعُذر دوسری طرف منہ کر کے نماز پڑھی• یا کسی منع کیے ہوئے کام کو حلال سمجھ کر کیا مثلاً حلال سمجھ کر زنا کیا• یا شراب کو مباح سمجھ کر پیا یا اور گناہ اسی طرح سے کیے • یا کوئی مسلمان شخص مسلمانوں اور کافروں کے عین مقابلہ کے وقت کفّار کے ساتھ ہوگیا اور مسلمانوں پر حملہ آور ہوگیا تو اِن سب صورتوں میں وہ شخص کافر ہوگیا؛ کیونکہ یہ تمام افعال دین کے انکار یا شک پر دلالت کرتے ہیں۔

فائدہ: (۱) اگر کسی نے کوئی کلمۂ کفر کہا اور اس کو معلوم نہیں کہ یہ کلمۂ کفر ہے تو بعض علماء کے نزدیک جہل عذر نہیں اور وہ کافر ہوگیا بعض کہتے ہیں کہ نہ جاننا (جہل) عذر ہے وہ کافر نہیں ہوا۔ (البتہ دوبارہ نکاح پڑھوانا اور توبہ کرنی چاہیے)

(۲) جس وقت کسی نے کفر کی نیت کی اُسی وقت کافر ہوگیا خواہ نیت دس برس بعد کے لیے کی ہو مثلاً کسی نے نیت کی کہ اگلے سال کرسچین یا یہودی ہوجاؤں گا تو ابھی کافر ہوگیا؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے نڈر رہنا کفر ہے۔

تنبیہ: مفتی حضرات کے لیے ضروری ہے کہ جب تک موجباتِ کفر نہ دیکھے بے دھڑک کسی مسلمان کو کافر نہ بنادیا کریں کہ شاید اس سے بغیر قصد کے نکل گیا ہو، یا اِس بات کے معنی سمجھ میں نہ آئے ہوں، حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو لعنت کرتا ہے یا کافر کہتا ہے ملائکہ اُس کلمہ کو آسمان تک لے جاتے ہیں، پس اگر وہ شخص جس کے لیے وہ کلمۂ کفر استعمال کیا ہے تو وہ اِس قابل ہے تو اُس پر ڈال دیتے ہیں ورنہ جس نے کہا تھا آخر وہ کلمہ اُس پر پڑتا ہے (إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا لَعَنَ شَيْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ إِلَى السَّمَاءِ، فَتُغْلَقُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ دُونَهَا، ثُمَّ تَهْبِطُ إِلَى الْأَرْضِ فَتُغْلَقُ أَبْوَابُهَا دُونَهَا، ثُمَّ تَأْخُذُ

يَمِينًا وَ شِمَالًا ، فَإِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ إِلَى الَّذِي لُعِنَ فَإِنْ كَانَ لِذٰلِكَ أَهْلًا وَإِلَّا رَجَعَتْ إِلَى قَائِلِهَا. أَبُو دَاوُدَ، رقم: ۴۹۰۵)، حضرت امام ابوحنیفہؒ اسلام کے گمراہ فرقوں کی بھی تکفیر نہیں کرتے تھے، بعض لوگوں نے ایسا طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ جہاں کسی شخص نے اُن کے معتقدات (عقائد) میں سے خواہ وہ خلافِ واقعہ اور خلافِ اصل ہی ہوں کسی چیز کا ذرا بھی انکار کیا اُس کو اُسی وقت کافر بنا دیا، گویا کفر و اسلام اُن کے معتقدات کے نہ ماننے یا ماننے پر منحصر ہے، یہ بڑی سخت غلطی دیدہ دلیری اور دریدہ دہنی (گستاخی) ہے اِس سے بچنا اور فتویٰ میں احتیاط برتنا لازم ہے، اگر کسی میں بہت سی وجہیں کفر کی ہوں اور وہ دعویٰ اسلام کا رکھے تو اُس کو کافر نہ کہا جائے گا، اگر بہت سی روایتوں کے بموجب کفر کا حکم لگتا ہو اور ایک روایت سے کفر نہ آتا ہو تو اُس کو مسلمان ہی کہنا چاہیے، ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے: ''علماء نے ذکر کیا ہے جبکہ مسئلہ متعلق بہ کفر (کفر سے متعلق مسئلہ) میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تو مفتی اور قاضی کو ایک وجہ سے اسلام پر فتویٰ دینا چاہیے؛ کیونکہ ہزار کافروں کے قتل نہ کرنے کی غلطی بہت ہلکی ہے ایک مسلمان کے قتل کرنے کی غلطی سے۔''

مطلب یہ ہے کہ کسی نفس کے قتل کرنے میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے اور دوسری جگہ لکھا ہے کہ اگر قاتل کے ارادے میں عدمِ کفر کا احتمال ہو تو وہ عنداللہ مومن ہے اگر اُس کی مراد کوئی اور دوسری وجہ موجبِ کفر ہے تو عنداللہ کافر ہے اور مفتی کا فتویٰ اُس کے اسلام پر بے کار ہے؛ لیکن ایسے آدمی کو (یعنی کفر کا ارتکاب کرنے والے) کو تجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح کرنا چاہیے اور اپنے آپ کو سچا مومن اور مسلمان جانے، اگر کوئی شخص کفر کا کلمہ کہے اور پھر انکار کردے تو یہ بھی ایک قسم کی توبہ ہے اور اِس کو بھی کافر کہنا جائز نہیں ہے۔

وصیت: ایمان سے زیادہ کوئی نعمت نہیں پس اِس کی محافظت ہر وقت واجب اور اُس کی زینت وترقی کے لیے ہر وقت گناہوں سے بچنا اور عبادت میں مصروف رہنا ضروری ہے اور یہ نہ سوچے کہ پھر کسی وقت توبہ کرلی جائے گی؛ کیونکہ کسی کو کیا معلوم کہ کس وقت موت

....

آجائے اور توبہ کا وقت وتوفیق پھر اُس کو نصیب ہو یا نہ ہو، اس لیے ایمان کی حفاظت ہر وقت ضروری ہے اور توبہ واستغفار کرتے رہنا لازمی ہے۔

قرآن میں نفاق کا ذکر:

ایمان وکفر میں کوئی واسطہ نہیں یعنی آدمی یا مسلمان ہوگا یا کافر، تیسری صورت کوئی نہیں کہ نہ مسلمان ہو نہ کافر، نفاق یہ ہے کہ انسان زبان سے اسلام کا دعویٰ کرے اور دل میں اسلام سے انکار ہو یہ بھی خالص کفر ہے بلکہ اشد درجہ کا کفر ہے اور ایسے لوگوں کا جہنم میں سب سے نیچے کا طبقہ ہے: إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ''بلاشبہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقے میں جائیں گے''۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانۂ مبارک میں کچھ لوگ اس بُری صفت کے ساتھ اس نام سے مشہور ہوئے کہ ان کے کفر باطنی پر قرآن ناطق ہوا، نیز نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے وسیع علم سے ایک ایک کو پہچانا اور فرمایا کہ فلاں فلاں شخص منافق ہے؛ لیکن آپ کے بعد کسی زمانے میں بھی کسی خاص شخص کی نسبت قطعی طور پر منافق نہیں کیا جاسکتا بلکہ ہمارے سامنے جو اسلام کا دعویٰ کرے ہم اس کو مسلمان ہی سمجھیں گے اور کہیں گے جب تک اس سے وہ قول یا فعل جو ایمان کے خلاف ہو صادر نہ ہو اس کو عملی نفاق کہیں گے، اس بناء پر جو شخص باطنی طور پر اسلامی عقائد کا معتقد ہو مگر ظاہری اعمال میں قاصر ہو اُس کو عملی منافق کہا جاسکتا ہے اور نفاق عملی نفاقِ حقیقی کا سبب بن سکتا ہے جیسا کہ بعض اوقات گناہوں کا ارتکاب کرتے کرتے کفرِ حقیقی کی نوبت بھی آسکتی ہے، پس اپنے اعمال میں اِس کا محاسبہ جاری رکھے۔

شرک ورُسومِ کفّار وجہال

شرک کی تعریف:

اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی دوسرے کو شریک کرے یا اُس کے برابر کسی اور کو سمجھے اور اُس کی مخصوص تعظیم وعبادت وفرماں برداری میں کسی کو ملانے اور برابر کرنے کو

خواہ وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو شرک کہتے ہیں، بعض شرک سخت حرام ہیں اور بعض کفر میں داخل ہیں۔

شرک کی چند اقسام یہ ہیں:

اول شرک فی الذات:

یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی اور کو شریک بنانا مثلاً یوں کہے کہ دو خدا ہیں یا تین خدا ہیں یا بہت سے خدا ہیں ● جیسے آتش پرست کہ دو خدا مانتے ہیں (ایک یزدان یعنی خالقِ خیر دوسرا اہرمن یعنی خالقِ شر) ● اور عیسائی کہ تین خدا ماننے کی وجہ سے مشرک ہیں (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور حضرت مریم کو خدا کی بیوی مان کر تثلیث کے قائل ہوئے اور مشرک ہو کر گمراہ ہوگئے) ● اور ہنود کہ بہت سے خدا مان کر مشرک ہوئے (یعنی چاند، سورج، آگ، پانی، شجر، حجر وغیرہ کو بھی خدا مانتے ہیں)۔

دوّم شرک فی الصفات:

یعنی اُس کی صفات میں کسی اور کو شریک کرے اور اِس کی بہت سی اقسام ہیں مثلاً:

شرک فی العلم:

یعنی کسی دوسرے کے لیے خدائے تعالیٰ کی مانند صفتِ علم ثابت کرنا اور یوں سمجھنا کہ فلاں پیغمبر یا ولی وغیرہ ازخود علمِ غیب جانتے تھے ● یا پیغمبروں اور ولیوں کو غائب وحاضر قریب وبعید ماضی حال مستقبل وغیرہ سب کی خدا کی طرح خبر ہے ● یا اُن کو خدا کی طرح ذرے ذرے کا علم ہے ● یا وہ اللہ تعالیٰ کی طرح ہمارے حالات سے واقف ہیں یہ سب شرک فی العلم ہے۔

شرک فی القدرۃ:

یعنی اللہ تعالیٰ کی مانند نفع ونقصان دینے یا کسی چیز کی موت وحیات یا کسی اور امر کی قدرت کسی اور کے لیے ثابت کرنا مثلاً ● یہ سمجھنا کہ فلاں پیغمبر یا ولی یا شہید وغیرہ پانی برسا سکتے ہیں ● یا بیٹا بیٹی دے سکتے ہیں ● یا مرادیں پوری کر سکتے ہیں ● یا روزی دے سکتے

←

ہیں ● یا مارنا اور زندہ کرنا اُن کے قبضہ میں ہے ● اگر وہ ناراض ہو گئے تو ہمارا فلاں نقصان کر دیں گے ● یا خوش ہو کر ہمیں نفع پہنچائیں گے وغیرہ یہ سب شرک فی القدرۃ ہے۔

شرک فی السمع:

یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نزدیک و دور، خفی (چھپی) و جہر (کھلی) اور دل کی بات سنتا ہے کسی اور کو بھی خواہ وہ نبی ہو یا ولی وغیرہ ایسا ہی سننے والا سمجھنا شرک فی السمع ہے۔

شرک فی البصر:

یعنی اللہ تعالیٰ کی طرح کسی مخلوق (نبی یا ولی یا شہید وغیرہ) کو یوں سمجھنا کہ چھپی اور کھلی اور دور و نزدیک کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کی مانند دیکھتا اور ہمارے کاموں کو ہر جگہ پر دیکھ لیتا ہے، شرک فی البصر ہے۔

شرک فی الحکم:

یعنی اللہ تعالیٰ کی طرح کسی اور کو حاکم سمجھنا اور اُس کے حکم کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرح ماننا مثلاً پیر صاحب نے حکم دیا کہ یہ وظیفہ عصر کی نماز سے پہلے پڑھا کرو تو اُس حکم کی تعمیل اس طرح ضروری سمجھے کہ وظیفہ پورا کرنے کی وجہ سے عصر کا وقت مکروہ ہو جانے کی پرواہ نہ کرے یہ شرک فی الحکم ہے۔

شرک فی العبادۃ:

یعنی اللہ تعالیٰ کی طرح کسی دوسرے کو عبادت کا مستحق سمجھنا ● یا کسی کے لیے عبادت کی قسم کا فعل کرنا مثلاً کسی قبر یا پیر کو سجدہ کرنا ● یا کسی کے لیے رکوع کرنا ● یا کسی پیر یا پیغمبر ولی یا امام کے نام کا روزہ رکھنا ● یا کسی کی نذر اور منت ماننا ● یا کسی گھر یا قبر کا خانۂ کعبہ کی طرح طواف کرنا وغیرہ یہ سب شرک فی العبادۃ ہے۔

اِن کے علاوہ اور جس قدر اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں خواہ فعلیہ ہوں جیسے رزق دینا، مارنا، جلانا، عزّت و آبرو دینا، نفع و نقصان دینا وغیرہ یا شئوناتِ ذاتیہ اور صفاتِ ثبوتیہ اور صفاتِ سلبیہ ہوں اِن میں کسی اور کو اللہ تعالیٰ کے برابر سمجھنا شرک ہے، پس جمیع مخلوقات کو اللہ

....

تعالیٰ کے سامنے عاجز محض اور تمام صفات سے خالی سمجھے، ہاں اُس نے اپنے ارادے سے جس کو جس چیز کی خبر یا قدرت یا اور صفت عطا فرمائی ہے اُسی قدر اُس کو حاصل ہے اور اُس میں بھی اللہ تعالیٰ کے آگے وہ مجبور محض ہے اُس کے حکم اور ارادے کے بغیر خواہ کوئی شخص آسمان کا رہنے والا ہو یا زمین کا نہ کسی کو نفع دے سکتا ہے نہ نقصان اور نہ کسی اور امر کی قدرت رکھتا ہے، اس لیے شرک سے بچ کر اپنے عقیدوں کو صحیح رکھنا چاہیے، بہت سے ایسے کام ہوتے ہیں جن میں شرک کی ملاوٹ ہو جاتی ہے اُن سے پرہیز لازمی ہے۔

اب شرک کی تمام قسموں کے متعلق مشترکہ جزئیات یکجا لکھی جاتی ہیں:

(١) اگر کوئی شخص بادشاہ یا حاکم وغیرہ کو سجدہ کرے خواہ عبادت کی نیت سے ہو یا کسی اور نیت سے یا کوئی نیت نہ ہو تو یہ شرک فی العبادۃ ہے، ایسا مشرک کافر ہو جائے گا، ● اسی طرح پیر، استاد، ماں، باپ وغیرہ کو اور قبروں کو تعظیم کے ارادے سے سجدہ کرنا کفر ہے، اگر سلام اور تحیت کے ارادے سے کرے تو بعض علماء کے نزدیک کافر نہ ہوگا؛ البتہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوگا اور فتاویٰ ظہیریہ میں ہے کہ مطلقاً سجدہ کرنے سے کافر ہو جائے گا خواہ کسی بھی نیت سے ہو؛ لیکن یہ اُس وقت ہے کہ سجدہ کرنے والا اپنے اختیار سے کرے اور اگر اپنی جان کے قتل کے ڈر سے کرے تو کافر نہ ہوگا ● اور زمین کا چومنا سجدہ کرنے کے قریب ہے اِس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

(٢) درختوں کا پوجنا، جیسا کہ برادرانِ وطن اور بعض جاہل مسلمان پیپل اور برگد (درختوں کے نام) وغیرہ کو پوجتے ہیں ● اور سخی یا سلطان وغیرہ کے قدموں کو پوجنا ● یا قبروں یا درختوں کی کھوہ (کھوکلے حصے) پر ● یا عمارات بنانے یا نئے کنوئیں کھدوانے پر جانور ذبح کرنا ● یا دیووں یا پریوں اور مُردہ روحوں کی رضا حاصل کرنے کے لیے ذبح کرنا شرک ہے اور وہ ذبیحہ حرام ہے؛ البتہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ذبح کرے کہ اللہ تعالیٰ تمام آفات وبلیات کو دفع کر دے تو جائز وحلال ہے؛ لیکن ایسی جگہوں میں جہاں شرک کا گمان ہو ذبح نہ کرے بلکہ دوسری جگہ کر دے، مثلاً اگر کوئی کنوئیں کی

آراستگی کے واسطے کرے اور نیت خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتو ایسا کرے کہ کنوئیں کے پاس ذبح نہ کرے جیسا کہ جاہلوں کی رسم ہے، بلکہ گھر میں ذبح کرے۔
(۳) گیدڑ، گدھا، اُلّو، کوا، تیتر وغیرہ کی بولی سے بدفالی (بدشگونی) لینا شرک ہے، حدیث شریف میں ہے: اَلطِّیَرَۃُ شِرْکٌ۔ (ابوداؤد، حدیث نمبر: ۳۹۱۰)
ایسے ہی آنکھ پھڑکنے اور ہاتھ میں خارش ہونے اور چھینک وغیرہ سے بُرا شگون لینا شرک ہے، اسے عربی میں تطییر یا طیرۃ کہتے ہیں جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرک قرار دیا ہے، اور نیک فال لینا البتہ جائز ہے اور وہ یہ ہے کہ اچھا کلمہ اتفاقاً کان میں پڑ گیا اور اُس سے نیک شگون لے کر رحمتِ خداوندی کے امیدوار ہو گئے، پس اگر قصداً فال کے کاموں کا پیچھا کیا جائے اور اُن کا یقین کیا جائے اور اُن کو مؤثرِ حقیقی سمجھا جائے اور خواہ وہ شگون نیک ہو یا بد، یہ کفر ہے اور اگر اِن امور کے مؤثرِ حقیقی ہونے کا اعتقاد نہ ہو اور اِن کو اس طرح سبب جانے کہ اللہ تعالیٰ اِن مواقع میں ایسا کرتے ہیں اور ممکن ہے کہ اب بھی ایسا ہو جائے اور ممکن ہے کہ ایسا نہ بھی کرے تو یہ باطل و کفر تو نہ ہوگا؛ لیکن شعارِ کفر اور وہم کو اکثر اس معنی کی طرف لے جانے والا ہونے کی وجہ سے منع کیا جائے گا تاکہ اعتقادِ فاسد کا مادّہ کٹ جائے، اور نیک فال جس کی تعریف اوپر گزری محمود اور سُنّت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیک فال بہت لیا کرتے تھے خصوصاً لوگوں کے ناموں اور جگہوں اور اچھے کلمات سے۔
نیک فال کی تعریف اور بُرے شگون کی بُرائی میں یہ نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے نیکی اور فضل ورحمت کا امیدوار ہونا بہرحال بہتر ہے اگرچہ وہ خیال غلط پڑے اور خلافِ ظاہر ہو اور حق تعالیٰ سے امید کا قطع کرنا اور بداندیشی کرنا شرعاً اور عقلاً مذموم ہے، اور ہوگا وہی جو حق سبحانہٗ وتعالیٰ چاہیں گے، اور یہ جو اکثر عامل لوگ خاص طریقوں سے فال کھولتے ہیں اور گزشتہ یا آئندہ کے متعلق خبریں دیتے ہیں خود بھی یقین کر لیتے ہیں اور دوسروں کو بھی یقین دلاتے ہیں یہ سب منع اور دین کو ضائع کرنے والی باتیں ہیں، خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے۔

(۴) حفظ آفات وامن بلیات کے ارادے سے دھاگے، کوڑیاں وغیرہ باندھنا بشرطیکہ اُن کو مؤثرِ حقیقی سمجھے تو شرک ہے، اگر مؤثرِ حقیقی اللہ تعالیٰ کو سمجھے اور کسی طبّی فائدے کے لیے کسی حکیم یا تجربہ کار آدمی کی رائے سے ڈالے تو امید ہے کہ کوئی مضائقہ نہ ہوگا؛ لیکن خواہ مخواہ نہ ڈالے تاکہ شرک کی مشابہت سے بچے (تعویذ گنڈے کا بھی یہی حکم ہے؛ لیکن گنڈا پر تعویذ کلامِ الٰہی پڑھا یا جانے کی وجہ سے عموماً مؤثرِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھا جاتا ہے) اِس لیے اِس میں نیت کی خرابی کا احتمال کم ہے اور جائز ہے۔

(۵) دنوں اور تاریخوں سے فال لینا اور اُنہیں اچھا یا بُرا سمجھنا واہیات اور حرام ہے، محض اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہیے، نفع اور نقصان سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی سے ہرگز نہ جانے اِسی طرح دنیا کے کاروبار کو ستاروں کی تاثیر سے سمجھنا یا کسی مہینہ کو منحوس جاننا حرام ہے۔

(٦) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور پر توکل کرنا کھلا شرک ہے، ظاہری اسباب کا اختیار کرنا جائز اور شرطِ عقل ہے؛ لیکن اِس کا اثر اور نتیجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانے ، اِسی طرح بیماری کا علاج کرنا اور روزی کے لیے کمانا سب جائز ہے؛ لیکن مرض سے فائدہ اور روزی کا حصول وغیرہ منجانب اللہ سمجھے، اِن اسباب سے نفع ونقصان کو سمجھنا شرک ہے، نفع ونقصان اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، یہ محض اسباب ہیں جو اسبابِ ظاہر میں نہیں اگر وہ شریعت کے خلاف ہیں تو سب حرام ہیں، مثلاً ٹونے ٹوٹکے اور شگونِ بد اور غیر شرعی منتر جنتر جھاڑ پھونک وغیرہ اور جو اسبابِ ظاہری اللہ تعالیٰ نے مہیا فرمائے جیسے بھوک کیلئے خوراک اور پیاس کے لیے پانی اور روشنی کیلئے چاند سورج اور صحت کے لیے دوائی، دیکھنے کے لیے آنکھ، سننے کے لیے کان، جلانے کے لیے آگ، پردے کے لیے دیوار، مُوذی اور دشمن کے لیے ہتھیار وغیرہ اِن سب کو اسباب سمجھ کر استعمال کرنا جائز ہے، اور اِن کا اثر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھے، اِن کا اپنا اِس اثر میں داخل نہ سمجھے۔

(۷) بندوں کے لیے اگرچہ وہ پیر یا صحابہؓ یا امام یا پیغمبرؑ ہی کیوں نہ ہوں، روزہ رکھنا شرک ہے، روزہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے رکھے، ہاں! روزے کا ثواب بزرگوں کی ارواح کو پہنچا سکتا ہے، اِسی طرح نفل سب اور صدقے اور خیراتیں اور نفلی حج بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہونے چاہئیں، اور اُن کا ایصالِ ثواب جائز ہے۔

(۸) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے نام کی منّت ماننا شرک ہے۔

(۹) ٹونے ٹوٹکے کرنے والے جاہل فقیر دھاگوں سے ٹھیکریاں باندھ کر درختوں میں باندھتے ہیں، اور گلے یا ہاتھ پیروں میں کالی اون کا دھاگا باندھنا یہ سب رسومِ کُفّار و جہال ہیں جو ناجائز ہیں۔

(عمدۃ الفقہ، ج:۱،ص:٦١ تا ٦٧)

۲ اتباعِ سُنّت ۶۲

(۱) مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ میرے کام کا مقصد اِحیائے سُنّت (سنتوں کو زندہ کرنا) ہے۔(۱)

---

(۱) مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِاُمَّتِیْ فَلَهُ أَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ (الترغیب،۱/۸۰) میری اُمّت کے فساد کے وقت جو میری سُنّت کو مضبوط پکڑے اور اُس پر عمل کرے اُس کیلئے سوشہیدوں کا ثواب ہے۔

فسادِ اُمّت کا مطلب:

لفظ فساد کے عموم میں فسادِ اعتقاد اور فسادِ اعمال سب ہی داخل ہیں، سُنّت کو چھوڑ کر اپنی ذاتی آراء وافکار کا اتباع کرنا فسادِ عظیم ہے، اور اُس کے مقابلے میں ایسے بگاڑ کے زمانہ میں عقیدہ وعمل کے اعتبار سے سُنّتِ نبوی پر مضبوطی سے جم جانا سوشہیدوں کا ثواب ملنے کا ذریعہ ہے۔(حقوقِ مصطفی، ص:۸۱) احیاءِ سُنّت سے مراد سُنّت پر عمل کرکے اور اُس کو دوسروں تک پہنچا کر اُس کو عام اور شائع کرنا ہے۔(ایضاً، ص:۸۴)

✸ **سنّت کی تعریف:**

سنت لغت میں عادت کو کہتے ہیں اور شریعت میں اُسے کہتے ہیں جو نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قولاً (وہ باتیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائیں) یا فعلاً (وہ کام جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ واختیار کے ساتھ کیا ہو) یا تقریراً (وہ کام جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا گیا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع نہ فرمایا ہو) منقول ہو۔(نور الانوار ۲/۷۳)

←

(۲) (ہم) صرف دو راستوں میں سے کسی ایک پر ہیں، اگر سنتوں پر ہیں تو اتباعِ ہدیٰ (شریعت کی پیروی) پر ہیں اور اگر سنتوں پر نہیں ہیں تو اتباعِ ہویٰ (خواہش کی پیروی) پر ہیں۔

محقّق ابنِ ہُمامؒ سُنّت کے مفہوم کو خلفاء راشدینؓ تک وسیع کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وَ سُنَّتُهُ الطَّرِيْقَةُ الدِّيْنِيَّةُ مِنْهُ -عَلَيْهِ السَّلَامُ- وَالْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ''

علامہ شامیؒ بھی اِسی طرح حضراتِ خلفاء کے اقوال وافعال کو بھی سنت قرار دیتے ہیں؛ چنانچہ فرماتے ہیں: إِنْ كَانَ مِمَّا وَاظَبَ عَلَيْهِ الرَّسُوْلُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَوِ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُوْنَ مِنْ بَعْدُ فَسُنَّةٌ (الشامی، ۱/ ۷۰) یعنی جس پر نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا حضراتِ خلفاء راشدینؓ نے مواظبت فرمائی ہو (یعنی سُنّتِ مؤکدہ کی صورت میں)۔

سنت اور حدیث ایک دوسرے کے مترادف ہیں، جو مفہوم سُنّت کا ہے وہی حدیث کا بھی ہے، علامہ عبدالحئی فرنگی محلیؒ ''ظفر الامانی فی مختصر الجرجانی'' میں سُنّت کی یہ تعریف لکھتے ہیں: إِنَّ السُّنَّةَ تُطْلَقُ عَلَى قَوْلِ الرَّسُوْلِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَفِعْلِهِ وَسُكُوْتِهِ وَطَرِيْقَةِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ یعنی سُنّت کا اطلاق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اقوال وعادات پر ہوتا ہے حتیٰ کہ صحابہؓ کے طریقے کو بھی سُنّت کہا جاتا ہے؛ چنانچہ طحطاوی علی المراقی میں سُنّت کی یہ تعریف مرقوم ہے: مَافَعَلَهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَوْ وَاحِدٌ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ (طحطاوی علی المراقی: ۵۱)

چونکہ وہ بھی سُنّت ہی سے ماخوذ ہوتے ہیں لہٰذا اِس اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ ''عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ'' تم پر میری سنت لازم ہے، تمام اُمور میں اخلاق وعادات میں بھی ہم اتباعِ سنت کے مکلّف ومامور ہیں، طحطاوی میں ہے: فَإِنَّ سُنَّةَ أَصْحَابِهِ أَمَرَ عَلَيْهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ بِاتِّبَاعِهَا'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کی سنت کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ (طحطاوی، ص۵۱، ص۵۱۔ شمائلِ کبریٰ، ج:۱، ص:۲۲)

(۳) قوم کی بقاء (باقی رہنا) اپنے معاشرے (یعنی زندگی گزارنے کے طریقے) کی حفاظت کے ساتھ ہے جس طرح پھل کے گودے کی بقاء چھلکے کی حفاظت کے ساتھ ہے۔

سُنّت اور اُس کی قسمیں:

سنت کی دو قسمیں ہیں: (۱) سنن ِہدیٰ (۲) سننِ زوائد

سننِ ہدیٰ: وہ سنت ہے جسے نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کیا ہو اور من حیث العبادۃ ہو جیسے جماعت، اذان، اقامت، اسی طرح سننِ صلوٰۃ وصیام وحج وغیرہ، اور اُس کا ترک باعثِ کراہت وملامت ہو۔

سننِ زوائد: وہ سنت ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق وعادات سے متعلق ہو، جیسے لباس ونوم وغیرہ کی سنتیں اُس کا بجالانا باعثِ ثواب ہے مگر ترک باعثِ کراہت نہیں۔ اَلسُّنَّةُ مَاوَاظَبَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مَعَ التَّرْكِ أَحْيَانًا، فَإِنْ كَانَتِ الْمُوَاظَبَةُ الْمَذْكُوْرَةُ عَلٰى سَبِيْلِ الْعِبَادَةِ فَسُنَنُ الْهُدٰى، وَإِنْ كَانَتْ عَلٰى سَبِيْلِ الْعَادَةِ فَسُنَنُ الزَّوَائِدِ، كَلُبْسِ الثِّيَابِ، وَالْأَكْلِ بِالْيَمِيْنِ، وَتَقْدِيْمِ الرِّجْلِ الْيُمْنٰى فِي الدُّخُوْلِ، وَنَحْوِ ذٰلِكَ. (ماخوذ از: شرح وقایہ ۲/۲۵، وشامی، ۱/۷۰)

سننِ زوائد: یعنی کھانے پینے، سونے جاگنے میں آپ کی عادتِ طیبہ کو اختیار کرنے والا، سنت پر عامل کہلائے گا جو بڑی سعادت وخوش نصیبی کی بات ہے، مگر ترک گناہ کا باعث نہیں، اِس زوائد کے نام سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ اِن اُمور میں سنت کا طریقہ اختیار کرنا عبادت نہ ہوگا، ہرگز نہیں! یہ بھی عبادت میں داخل ہے؛ چنانچہ اِن اُمور کو عبادت قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں: إِنَّ السُّنَّةَ هِيَ الطَّرِيْقَةُ الْمَسْلُوْكَةُ فِي الدِّيْنِ فَهِيَ فِيْ نَفْسِهَا عِبَادَةٌ.

←

(۴) سنتوں کا احترام زیادہ کیا کرو کہ سنتوں کے بغیر کوئی بزرگی نہیں۔(۱)

(۵) اتباعِ سُنّت کے بغیر ہدایت نہیں ہے۔(۲)

(۶) اسلام کی زینت (خوبصورتی) اتباعِ سُنّت میں ہے۔(۳)

(۷) اِس کام کی روح تواضع (عاجزی) اور عبدیت (بندگی) ہے جو اتباعِ سنت (سنتوں کی پیروی) کے بغیر ممکن نہیں۔(۴)

سنت کا مفہوم دین کا طریقہ اختیار کرنا ہے وہ فی نفسہ عبادت ہے، لہٰذا! سنت کے مطابق کھانا، پینا، سونا، جاگنا وغیرہ سارے اُمور عبادت ہیں اور ان پر ثواب ہوگا؛ کیوں نہیں اِن کے بغیر تو کمالِ اتباع سے بہر یاب نہیں ہو سکتے؛ چنانچہ قاضی عیاض مالکیؒ نے شفاء میں لکھا ہے: أُصُوْلُ مَذْهَبِنَا ثَلَاثَةٌ اَلْاِقْتِدَاءُ بِالنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِي الْأَخْلَاقِ وَالْأَفْعَالِ وَالْأَكْلُ مِنَ الْحَلَالِ وَإِخْلَاصُ النِّيَّةِ فِي جَمِيْعِ الْأَعْمَالِ. (الشفاء: ۲/ ۲۹) مذہب کی بنیاد تین اُمور پر ہے نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اخلاق واعمال میں اقتداء اور حلال کھانا اور تمام اعمال میں اخلاصِ نیت، اِسی طرح شفاء کی عبارت هُوَالْاِقْتِدَاءُ کی شرح میں لکھتے ہیں: أَيْ فِيْ جَمِيْعِ أَقْوَالِهِ وَأَفْعَالِهِ وَأَحْوَالِهِ. (ایضاً: ۲/ ۲۹۔ شمائلِ کبریٰ، ج:۱، ص:۲۳)

(۱) ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ﴾ [اٰل عمران: ۳۱]

(۲) ﴿وَإِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا﴾ [النور: ۵۴]

(۳) حضرت محی السنہ شاہ مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی نوّر اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں: سُنّت کا راستہ اسہل (سب سے زیادہ آسان) اجمل (سب سے زیادہ خوبصورت) اور اکمل (سب سے زیادہ کامل) ہے مثلاً ہاتھ دھوکر کھانا یہ اجمل ہے سامنے سے کھانا یہ اسہل ہے بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ کہہ کر کھانا یہ اکمل ہے کیونکہ اِس سے تعلق مع اللہ (اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق) پیدا ہوتا ہے۔ (مجالسِ ابرار، ص: ۳۴)

(۴) أٰكُلُ كَمَا يَأْكُلُ الْعَبْدُ، وَأَجْلِسُ كَمَا يَجْلِسُ الْعَبْدُ. مسند عائشہ ۸/ ۳۱۸

(۸) دین کا کوئی بھی شعبہ (تعلیم تبلیغ تزکیہ وغیرہ) اتباعِ سنت کے بغیر قائم نہیں ہوسکتا۔(۱)

(۹) جن مشائخ کے یہاں اتباعِ سنت کی بہت اہمیت تھی اُن کے خُلفاء کم تھے۔

---

(۱) **اتباعِ سُنّت کی اہمیت اور تاکید:**

● حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت رسولِ مقبول ﷺ نے فرمایا: مَنْ أَحْيَا سُنَّتِي فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ (المعجم الاوسط:۹۴۳۹) ”جس نے میری سنت کو زندہ کیا یعنی اُس پر عمل کیا تو اُس نے مجھ سے محبّت کی اور جس نے مجھ سے محبّت کی وہ جنّت میں میرے ساتھ رہے گا۔“

کتنی بڑی فضیلت ہے ہر ہر امر میں اتباعِ سُنّت کی، کہ اِس سے جنّت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت (پڑوس) رہے گی، اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا۔

● حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي فَلَهُ أَجْرُ مِأَةِ شَهِيْدٍ (الترغیب،۱/۸۰) جس نے میری سُنّت کو فسادِ اُمّت کے وقت زندہ کیا وہ سو شہیدوں کا ثواب پائے گا)۔ مطلب یہ ہے کہ جس سنت کو لوگ چھوڑ چکے ہوں اُس پر عمل کرنا اور کرانا ثوابِ عظیم کا باعث ہے۔

● حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو حلال کھائے اور سنت پر عمل کرے اور لوگوں کو تکلیف نہ پہنچائے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مشکوٰۃ:۱،ص:۳۰)

● حضرت امام مالکؒ کا قول ہے: إِنَّ السُّنَّةَ مِثْلُ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ رَكِبَهَا نَجٰى، وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ (تاریخ بغداد ۸/۳۰۸) یعنی سنت مثلِ کشتیٔ نوح کے ہے جو اُس پر سوار ہوا وہ نجات پایا اور جو پیچھے رہا غرق ہوا۔

(شمائلِ کبری، ج:۱،ص:۲۱)

←

(۱۰) لوگ سنتوں کا اہتمام کرنے والوں کو شدت پسند کہتے ہیں حالانکہ وہ لوگ سنت پسند ہیں، شدت پسند نہیں ہیں۔

انبیاء علیہم السلام اپنی اُمتوں کے لیے اُسوۂ حسنہ بنا کر بھیجے جاتے ہیں:

خدا تعالیٰ کے مقدّس رسول دنیا میں آ کر صرف زُبانی تعلیم نہیں دیتے بلکہ اُن کی تعلیم کا نقشہ وہ ہوتا ہے جو ماں باپ کا اپنی اولاد کے لیے ہوا کرتا ہے، یعنی جس طرح بچّہ والدین کی فصیح یا غیر فصیح زبان سُن سُن کر اُسی طرح کی زبان سیکھتا چلا جاتا ہے اور جس طرح کہ اُن کے مہذّب یا غیر مہذّب افعال دیکھ دیکھ کر اُن کی نقل اُتارنے لگتا ہے اِسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجسّم ذات تمام اُمّت کے لیے نمونہ بنا کر بھیج دی جاتی ہے اور مخلوقِ خُدا کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ جس طرح وہ اُس کے مقدّس کلمات سُن کر علمِ دین حاصل کرتے ہیں اُسی طرح اُس کی ہر ہر نقل وحرکت کو سامنے رکھ کر دین کا دوسرا حصہ سیکھیں یہاں قول وفعل کی تخصیص کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات تمام کی تمام دین کا مکمّل نقشہ ہوتی ہے، اس لیے ہر ہر امر میں اُن کی اتباع کا حکم دیا جاتا ہے، اگر یہاں کچھ احکام مستثنیٰ ہو سکتے ہیں تو صرف وہ کہ جن کے متعلق خود وہی کسی خصوصیت کا اعلان فرمادیں اُن کو اِس کا بھی اختیار حاصل ہوتا ہے کہ اگر وہ چاہیں تو کسی مصلحت کے پیشِ نظر عام قانون سے کسی کو مستثنیٰ بھی فرمادیں کیونکہ رسولوں کے عواطف ومیلانات بھی اللہ تعالیٰ ہی کے زیرِ نگرانی رہتے ہیں۔ اس لیے اُن کی عام تشریع اور اُس سے اِستثناء یہ دونوں باتیں اُسی کی مشیت کا ظلّ (سایہ) ہوتی ہیں، اُن کا سکوت اختیار کر لینا بلکہ کسی جانب سے منہ موڑ لینا یا ہاتھ کا ذرا اشارہ کر دینا جیسے اُمور بھی دین کے باب میں حُجتِ شرعیہ شُمار ہوتے ہیں۔ (ترجمان السنہ ۳/۳۲۰)

(۱۱) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آثار (سنتیں) کا اِتنا تتبع (تلاش) کرتے تھے کہ دیکھنے والا حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو پاگل کہتا، کہ یہ آدمی بعض مرتبہ ایسی سنت پر عمل کرتا ہے جس سنت کا تعلق اُس وقت کی ایک ضرورت سے تھا، لیکن عبد اللہ بن عمرؓ اُس سُنّت کو بھی نہیں چھوڑتے تھے اُس پر بھی عمل کرتے تھے۔ (چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سفر کے دوران کسی درخت کے سایہ کے نیچے بیٹھتے تو یہ بھی اُسی درخت کے سایہ کے نیچے بیٹھتے تھے اور اُس درخت کی حفاظت کرتے' پانی ڈال کر) (۱)

(۱۲) (مرکز نظام الدین میں) پانی کے گھڑے (مٹکے) کے پاس ایک آدمی آیا اور اُس نے بائیں ہاتھ سے پانی پینا شروع کیا، جیسے ہی ہاتھ میں گلاس پکڑا تو مسجد سے ایک میواتی اُٹھ کر اُس کی طرف ایسا بھاگا جیسے کوئی بہت بڑی بات پیش آ گئی ہو اور کہنے لگا: بھائی بھائی! اپنے ہاتھ سے پی' اپنے ہاتھ سے پی، شیطان کے ہاتھ سے نہ پی، شام کو حضرت (جی مولانا الیاس صاحبؒ) کو دیکھنے کے لیے حکیم صاحب آئے، تو حضرت کے چہرہ پر بشاشت تھی، نبض دیکھی تو وہ بھی بہت اچھی تھی، حکیم صاحب نے کہا: حضرت! آپ نے کوئی دوا لی ہے، حضرت نے فرمایا: نہیں' دوا تو کوئی نہیں لی لیکن میرا کام ہوگیا (پورا واقعہ سنایا) کہ اب میرے کام کرنے والوں میں خلافِ سنت چیز کو دیکھ کر ناگواری پیدا ہونے لگی۔

---

(۱) عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَتَّبِعُ آثَارَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم كُلَّ مَكَانٍ صَلَّى فِيْهِ، حَتَّى إِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم نَزَلَ تَحْتَ شَجَرَةٍ، فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَتَعَاهَدُ تِلْكَ الشَّجَرَةَ، فَيَصُبُّ فِي أَصْلِهَا الْمَاءَ لِكَيْلَا تَيْبَسَ، تاریخ دمشق لابن عساکر، ۱۲۱/۱۳

۱۳ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ اگر گدھے کی سواری پر کار کی سواری سے زیادہ فخر نہ ہو تو دل میں ایمان نہیں۔(۱)

۱۴ تمام غیبی تائیدات (اللہ تعالیٰ کی مددیں) وہ اتباعِ سُنّت کے ساتھ ہیں (۲)

۱۵ جو متبعِ سُنّت ہوگا وہ فتنوں کے زمانے میں محفوظ رہے گا۔(۳)

---

(۱) آپ ﷺ کے پاس سواری کے مختلف جانور گھوڑے، اونٹ، خچر اور گدھے تھے، گدھے تین تھے، عفیرا، جو مقوقس نے بھیجا تھا، ایک فروہ الجذامی نے بھیجا تھا، ایک حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ہدیۃً پیش کیا تھا۔ زاد المعاد: ۱/۱۴۹۔

(۲) ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ راہِ خدا میں نکلے، وہاں کفار کا قلعہ فتح نہیں ہوا، تو آپ رات کو اسی فکر میں سو گئے کہ خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں۔ اے عبداللہ کس فکر میں ہو؟ عرض کیا: یارسول اللہ! کفار کے اِس قلعہ پر قادر نہیں ہوتا ہوں، اِس فکر میں ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وضو مسواک کے ساتھ کیا کر۔ عبداللہ بن مبارکؒ خواب سے بیدار ہوئے۔ مسواک کے ساتھ وضو کی اور غازیوں کو بھی حکم دیا، اُنہوں نے بھی مسواک کے ساتھ وضو کی، قلعہ کے نگہبانوں نے قلعہ کے اُوپر سے غازیوں کو مسواک کرتے ہوئے دیکھا۔ اور خدائے تعالیٰ نے ایک خوف اُن کے دل میں ڈالا۔ وہ نیچے گئے اور قلعہ کے سرداروں سے کہا کہ یہ فوج جو آئی ہے یہ لوگ آدم خور معلوم ہوتے ہیں۔ دانتوں کو تیز کررہے ہیں تاکہ اگر ہم پر فتح پائیں تو ہمیں کھائیں۔ خدائے تعالیٰ نے یہ دہشت اُن کے دل میں بٹھادی اور مسلمانوں کے پاس قاصد بھیجا کہ تم مال چاہتے ہو یا جان، عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہ مال چاہتے ہیں نہ جان، تم سب اسلام قبول کرلو تاکہ چھٹکارہ پاؤ، اِس سنت کے ادا کرنے کی برکت سے وہ سب مسلمان ہوگئے۔ فضائلِ مسواک: ص: ۵۶)

(۳) فَقَالَ: أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا، وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. ابوداؤد، رقم: ۴۶۰۷

(۱۶) لوگ کہتے ہیں کہ ایمان دل میں ہے، ظاہر مت کرو، (جبکہ حقیقت یہ ہے کہ) اگر ایمان دل میں ہوگا تو سنتوں سے ظاہر ہوگا۔

(۳) **اسوۂ رسول اکرم ﷺ کی تفصیل اور اُس کا وسیع مفہوم:**

خیال رہے کہ صرف رسول اللہ ﷺ کا عمل اُسوۂ حسنہ نہیں ہے بلکہ آپ کے اقوال احوال اور آپ کے پاکیزہ اخلاق وعادات خواہ اُن کا تعلق طبعی اور بشری اُمور سے کیوں نہ ہو سب اُمّت کیلئے اُسوۂ حسنہ ہے، ترجمان السنۃ میں ہے ''(جس طرح) آپ ﷺ کا ہر قول اور آپ کا ہر عمل سب حدیث کا جزء ہے اسی طرح اُسوۂ رسول ﷺ صرف عمل کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ آپ کا قول وفعل جو کچھ بھی ہے، وہ سب اُمّت کیلئے نمونہ ہے، کچھ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ہی پر موقوف نہیں بلکہ رسول ﷺ کی ذات اِس بارے میں اُسوہ ہے، اِسی طرح فصلِ خصومات (جھگڑوں کا فیصلہ)، اُمّت کے نظم ونسق اور دیگر ضروریات میں بھی اسوہ ہے، حتیٰ کہ خوش طبعی، ہنسی، مسکراہٹ کے انداز میں بھی، قرآن کریم نے کسی ادنیٰ تفصیل کے بغیر تمام اُمور میں آپ ﷺ کی ذات کو اُسوہ کہا ہے۔'' (شمائلِ کبریٰ: ۱/۱۹)

خیال رہے کہ بعض ناواقفِ حقیقت حضرات نے رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مقدّس کو صرف عبادات میں اُسوہ تسلیم کیا ہے، باقی حیاتِ طیبہ کے احوال وعادات کو اُسوہ ہونے سے خارج کردیا، یعنی اُس میں آپ ﷺ نمونہ عمل نہیں ہیں، اُن کا کہنا ہے کہ معاشرتی اُمور میں عادات وماحول میں عرب کے تابع تھے، وہاں کا عرف ورواج جو تھا اُسی کی رعایت کرتے تھے، مثلاً آپ ﷺ داڑھی رکھتے تھے کیونکہ وہاں کا ماحول تھا، آپ ﷺ ٹوپی پہنتے تھے چونکہ ٹوپی کا رواج تھا، خلاصہ یہ کہ یہ اُمور ماحول اور رواج کے طور پر تھے، اِس لیے اُمورِ مذکورہ وغیرہ کی اتباع باعثِ ثواب نہیں!

(شمائلِ کبریٰ: ۱/۲۰)

(۱۷) ایمان کا مظہر (ظاہر ہونے کی جگہ) اتباعِ سُنّت ہے۔(۱)

(۱۸) سنت میں جاذبیت (کشش، خوبصورتی) ہے، طائف کے باغ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگور کھاتے وقت بسم اللہ کہی تو عدّاس (باغ کا خادم) متأثر ہوا (اور اسلام قبول کیا)۔(۲)

یہ بہت بڑی باعثِ شقاوت (محرومی) غلط فہمی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو ماحول اور رواج کی مخالفت کی ہے، ماحول تو کفر وشرک کا تھا، ظلم وتشدّد اور لوٹ مار کا تھا، زنا اور بے حیائی کا رواج تھا، مشاعرے اور قُمار بازی کا دور دورہ تھا، ننگے اور برہنہ طواف کرنے کا عام رواج تھا، تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس ماحول کی موافقت کی؟ اِسی جاہلیت کے طور وطریقہ پر اپنے کو ڈھالا؟ ہرگز نہیں! اِسے تو کوئی بھی تسلیم نہیں کرسکتا۔ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اطوار وطریقے جن کا تعلق گو بشری وطبعی اُمور سے ہو تعلیم وتربیتِ ربانی کے ماتحت ہونے کی وجہ سے قابلِ عمل اور مشعل راہ ہیں، اِسی وہمِ فاسد اور زعمِ باطل کو رد کرتے ہوئے ترجمان السنہ میں مذکور ہے ''قرآن کریم نے کسی ادنیٰ تفصیل کے بغیر تمام اُمور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو اُسوہ کہا ہے'' اور کوئی معمولی سے معمولی اشارہ بھی اُس کی طرف نہیں کیا کہ نماز، روزہ، یا عبادت کی تشریح کے سوا بقیہ اُمور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اُسوہ نہیں ہے۔ (شمائل کبریٰ: ۱/ ۲۰)

(۱) وَذٰلِكَ الْإِيْمَانُ بِاللّٰه، وَصِفَاتِهٖ،وَحُدُوْثِ مَا دُوْنَهٗ،وَبِمَلَائِكَتِهٖ،وَكُتُبِهٖ،وَرُسُلِهٖ، وَالْقَدْرِ،وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ،وَمَحَبَّةُ اللّٰهِ،وَالْحُبُّ فِي اللّٰهِ،وَالْبُغْضِ فِيْهِ،وَمَحَبَّةُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَاعْتِقَادُ تَعْظِيْمِهٖ،وَفِيْهِ الصَّلَاةُ عَلَيْهِ،وَاتِّبَاعُ سُنَّتِهٖ. مرقاۃ المفاتیح. ۱/ ۱۳۶

(۲) اَشْهَدُ اَنَّكَ عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ عدّاس کی یہ شہادت حافظ عسقلانیؒ نے بحوالہ سیرتِ سلیمان تیمی، اِصابہ، ۲/ ۲۶۶ ترجمۂ عدّاس میں اِس کا ذکر کیا ہے۔

(سیرتِ مصطفیٰ، ۱/ ۲۷۷)

(۱۹) مسلمانوں کو دو دھوکے لگے ہوئے ہیں: (۱) جب تک فنون حاصل نہ ہوں ترقی نہیں ہوگی، (۲) جب تک معاشرہ غیروں کے مطابق نہ ہو ترقی نہیں ہوگی۔

(۲۰) مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ وہ ساری علامتیں آج مسلمانوں کے اندر سے ختم ہوگئیں، جن کی وجہ سے مسلمان کو دور سے دیکھ کر ہی اللہ تعالیٰ کی یاد آتی تھی، اب تو ختنہ دیکھ کر مسلمان کو پہچانا جاتا ہے۔

(۲۱) صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں غیر اسلام کا مطالعہ کتابوں سے نہیں کیا کرتے تھے بلکہ اسلام کو مسلمانوں میں تلاش کرتے تھے۔(۲)

---

(۲) امام زہریؒ سیر و مغازی کے بڑے امام سمجھے جاتے ہیں اور صحاحِ ستہ کے راویوں میں کثرت سے محمد بن شہاب زہری کی روایتیں آتی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ بات دراصل یہ تھی کہ اب تک تو آپس کی دشمنی کی وجہ سے قریش کی آنکھوں پر پردہ گرا ہوا تھا اور مسلمانوں کے اخلاق اور معاملات اور ان کی معاشرت کو جانچنے کا اُن کو موقع نہیں ملا تھا اس لیے ان کو اسلام کی خوبیوں کا پتہ نہیں چلا تھا اور وہ اسلام لانے سے باز رہے، لیکن جب صلح ہوگئی اور آپس کی رکاوٹیں دور ہوئیں، ایک دوسرے سے ملنے کا موقع ملا اور ایک دوسرے کے معاملات، اخلاق اور رہن سہن کو پرکھنے کا موقع ملا، تو ان دو سالوں میں کفار پر مسلمانوں کی معاشرت، معاملات اور ان کے اخلاق کا بڑا اثر پڑا اور اتنی بڑی تعداد اسلام میں داخل ہوئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو سال پہلے چودہ سو یا پندرہ سو (مسلمانوں) کو لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے تھے، آج دس ہزار کو لے کر جا رہے ہیں۔ وَلَقَدْ دَخَلَ فِی تِیْنِکَ السَّنَتَیْنِ مِثْلُ مَنْ کَانَ فِی الْإِسْلَامِ قَبْلَ ذٰلِکَ أَوْ أَکْثَرَ

(محمود المواعظ، ۱/ ۳۲۴)

(۲۲) جو قوم اپنے معاشرے پر مجتمع نہیں وہ قوم مُردہ ہے۔ ایمان وضع قطع اور چال ڈھال سے ظاہر ہوگا۔

(۲۳) مسلمان کا اپنا امتیاز سنتوں کے احترام میں ہے، ورنہ آپ خود دیکھ لیں کہ کہیں ٹرین ٹکرا جائے یا کہیں زلزلہ آ جائے تو لوگوں میں دیکھنا پڑتا ہے کہ اُن میں مسلمان کون ہے؟

(۲۴) اگر اوپر کا لباس تبدیل کروگے تو اندر کیا ہے، (ایمان ہے یا کفر) پتہ ہی نہیں چلے گا۔(۱)

---

(۱) ﴿وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ﴾ [انعام: ۱۲۰]

گناہ کھلے ہوں یا چھپے، ان کو چھوڑ دو، جو لوگ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں، یقیناً انھیں جلد ہی گناہ کی سزا دی جائے گی۔

کھلے گناہ سے وہ گناہ مراد ہیں، جو اعضاء و جوارح سے کئے جاتے ہیں اور دیکھنے والے اس سے واقف ہو سکتے ہیں، اور چھپے ہوئے گناہ سے ان گناہوں کی طرف اشارہ ہے، جن کا تعلق دل اور عقیدہ سے ہے، جیسے کفر و شرک، نفاق، کینہ وغیرہ،

معلوم ہوا کہ ظاہر و باطن دونوں کی اصلاح ضروری ہے، نہ یہ درست ہے کہ انسان ظاہر کی اصلاح کرے؛ مگر اپنے باطن کی طرف سے غافل رہے، اور نہ یہ صحیح ہے کہ ظاہر سے متعلق شریعت کے احکام کو نظر انداز کر دیا جائے اور کہا جائے کہ اصل تو باطن کی صفائی ہے، جیسا کہ بعض گمراہ نام نہاد صوفیاء کہتے ہیں کہ جو مقام 'حقیقت' تک پہنچ گیا، وہ احکام شریعت کا پابند نہیں اور جیسے بعض لوگ کہتے ہیں کہ آنکھوں کے پردے کی اہمیت ہے، دل کے پردے کی اہمیت نہیں۔(آسان تفسیر قرآن مجید، ۱/۴۵۱)

(۲۵) معاشرہ کی لائن (مثلاً لباس پہننے، مکان بنانے، خوشی اور غمی وغیرہ کے منانے میں) کی اگر ایک ادنیٰ ضرورت بھی غیروں کے طریقہ سے پورا کروگے اُس کے اثرات عقائد تک پڑیں گے۔(۱)

---

(۱) عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ رَضِيَ الله عنه: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَمَّا خَرَجَ إِلَى حُنَيْنٍ مَرَّ بِشَجَرَةٍ لِلْمُشْرِكِينَ يُقَالُ لَهَا: ذَاتُ أَنْوَاطٍ يُعَلِّقُونَ عَلَيْهَا أَسْلِحَتَهُمْ، فَقَالُوا: يَارَسُولَ اللهِ، اجْعَلْ لَنَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتُ أَنْوَاطٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: سُبْحَانَ اللّٰهِ هَذَا كَمَاقَالَ قَوْمُ مُوسَى ﴿اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ﴾ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَرْكَبُنَّ سُنَّةَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُم، الترمذي، رقم: ۲۱۷۰

حدیث: جب نبی ﷺ حنین تشریف لے جارہے تھے تو لشکر مشرکین کے ایک درخت کے پاس سے گذرا، جس کو ذات انواط کہا جاتا تھا، یہ ایک کیکر کا درخت تھا، جو متبرک قرار دے دیا گیا تھا، اس پر مشرکین اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے اور وہاں ناچتے کودتے تھے۔ اور حنین کے اس سفر میں مکہ مکرمہ کے تقریبا دو ہزار نو مسلم بھی ساتھ تھے) انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمارے لئے بھی کوئی ذات انواط مقرر کیجئے، جیسا مشرکین کے لئے ذات انواط ہے، پس نبی ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ یہ بات تو ایسی ہی ہے جیسی موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہی تھی: اجْعَلْ لَنَا إلٰها كَمَا لَهُمْ الٰهة یعنی ہمارے لئے ایک ایسا ہی معبود مقرر کیجئے جیسا ان لوگوں کے لئے ہے (الاعراف آیت ۱۳۸) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کو جواب دیا ''تم واقعی بڑی جہالت میں ہو'' اور نبی ﷺ نے فرمایا: قسم اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تم ضرور چلو گے ان لوگوں کے طریقہ پر جو تم سے پہلے گزرے ہیں، یعنی تم نے بھی بنی اسرائیل کی طرح مطالبہ شروع کردیا جو جہالت کے سوا کچھ نہیں۔

۲۶ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے اگر دسترخوان پر بہت سے خواہش کے کھانے جمع کر لئے اور ایک پیالہ میں سرکہ بھی رکھ لیا یہ کہہ کر کہ سرکہ کھانا سنت ہے تو فرماتے تھے کہ یہ سنت نہ ہوگا جب تک دسترخوان پر سرکہ کے علاوہ اور کوئی سالن نہ ہو۔

۲۷ حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے کے یہاں یہ کہہ کر گوشت کھانے سے انکار کر دیا کہ یہ کھانا خلاف سنت ہے، کیونکہ گوشت میں گھی بھی پڑا ہوا ہے۔(۱)

(۱) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں گھر میں اپنے دسترخوان پر کھانا کھا رہا تھا کہ اتنے میں حضرت عمرؓ تشریف لے آئے، میں نے ان کے لئے صدر مجلس میں جگہ خالی کر دی (وہ وہاں بیٹھ گئے) پھر انہوں نے بسم اللہ پڑھ کر اپنا ہاتھ بڑھایا اور ایک لقمہ لیا اور پھر دوسرا لیا پھر فرمایا مجھے اس سالن میں چکنائی محسوس ہو رہی ہے جو کہ گوشت کی اپنی نہیں ہے بلکہ الگ سے ڈالی گئی ہے۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین! میں آج بازار (دو درہم لے کر گیا تھا میرا خیال تھا کہ میں عمدہ اور چربی والا گوشت خریدوں گا لیکن وہ مہنگا تھا اس لئے میں نے ایک درہم کا کمزور جانور کا گھٹیا گوشت خرید لیا اور ایک درہم کا گھی خرید کر اس میں ڈال دیا (میں نے اپنا خرچہ نہیں بڑھایا) میں نے سوچا اس طرح میرے بیوی بچوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک ہڈی تو مل جائے گی۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے گوشت اور گھی دونوں آجاتے تو ایک کو تناول فرماتے اور دوسرے کو صدقہ کر دیتے (دونوں کو تناول نہ فرماتے۔ اس لئے میں بھی یہ سالن نہیں کھا سکتا، اس میں گوشت بھی ہے اور گھی بھی) میں نے عرض کیا، اے امیر المؤمنین! اس وقت تو آپ یہ سالن کھالیں، آئندہ جب بھی گوشت اور گھی مجھے ملے گا، میں یہی کروں گا کہ ایک کو کھالوں گا اور دوسرے کو صدقہ کر دوں گا۔ دونوں کو ملا کر ایک سالن نہیں بناؤں گا، حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں اس سالن کو کھانے کے لئے بالکل تیار نہیں ہوں۔
ابن ماجہ:۳۳۶۱

۲۸ اس کام کی شان اتباع سنت ہے، اس لئے جو جتنا متبع سُنّت (سنتوں پر چلنے والا) ہوگا اُتنا ہی اللہ کی طرف سے کام کیلئے منتخب ہوگا (چُنا جائے گا)۔

۲۹ اگر زندگی میں اتباع سنت نہ ہو تو کام والا ہونے کا دھوکہ ہے۔

۳۰ اگر محنت میں رسول اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا طرز اختیار نہ کیا گیا تو محنت کرنے والے اجر (ثواب) اور اثر (تاثیر، فائدہ) دونوں سے محروم رہیں گے۔

۳۱ محنت جس قدر سُنّت کے قریب ہوتی چلی جائے گی اُسی قدر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کی تائید ہوگی اور اُسی قدر وہ مؤثر ہوتی چلی جاوے گی۔

۳۲ جو عمل اور محنت سُنّت کے مطابق ہو وہ مجاہدہ ہے اور جو عمل و محنت سُنّت کے مطابق نہ ہو وہ مشقّت ہے اللہ تعالیٰ کا وعدہ (ہدایت کا) مجاہدے پر ہے، مشقّت پر نہیں ہے۔(۱)

۳۳ جو سیرت نہیں پڑھتے' اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے! اُن کا مزاج سیاست کا ہو جاتا ہے۔ اِس لیے فرمایا کہ سیرت پڑھو، جتنا سیرت پڑھو گے اِتنی بصیرت پڑھے گی۔

۳۴ اگر کسی ایک سنت کو بھی مسلمان اس امید پر چھوڑ دے کہ غیر ہمیں فرائض پر عمل کی گنجائش دے دیں گے تو باطل کے مسلمانوں پر غالب آنے کیلئے یہ کافی ہے۔

---

(۱) ﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ﴾ [العنکبوت: ۶۹]
اور جو لوگ ہمارے راستہ میں محنت کرتے ہیں، ہم ضرور ان کو اپنے راستے دکھادیں گے، اور یقیناً اللہ اچھے عمل کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔

(۳۵) ہم میں اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں ایک فرق یہ ہے کہ وہ سُنّت پر عمل کرتے تھے، سُنّت ہونے کی وجہ سے، ہم سُنّت کو چھوڑتے ہیں سُنّت ہونے کی وجہ سے (کہ سُنّت ہی تو ہے فرض نہیں)۔(۱)

(۳۶) کسی سُنّت کو ہلکا سمجھ کر چھوڑنا تکبّر کی علامت ہے۔(۲)

(۳۷) ہم سُنّت کو سُنّت سمجھ کر چھوڑتے ہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ ہم سنتوں کا حکم (موٴکدہ، غیر موٴکدہ) جانتے ہیں، درجہ (مقام ومرتبہ اور اُس کا ثواب) نہیں جانتے۔(۳)

---

(۱) سُنّت کو ہلکا نہ سمجھیں: شاہ عبدالعزیز محدّثِ دہلویؒ نے تفسیر الفتح العزیز میں لکھا ہے کہ: مَنْ تَہَاوَنَ بِالسُّنَّةِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ الْفَرَائِضِ یعنی جس نے سُنّت کو ہلکا سمجھا اور اس کے ادا کرنے میں سستی کی تو اس کو فرائض سے محرومی کی سزا ملے گی، مطلب یہ ہے کہ اس کے فرائض چھوٹنے لگیں گے، انجام کار کبائر کا مرتکب ہوگا۔(اسلام میں سُنّت کی عظمت ص:۵۰)

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص نے بائیں ہاتھ سے کھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھا۔ اُس نے کہا کہ میرے سے نہیں ہوسکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کرے تجھ سے نہ ہوسکے۔ اُس نے ایسا غرور کی وجہ سے کیا تھا، راوی کہتے ہیں کہ وہ ساری زندگی اُس ہاتھ کو منھ تک نہ اُٹھا سکا۔ مسلم، رقم:۲۰۲۱

(۳) **ترکِ سُنّت کے متعلق:** خیال رہے کہ سننِ ہدی جسے سننِ عبادت بھی کہا جاتا ہے، یعنی وہ سنن جو عبادات سے متعلق ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنہیں دوام کے ساتھ ادا فرمایا ہے وہ واجب کی طرح ہے جسے سُنّتِ موٴکدہ سے موسوم کیا گیا ہے، اس کا ترک باعثِ گناہ وملامت ہوگا، اُس کے تارک کو تارکِ سُنّت اور مخالفِ سنت قرار دیا جائے گا، جیسے تراویح اور نماز کے سنن راتبہ وغیرہ۔

←

۳۸ سنتوں کو اپنانے میں شرم محسوس کرنے والا سنتوں کو مٹانے والوں میں سے ہے۔

اور جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوام منقول نہیں اُس کا ترک نہ باعثِ گناہ ہوگا اور نہ قابلِ ملامت، جیسے چاشت کی نماز، نفل اوّابین وغیرہ؛ البتہ کرنے والا ثوابِ عظیم کا مستحق ہوگا۔ (ماخوذ از: شامی وغیرہ) اُمورِ عبادت کی سنتوں کے ترک کو امام غزالیؒ نے کُفرِ خفی یا حماقتِ جلی قرار دیا ہے، اربعین میں اُس کے ترک پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں: أَمَّا فِي الْعِبَادَاتِ فَلَا أَعْرِفُ لِتَرْكِ السُّنَّةِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ وَّجْهًا إِلَّا كُفْرَ خَفِيٍّ أَوْ حُمَقَ جَلِيٍّ بلا عُذر ترکِ سُنّت کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی سوائے یہ کہ کُفرِ خفی یا حماقتِ جلی کہا جائے، پھر اس کی وجہ لکھتے ہیں: ''بَيَانُهُ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِذَا قَالَ تَفْضُلُ صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ عَلَى الْفَرْدِ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً فَكَيْفَ تَسْمَحُ نَفْسُ الْمُؤْمِنِيْنَ بِتَرْكِهَا مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ، نَعَمْ يَكُوْنُ السَّبَبُ فِيْ ذٰلِكَ إِمَّا حُمُقٌ أَوْ غَفْلَةٌ بِأَنْ لَّا يَتَفَكَّرَ فِيْ هٰذَا التَّفَاوُتِ الْعَظِيْمِ وَمَنْ يَّسْتَمْحِقُ غَيْرَهُ إِذَا اٰثَرَ وَاحِدًا عَلَى اثْنَيْنِ فَكَيْفَ لَا يَسْتَمْحِقُ نَفْسَهُ إِذَا اٰثَرَ وَاحِدًا عَلٰى سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ لَا سِيَّمَا فِيْمَا هُوَ عِمَادُ الدِّيْنِ وَمِفْتَاحُ السَّعَادَةِ الْأَبَدِيَّةِ. (اربعین، ص ۶۲)

(اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جماعت کی نماز تنہا نماز سے ۲۷ گنا زائد ہے تو مؤمن کا دل بلا عذر کیسے اس کے چھوڑنے کو گوارا کرے گا، ہاں! حماقت و جہالت و نادانی ہو تو دوسری بات ہے، بایں طور کہ وہ اس فرقِ عظیم میں غور و فکر نہ کرے، اور جو شخص دوسرے کو اُس وقت احمق سمجھتا جبکہ وہ ایک کو دو پر ترجیح دے تو کیسے وہ خود اپنے آپ کو احمق نہ سمجھے گا جبکہ وہ خود ایک کو ستائیس ۲۷ پر ترجیح دیتا ہو خصوصاً اُن امور میں جن کا تعلق دین بنیاد اور سعادتِ ابدیہ کی کُنجی سے ہو) خلاصہ یہ ہے کہ عبادت میں سُنّت کا ترک اُس کے تہاون اور غفلتِ دین کی غُمازی کر رہا ہے۔

(۳۹) اگر مسلمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کی تنفیذ (جاری) نہیں کرتا تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقوں کو مٹانے کا مجرم ہے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ کس قدر قبیح امر ہے۔اسی طرح امورِ عادیہ میں سُنّت کا ترک مذموم ہے جن پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوام برتا ہو مثلاً کھانے کے متعلق منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ دائیں ہاتھ سے کھانا تناول فرمایا، جوتے کے متعلق منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ دائیں پیر میں اولاً پہنتے تھے اس کے خلاف کسی روایت میں اس کا ثبوت نہیں ہے کہ آپ نے صرف بائیں ہاتھ سے تناول فرمایا ہو یا اوّلاً بائیں پیر میں جوتا پہنا ہو، لہٰذا! امت سے بھی اس کا عمل اور دوام مطلوب ہوگا، بلا عُذر اس کے ترک کی اجازت نہ ہوگی، اس کے خلاف کرنے والا تارکِ سُنّت ہوگا، گو اِس کا گناہ سننِ مؤکدہ کے مثل نہ ہوگا اِسی وجہ سے تو بائیں ہاتھ سے کھانے پر گرفت کی گئی۔

اس کے برخلاف وہ سنن عادیہ جن میں دوام منقول نہیں مثلاً ثرید کھانا، عجوہ کھجور کھانا، جبہ پہننا، تو ان امور کو سنت کی نیت سے بجالانے والا ثواب پائے گا، اور عاملِ سنت ہوگا، مگر نہ بجالانے والا تارکِ سُنّت اور خلافِ سُنّت کا ارتکاب کرنے والا نہ ہوگا، اور نہ اُس پر کوئی ملامت ہے، اسی طرح جس پر دوام تو ہو مگر دوام مطلوب و مراد نہ ہو بلکہ ماحول و معاشرہ کے اعتبار سے ہو، مثلاً کھجور کھانا، جو کی روٹی کھانا کہ اکثر و بیشتر آپ کی غذا کھجور اور جَو کی روٹی تھی، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازار تہبند باندھنے کے عادی تھے، خفین استعمال فرماتے تھے، سُنّت کی نیت سے اس پر عمل کرنے والا ثواب پائے گا، تاہم یہ کمالِ اتباع اور حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واضح علامت ہے جو دارین کی سعادتِ عظمٰی کا باعث ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو منقول ہو خواہ دوام ثابت نہ ہو تب بھی اس پر عمل کرے تو یہ دونوں جہاں کی خوش نصیبی ہے اور آخرت میں شفاعت و رفاقتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باعث ہے۔(شمائلِ کبریٰ: ۱/ ۱۹ تا ۲۵)

(۴۰) اتباعِ سُنّت دعوت (بندگانِ خُدا کو اللہ کی طرف بُلانا) عبادت (نماز روزہ زکوٰۃ حج وغیرہ) اور عادت (کھانا پینا سونا وغیرہ) تینوں میں ہے۔(۱)

(۱) **نبی ﷺ کی ذات تمام اُمور میں اُسوۂ حسنہ ہے:**

حضرت رسولِ مقبول ﷺ کی پوری زندگی اُمّت کے لیے اُسوۂ حسنہ ہے، امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اِعْلَمْ أَنَّ مِفْتَاحَ السَّعَادَةِ فِي اتِّبَاعِ السُّنَّةِ وَالاِقْتِدَاءِ بِرَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فِي جَمِيعِ مَصَادِرِهِ وَمَوَارِدِهِ وَحَرَكَاتِهِ وَسَكَنَاتِهِ حَتّٰى فِي هَيْئَةِ أَكْلِهِ وَقِيَامِهِ وَنَوْمِهِ وَكَلَامِهِ لَسْتُ أَقُولُ ذٰلِكَ فِي آدَابِهِ فَقَطْ، لِأَنَّهُ لَا وَجْهَ لِإِهْمَالِ السُّنَنِ الْوَارِدَةِ فِيهَا بَلْ ذٰلِكَ فِي جَمِيعِ أُمُورِ الْعَادَاتِ فَبِهِ يَحْصُلُ الِاتِّبَاعُ الْمُطْلَقُ. ''جاننا چاہیے کہ سعادت کی کنجی تمام امور میں رسول ﷺ کی اتباع ہے، آپ ﷺ سے صادر ہونے والے، وارد ہونے والے تمام امور میں حرکات وسکنات میں حتیٰ کہ کھانے پینے، سونے، اٹھنے اور کلام کرنے میں بھی عبادات کے علاوہ میں آپ کی عادت طیبہ کے چھوڑنے کی کوئی وجہ نہیں، اسی لیے صرف عبادات میں منحصر نہیں کرتا، بلکہ تمام عادات واحوال میں بھی کمال ابتاع اسی سے حاصل ہوگی۔'' امام غزالیؒ مزید اتباع کامل کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ لباس اور بشری امور میں بھی آپ ﷺ کی اتباع مطلوب وفلاح کا باعث ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: فَعَلَيْکَ أَنْ تَلْبَسَ السَّرَاوِيْلَ قَاعِداً وَتَتَعَمَّمَ قَائِماً وَتَبْدَأَ بِالْيَمِيْنِ فِيْ تَنَعُّلِکَ وَتَأْكُلَ بِيَمِيْنِکَ (بس سنت کی اتباع تم پر لازم ہے کہ تم پاجامہ کو بیٹھ کر پہنو اور عمامہ کھڑے ہوکر باندھو، جوتا اوّلاً دائیں پیر میں پہنو، اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ)۔ (اربعین: ۵۸) ظاہر ہے کہ یہ عبادات کے متعلّق نہیں ہیں، بلکہ عادات وشمائل سے متعلق ہیں، جو لوگ آپ کی اتباع کو تمام اُمور میں مطلوب نہیں مانتے بلکہ صرف عبادات میں محصور مانتے ہیں وہ دراصل اس دروازے سے نفس کی آزادی چاہتے ہیں اور اپنے آپ کو ایک عظیم سعادت سے محروم کرنا چاہتے ہیں؛

←

(۴۱) حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: کسی مجبوری کی وجہ سے سُنّت چھوڑنے والے کی کیفیت ایسی ہونی چاہیے جیسے بیماری کی وجہ سے شکر چھوڑنے والے کی ہوتی ہے کہ وہ اپنے ہرلقمہ پر یہ تمنّا کرتا کہ کاش! میں شکر کھاتا!! اِسی طرح سُنّت چھوڑنے والے کی یہ کیفیت ہو کہ کاش! میں سُنّت پر چلتا اگر اِس کی کیفیت یہ نہیں ہے اور یہ خلافِ سُنّت طریقہ پر عمل کر کے خوش ہے یا غمگین نہیں ہے تو پھر یہ "سُنّت کو چھوڑنے والا مجرم" ہے۔

(۴۲) مسلمان سنتوں کو ہلکا سمجھ کر چھوڑ دے تو سب سے پہلے معاشرتی ارتداد (زندگی بسر کرنے کے غیر اسلامی طریقوں) میں پڑے گا۔

(۴۳) شیطان سُنّت سے روکنے کے لئے کہتا ہے "یہ سُنّت پر عمل" کا موقع نہیں ہے لوگ ہنسیں گے۔(۱)

چنانچہ امام غزالیؒ فرماتے ہیں لِأَنَّ ذٰلِکَ یُغْلِقُ عَلَیْکَ بَاباً عَظِیْماً مِنْ أَبْوَابِ السَّعَادَۃِ عادات واطوار میں سُنّت کا ترک سعادتِ عظیمہ سے محرومی کا باعث ہے۔اربعین: ۵۸

(۱) معقل بن یسارؓ کہتے ہیں کہ دوپہر کا کھانا کھانے کے دوران ایک لقمہ اُن سے گر گیا، تو اُنہوں نے اسے اٹھایا، اوراس میں لگے کچرے کو صاف کیا، پھر اسے کھالیا (یہ دیکھ کر) عجمی کسان ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارے کرنے لگے، لوگوں نے کہا: اللہ امیر کا بھلا کرے، آپ کے سامنے یہ کھانا موجود ہوتے ہوئے اِس لقمے کو آپ کے اٹھانے پر یہ کسان لوگ آنکھوں سے باہم اشارے کر رہے ہیں، وہ بولے: ان عجمیوں کی (چہ مہ گوئیوں اوراشارے بازیوں کی) وجہ سے میں اس بات کو ترک کرنے والا نہیں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے، ہم میں سے جب کسی کا لقمہ گر جاتا تو ہم اُس سے کہتے کہ وہ اُسے اٹھالے اوراُس میں لگی گندگی کو صاف کرلے پھر اُسے کھالے، اوراسے شیطان کے لیے نہ چھوڑ دے۔سنن ابن ماجہ، ۳۲۷۸

(۴۴) جو عمل بھی خلافِ سُنّت ہوگا وہ اُمّت کے فساد (بگاڑ) کا ذریعہ بنے گا۔(۱)

(۴۵) جتنا ہمارا کام صحابہؓ کے طریقہ سے ہٹے گا اُتنا کام کا اثر ختم ہو جائے گا۔

(۴۶) کام کرنے والوں میں اتباعِ سُنّت نہیں ہے تو دعوت کا کام ایک تنظیم بن جائے گا۔

(۴۷) جو لوگ رواجی طریقوں کو ترجیح دیتے ہیں تو اُن کا دل سنتوں کی طرف مائل نہیں ہے۔

(۴۸) بڑی تیزی سے رواج سُنّت پر غالب آ رہا ہے۔

(۴۹) بات پہنچانے کے رواجی طریقہ (جیسے واٹس ایپ چینل وغیرہ) غیر مسنون ہونے کی وجہ سے غیر مؤثر ہیں۔(۲)

(۵۰) رواج اُسے کہتے ہیں جو فضائل کے استحضار (نیک اعمال پر کئے گئے ثواب کے دھیان) سے اور سُنّت سے خالی ہو۔

(۵۱) اپنی عبادات کو اپنی ضروریات کو اور دعوت الی اللہ کو رواجی شکلوں سے بچاؤ۔

---

(۱) إِنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: مَا أَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً إِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسُّكٌ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ إِحْدَاثِ بِدْعَةٍ. مسند أحمد، رقم: ۱۶۹۷۰

(۲) مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس کام کو عام کرنے کے لیے رواجی طریقوں اخبار، اشتہار، پریس وغیرہ اور رواجی الفاظ سے بھی پورے طور پر پرہیز کی ضرورت ہے، یہ کام سارے کا سارا غیر رواجی ہے رواجی طریقوں سے رواج کو تقویت پہنچے گی اس کام کو نہیں۔ اصل کام کی شکل دعوت، گشت، تعلیم، تشکیل وغیرہ ہیں۔ (ملفوظات واقتباسات، ص: ۴۵، ملفوظ نمبر: ۵۶)

۵۲ اب سنتوں سے اِستخفاف (ہلکا ہونا) ہو گیا ہے، اور سہولتوں (آسانیوں) کا ہجوم (کثرت) ہے۔

۵۳ جب رواج غالب آتا (بڑھ جاتا) ہے تو لوگ سنتوں کی علتیں (وجہیں) پوچھتے ہیں کہ یہ سُنّت کیوں ہے؟ اس کا فائدہ کیا ہے؟ ڈاکٹر سے نسخہ کے بارے میں نہیں پوچھتے کہ یہ نسخہ کیوں تجویز کیا گیا ہے؟(۲)

---

(۱) **سائنسی تحقیقات سے متأثر ہونا:** آج کل نماز، روزہ وغیرہ عباداتِ شرعیہ کے طبّی اور سائنسی فوائد پر مشتمل مضامین بکثرت آتے رہتے ہیں، الحمدللہ یہ ہمارا اور ہر مؤمن کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے بندوں کو جو بھی حکم دیا گیا ہے اُس میں ہماری دُنیا اور آخرت دونوں کی فلاح و بہبود مضمر ہے، اور اِس حیثیت سے اگر دُنیاوی اور اُخروی دونوں طرح کے حاصل ہونے والے ممکنہ فوائد کو الگ الگ بیان بھی کردیا جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں اور کسی غیر مسلم کو خود اُسی کی زبان میں سمجھانے اور مطمئن کرنے کیلئے یہ طرز اختیار کیا جائے تو کسی حد تک مطلوب بھی ہے۔
البتہ یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ کسی بھی عمل سے حاصل ہونے والے ممکنہ دُنیوی فوائد ایسی چیز ہیں جن کی اِس عمل میں نیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، وہ جس کی قسمت میں ہوں گے اُس کو خود بخود ہی حاصل ہو جائیں گے؛ لیکن جس عمل میں اِن دُنیوی فوائد کے حصول کی نیت کرلی جائے وہ عمل آخرت کے اعتبار سے لائقِ اجر اور قابلِ ثواب نہیں رہ جاتا، قرآن کریم میں ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ اور مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَالَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ اسی لئے شریعتِ اسلامیہ نے اعمالِ شرعیہ کے اصلاً صرف اُخروی مقاصد اور دینی فوائد بتلائے ہیں، مثلاً: رضائے الٰہی، مغفرت، کفّارۂ سیئات، رفعِ درجات، حصولِ جنّت، بُعدِ جہنّم وغیرہ وغیرہ دُنیوی منافع کہیں کہیں ضمناً آ گئے ہیں، مستقل طور پر نہیں۔

←

۵۴ جتنا سہولتوں کی طرف جاؤ گے اُتنا ہی سنتوں سے محروم ہو جاؤ گے۔

فائدہ: جیسے کرسیوں پر کھانا، وضو میں نلوں کا استعمال کر کے زیادہ پانی بہانا، الیکٹرانک تسبیح کا استعمال وغیرہ۔

۵۵ یہ بات اُمت میں عام ہو چکی ہے کہ وہ دُنیا کے اعتبار سے ہر عزیمت پر چلنے اور ہر مشکل قدم اُٹھانے کو تیار ہیں لیکن دین کے بارے میں اِن کی عادت رُخصت کی بن گئی ہے؛ جبکہ آپ جانتے ہیں کہ رُخصت معذور کیلئے ہے۔

حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی عمل معتبر اور لائق اجر وثواب ہوتا ہے جو محض رضائے خداوندی کے حصول کے لئے آخرت کے اجر وثواب کی نیت سے انجام دیا جائے، اس لئے طبّی اور سائنسی فوائد پڑھنے کے بعد اپنی نیت (اور ایمان) کا بھی جائزہ لیتے رہنے کی ضرورت ہے کہ وہ عمل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور آخرت کی کامیابی کیلئے انجام دیا گیا ہے، یا اِن طبّی اور سائنسی فوائد کے حصول کے لئے؟

اگر خدانخواستہ دوسری صورت ہے تو عمل تو ضائع ہوا ہی، بعض اوقات ایمان بھی خطرے میں پڑ جاتا ہے؛ کیونکہ مطلوب ''ایمان بالغیب'' ہے اور سائنسی تحقیق سے متأثر ہو کر عمل کرنا، یہ تو انسانی عقل، یا تجربے پر عمل کرنا ہوا، ''ایمان بالغیب'' کہاں رہ گیا؟

امید کہ بحیثیتِ مسلمان اور صاحب ایمان اس مسئلے کی حساسیت اور نزاکت کو سمجھا جائے گا اور اس نکتے پر بطور خاص غور کیا جائے گا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس طریقے کو نہیں اختیار فرمایا؟

(ماہنامہ مظاہر علوم، جون ۲۰۱۸ء از مولانا محمد معاویہ سعدی
استاذ شعبہ تخصص فی الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور)

(۵۶) مجھے اِس بات پر سخت افسوس ہوتا ہے کہ جب رواج کی تردید کی جاتی ہے تو لوگ رواج کی حمایت میں سُنّت کے مقابلہ پر آجاتے ہیں اور جواز کی شکلیں لے کر لڑتے ہیں، بجائے اس کے کہ سُنّت کا حکم لے کر رواج کا مقابلہ کرتے؛ حالانکہ کتنے کام ایسے ہیں جن کا کرنا جائز ہے مگر وہ خلافِ سُنّت ہیں۔

(۵۷) رُخصت (کسی چیز کی ممانعت کی دلیل کے موجود ہوتے ہوئے عُذر اور عجز کی بناء پر اُس چیز کی اجازت دینا) کا دین بھی کمزور، رُخصت کی دعوت بھی کمزور، رُخصت کی عبادت بھی کمزور، رُخصت تو معذور کا عمل ہے، رُخصت کا عادی ہوجانا دین کے مٹنے کا سبب ہے؛ اور عزیمت (اصل اور مستقل حکم) کا عادی بننا اور لوگوں کو عزیمت کا عادی بنانا یہ دین کی ترقی کا سبب ہے۔

(۵۸) آج کل سلام کرنے سے پہلے پوچھنا پڑتا ہے کہ آپ کا نام کیا ہے، یہ قیامت کی علامت ہے، اگر وہ اتباعِ سُنّت پر ہوتا تو پوچھنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ اسلام پیش کرنے کے لئے اتباع سنت پر آنا پڑے گا، کیونکہ ہماری نماز مسجد میں ہے، روزہ پیٹ میں ہے، زکوۃ مسلمانوں میں ہے، اور حج بیت اللہ میں ہے تو پھر اسلام کا تعارف کیسے ہوگا؟ (۱)

---

(۱) علامات قیامت میں سے یہ ہے کہ صرف جان پہچان والوں کو سلام کیا جائے گا۔
مسند احمد: ۵/ ۲۴۲

۵۹ ہم سب کی کوشش یہ ہے کہ نئی چیزوں کو لاؤ سُنّت کے بدلے میں' بُنیاد اس کی جواز ہے' جب بھی تم جواز کو بُنیاد بناؤ گے تو سُنّت کا تمسک (پیروی) ختم ہو جائے گا۔(۱)

---

(۱) **حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:** میں اپنے دوستوں سے اور علماء وطلبہ سے یہی بات کہا کرتا ہوں کہ تم اپنے آپ کو عوام کی طرح سمجھ کر یہ مت کہو کہ یہ کام جائز تھا، اس لیے ہم نے کر لیا۔ بلکہ علماء کو بہت سے جائز کاموں سے بھی اس لئے رکنا پڑتا ہے، تاکہ عوام گمراہ نہ ہوں، علماء کو بہت سے ایسے جائز کام چھوڑنے پڑتے ہیں جن میں خطرہ یہ ہو کہ عوام کو کوئی مغالطہ لگ جائے گا۔ ایسے کاموں سے بھی علماء کو بچنا چاہیے، اس واسطے کہ تم اپنی ظاہری وضع قطع سے دعوی کر رہے ہو کہ ہم اللہ والے ہیں اور اللہ والوں کا جو طرزِ عمل ہے اہلِ علم کو اس کے خلاف نہیں کرنا چاہیے۔ چاہے وہ حقیقت میں جائز ہی ہو۔ امام ابوشامہ نے اپنی کتاب ''الباعث'' میں لکھا ہے: عالم کو ایسا کام نہیں کرنا چاہئے جس سے عوام کسی مخالفِ شریعت امر کے بارے میں غلطی فہمی کا شکار ہو جائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک مرتبہ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالی عنہ کے ایک کام پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا، جس کی ظاہری شکل سے جاہل عوام کے دھوکہ میں پڑنے کا اندیشہ تھا، چناں چہ ''موطا امام مالک'' میں حضرت نافع رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالی عنہ کو احرام کی حالت میں رنگین کپڑا پہنے ہوئے دیکھا تو پوچھا طلحہ یہ کیا ہے؟ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالی عنہ نے جواب دیا امیر المومنین! یہ مٹی سے رنگا ہوا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: لوگوں کے تم امام ہو، لوگ تمہاری اقتدا کریں گے، اگر کوئی جاہل اس کپڑے کو دیکھے گا تو ضرور یہ کہے گا کہ طلحہ احرام کی حالت میں رنگین کپڑا پہنے ہوئے تھے۔ اس لیے تم یہ رنگین کپڑے مت پہنو۔

←

(٦٠) بڑی تیزی کے ساتھ عبادات پر بھی اور عادات اور ضروریات پر بھی اور دعوت الی اللہ پر بھی ان تینوں لائنوں کے اعتبار سے رواج غالب آ رہا ہے بہت تیزی کے ساتھ۔ آپ دیکھ لیجئے آپ کو اگر ذکر کرنا ہے تو آپ کوئی الیکٹرانک تسبیح لے لیں گے ذکر کرنے کے لئے، یہ نہیں سوچیں گے کہ ذکر کرنے میں سنت طریقہ کیا ہے۔ انگلیوں کے پوروں پر ذکر کیا جائے۔ قیامت میں انسان کا بدن ہر عمل کی گواہی دے گا۔ (۱)

....

اس واقعہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ایک ہی کام کا شرعی دلیلوں کی رُو سے کرنا اور چھوڑنا دونوں بمقتضائے مصلحت مستحب ہوتا ہے۔ مسلمان کبھی مستحب کام کو اس لیے چھوڑ دیتا ہے کہ اس کے کرنے میں فساد کا اندیشہ ہوتا ہے، جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بناء ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام پر بیت اللہ کی تعمیر نہیں کی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنھا سے فرمایا: لَوْلَا أَنَّ قَوْمَك حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ لَأَمَرْتُ بِالْبَيْتِ فَهُدِمَ فَأَدْخَلْتُ فِيهِ مَا أُخْرِجَ مِنْهُ وَأَلْزَقْتُهُ بِالْأَرْضِ وَجَعَلْتُ لَهُ بَابَيْنِ؛ بَابًا شَرْقِيًّا وَبَابًا غَرْبِيًّا۔ (النسائی رقم: ۲۹۰۲) ترجمہ: "اگر تمہاری قوم نئی نئی مسلمان نہ ہوئی ہوتی، تو میں کعبہ کے گرانے کا حکم دیتا اور اس میں وہ حصہ داخل کرتا جو اس میں سے نکال دیا گیا ہے اور اس کے دو دروازے بنا کر زمین کے ساتھ برابر کرتا ایک دروازہ مشرق کی طرف ہوتا اور دوسرا دروازہ مغرب کی طرف۔" یہاں پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصلحۃً لوگوں کو متنفر نہیں کیا اور افضل کام کو ترک کر دیا۔ (تحفۃ الائمہ ص: ۵۵-۵۷)

(۱) ﴿يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [النور: ۲۴]
جس دن اُن کے خلاف اُن کی زبانیں، اُن کے ہاتھ اور اُن کے پاؤں، اُن کے کرتوتوں کی گواہی دیں گے۔

(٦١) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی امر میں رُخصت پر لانے کی کسی کی ہمت نہیں ہوتی تھی، میں نے عرض کیا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خود فرماتے ہیں اپنے ساتھیوں سے کہ اگر میں رُخصت پر آیا تو تم کیا کرو گے!! سب نے جواب دیا کہ عمر! اگر آپ رُخصت پر آئے تو ہم آپ کا اِتباع نہیں کریں گے۔(١)

(٦٢) **جو آدمی دنیا میں متبع سنت نہیں ہوگا وہ قبر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں پہچانے گا۔**

---

(١) عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ فِيْ مَجْلِسٍ وَحَوْلَهُ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْأَنْصَارُ: أَرَأَيْتُمْ لَوْ تَرَخَّصْتُ فِيْ بَعْضِ الْأُمُوْرِ مَا كُنْتُمْ فَاعِلِيْنَ؟ فَسَكَتُوْا. فَقَالَ ذٰلِكَ مَرَّتَيْنِ وَثَلَاثًا، فَقَالَ بَشِيْرُ بْنُ سَعْدٍ: لَوْ فَعَلْتَ ذٰلِكَ قَوَّمْنَاكَ تَقْوِيْمَ الْقِدْحِ. فَقَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ: أَنْتُمْ إِذًا، أَنْتُمْ إِذًا. کنز العمال، ٥/٦٨٧

اُردو زبان میں سنن وآداب سے متعلق درجِ ذیل کتابیں مطالعہ میں رکھی جاسکتی ہیں: (١) شمائل کبریٰ ١٢/حصے ٧/جلدیں مؤلفہ مفتی ارشاد صاحب قاسمیؒ (٢) اُسوۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مؤلفہ ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی صاحبؒ (٣) سنن وآداب مؤلفہ مفتی ابوبکر بن مصطفی زید مجدہم پٹنی (گجرات)۔

اب ہم یہاں ''سنن وآداب'' نامی کتاب کی فہرست دے رہے ہیں، آپ روزانہ کیے جانے والے اعمال کا جائزہ لیں اگر سنت کے مطابق ہوں تو سامنے والے خانے میں پنسل سے صحیح (✓) کا نشان لگایئے اور اگر خلاف سنت ہوں تو غلط (✗) کا نشان لگایئے:

دربارِ توحید کے حقوق وآداب		دربارِ رسالت حقوق وآداب	

معمولاتِ یومیہ

(۱)سونے کے آداب		(۱۱)ناخن کاٹنے کے آداب	
(۲)بیداری کے بعد کے آداب		(۱۲)سرمہ لگانے کے آداب	
(۳)خواب کے آداب		(۱۳)چپل پہننے کے آداب	
(۴)قضائے حاجت کے آداب		(۱۴)گھر سے نکلنے کے آداب	
(۵)غسل کے آداب		(۱۵)گھر میں داخل ہونے کے آداب	
(۶)لباس کے آداب		(۱۶)چلنے کے آداب	
(۷)انگوٹھی کے آداب		(۱۷)راستے کے آداب	
(۸)عطر لگانے کے آداب		(۱۸)سلام کے آداب	
(۹)بالوں کے آداب		(۱۹)کھانے کے آداب	
(۱۰)تیل لگانے کے آداب		(۲۰)پینے کے آداب	

عبادات

(۱)وضو کے آداب		(۱۴)رات کی عبادت اور تہجد کے آداب	
(۲)مسواک کے آداب		(۱۵)جمعہ کے آداب	
(۳)اذان کے آداب		(۱۶)عیدین کے آداب	
(۴)اقامت کے آداب		(۱۷)بارش طلبی کے آداب	
(۵)نماز کے آداب		(۱۸)سورج و چاند گرہن کے آداب	
(۶)مسجد میں داخل ہونے کے آداب		(۱۹)استخارے کے آداب	

(۷)مسجد کے آداب		(۲۰)جنازے کے آداب	
(۸)مسجد سے نکلنے کے آداب		(۲۱)زکوۃ وصدقے کے آداب	
(۹)تلاوت قرآن کریم کے آداب		(۲۲)رمضان المبارک کے آداب	
(۱۰)قرآن شریف کے آداب		(۲۳)روزے کے آداب	
(۱۱)ذکر کے آداب		(۲۴)اعتکاف کے آداب	
(۱۲)دعا کے آداب		(۲۵)حج وعمرہ کے آداب	
(۱۳)توبہ کے آداب		(۲۶)مکہ مکرمہ کے آداب	
		(۲۷)مدینۂ منورہ کے آداب	

معاشرت

(۱)والدین کے حقوق وآداب		(۱۱)مہمانی کے آداب	
(۲)صلہ رحمی کے آداب		(۱۲)مجلس کے آداب	
(۳)بیوی کے ذمہ شوہر کے حقوق وآداب		(۱۳)مزاح ودل لگی کے آداب	
(۴)شوہر کے ذمہ بیوی کے حقوق وآداب		(۱۴)گفتگو کے آداب	
(۵)پڑوسی کے آداب		(۱۵)شرفاء کے آداب	
(۶)دوستی کے حقوق وآداب		(۱۶)مالدار کے آداب	
(۷)عام مسلمانوں کے حقوق وآداب		(۱۷)محتاج کے آداب	
(۸)اجازت طلبی کے آداب		(۱۸)عیادت کے آداب	
(۹)ملاقات اور مصافحے کے آداب		(۱۹)تعزیت کے آداب	
(۱۰)موبائل کے متعلق آداب		(۲۰)معاشرت کے چند متفرق آداب	

معاملات

(۱)خرید وفروخت کے آداب		(۷)نام رکھنے کے آداب	
(۲)کرایے پر مزدور رکھنے کے آداب		(۸)اولاد کی تربیت اور ان کے حقوق وآداب	
(۳)مزدور کے آداب		(۹)طلاق کے آداب	
(۴)نکاح کے آداب		(۱۰)قرض کے آداب	
(۵)جماع کے آداب		(۱۱)ہدیہ کے آداب	
(۶)ولیمہ کے آداب		(۱۲)وصیت کے آداب	

علمیات

(۱)مدارس کے آداب		(۵)حاملینِ قرآن کے آداب	
(۲)متعلّم کے آداب		(۶)محدّث کے آداب	
(۳)معلّم کے آداب		(۷)طلبۂ حدیث کے آداب	
(۴)کتاب کے آداب		(۸)فتویٰ کے آداب	

تبلیغیات

(۱)امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے آداب		(۴)مشورہ کے آداب	
(۲)دعوت وتبلیغ کے آداب		(۵)وعظ ونصیحت کے آداب	
(۳)امیر ماموراٰداب			

سلوکیات

(۱)اپنی ذات سے متعلق آداب		(۴)غصہ کے آداب	
(۲)دل کو سنوارنے کے آداب		(۵)مصیبت اور تکلیف کے آداب	
(۳)بیعت کے آداب			

متفرقات

(۱) سفر کے آداب		(۶) علاج ومعالجہ کے آداب	
(۲) سواری کے آداب		(۷) جھاڑ پھونک کے آداب	
(۳) فطرتِ اسلامی کے آداب		(۸) ذبح کے آداب	
(۴) چھینکنے کے آداب		(۹) قربانی کے آداب	
(۵) جمائی کے آداب		(۱۰) قسم کے آداب	

۳ نماز ۴۴

(۱) اللہ تعالیٰ کی قُدرت سے براہِ راست اِستفادہ (فائدہ اُٹھانے) کے لیے اللہ ربُّ العزّت کے اوامر (حکموں) کو حضرت محمد ﷺ کے طریقے پر پورا کرنے میں سب سے اہم اور بُنیادی عمل نماز ہے۔

(۲) دوستو! حاجت (ضرورت) کے پیش آتے ہی اگر نماز کا خیال نہ آیا تو ابھی نماز کی حقیقت حاصل نہیں ہوئی۔(۱)

(۳) اپنی ضرورتوں کو نماز سے پورا کرنے کے لیے ایک نماز سے دوسری نماز کا انتظار کرکے اس سے (اس کے بعد دُعاء کرکے) اپنی حاجتوں کو پورا کرانے کی مشق کرو۔(۲)

---

(۱) عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِذَا حَزَبَهٗ أَمْرٌ صَلّٰى ،أبو داؤد، رقم:۱۳۱۹
مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مسئلہ پیش آئے گا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح مسجد میں جاؤ گے تو لیڈروں کے آگے ہاتھ جوڑنا ختم، افسروں کی خوشامد کرنا ختم، رشوتیں کھلانا ختم اور سچّی بات کہوں کہ بُزرگوں کے پاس جاکر اُن کو خدا کی طرح بنا کر پیر پکڑنا ختم، اب خدا نے تم کو ولایت کے راستے پر ڈال دیا وہ اِسی راستے سے بنے ہیں۔(دعوتی بیانات تخریج شدہ ایڈیشن:۱۴۶/۵)

(۲) كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ: اِحْمِلُوْا حَوَائِجَكُمْ عَلَى الْمَكْتُوْبَةِ .مصنّف عبد الرزاق، رقم:۴۰۴۰

۴ ایک صحابیؓ نے عرض کیا: مَیں تجارت کے لیے بحرین (ایک خلیجی ملک) جانا چاہتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: پہلے دو رکعت نماز پڑھ لو پھر تجارت کرو، تجارت سے نہیں روکا پہلے نماز پڑھنے کا حکم دیا۔(۱)

۵ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ نماز کو بگاڑنے کی وجہ یہ ہے کہ ساری شکلوں سے مسائل کے حل ہونے کا یقین ہے پَر نماز سے مسائل کے حل ہونے کا کوئی یقین نہیں ہے۔

۶ اگر مسلمان کو اعمال (نماز، روزہ وغیرہ) سے کامیابیاں لینا نہ آیا تو مسلمان اپنے مسائل کے حل میں ایسے راستوں (مثلاً شرکیہ تعویذ گنڈے وغیرہ) پَر چلا جائے گا جو راستے اس کو اپنی حاجتیں پورا کرانے میں شِرک تک پہنچا دیں گے۔

۷ آج اُمّت کو فرائض (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ) پر بھروسہ نہیں ہے وظائف (فلاں ورد، فلاں دُعاء) پَر بھروسہ ہے۔ (اس لیے فرائض چھوڑ کر صرف وظائف پر اکتفاء کرتے ہیں)۔ عمل (دین) پَر بھروسہ نہیں عَملیات (تعویذ گنڈے وغیرہ) پر بھروسہ ہے (اس لیے دیندار بننے کے بجائے عاملوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں)۔

---

(۱) جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَقَالَ! يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّي اُرِيْدُ اَنْ اَخْرُجَ اِلَى الْبَحْرَيْنِ فِيْ تِجَارَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صَلِّ رَكْعَتَيْنِ. مجمع الزوائد، رقم: ۳۶۸۴

(۸) جو آدمی اپنے عمل سے مسائل حل نہیں کرائے گا تو وہ دوسروں کے عمل سے کیا کرائے گا۔

(۹) کسی کی نماز کامل ہو اور دین ناقص (ادھورا) ہو یہ نہیں ہوسکتا۔(۱)

(۱۰) حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: نماز کو قائم کیے بغیر معاشرہ اور معاملات کے دُرست ہونے کا خیال کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی درخت کی جڑ سوکھ کر ختم ہوچکی ہو، اُس سے پھول پتیوں اور پھلوں کی امید کرنا۔

(۱۱) حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: دو نمازوں کے درمیان ملاقاتوں کے لیے وقت فارغ کرنا اگلی نماز میں کمال پیدا کرنے کیلئے ہے۔

(۱۲) لوگ سمجھتے ہیں کہ نماز کا چھوٹنا غفلت ہے نماز کو بغیر دھیان کے پڑھنا یہ بھی غفلت ہے۔

(۱۳) نماز کا چھوڑنا بھی حرام ہے اور اُس کو بگاڑنا بھی۔(۲)

---

(۱) رواہ بعض الفقهاء اَلصَّلَاةُ عِمَادُ الدِّيْنَ فَمَنْ أَقَامَهَا فَقَدْ أَقَامَ الدِّيْنَ، وَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ هَدَمَ الدِّيْنَ. يعنى دِيْنَ نَفْسِهٖ، رواه الطبرانى عن معاذ بلفظ (رَأْسُ هٰذَا الْأَمْرِ اَلْاِسْلَامُ وَمَنْ اَسْلَمَ سَلِمَ وَعُمُوْدُهٗ اَلصَّلٰوةُ وَذُرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ، وَلَا يَنَالُهٗ اِلَّا أَفْضَلُهُمْ. كشف الخفاء:۲/۳۵

(۲) لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلٰى صَلَاةِ رَجُلٍ لَا يُقِيْمُ صُلْبَهٗ بَيْنَ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ. مسند أحمد، رقم: ۱۰۷۹۹ (اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کی نماز کی طرف دیکھتے ہی نہیں جو رکوع اور سجدے کے درمیان یعنی قومہ میں اپنی کمر کو سیدھا نہ کرے)

(۱۴) بگڑی ہوئی نماز بد دعاء کرتی ہوئی جاتی ہے، اب نماز کی دعاء قبول ہوگی یا نمازی کی؟ (ظاہر ہے کہ نماز کی دعاء قبول ہوگی)؛ کیوں کہ ہم نے نماز کو بگاڑ کر اُسے مظلوم بنا دیا ہے اور مظلوم کی دُعاء پہلے قبول ہوتی ہے۔(۱)

(۱۵) کتنی بیماریاں ہیں جو نماز کو بگاڑنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں؛ کیوں کہ جو جسم عبادت کے لئے بنا ہے، اگر اُس جسم سے عبادت کو بگاڑا جائے گا تو جسم کے اندر بیماریوں کی لائن سے بگاڑ پیدا ہوگا، حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے ہر عضو (جسم کا حصہ) کی بیماری کا پہلا سبب اُس عضو کا غلط استعمال ہے۔

(۱۶) نماز کی بد دُعاء کا اثر اسبابِ معاش (روزی کمانے کے ذرائع) پر بھی پڑتا ہے، اس لیے بے نمازی یا نماز کو بگاڑنے والے روزی کی تنگی کی شکایت کرتے ہیں)۔(۲)

(۱۷) دین داروں کے منکرات (ان میں پائے جانے والی بُرائیوں) کا سبب اُن کی عبادت کا بگاڑ ہے۔(۳)

---

(۱) اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ، فَإِنَّ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ مُسْتَجَابٌ. البخاری، رقم: ۳۰۵۹، وَوَفِيْ حَدِيْثٍ: ضَيَّعَکَ اللّٰهُ کَمَا ضَيَّعْتَنِيْ. مسند ابی داود طیالسی، رقم: ۵۸۶۔

(۲) إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ: تفرَّغْ لِعِبَادَتِيْ أَمْلَأْ صَدْرَکَ غِنًى وَأَسُدَّ فَقْرَکَ وَإِنْ لَا تَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَيْکَ شُغْلًا، وَلَمْ أَسُدَّ فَقْرَکَ. سنن ابن ماجه، رقم: ۴۱۰۷
(ابن آدم! تو میری عبادت کے لیے یکسو ہو جا، میں تیرا سینہ استغناء و بے نیازی سے بھر دوں گا، اور تیری محتاجی دور کروں گا، اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تیرا دل مشغولیت سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی دور نہ کروں گا)

(۳) ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ [العنکبوت: ۴۵]

(۱۸) نماز میں عجلت (جلدی) کرنے اور نماز کو بگاڑنے کی وعیدیں دیکھا کرو۔(۱)

(۱۹) ایک دن ہم نے نماز پڑھائی تو اگلے دن ایک صاحب کہنے لگے کہ ہمیں ذرا جلدی ہے، اِس لیے آج متقیوں (پرہیزگاروں) والی نماز نہ پڑھائیں، میں نے کہا کہ کیا میں تمھیں فاجروں (گناہ گاروں) والی نماز پڑھاؤں۔

(۲۰) خدا کی قسم! اللہ کے نبی ﷺ نے نماز کو تقسیم نہیں کیا کہ یہ علماء کی نماز ہے، یہ عوام الناس (عام لوگوں) کی اور یہ دُکانداروں کی۔

---

(۱) لَا یَنْظُرُ اللّٰہُ اِلٰی صَلَاۃِ رَجُلٍ لَا یُقِیْمُ صُلْبَہٗ بَیْنَ رُکُوْعِہٖ وَسُجُوْدِہٖ. مسند أحمد، رقم: ۱۰۷۹۹ (اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کی نماز کی طرف دیکھتے ہی نہیں جو رکوع اور سجدے کے درمیان یعنی قومہ میں اپنی کمر کو سیدھا نہ کرے)

لَا یَزَالُ اللّٰہُ مُقْبِلًا عَلَی الْعَبْدِ فِیْ صَلَاتِہٖ مَالَمْ یَلْتَفِتْ فَاِذَا صَرَفَ وَجْھَہٗ اِنْصَرَفَ عَنْہُ. مسند الدارمي، رقم: ۱۴۶۳ (اللہ تعالیٰ بندے کی طرف اُس وقت تک توجہ فرماتے ہیں جب تک وہ نماز میں کسی اور طرف متوجّہ نہ ہو جب بندہ اپنی توجّہ نماز سے ہٹا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے اپنی توجّہ ہٹا لیتے ہیں)

أَسْوَأُ النَّاسِ سَرِقَۃً الَّذِيْ یَسْرَقُ مِنْ صَلَاتِہٖ، قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ یَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِہٖ؟ قَالَ: لَا یُتِمُّ رُکُوْعَھَا وَلَا سُجُوْدَھَا، أَوْ لَا یُقِیْمُ صُلْبَہٗ فِي الرُّکُوْعِ وَلَا فِی السُّجُوْدِ. مجمع الزوائد، رقم: ۲۷۱۹ (بدترین چوری کرنے والا شخص وہ ہے جو نماز میں سے چوری کرلیتا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! نماز میں سے کس طرح چوری کرلیتا ہے؟ ارشاد فرمایا: اُس کا رکوع اور سجدہ اچھی طرح نہیں کرتا۔

(۲۱) امام کی ذمہ داری ہے کہ اُمّت کو صحیح نماز کی تعلیم دے، اب اکثر اماموں نے مسنون قراءت بھی چھوڑ دی ہے۔(۱)

(۱) مسنون طریقہ یہ ہے کہ اگر سفر میں نہ ہو تو امام کو بھی اور تنہا نماز ادا کرنے والے کو بھی فجر وظہر میں طوالِ مفصل، عصر وعشاء میں اوساطِ مفصل اور مغرب میں قصارِ مفصل پڑھنی چاہئے، سورۂ حجرات سے ختم بروج تک طوالِ مفصل، اِس کے بعد سے ختم لَمۡ یَکُنۡ تک اوساطِ مفصل اور اِس کے بعد سورۂ ناس تک قصارِ مفصل ہیں۔ سورۂ حجرات سے سورۂ ناس تک مفصلات کی یہ تفصیل معروف ہے، گو اس میں بعض اور اقوال بھی ہیں۔ مختلف نمازوں میں طوال، اوساط اور قصار کی تلاوت کی بابت جو تفصیل مذکور ہوئی۔ اس کا ذکر حضرت عمرؓ کے ایک مکتوب میں ہے، جو آپؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے نام لکھا تھا۔
اگر ان سورتوں کی بجائے کہیں اور سے قرآن پڑھے تو اسی تناسب کو ملحوظ رکھے، فجر وظہر کی دو رکعتوں میں چالیس، پچاس، عصر وعشاء میں پندرہ اور مغرب کی ہر رکعت میں پانچ آیات پڑھے۔ یہ حکم عام حالات میں ہے، فی الجملہ یہ بھی ضروری ہے کہ وقت، مقتدیوں کی عمر وصحت اور خود امام کے خوشنوا اور غیر خوشنوا ہونے کے لحاظ سے اس طرح قرآن پڑھا جائے کہ لوگوں کے لئے بارِ خاطر نہ ہو۔ بلکہ علامہ کاسانیؒ کے نزدیک تو کوئی خاص مقدار متعین ہے ہی نہیں۔ سفر میں اور بغیر سفر کے بھی غیر معمولی حالات میں حسبِ سہولت قراءت کرنی چاہیے۔
فرائض میں ٹھہر ٹھہر کر (ترسل کے ساتھ) اور تراویح میں میانہ روی کے ساتھ پڑھنا چاہئے، البتہ تنہا، تہجد وغیرہ میں تیز تیز بھی پڑھ سکتا ہے مگر اتنا بھی نہیں کہ سمجھا نہ جاسکے۔ فجر میں پہلی رکعت میں دوسری رکعت کے بہ مقابلہ، ایک تہائی کے بہ قدر زیادہ تلاوت کی جائے، یہ بہتر ہے، بلکہ تمام ہی نمازوں میں پہلی رکعت نسبتاً طویل ہونی چاہئے۔

←

۲۲ لمبے لمبے قیام کی، لمبے لمبے رُکوعوں کی اور لمبے لمبے سجدوں کی عادت ڈالو(۱)

طوالِ مفصّل، اوساطِ مفصّل اور قصارِ مفصّل کی تفصیل

نمازوں کے نام	مسنون قراءت	سورتوں کے نام	سورتوں کی تعداد	وجہ
فجر، ظہر	طوالِ مفصّل	حجرات پ۲۶ تا بروج پ۳۰	۳۶	کیونکہ یہ سورتیں لمبی لمبی ہیں
عصر، عشاء	اوساطِ مفصّل	بروج پ۳۰ تا البینہ پ۳۰	۱۳	اس لیے کہ یہ سورتیں اوسطً درجہ کے ہیں نہ زیادہ لمبی ہیں اور نہ زیادہ چھوٹی ہیں
مغرب	قصار مفصل	البینہ پ۳۰ تا الناس پ۳۰	۱۷	اس لیے کہ یہ سورتیں چھوٹی چھوٹی ہیں

قاموس الفقہ ۴/۲۴۲

(۱) حضرت عوفؓ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہم رکاب تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسواک فرمائی، وضو فرمایا اور نماز کی نیت باندھ لی۔ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سورۂ بقرہ ایک رکعت میں پڑھی اور جو آیت رحمت کی آتی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس جگہ دیر تک رحمت کی دعا مانگتے رہتے اور جو آیت عذاب کی آتی اس جگہ دیر تک عذاب سے پناہ مانگتے رہتے۔ سورت کے ختم پر رکوع کیا اور اتنا ہی لمبا رکوع کیا جتنی دیر میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی اور رکوع میں سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْعَظَمَةِ پڑھتے جاتے تھے، پھر اُتنا ہی لمبا سجدہ کیا، پھر دوسری رکعت میں اِسی طرح سورۂ آل عمران پڑھی اور اِسی طرح ایک ایک رکعت میں ایک ایک سورت پڑھتے رہے۔ اِس طرح چار رکعتوں میں سوا چھ پارے ہوتے ہیں۔ یہ کتنی لمبی نماز ہوئی ہوگی جس میں ہر آیت رحمت اور آیت عذاب پر دیر تک دعاء کا مانگنا اور پھر اتنا ہی لمبا رکوع اور سجدہ تھا۔ (سنن النسائی، رقم: ۱۱۳۲)

(۲۳) کسی بھی کام کی عُجلت (جلدی) کی وجہ سے (مثلاً: سفر ہو) قراءت کو مختصر کرلیں، رکوع سجدوں کو نہ بگاڑ دیں۔(۱)

(۲۴) جو شخص رکوع کے بعد کمر پوری طرح سیدھی نہ کرے اللہ تعالیٰ اُس کی نماز کی طرف نہیں دیکھتے۔(۲)

(۲۵) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دمشق (ملکِ شام کا پایۂ تخت) کی مسجد میں ایک آدمی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، اُس کی نماز میں جلدی تھی، رکوع سجدے جلدی جلدی کر رہا تھا، دیکھ کر فرمایا کہ اگر تو اسی نماز پر مر گیا تو قیامت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین پر نہیں اُٹھایا جائے گا۔(۳)

---

(۱) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ ایک مجلس میں تشریف لے گئے اتنے میں نماز کھڑی ہوگئی، ان لوگوں کے امام نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ وہ امام صاحب نماز میں کافی دیر بیٹھے رہے، وہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میں سے جو ہمارا امام بنے اسے چاہئے کہ وہ رکوع سجدہ تو پورا کرے (لیکن قیام اور قعدہ کو لمبا نہ کرے) کیونکہ اس کے پیچھے چھوٹے، بڑے، بیمار، مسافر اور ضرورت مند ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ اس کے بعد جب اگلی نماز کا وقت آیا تو حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی، رکوع سجدہ پورا کیا اور باقی نماز یعنی (قیام اور قعدہ) کو مختصر کیا اور نماز سے فارغ ہو کر فرمایا ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے۔ المعجم الکبیر للطبرانی، رقم:۲۲۲

(۲) لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلٰى صَلَاةِ رَجُلٍ لَا يُقِيْمُ صُلْبَهُ بَيْنَ رُكُوْعِهِ وَسُجُوْدِهِ. مسند أحمد بن حنبل، رقم:۱۰۷۹۹

(۳) فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ: مُنْذُ كَمْ هٰذِهِ صَلَاتُكَ؟ قَالَ: مُنْذُ أَرْبَعِينَ سَنَةً، قَالَ: فَقَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ: مَا صَلَّيْتَ مُنْذُ أَرْبَعِينَ سَنَةً وَلَوْ مُتَّ وَهٰذِهِ صَلَاتُكَ لَمُتَّ عَلٰى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِي فُطِرَ عَلَيْهَا مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قَالَ: ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهِ يُعَلِّمُهُ، فَقَالَ: إِنَّ الرَّجُلَ لَيُخَفِّفُ فِي صَلَاتِهِ، وَإِنَّهُ لَيُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ، مسند احمد، رقم:۲۳۲۵۸

(۲۶) ہمارے اندر رکوع سجدے قومے اور قاعدے میں جلدی کرنے کا عام رواج اور عام مزاج ہے۔(۱)

---

(۱) حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگ تعدیلِ ارکان واتیانِ سنن (سنتوں کی ادائیگی) کا اہتمام نہیں کرتے نہ قومہ ہے نہ جلسہ ہے، رکوع بھی ہیئتِ مسنونہ پر نہیں، قیام بھی قدر قرأتِ مسنونہ سے کم ہے، قرأت میں بھی غلط صحیح کی خبر نہیں۔(اصلاحِ انقلاب اُمّت،ص:۱۰۷)

ہمارے حضرت والا (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم) تعدیلِ ارکان کا خوب اہتمام فرماتے ہیں جس کی وجہ سے دُنیا بھر کے لاکھوں مسلمانوں کی نماز دُرست ہورہی ہے، تعدیلِ ارکان کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے علامہ شیخ محمد آفندی حنفی متوفی ۹۸۱ھ کا کتابچہ ''مُعَدِّلُ الصَّلاۃ'' مترجم جس کے مطالعہ کا علامہ شامی نے تعدیلِ ارکان کے تحت مشورہ دیا ہے۔(مکتبۂ احسان لکھنؤ سے چھپی ہے)۔اس کا خلاصہ تحفۃ الائمہ میں موجود ہے،اسے یہاں نقل کیا جارہا ہے۔

قومہ اور جلسہ میں عدمِ اطمینان ایک بڑی کوتاہی:

ایک بڑی کوتاہی جو آج عام طور سے دیکھی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ قومہ اور جلسہ میں اطمینان نہیں کیا جاتا؛ حالانکہ یہ واجب ہے۔

رکوع اور سجدہ کی طرح قومہ اور جلسہ میں بھی احناف کے ہاں راجح قول کے مطابق اعتدال اور اطمینان واجب ہے۔اگرچہ ایک روایت سنت ہونے کی بھی ہے لیکن حدیثوں کا تقاضہ وجوب کا ہے، اسی لیے محقق علامہ کمال الدین ابن الہُمام اور ان کے شاگرد علامہ ابن امیر حاج نے وجوب کو ترجیح دی ہے، بل کہ ابن امیر حاج نے اسی کو درست قرار دیا ہے یعنی دوسرا قول صحیح نہیں ہے جیسا فتاویٰ شامی میں ہے: وَالْقَوْلُ بِوُجُوبِ الْكُلِّ هُوَ مُخْتَارُ الْمُحَقِّقِ ابْنِ الْهُمَّامِ وَتِلْمِيذِهِ ابْنِ أَمِيرِ حَاجٍ حَتَّى قَالَ إِنَّهُ

....

الصَّوَابُ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ (شامی الصلوة باب صفت الصلوة، ص ۱۵۷، ج ۲، ردالمحتار، مکتبۂ زکریا)

علّامہ حصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ درمختار میں واجبات کے بیان میں لکھتے ہیں: وَتَعْدِيْلُ الْأَرْكَانِ أَيْ تَسْكِيْنُ الْجَوَارِحِ قَدْرَ تَسْبِيْحَةٍ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَكَذَا فِي مَاقَامَ مِنْهُمَا عَلَى مَااخْتَارَهُ الْكَمَالُ ت(شامی، الصلوٰۃ، باب فی واجبات الصلوٰۃ: ۱/ ۴۶۴) ترجمہ: یعنی نماز کے واجبات میں سے تعدیلِ ارکان بھی ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ رکوع اور سجدہ نیز دونوں سے اُٹھ کر (قومہ اور جلسہ میں) اعضاء کو ایک تسبیح کے بقدر ساکن رکھنا چاہیے۔یہی کمال ابن الہُمام رحمہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ قول ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ اِس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ البحر الرائق میں ہے کہ دلیل کا تقاضہ یہ ہے کہ اِن چاروں یعنی رکوع، سجدہ، قومہ اور جلسہ میں اطمینان واجب ہو اور خود قومہ اور جلسہ بھی واجب ہو اِس لیے کہ آنحضرت ﷺ نے اِن تمام پر ہمیشہ عمل فرمایا اور جن صحابیؓ نے اچھی طرح نماز نہیں پڑھی تھی اُن کو اِن تمام کا حکم دیا اور قاضی خان نے ذکر کیا ہے کہ اگر بھول کر کوئی رکوع سے نہ اُٹھے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا' محیط میں بھی ایسا ہی ہے۔اور جلسہ بین السجدتین کا بھی یہی حکم ہوگا، کیونکہ قومہ اور جلسہ کا معاملہ ایک ہی ہے۔(شامی، الصلوٰۃ، باب فی واجبات الصلوٰۃ: ۱/ ۴۶۴)(ایضاً)

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ آگے لکھتے ہیں کہ شرحِ منیہ میں ہے' دلیل کو نہیں چھوڑا جائے گا جبکہ کوئی (فقہی) روایت اس کے موافق ہو لہٰذا وجوب ہی کو اختیار کریں گے،

نیز لکھتے ہیں، قاضی صدر نے اپنی شرح میں تمام ارکان کی تعدیل کے بارے میں سخت تاکید کی ہے، اور کہا ہے کہ ہر رکن کو مکمل کرنا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں واجب ہے، اور امام ابو یوسف اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں فرض ہے، اس لیے رکوع سجدہ اور اِن دونوں کے درمیان قومہ میں اِتنا ٹھہرنا چاہیے کہ ہر عضو مطمئن ہو جائے، اِتنا ٹھہرنا امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہاں

←

واجب ہے۔اگر کسی نے اِن کو بھول کر چھوڑ دیا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا اور اگر عمداً چھوڑا تو سخت مکروہ ہوگا اور نماز کا اِعادہ ضروری ہوگا، الخ۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: حاصل یہ ہے کہ روایت و دلیل کے لحاظ سے تعدیلِ ارکان واجب ہے۔قومہ اور جلسہ اور اُن کی تعدیل کے بارے میں مشہور بات مذہب میں یہ ہے کہ سنت ہیں۔لیکن وجوب کی بھی ایک روایت ہے، اور یہی دلائل کے موافق ہے۔اور اسی کو ابن الہُمام اور اُن کے بعد متاخرین نے اختیار کیا ہے۔ اور اُن کے شاگرد ابنِ امیر حاج کا قول آپ جان چکے ہیں کہ یہی صواب ہے۔اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ اِن تمام کی فرضیت کے قائل ہیں۔

اِسی کو مجمع اور عینی میں اختیار کیا ہے۔اور امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہی قول ہمارے تینوں اماموں سے نقل کیا ہے۔فیض الباری میں کہا کہ یہی احوط ہے۔یہی امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا بھی مذہب ہے۔(ردالمحتار، مطلب لا ینبغی ان یعدل عن الدرایة:۱/ ۴۶۴)

مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ ''معارف السنن'' میں لکھتے ہیں کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے تعدیلِ ارکان کی فرضیت جو منقول ہے اِس سے مراد عملی فرضیت ہے۔ ابن الہُمام محقق نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔اس طرح ہمارے ائمہ کے درمیان اختلاف ختم ہوجاتا ہے(اس لیے کہ واجب پر بھی عمل کرنا ضروری ہوتا ہے)۔

نیز لکھتے ہیں: تحقیق یہ ہے کہ ہمارے یہاں بھی اِتنی دیر ٹھہرنا کہ حرکت بند ہوجائے فرض ہے۔پھر ایک تسبیح کی مقدار ٹھہرنا واجب ہے۔اور تین تسبیح کے بقدر سنت۔علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہی تحقیق پیش کی ہے۔اور اِسی کو امام ابوحنیفہ، امام مالک، سفیان ثوری، امام اوزاعی، صاحبین اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب قرار دیا ہے اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے استدلال کیا ہے۔(معارف السنن، الصلوٰۃ، باب ماجاء فی التسبیح فی الرکوع والسجود:۳/ ۹)

←

وضاحت: غور فرمائیے؛ محدّثِ عصر شیخ بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''تین تسبیح کی مقدار سنت ہے، اب جو شخص سنت کے موافق نماز پڑھنا چاہے تو اُس کو چاہیے کہ تین تسبیح کی مقدار قومہ جلسہ کرے''۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے تینوں اماموں کی طرف تعدیلِ ارکان کی فرضیت کو منسوب کیا ہے۔ علّامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر میں ہے کہ امام طحاویؒ ہمارے مذہب کے سب سے بڑے عالم ہیں، جب اُنہوں نے کوئی اختلاف نہیں ذکر کیا' اِس لیے میرے نزدیک بھی اختلاف ثابت نہیں۔

نیز فرماتے ہیں کہ بدائع میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ جو شخص تعدیل کو ترک کردے اُس کے بارے میں فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ اُس کی نماز جائز نہیں۔ اِس سے معلوم ہوا کہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تعدیل کا بہت اہتمام فرماتے ہیں۔ تو جس نے ہم احناف کی طرف یہ بات منسوب کی ہے کہ یہ لوگ تعدیل کی پرواہ نہیں کرتے اُس نے ہم پر بڑا بہتان لگایا۔

مجھ پر یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ اِس مسئلہ میں بالکل اختلاف نہیں، اس لیے کہ تعدیل اتنی مقدار میں کہ حرکتِ انتقالیہ منقطع ہوجائے ہمارے یہاں بھی فرض ہے۔ اور شوافع اِسی کو رکن کہتے ہیں اور ایک تسبیح کے بقدر واجب ہے اور اُس سے زائد سُنّت ہے۔ اب ہمارے اور اُن کے درمیان کوئی اختلاف نہیں رہا۔ (فیض الباری، الأذان، باب المکث بین السجدتین، ۲/ ۹۸۳، رقم: ۸۱۱)

جمہور نے تعدیل کو جن روایات کی وجہ سے ضروری قرار دیا اُن میں سے ایک خلاد بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ والی روایت ہے جو بخاری شریف میں اِس طرح مذکور ہے؛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ مسجد میں تھے کہ ایک آدمی (خلاد بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آئے، نماز پڑھی، پھر حضرت کے پاس آکر سلام کیا۔ آنحضرت ﷺ نے اُن کے سلام کا جواب دیا اور

فرمایا: ''اِرْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ'' جاؤ! پھر پڑھو تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ چنانچہ اُنہوں نے پھر نماز پڑھی اور آ کر سلام کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وہی بات ارشاد فرمائی کہ جاؤ! پھر نماز پڑھو تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ اِسی طرح تین بار ہوا پھر اُن صاحب نے کہا: اُس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا! میں اِس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا، آپ مجھ کو سکھایئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب نماز کے لیے کھڑے ہو تو تکبیر کہو پھر جو قرآن میسّر ہو پڑھو پھر رکوع کرو تو رکوع کی حالت میں اطمینان کرو ''ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ افْعَلْ ذَالِكَ فِي صَلٰوتِكَ كُلِّهَا'' یعنی پھر رکوع سے سر اٹھاؤ یہاں تک کہ کھڑے ہو کر معتدل ہو جاؤ (یعنی کھڑے ہو کر اطمینان کرو)۔

ابنِ ابی شیبہؒ کی روایت میں جو مسلم کی سند سے مروی ہے ''حَتّٰى تَطْمَئِنَّ قَائِمًا'' یعنی کھڑے ہو کر اطمینان کرلو، آیا ہے، پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدہ کی حالت میں اطمینان کرو پھر سجدہ سے اُٹھو حتیٰ کہ اطمینان کے ساتھ بیٹھو (یعنی جلسہ میں اطمینان کرو) پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدہ کی حالت میں اطمینان کرو پھر پوری نماز میں ایسا ہی کرو۔

(بخاری، الاذان، باب امر النبی الذی لا یتم رکوعه بالعادة: ۱/۱۰۹)

ترمذی میں حضرت رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی قصہ مروی ہے۔ اِس میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ ایک صاحب آئے دیہاتی کی طرح (یہ خلاد بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے) اور نماز پڑھی اور ہلکی نماز پڑھی ''الی اخر الحدیث''

دیہاتی کی طرح اِس لیے فرمایا کہ اُن کو نماز کا طریقہ اچھی طرح نہیں آتا تھا۔ جیسے عام طور سے دیہات کے لوگ مسائل سے ناواقف ہوتے تھے ایسے ہی یہ بھی تھے؛ ورنہ دیہات کے رہنے والے نہیں تھے۔ (فتح الباری) ←

دیکھئے اس واقعہ میں آنحضرت ﷺ نے پانچ مرتبہ اطمینان کا لفظ یعنی ''حَتّٰی تَطْمَئِنَّ'' استعمال فرمایا کہ نماز کے ہر رُکن کی ادائیگی میں اطمینان ہو، ہر رُکن سے دوسرے رُکن کی طرف انتقال میں اطمینان ہو۔جس طرح رکوع اور سجدہ میں اطمینان کا حکم دیا اُسی طرح قومہ اور جلسہ میں بھی اطمینان کا حکم دیا۔تو اگر رکوع اور سجدہ میں اطمینان فرض یا واجب ہے تو قومہ اور جلسہ میں بھی فرض یا واجب ہوگا۔دونوں میں تفریق صحیح نہیں ہوگی۔ اِسی لیے ابنِ امیر حاجؒ نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے۔یعنی دوسرا قول سنیت کا صحیح نہیں۔

ائمۂ کرام کو چاہیے کہ تعدیلِ ارکان کا بہت ہی زیادہ اہتمام فرمائیں، مقتدیوں کا بھی آہستہ آہستہ ذہن بنائیں تا کہ وہ بھی اطمینان سے رکوع سجدہ اور قومہ وجلسہ کو ادا کرنے والے بن جائیں، اِس لیے کہ تعدیلِ ارکان نہ کرنے والے کے لیے بہت ہی سخت وعید وارد ہوئی ہے۔

اِن حدیثوں میں جس اطمینان کو واجب بتایا گیا ہے اُس کا مطلب یہ ہے کہ اِن تمام مقامات پر اعضاء کو سکون ہوجائے۔ اِس کی کم سے کم حد ہمارے فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے ایک تسبیح مقرر فرمائی کہ جتنی دیر میں ایک مرتبہ تسبیح پڑھی جائے اُتنی دیر ٹھہرا جائے تا کہ سکون اور توقف کا تحقّق محسوس ہو سکے۔

جو لوگ اِس طرح نماز پڑھتے ہیں کہ اُن کے قومہ اور جلسہ میں ایک تسبیح کے بقدر سکون اور توقف نہیں ہوتا' اگر قصداً ایسا کرتے ہیں تو اُن کی نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے۔یعنی پھر سے دوبارہ پڑھنا واجب ہے (اور عام طور سے لوگ قصداً ہی جلدی کرتے ہیں۔ جہالت اور نہ جاننا بھی قصداً ہی کی ایک صورت ہے)

اور جو لوگ سہواً ایسا کرتے ہیں اُن پر سجدۂ سہو واجب ہوگا۔اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو اِس واجب کے چھوڑنے کی وجہ سے نماز کو دُہرانا ضروری ہوگا۔(ایضاً)

یہ ذیل میں ہم تعدیلِ ارکان کی اہمیت کے پیشِ نظر علامہ محمد آفندی البرکلی کی کتاب ''مُعَدِّلُ الصَّلوۃ'' سے کچھ اقتباسات نقل کرتے ہیں جو کہ ایک عظیم المنفعت کتاب

....

ہے، اس کے مصنّف علّامہ برکلی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک معتبر حنفی عالم ہیں، اُن کی اِس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے سینہ میں ایک درد بھرا دل رکھتے تھے، مسلمانوں کی نمازوں میں کوتاہیوں کو دیکھ کر بڑے دردمند دل کے ساتھ یہ کتاب لکھی ہے، مسائل کو احادیثِ مبارکہ اور فقہاءِ احناف کی عبارتوں سے مدلّل کیا ہے۔ ترکی کے رہنے والے ہیں جو حنفیہ کا مرکز رہا ہے، بے شمار علماء یہاں سے اُٹھے، اور علمِ دین کی خدمات انجام دیں، اُنہوں نے بہت سی کتابیں لکھیں، جیسا کہ اُن کے تذکرہ سے معلوم ہوگا۔

علامہ شامی المعروف ابن عابدینؒ، متوفی ۱۲۵۲ھ کا علامہ شیخ محمد افندی رومی برکلی حنفیؒ متوفی ۹۸۱ھ کے کتابچہ مُعَدِّلُ الصَّلٰوۃ (تعدیلِ ارکان کی اہمیت اور حفاظت) کے مطالعہ کی طرف توجّہ دلانا:

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تعدیلِ ارکان کی بحث میں اُن کی کتاب کے مطالعہ کی طرف اہلِ علم کو اِن الفاظ کے ساتھ متوجّہ کیا ہے جس سے اِس کتاب کی اہمیت اور عظمت ظاہر ہوتی ہے؛ چنانچہ علّامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلِلْعَلَّامَةِ الْبَرْكَلِيِّ رِسَالَةٌ سَمَّاهَا (مُعَدِّلُ الصَّلوة) أَوْضَحَ الْمَسْئَلَةَ فِيهَا غَايَةَ الْإِيْضَاحِ وَبَسَطَ فِيْهَا أَدِلَّةَ الْوُجُوبِ وَذَكَرَ مَا يَتَرَتَّبُ عَلَى تَرْكِ ذٰلِكَ مِنَ الْآفَاتِ وَأَوْصَلَهَا إِلَى ثَلٰثِيْنَ آفَةً، وَمِنَ الْمَكْرُوهَاتِ الْحَاصِلَةِ فِي صَلوةِ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَأَوْصَلَهَا إِلٰى أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثِ مِائَةٍ وَخَمْسِيْنَ مَكْرُوهًا فَيَنْبَغِي مُرَاجَعَتُهَا وَمُطَالَعَتُهَا. (ردالمحتار، باب صفۃ الصلوۃ، مطلب لا ینبغی ان یعدل ....۱/ ۵۶۴۔ ترجمہ: علّامہ برکلی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک رسالہ ہے اُس کا نام رکھا ہے "مُعَدِّلُ الصَّلٰوۃ" اُس میں مسئلہ کی بہت تفصیل کی ہے اور وجوب کے دلائل پھیلا کر ذکر کیے ہیں اور تعدیل کے ترک پر جو آفات مرتب ہوتی ہیں اُن کو بتایا ہے کہ تیس (۳۰) ہیں اور رات دن کی نمازوں میں جو مکروہات لازم آتے ہیں اُن کو بتایا ہے کہ تین سو پچاس (۳۵۰) ہیں، مناسب ہے کہ اُس رسالہ کو دیکھا جائے اور مطالعہ کیا جائے۔

←

اِس کتاب کا اردو ترجمہ عربی عبارت کے ساتھ محدثِ کبیر علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بیسیوں کتابوں کے مصنّف ابولمآثر حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ کے شاگرد اور حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کے خلیفہ شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن اعظمی دامت برکاتہم (مقیم آزادول جنوبی آفریقہ) نے کیا ہے، (زم زم پبلشرز کراچی نے اس کو شائع کیا ہے) اُمید ہے کہ اِس کی اشاعت سے علماء کرام اور عام مسلمان مستفید ہوں گے، خاص طور سے قومہ اور جلسہ اور اِن دونوں میں اطمینان و اعتدال پر مصنّف نے بہت زور دیا ہے، اِس بحث کو خاص طور سے توجّہ سے دیکھنا چاہیے اور جو کوتاہی اپنے اندر یا دوسروں کے اندر دیکھیں اُس کی اصلاح کی فکر کریں، غلطی کی اصلاح بہت مشکل ہوتی ہے۔ایک عادت پڑ جانے کے بعد اُس کو بدلنا کافی مشکل ہے، جب تک خصوصی توجّہ نہیں دی جائے گی پُرانی عادت نہیں بدل سکتی، اِس کوتاہی کی وجہ سے بہت نقصان ہے، بہت سے لوگوں کی نمازیں ضائع ہو رہی ہیں، اہلِ علم اِس کی طرف توجّہ فرمائیں اور مسلمانوں کو تنبیہ فرمائیں تو اُمید ہے کہ اصلاح ہو جائے گی، اور کوشش کرنے والے اجرِ عظیم کے مستحق ہوں گے۔ ہمارے فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارت پر غور فرمائیں کہ اُنہوں نے سخت وعید ذکر فرمائی ہے:

وَقَالَ ابْنُ الْهُمَامِ رَحِمَهُ اللّٰهُ سُئِلَ مُحَمَّدٌ عَنْ تَرْكِ الْاِعْتِدَالِ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ فَقَالَ: أَخَافُ أَنْ لَّاتَجُوْزَ صَلَاتُهٗ، وَكَذَا فِي الْخُلَاصَةِ، وَكَذَارُوِيَ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، ذَكَرَهٗ فِيْ شَرْحِ الْمُنْيَةِ

وَفِي الظَّهِيْرِيَّةِ: قَالَ الْقَاضِي الْاِمَامُ صَدْرُ الْاِسْلَامِ أَبُوالْيُسْرِ: اِنَّ مَنْ تَرَكَ الْاِعْتِدَالَ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ يَلْزَمُهُ الْاِعَادَةُ، وَاِذَاعَادَيَكُوْنُ الْفَرْضِ الثَّانِي دُوْنَ الاَوَّلِ، وَذَكَرَ الشَّيْخُ شَمْسُ الْاَئِمَّةِ السَّرَخْسِيُّ: أَنْ يَّلْزَمَهُ الْاِعَادَةُ، وَلَمْ يَتَعَرَّضْ أَنَّ الْفَرْضَ هُوَالثَّانِيْ أَوِالْاَوَّلَ، انتہی۔(معدّل الصلوٰۃ: ۲۴،۲۵)

ترجمہ: ’’محقق ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے

پوچھا گیا کہ رکوع وسجود میں اطمینان چھوڑ دے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا: مجھے ڈر ہے کہ اُس کی نماز جائز نہیں، اور اِسی طرح خلاصہ میں بھی ہے، اور اِسی طرح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مروی ہے، شرح منیہ میں اِس کا ذکر ہے۔

اور فتاویٰ ظہیریہ میں ہے کہ قاضی امام صدر الاسلام ابوالیسر (متوفی ۴۹۳ھ) نے فرمایا: جو رکوع وسجود میں اطمینان چھوڑ دے اُس پر دوبارہ پڑھنا ضروری ہے، اور دوسری نماز فرض ادا ہوگی نہ کہ اوّل۔ اور امام شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ ذکر فرمایا کہ دوبارہ پڑھنا لازم ہے، لیکن یہ نہیں ذکر فرمایا کہ پہلی نماز فرض ہے یا دوسری

قَالَ الشَّيْخُ اَكْمَلُ الدِّيْنِ فِيْ شَرْحِ الْمَشَارِقِ: قَوْلُهٗ (ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْدِلَ قَائِمًا) يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ تَعْدِيْلَ الْاَرْكَانِ فِيْهَا وَاجِبٌ۔ انتهى

وَفِيْ كَلَامِهٖ دَلَالَةٌ عَلٰى شُمُوْلِ تَعْدِيْلِ الْاَرْكَانِ لِطَمَانِيْنَةِ الْقَوْمَةِ عَلٰى مَانَقَلْنَاهُ مِنَ الْمَغْرِبِ وَالْاِخْتِيَارِ وَعَلٰى رِوَايَةِ الْوُجُوْبِ فِيْهَا۔

وَمِنْهَا: مَارَوَى الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رُكُوْعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُجُوْدُهٗ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ مَاخَلَا الْقِيَامَ وَالْقُعُوْدَ قَرِيْبًا مِّنَ السَّوَآءِ۔ (بخاری، الاذان، باب حد اتمام الرکوع والاعتدال فیہ: ۱/۱۰۹، نقلاً عن معدّل الصلوٰۃ: ۴۰)

ترجمہ: ’’شیخ اکمل الدین مشارق کی شرح میں لکھتے ہیں: کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد کہ ’’پھر اُٹھو یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہوجاؤ‘‘ یہ بتلاتا ہے کہ تعدیلِ ارکان واجب ہے۔

اُن کے کلام سے معلوم ہوا کہ تعدیلِ ارکان کا لفظ قومہ کے اطمینان کو بھی شامل ہے جیسا کہ ہم نے مغرب اور اختیار سے نقل کیا ہے اور اِس سے وجوب کی روایت کا بھی پتہ چلا۔

(۱) ایک حدیث براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ہے جس کو امام بخاری اور امام مسلم رحمہا اللہ تعالیٰ نے روایت کیا، وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رکوع اور سجدہ، اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا اور رکوع سے سر اُٹھا کر کھڑے رہنا یہ سب تقریباً برابر تھا قیام اور قعود کو چھوڑ کر۔

....

يَقُوْلُ الْعَبْدُالضَّعِيْفُ عَصَمَهُ اللّٰهُ: ''فِی هٰذَاالْحَدِيْثِ الشَّرِيْفِ دَلَالَةٌ عَلٰی أَعْلٰی مَرَاتِبِ طَمَانِيْنَةِ الْقَوْمَةِ وَالْجَلْسَةِ، وَهُوَمَايَسَعُ فِيْهِ قِرَاءَةُ الْفَاتِحَةِ تَقْرِيْبًا، إِذَالَابُدَّفِی الْقِيَامِ مِنْ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ وَثَلَاثِ آيَاتٍ، وَالظَّاهِرُ أَنْ يَقْرَأَ سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ ....وَالتَّعَوُّذَ وَالْبَسْمَلَةَ، وَأَقَلُّ مَرَاتِبِ الْقُرْبِ مِنْ مُسَاوَاتِهَا اَنْ يَزِيْدَعَلٰی نِصْفِهَا''۔

وَمِنْهَا: مَارَوَاهُ أَيْضًا عَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''اَتِمُّوا الرُّکُوْعَ وَالسُّجُوْدَ'' (**بخاری، الایمان والنذر، باب کیف کانت یمین النبی، رقم: ٦٦٤٤**)وَالْإِتْمَامُ إِنَّمَايَکُوْنُ بِالطَّمَانِيْنَةِ، فَيَدُلُّ عَلٰی وُجُوْبِهَا۔ (**نقلاً عن معدل الصلوٰۃ: ٤١، ٥٢**)

ترجمہ: ''بندۂ ضعیف۔ اللہ تعالیٰ اُس کی حفاظت فرمائے۔ کہتا ہے کہ اِس حدیث شریف میں قومہ اور جلسہ کے اعلیٰ درجہ کے اطمینان کی دلیل ہے، اور وہ یہ ہے کہ اتنی دیر ٹھہریں جس میں سورۂ فاتحہ تقریباً پڑھ سکیں اِس لیے کہ قیام میں سورۂ فاتحہ اور تین آیتوں کا پڑھنا توضروری ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ ''سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ'' اور تعوذ تسمیہ پڑھتے ہوں گے، اور مساوات کا سب سے کم درجہ یہ ہے کہ نصف سے زائد ہو۔

(٢) دوسری دلیل حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ رکوع وسجود پورا کرو، اور پورا کرنا اطمینان ہی سے ہوگا، لہٰذا اطمینان واجب ہوا۔ یہ حدیثیں بتاتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا ہمیشہ کرتے تھے۔

ہم اِس کتاب میں ذکر کردہ آفات یہاں نقل کر رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

تعدیلِ ارکان کو چھوڑنے کی آفتوں پر تنبیہ:

إِعْلَمْ أَنَّ أَکْثَرَالنَّاسِ تَرَکُوا الْقَوْمَةَ وَالْجَلْسَةَ فَضْلًا عَنِ الطَّمَانِيْنَةِ فِيْهِمَا فَإِنَّهَا صَارَتْ کَالشَّرِيْعَةِ الْمَنْسُوْخَةِ۔

فَنَقُوْلُ: فِيْهِ آفَاتٌ کَثِيْرَةٌ ظَاهِرَةٌ لَّايَحْتَاجُ إِلٰی ذِکْرِهَا إِلَّا جَاهِلٌ مَغْرُوْرٌ بِعَادَةِ الْعَوَامِ،

←

أَوْعَالِمٌ سَكْرَانُ بِحُبِّ الْجَاهِ وَكَثْرَةِ الْحِطَامِ، اَوْغَافِلٌ مَشْغُوْلٌ بِمَصَالِحِ الْأَنَامِ، وَالَّتِيْ تَحْضُرُ الْاٰنَ بِبَالِيْ مِنْ ضَرَرِ تَعَوُّدِ تَرْكِ تَعْدِيْلِ الْأَرْكَانِ وَآفَاتِهٖ ثَلَاثُوْنَ:

اَلْأَوَّلُ: إِيْرَاثُ الْفَقْرِ، فَإِنَّ تَعْدِيْلَ أَرْكَانِ الصَّلَاةِ وَتَعْظِيْمَهَا مِنْ أَقْوَى الْأَسْبَابِ الْجَالِبَةِ لِلرِّزْقِ، وَالتَّرْكُ وَالتَّهَاوُنُ مِنَ الْأَسْبَابِ السَّالِبَةِ لَهٗ، كَذَاذَكَرَهٗ فِيْ تَعْلِيْمِ الْمُتَعَلِّمِ۔ (تعلیم المتعلم،فصل فی مایجلب الرزق ومایمنعہ۔۔۔۔۔۔۷۳)

وَالثَّانِيْ: إِيْرَاثُ الْبُغْضِ لِمَنْ يَرٰى مِنْ عُلَمَاءِ الْاٰخِرَةِ، وَسُقُوْطُ الْحُرْمَةِ عِنْدَهُمْ، فَيُهَوِّنُ فِيْ دِيْنِهٖ، وَلَا يَعْتَمِدُوْنَ عَلَيْهِ فِى الْأَقْوَالِ وَالْأَفْعَالِ۔

وَالثَّالِثُ: إِضَاعَةُ حُقُوْقِ النَّاسِ بِسُقُوْطِ الشَّهَادَةِ، وَأَنَّ مَنِ اعْتَادَ تَرْكَ الْقَوْمَةِ وَالْجَلْسَةِ وَالطَّمَانِيْنَةِ فِيْ أَحَدِهِمَا صَارَ مُصِرًّا عَلَى الْمَعْصِيَةِ فَلَا يُعْدَلُ وَلَا يُزَكّٰى۔ (نقلاً عن معدل الصلوٰۃ:۵۰،۵۱)

ترجمہ: معلوم ہونا چاہیے کہ اکثر لوگوں نے سِرے سے قومہ اور جلسہ ہی کو چھوڑ رکھا ہے اِن میں اطمینان کی بات کو جانے دیجئے، اِس کی کیا بات کرتے ہیں، یہ اطمینان تو منسوخ شریعت کی طرح ہوگیا ہے (اناللہ وانا الیہ راجعون)۔

ہم کہتے ہیں کہ اطمینان کو چھوڑنے میں بہت سی آفتیں ہیں جو ظاہر ہیں، اُن کی ضرورت صرف اُس جاہل کیلئے ہے جو عوام کی عادت سے دھوکہ میں ہے، یا اُس عالم کیلئے ہے جو حُبِّ جاہ اور دُنیا کی کثرت کے نشہ میں ہے، یا اُس عالم کیلئے ہے جو مخلوق کی مصلحتوں میں مشغول ہے۔ ترکِ تعدیل کا عادی ہونے سے جو نقصانات اور آفتیں لازم آتی ہیں اُن میں سے تیس (۳۰) اِس وقت میرے ذہن میں ہیں:

(۱) فقر اور محتاجی: نماز کے ارکان کی تعدیل و تعظیم روزی لانی والے قوی تر اسباب میں سے ہے، اور اُس کو چھوڑنے اور اُس میں سُستی کرنے سے روزی چھن جاتی ہے، ایسا ہی تعلیم المتعلم میں مذکور ہے۔ (یہ صاحبِ ہدایہ کے شاگرد برہان الاسلام زرنوجی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہے)۔

←

(۲) **جو شخص تعدیل نہیں کرتا وہ عُلماءِ آخرت کی نگاہ میں مبغوض ہو جاتا ہے، محترم نہیں** رہتا، دین میں بے عزّت ہو جاتا ہے، اُس کے اقوال و افعال پر اعتماد نہیں کرتے۔

(۳) **اُس کی شہادت رد کر دی جاتی ہے**، اِس طرح لوگوں کے حقوق ضائع ہو جاتے ہیں، جو شخص قومہ اور جلسہ کو اور اُن میں سے کسی کے اندر اطمینان کو ترک کرنے کا عادی ہے وہ معصیت پر اَڑا رہنے والا ہے، اس کا تزکیہ اور تعدیل نہیں کی جاسکتی، (اِس لیے گواہی قبول نہیں ہوگی)۔

(۴) **دوسروں کی معصیت کا سبب بنے گا:** ہر ایسے شخص پر جو قادر اور (ترکِ تعدیلِ ارکان سے) بَری ہے (اُس پر) اِنکار واجب ہے، اُس نے نکیر نہیں کی تو دوسروں کی معصیت کا سبب بنے گا (جو تعدیلِ ارکان کے عادی ہیں)۔

(۵) **معصیت کا اظہار:** لوگوں کے سامنے روزانہ پانچ مرتبہ اور اُس سے زیادہ معصیت کا اظہار یہ ایک دوسرا گناہ ہے اِس لیے آدمی مغفرت سے دور ہو جاتا ہے اِس کے بَرخلاف اگر کوئی چھپ کر گناہ کرے تو مغفرت سے قریب ہے، اِس لیے کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں سے گناہ کو پیش کر کے فرمائیں گے کہ مَیں نے دُنیا میں اِن گناہوں پر پَردہ ڈالا تھا آج بھی اِن کو چھپاتا ہوں۔

(۶) **اگر اِعادہ نہیں کیا تو دو گناہ ہو جائیں گے:** اِعادہ کا فرض یا واجب ہونا، جیسا کہ مقدمہ میں مذکور ہوا، اگر اِعادہ نہیں کیا تو دو گناہ ہو جائیں گے۔

(۷) **حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ملت کے علاوہ پر موت کا آنا:** العیاذ باللہ، جیسا کہ مطلب میں مذکور ہوا۔

(۸) **ایسے شخص کو چور کہہ سکتے ہیں** بلکہ سب سے بُرا چُور ہے، یہ بات بھی مذکور ہو چکی ہے۔

(۹) **اللہ تعالیٰ کی نظرِ کرم سے ایسے شخص کی نماز محروم رہتی ہے۔**

(۱۰) **نماز قبول نہیں ہوتی**، اس لیے کہ اَصبہانیؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: آدمی ساٹھ سال تک نماز پڑھتا ہے

اور اُس کی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی، شاید وہ رکوع پورا کرتا ہے اور سجدہ پورا نہیں کرتا، یا سجدہ پورا کرتا ہے اور رکوع پورا نہیں کرتا۔

(۱۱) **نماز کا کن کٹی ہونا**، طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ سے پوچھا، میں بھی وہیں تھا: اگر یہ ستون تم میں سے کسی کا ہو تو اُس کو توڑنا اور ناقص کرنا پسند نہیں ہوگا تو پھر نماز کو جو اللہ تعالیٰ کیلئے ہے کیسے ناقص کرتا ہے؟ اپنی نماز کو مکمل کرو اللہ تعالیٰ کو مکمل نماز ہی پسند ہے۔

(۱۲) **نماز کا چہرہ پر مار دیا جانا اور اوپر نہ چڑھنا**، اصبہانیؒ نے مرفوعاً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ جب کوئی نماز پڑھتا ہے تو دو فرشتے اُس کے دائیں اور بائیں موجود رہتے ہیں، اگر وہ بندہ اُس کو مکمل پڑھتا ہے تو فرشتے اُس کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں، اور اگر مکمل نہیں پڑھتا تو اُس کو اُس کے چہرہ پر مار دیتے ہیں۔

(۱۳) **اللہ تعالیٰ سے مُناجات میں بے ادبی ہے**، اور جو حکمِ الٰہی ہے اُس کا ترک لازم آتا ہے، کیونکہ ابنِ خزیمہؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ذکر کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو ظہر کی نماز پڑھائی، سلام پھیرنے کے بعد ایک آدمی کو جو آخری صف میں تھے پکارا اور فرمایا: اے فلاں! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے نہیں؟ دیکھتے نہیں تم کیسی نماز پڑھتے ہو، تم میں سے کوئی جب نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے تو اُس کو دیکھ لینا چاہیے کہ کیسے سرگوشی کرتا ہے۔

(۱۴) **ناکامی اور خسارہ**، ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ذکر کیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے قیامت کے دن بندہ کے اعمال میں سے اُس کی نماز کا حساب ہوگا، اگر وہ ٹھیک نکلی تو کامیاب اور بامراد ہوگا اور اگر خراب نکلی تو ناکام اور فیل ہوگا۔

اگر فساد سے مراد بطلان ہے تو یہ آفت ہے امام ابو یوسف، مالک، شافعی، احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے قول پر، لیکن ظاہر یہ ہے کہ اِس سے مراد مرغوب وصف کا فساد ہے بولا جاتا

←

ہے،(فسد اللؤلوٴ) موتی خراب ہو گیا جبکہ پیلا ہو جائے، اور فسد اللحم گوشت خراب ہو گیا جبکہ بدبودار ہو جائے، اِسی سے بولتے ہیں بیعِ فاسد (جبکہ وصف میں فساد ہو) تو یہ آفت ہو گی امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر۔

(۱۵) **یہ تمام بقیہ اعمال کے فساد کا سبب ہے:** طبرانی نے اوسط میں عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے کہ قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا، اگر صحیح نکلی تو بقیہ اعمال بھی صحیح ہوں گے اور اگر نماز خراب نکلی تو بقیہ اعمال بھی خراب ہوں گے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کا فساد ظاہر ہوگا اِس پر پردہ نہیں ڈالا جائے گا اور اِس سے چشم پوشی نہیں ہوگی، جیسا کہ بقیہ اعمال کے صالح ہونے سے مراد اُس کے فساد پر پردہ ڈالنا اور اُس کو صلاح شمار کرنا ہے، بقیہ نیک اعمال کا فاسد ہونا مراد نہیں اِس لیے کہ یہ معصیت سے عمل کا حبط (ضائع ہونا) ہے اور ہم اس کے قائل نہیں۔

(۱۶) **جو تعدیلِ ارکان کے بغیر نوافل پڑھتا ہے تو وہ گنہگار، عذاب جہنم کے لائق ہے،** اُس پر اس کا اعادہ یا قضاء واجب ہے۔ اگر اعادہ نہیں کیا تو یہ پہلے کی طرح دوسرا گناہ ہے، اگر ہم نیچے اتر کر سنیت کے قائل ہوں تو اس طرح نماز پڑھنا عتاب کا سبب ہوگا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت سے محرومی کا، اور اگر نماز نہ پڑھے تو نہ عذاب کا مستحق ہوگا نہ عتاب اور شفاعت سے محرومی کا، ایسے شخص پر وہ آیت صادق آئے گی جس میں فرمایا گیا ہے کہ ”یہ لوگ کوشش کر رہے ہیں یہ سمجھ کر کہ اچھا کر رہے ہیں حالانکہ اُن کی ساری محنت بیکار ہے“ اور یہ آیت بھی اُن کیلئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جس کا اُن کو گمان بھی نہیں تھا۔ یہی وہ کھلا ہوا خسارہ اور بڑا نقصان ہے جو جہالت اور دھوکہ کی وجہ سے بھگتنا پڑا۔ (نعوذ باللہ)۔

(۱۷) **اُس کے اوپر یہ گناہ قیامت تک جاری رہے گا:** جاہل اِس کا اتباع کرے گا اور سمجھے گا کہ تعدیلِ ارکان کوئی ضروری چیز نہیں ہے ورنہ یہ عالم بُزرگ اِس کو ترک نہ کرتے، اِس طرح قیامت تک جو لوگ اِس کی پیروی کریں گے اُس کا وبال اُس

←

کے سر پر رہے گا، وہ مرجائے گا اور اُس کے اوپر یہ گناہ قیامت تک جاری رہے گا؛ کیونکہ مسلم،نسائی، ابن ماجہ اور ترمذی نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص اسلام میں کوئی بُری سنت نکالے گا اُس کا اور جو بھی اُس پر عمل کرے گا اُس کا وبال اُس کے سر پر ہوگا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی بھی نہیں ہوگی اور احمد وحاکم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مرفوعاً نقل کی ہے کہ جو کوئی بُرا طریقہ نکالے گا اور لوگ اُس پر چلیں گے تو اُس پر اُس کا بھی گناہ ہوگا اور جو لوگ اُس کے پیچھے چلیں گے اُس کے گناہ کی طرح بھی اُس کو گناہ ہوگا اور لوگوں کے گناہ میں سے کوئی کمی بھی نہیں کی جائے گی، یہ آفت عالم اور زاہد کے ساتھ خاص ہے۔

(۱۸) **اِس جلدی بازی کی وجہ سے افعال میں امام سے آگے ہوجائے گا**، اور یہ حرام ہے بلکہ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام زُفرؒ کے یہاں اِس سے نماز باطل ہو جاتی ہے جیسا کہ خاتمہ میں ان شاء اللہ آئے گا۔

(۱۹) **اِس کی وجہ سے جواذ کار انتقالات میں مشروع ہیں اُن کو انتقال کے بعد کرنا پڑے گا**، مثلاً؛ جب قومہ اور اُس کے اطمینان کو چھوڑے گا تو سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ یا رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ یا دونوں کو یا تکبیر کو جھکنے کے بعد کہے گا، بلکہ کبھی تکبیر سجدہ کے بعد کہے گا، حالانکہ سنت یہ ہے کہ سمع اللہ لمن حمدہ رکوع سے سَر اُٹھانے کے وقت کہے، اور رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ قومہ کے اطمینان کے وقت، اور تکبیر جھکنے کے وقت۔ اِسی طرح جب جلسہ کو چھوڑے گا تو پہلی تکبیر کا بعض حصہ جھکنے کے وقت واقع ہوگا بلکہ تکبیرِ ثانی کا کچھ حصہ سجدہ کے بعد واقع ہوگا، اور سنت یہ ہے کہ پہلی تکبیر اُٹھنے کے وقت کہی جائے اور دوسری جھکنے کے وقت، تو اُس کے خلاف کرنا مکروہ ہوگا۔ تاتارخانیہ میں ہے کہ جواذ کار انتقال میں مشروع ہیں اُن کو انتقال کے پورا ہونے کے بعد کرنا مکروہ ہے۔ اور منیہ میں فرمایا کہ جواذ کار انتقال میں مشروع ہیں اُن کو انتقال کے بعد پڑھنے میں دو کراہتیں ہیں: ایک اُن کی جگہ پر چھوڑنا، دوسرے اُن کی جگہ کے سوا میں کرنا۔

(۲۰) جو باتیں ذکر میں مکروہ ہیں اُن میں سے کسی کا لازم آنا، (۱) یا تو لحنِ جلی لازم آئے گا اِس لیے کہ بہت تیزی سے پڑھنے کی وجہ سے حرکت چھوٹے گی بلکہ حرف بھی، خصوصاً منفرد کو تسمیع، تحمید اور تکبیر تینوں کہنا ہے، اور یہ تینوں کہنا قومہ کا اطمینان ترک کرنے کی صورت میں، رکوع سے سر اٹھانے اور سجدہ کے درمیان نہیں ہوسکتا مگر ناقص تلفظ کے ساتھ جو لحن ہے۔ بزازیہ میں فرمایا کہ لحن حرام ہے بلا اختلاف، (۲) یا ذکر کا بعض حصہ سجدہ میں ادا ہوگا، اِس کی کراہت معلوم ہو چکی۔ (۳) اور یا بعض کا ترک لازم آئے گا اور یہ سب سے کمتر بُرائی ہے۔

اِس کے ساتھ ہم اِس بات کو ملاتے ہیں جو فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے تنبیہ الغافلین میں ذکر فرمائی ہے کہ ہر بُرائی میں دس عیوب ہیں:

(۲۱) اپنے خالق کو ناراض کرنا اُس کے حکم کی مخالفت کرکے۔

(۲۲) اپنے اور اللہ تعالیٰ کے دشمن شیطان کو خوش کرنا۔

(۲۳) جنت سے دور ہونا۔ (۲۴) جہنّم سے قریب ہونا۔

(۲۵) اپنے سب سے محبوب یعنی نفس (ذات) کے ساتھ زیادتی اور بُرائی کرنا۔

(۲۶) اپنے نفس کو جسے اللہ تعالیٰ نے پاک کیا ہے ناپاک کرنا۔

(۲۷) اُن فرشتوں کو تکلیف پہنچانا جو اُس کو تکلیف نہیں دیتے۔

(۲۸) آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف میں غم میں مبتلاء کرنا۔

(۲۹) اپنے خلاف زمین اور رات دن کو گواہ بنانا اور اُن کو ایذاء پہنچانا۔

(۳۰) تمام مخلوق کو مشکل میں ڈالنا، کیونکہ گناہ کی وجہ سے بارش کم ہوتی ہے۔

تنبیہ عظیم:

ثُمَّ اعْلَمْ أَيُّهَا الْمُصَلِّيُ التَّارِكُ لِلْقَوْمَةِ وَالْجَلْسَةِ وَالطَّمَانِيْنَةِ فِيْهِمَا أَنِّي أَذْكُرُ لَكَ نُكْتَةً مُؤَثِّرَةً لَعَلَّكَ تَتَّعِظُ وَتَتَنَبَّهُ إِنْ كَانَ فِيْكَ إِنْصَافٌ وَمَيْلٌ إِلَى الْحَقِّ وَعَلَامَةُ صَلَاحٍ۔

وَهِيَ: أَنَّکَ إِنِ اقْتَصَرْتَ فِی الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ عَلَى الْفَرَائِضِ وَالْوَاجِبَاتِ وَالسُّنَنِ الْمُؤَكَّدَةِ يَكُوْنُ عَدَدُ رَكْعَاتِکَ ثِنْتَيْنِ وَثَلَاثِيْنَ وَفِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ قَوْمَةٌ وَجَلْسَةٌ۔

فَلَوْ تَرَكْتَ طَمَانِيْنَةَ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهَا يَصِيْرُ أَرْبَعَةٌ وَّسِتِّيْنَ إِثْمًا وَّذَنْبًا۔

وَلَوْ تَرَكْتَ أَنْفُسَهُمَا أَيْضًا يَصِيْرُ مِائَةٌ وَّثَمَانِيَةُ عِشْرِيْنَ ذَنْبًا۔ وَإِذَا تَرَکَ الْقَوْمَةَ صَارَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ أَرْبَعُ مَكْرُوْهَاتٍ:

أَوَّلُهَا: تَرْکُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ عَنْ مَّوْضِعِهٖ وَهُوَ رَفْعُ الرَّأْسِ إِلَى الْقَوْمَةِ۔

وَثَانِيْهَا: اِتْيَانُهٗ فِيْ غَيْرِ مَوْضِعِهٖ، وَهُوَ الْهُوِيُّ إِلَى السَّجْدَةِ۔

وَثَالِثُهَا: تَرْکُ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ عَنْ مَّوْضِعِهٖ، وَهُوَ طَمَانِيْنَةُ الْقَوْمَةِ۔

وَرَابِعُهَا: إِتْيَانُهٗ فِيْ غَيْرِ مَوْضِعِهٖ، وَهُوَ الْهُوِيُّ إِلَى السَّجْدَةِ۔

فَيَلْزَمُ تَرْکُ أَرْبَعِ سُنَنٍ:

اِحْدَاهَا: اِتْيَانُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ حِيْنَ الرَّفْعِ۔

وَثَانِيَتُهَا: عَدَمُ اِتْيَانِهٖ حَالَ الْهُوِيِّ۔

وَثَالِثَتُهَا: اِتْيَانُ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ حَالَ طَمَانِيْنَةِ الْقَوْمَةِ۔ (نقلاً عن معدل الصلوٰۃ: ۶۲ تا ۶۴)

ترجمہ: جولوگ اِس طرح نماز پڑھتے ہیں کہ قومہ اور جلسہ اور اُن میں اطمینان کو چھوڑتے ہیں اُن کو معلوم ہونا چاہیے میں اُن کو ایک مؤثر نکتہ کی طرف متوجّہ کرتا ہوں، اگر اُن میں کچھ انصاف اور حق کی طرف میلان اور اصلاح کی کوئی علامت موجود ہے تو وہ ضرور اِس نکتہ سے نصیحت حاصل کرلیں گے۔ وہ یہ ہے کہ آپ اگر صرف فرائض، واجبات اور سنتِ مؤکدہ پر اکتفاء کرتے ہیں تو بھی دن اور رات میں آپ کی نماز کی رکعات بتیس (۳۲) ہوئیں، اور ہر رکعات میں قومہ اور جلسہ ہے: تو اگر آپ اُن میں سے ہر ایک کے اطمینان کو ترک کرتے ہوں تو چونسٹھ (۶۴) گناہ ہوئے، اور اگر قومہ اور جلسہ کو بھی چھوڑتے ہوں تو ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) گناہ ہوئے۔ اور اگر اُن کے ساتھ اُن کے

←

اظہار کو بھی شمار کیا جائے تو دوسوچھپن (۲۵۶) گناہ ہوئے۔اور اگر اُس کے ساتھ یہ بھی شامل کر لیا جائے کہ رکوع سے سجدہ میں جانا اور پہلے سجدہ سے دوسرے سجدہ میں جانا امام سے قبل ہوتا ہے اور اُس کا اظہار بھی ہوتا ہے تو مجموعہ تین سو چوراسی (۳۸۴) ہوجاتا ہے، اور اُس کے ساتھ یہ بھی شامل کر لیا جائے کہ ایسی نماز کا اعادہ واجب ہے اور اعادہ نہیں ہوا تو تین سو پچانوے (۳۹۵) گناہ ہوجاتے ہیں۔

اور اگر قومہ کو چھوڑتا ہے تو ہر رکعات میں چار مکروہ ہوئے:

(۱) سمع اللہ لمن حمدہ کو اُس کی جگہ سے ہٹانا، اُس کی جگہ قومہ کی طرف سَر کا اُٹھانا ہے (اُس سے مؤخر کرنا)

(۲) اُس کی جگہ کے سواء میں اُس کو کہنا، وہ ہے سجدہ کی طرف جانا۔

(۳) رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ جس کی جگہ قومہ کا اطمینان ہے اُس کو اُس کی جگہ سے ہٹانا۔

(۴) اور سجدہ میں جانے کے وقت کہنا جو اُس کی جگہ نہیں ہے۔ اِس طرح چار سنتیں چھوٹیں:

(۱) سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کو رکوع سے سَر اُٹھانے کے وقت پڑھنا۔

(۲) سجدہ میں جانے کے وقت نہ کہنا۔

(۳) رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کو قومہ کی اطمینان کی حالت میں کہنا۔

(۴) سجدہ میں جانے کے وقت نہ کہنا تو مکروہات کی تعداد ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) ہوگئی۔ اگر اِن مکروہات کے اظہار کو بھی گِنا جائے کیونکہ مکروہ کو کھلّم کھلا کرنا بھی مکروہ ہے تو تعداد دوسوچھپن (۲۵۶) ہوجائے گی، اِس کے سوا یہ بات بھی ہے کہ اُس کی وجہ سے دوسرے لوگ بھی گنہگار ہوں گے اِس لیے کہ گناہ پر انکار ضروری ہے، انکار کو چھوڑنے کی وجہ سے گنہگار رہوں گے اور دوسرے لوگ اُس کو دیکھ کر ویسا ہی کریں گے تو اُس کا وبال بھی پہلے شخص پر ہوگا اور ذکر میں لحن، حفظہ فرشتوں کی ایذاء رسانی اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غم میں ڈالنا یہ سب آفات اور خرابیاں بھی اِس میں ہیں۔ یہ تو اُس وقت ہے جبکہ فقط فرائض

وواجبات اور سنن پر اکتفاء کرے، اگر نوافل پڑھے مثلاً تہجد، چاشت، عصر سے پہلے چار، عشاء سے پہلے چار اور اِس کے علاوہ، تو گناہ اور مکروہات بہت زیادہ ہوجائیں گے، تو کیا ایسا شخص عقلمند سمجھا جائے گا جو روزانہ تین سو پچانوے (۳۹۵) گناہ اور دو سو چھپن (۲۵۶) مکروہ کرے اور ایک یا زائد سنتوں کو چھوڑے، جبکہ اس میں کوئی دُنیوی فائدہ بھی نہیں اور اِن کو چھوڑے تو کوئی نقصان بھی نہیں؛ اور اگر ہم نیچے اُتریں اور قومہ وجلسہ اور اِن دونوں میں اطمینان کو سُنّت کہیں تو چھ سو اِکاون (۶۵۱) مؤکد سنتوں کا تارک ہوگا، اور ہر سنت کے ترک میں عتاب اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے محرومی ہے (اعاذنا اللہ منہا)۔ تو اے سمجھدار بھائی! کیا تو اِس پر راضی ہے کہ سید المرسلین حبیب ربُّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم رہے جبکہ اُس کو تمام مخلوق حتیٰ کہ انبیاءؑ اور اولیاءؒ بھی مانتے اور اُمید رکھتے ہیں، اگر یہ شفاعت تم کو نہیں ملی تو تیرا کونسا عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہوگا جو تم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور ناراضگی سے بچائے گا اور تم کو جنت تک پہنچائے گا۔ ہم اپنے نفس کی بُرائیوں اور بُرے اعمال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں، اور دُعاء اور التجاء کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو اے بھائیو حق دکھلادے اور اُس کے اتباع کی توفیق دے اور باطل کو باطل دکھادے اور اُس سے بچالے، بیشک وہ کریم ورحیم، سخی اور حکیم ہے۔ (تحفۃ الائمہ، معدل الصلاۃ ۵۲-۶۷)

تعدیل کی کوتاہی کا علاج: اس کوتاہی کا علاج یہ ہے کہ ان دونوں مقامات پر بھی مسنون اذکار جو حدیثوں میں وارد ہوئے ہیں اُن کا اہتمام کیا جائے۔ رکوع سجدہ میں چونکہ مسنون تسبیح کا اہتمام کیا جاتا ہے اس لیے تعدیل اور اطمینان کا تحقق اچھی طرح ہوجاتا ہے۔ بہت ہی کم لوگ ایسے نظر آتے ہیں جو رکوع اور سجدہ میں تعدیل نہیں کرتے۔ یہ لااُبالی اور جلد باز لوگ ہوتے ہیں۔ لیکن ایسے لوگ بکثرت ملیں گے جو قومہ اور جلسہ میں اطمینان نہیں کرتے باوجود یہ کہ رکوع اور سجدہ اچھی طرح اطمینان سے ادا کرتے ہیں اور دین دار لوگ ہیں۔

←

۲۷ بیماری کے زمانہ میں ایک عالم صاحب آئے اور مولانا الیاس صاحبؒ سے کہا: مَیں فتویٰ دیتا ہوں کہ آپ نماز الگ کمرے میں پڑھ لیجیے، کیونکہ آپ بہت بیمار ہیں، فرمانے لگے: کیا مرتے مرتے منافق ہو جاؤں۔(۱)

اِس کی وجہ یہ ہے کہ قومہ اور جلسہ کے اذکار کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حدیثوں میں اس کا ذکر ہی نہیں۔ بعض لوگ اس سے آگے بڑھ کر اس کا انکار کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو مسئلہ کی اچھی طرح تحقیق نہیں۔
حقیقت یہ ہے کہ شریعتِ مطہرہ نے فرائض کی تکمیل کے لیے واجبات مشروع کیے اور واجبات کی تکمیل کے لیے سنن کو مشروع کیا خارج میں بھی اور اندر میں بھی۔ فقہ کی اصطلاح میں کہا گیا ہے "مُکَمِّلُ الْفَرْضِ وَاجِبٌ" "وَمُکَمِّلُ الْوَاجِبِ سُنَّةٌ" یعنی فرض کی تکمیل واجب سے ہوتی ہے اور واجب کی سنت سے۔ اس جملہ کا صحیح مطلب یہی ہے۔ اس لیے جو سنت کو نظر انداز کرے گا خطرہ ہے کہ واجب کو بھی چھوڑ بیٹھے گا۔ "اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ"

(۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلَاةِ إِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهُ، أَوْ مَرِيْضٌ، إِنْ كَانَ الْمَرِيْضُ لَيَمْشِيْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ. حَتّٰى يَأْتِيَ الصَّلَاةَ وَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰى، وَإِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى الصَّلَاةُ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ يُؤَذَّنُ فِيْهِ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ساتھیوں سمیت میں نے خود کو دیکھا کہ نماز سے کوئی شخص پیچھے نہ رہتا، سوائے منافق کے، جس کا نفاق معلوم ہوتا یا سوائے بیمار کے اور (بسا اوقات) بیمار بھی دو آدمیوں کے سہارے سے چلتا آ جاتا یہاں تک کہ نماز میں شامل ہو جاتا۔ انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہدایت کے طریقوں کی تعلیم دی اور ہدایت کے طریقوں میں سے ایسی مسجد میں نماز پڑھنا بھی ہے جس میں اذان دی جاتی ہو۔ مسلم، رقم: ۶۵۴

(۲۸) اذکار نماز (رکوع، سجدے، قومے اور جلسے میں پڑھی جانے والی دعائیں) کو ہم پڑھتے بھی نہیں اور دوسروں کو پڑھنے کے لئے کہتے بھی نہیں؛ حالانکہ ان اذکار کا نماز میں پڑھنا ثابت ہے۔(۱)

---

(۱) مفتی نظام الدین شامزیؒ فرماتے ہیں: ''ہمارے فقہاء احناف کے متعلق مشہور تو یہ ہے کہ وہ ان اذکار کو نوافل وغیرہ میں پڑھنے کے قائل ہیں یا زیادہ سے زیادہ سنن مؤکدہ اور انفرادی نمازوں میں پڑھنی چاہئے؛ لیکن صاحب کبیر اور بعض فقہاء احناف نے واضح لکھا ہے کہ فرائض میں بھی ممانعت نہیں خصوصاً جب کہ منع کی علت یہ لکھی گئی تھی کہ نمازیوں پر تطویل کا بوجھ نہ ہو؛ لیکن آج کل نمازیوں میں ایسی جلدی اور سُستی ہونے لگی ہے کہ واجبات بھی چھوٹ گئے، اس لئے اگر اس تحقیق کے مطابق یہ ادعیہ ائمہ حضرات خود بھی پڑھیں اور لوگوں کو بھی اس کی تعلیم وتلقین کریں تو نمازیں فساد وکراہت سے محفوظ ہوں گی۔ (قومہ اور جلسہ میں اطمینان کا وجوب اور ان دونوں میں اذکار کا ثبوت، ص: ۷، از: مولانا فضل الرحمن اعظمی دامت برکاتہم)

ایک اشکال اور اس کا جواب:

اگر کوئی کہے کہ امام ابوحنیفہ کے یہاں امام کو فقط سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہنا چاہئے اس سے زیادہ نہیں، تو پھر ابن ابی اوفی وغیرہ کی حدیثوں میں جو ذکر آیا ہوا ہے اس کو ایک حنفی کس طرح کہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ بیشک امام ابوحنیفہ کا مشہور قول یہی ہے، لیکن امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول یہ ہے کہ امام رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ بھی کہے یہ امام صاحب کی بھی ایک روایت ہے، اس قول کی طرف فضلی اور طحاوی اور متاخرین کی ایک جماعت کا میلان ہے، حاوی قدسی میں اسی کو اختیار کیا ہے، نور الایضاح میں بھی یہی لکھا ہے، لیکن متون میں امام صاحب کا قول مذکور ہے۔ (شامی ۱/۳۶۷) دلیل کے لحاظ سے صاحبین اور ان کے موافق امام صاحب کا قول ہی قوی ہے، اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

امامت کی حالت میں سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد رَبَّنَالَکَ الْحَمْدُ اور اس سے زیادہ پڑھنا ثابت ہے، اور فقہ کی کوئی روایت اگر دلیل کے مطابق ہو تو اس کو اختیار کرنا چاہیئے: وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يُعْدَلَ عَنِ الدِّرَايَةِ أَيِ الدَّلِيْلِ إِذَا وَافَقَتْهَا رِوَايَةٌ، شامی عن فتاوی قاضی خان (۱/ ۳۴۳) امام طحاوی نے شرح معانی الآثار (طحاوی شریف) میں اس قول کو دلیل سے ثابت کیا ہے۔

امام طحاوی کی تحقیق:

امام طحاوی نے طحاوی شریف میں حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کی روایات سے یہ ثابت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ امامت کی حالت میں سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه کے ساتھ رَبَّنَالَکَ الْحَمْدُ بھی کہتے تھے اور لکھا ہے ہم اس کو اختیار کرتے ہیں اور یہی امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے۔ (طحاوی ۱/ ۱۷۲ طبع مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان) بَابُ الْإِمَامِ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ هَلْ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَقُوْلَ بَعْدَهَا رَبَّنَالَكَ الْحَمْدُ أَمْ لَا، بخاری شریف میں بھی حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں: آنحضرت ﷺ رکوع سے سر اٹھا کر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه کہتے تھے اور کھڑے کھڑے رَبَّنَاوَلَکَ الْحَمْدُ بھی کہتے تھے۔ (بخاری شریف ۱/ ۱۰۹) امام کو تسمیع کے ساتھ تحمید نہیں کرنی چاہیئے، ایسی کوئی بات حدیث میں آنا معلوم نہیں، عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں، إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ والی حدیث سے تحمید کی نفی نہیں ثابت ہوتی جیسے إِذَا قَالَ الْإِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْن والی حدیث سے امام سے آمین کہنے کی نفی نہیں نکلتی، جب دوسری حدیث سے امام کا آمین کہنا ثابت ہو گیا جیسے إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوْا تو مان لیا گیا، اسی طرح یہاں بھی جب دوسری حدیث سے امام کا تحمید کہنا ثابت ہو گیا تو اس کو بھی مان لیا جائے گا اور امام اعظمؒ کے اس قول پر عمل کیا جائے گا۔ ایک عالم نے بڑی خوب بات فرمائی: امام دُعاء کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی سن لے جس نے اس کی حمد کی

یعنی (سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ) کہتا ہے تو اس کو خود بھی اللہ تعالیٰ کی حمد کرنی چاہئے تاکہ اس کی دُعاء کا فائدہ اس کو بھی حاصل ہو، خود حمد نہ کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ امام طحاوی نے اپنی دوسری کتاب (مشکل الآثار) میں یہ باب قائم کیا (بین السجدتین اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے یا نہیں؟)، پھر اس باب میں حضرت علیؓ کا فعل ذکر کیا کہ وہ بین السجدتین رَبِّ اغْفِرْلِیْ رَبِّ اغْفِرْلِیْ کہتے تھے، اور لکھا ہے کہ صرف بعض محدّثین اِس کے قائل ہیں، ہمارے خیال میں اُن کا یہ قول اچھا ہے، ہم اُس کی طرف جاتے ہیں اور اُس پر عمل کرتے ہیں، وَھٰذَا عِنْدَنَا مِنْ قَوْلِہٖ حَسَنٌ وَاسْتِعْمَالُہٗ إِحْیَاءٌ لِسُنَّۃٍ مِنْ سُنَنِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَإِلَیْہِ نَذْھَبُ وَإِیَّاہُ نَسْتَعْمِلُ، پھر اپنی عادت کے مطابق نظر سے اس کو موید کیا جس کا خلاصہ یہ ہے: نماز میں تکبیر ہے، اور نماز میں قیام، رکوع قومہ، سجدہ اور قعدہ ہے، ان تمام جگہوں پر ذکر ہے، نماز میں دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ بھی ہے تو جیسے ان تمام جگہوں پر ذکر ہے جلسہ میں بھی ذکر ہونا چاہئے۔ (مشکل الآثار ۱/ ۳۰۸، ۳۰۹) دیکھئے اس میں قومہ اور جلسہ میں ذکر کو ثابت کیا سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ تو انتقال کا ذکر ہے جیسے دوسری جگہوں پر تکبیرات، لہٰذا قومہ کا ذکر اس کے بعد ہوگا اور وہ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ الخ ہے۔

علامہ ابن عابدینؒ شامی کی تحقیق:

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ بین السجدتین مغفرت کی دُعاء کرنا (جیسے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی کہنا) مستحب ہونا چاہئے، اس لیے کہ امام احمد عمداً استغفار کے ترک کرنے سے نماز کو فاسد کہتے ہیں، اور اختلاف کی رعایت کرنا ہمارے یہاں مستحب ہے، تاکہ اختلاف سے نکل جائیں، اس اصول کے تحت استغفار کو مستحب ہونا چاہئے اگرچہ یہ جزئیہ میں نے صراحۃً کہیں نہیں دیکھا۔ (شامی ۱/ ۳۷۴)

نیز علّامہ شامی نے حلیہ کے شرح منیہ سے ابنِ امیر حاج محقق کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جو اذکار قومہ اور جلسہ میں وارد ہوئے ہیں اگر فرض میں اِن کا ثبوت ہو تو اُس کو منفرد پر محمول

....

کریں گے یا پھر ایسی جماعت پر جس میں مقتدی متعین معلوم ہوں جن کو ان اذکار سے گرانی نہیں ہوتی جیسا کہ شوافع نے اس کی تصریح کی ہے، اگرچہ ہمارے مشائخ نے اس کی تصریح نہیں کی لیکن اِس کو ماننے میں کوئی حرج نہیں اِس لیے کہ قواعدِ شرعیہ اِس سے انکار نہیں کرتے، نماز تسبیح، تکبیر اور قرأت ہی کا نام ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ (ایضاً) درمختار میں اگرچہ یہ لکھا ہے کہ قومہ اور جلسہ میں ہمارے یہاں ذکر مسنون نہیں اور جو اذکار حدیثوں میں وارد ہوئے ہیں وہ نفل پر محمول ہیں۔ لیکن علّامہ شامی نے وہیں لکھ دیا ہے کہ مسنون نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جائز بھی نہ ہوں جیسے سورہ فاتحہ اور سورہ کے درمیان بسم اللہ پڑھنا، بلکہ اختلاف سے نکلنے کیلئے دونوں سجدوں کے درمیان مغفرت کی دُعاء مستحب ہونی چاہیے۔ الخ (شامی ۱؍۳۷۴) ہمارے خیال میں سنیت کی نفی اور اِس سے انکار بھی نہیں کرنا چاہئے، اِس لیے کہ ترمذی میں مکتوبہ اور فرض کی تصریح موجود ہے، اور ترمذی نے اِس حدیث کی تصحیح کی ہے، حضرت انس ؓ کی بخاری اور مسلم کی حدیث جس میں لفظ اَوْهَمَ یا نَسِیَ آیا ہے وہ بتاتی ہے کہ کبھی کبھی قومہ اور جلسہ میں آپ ﷺ طویل ذکر کرتے تھے، اور براء بن عازب ؓ کی متفق علیہ حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا قومہ اور جلسہ رکوع اور سجدہ کے قریب ہوتا تھا، یہ اُسی وقت ہوگا جبکہ اِن دونوں جگہوں پر ذکر کو سنت اور ثابت مانا جائے۔ اِس لیے محقَّق بات وہی ہے جو محقِّق ابنِ امیر حاج نے فرمائی اور جس کو علّامہ شامی جیسے محقِّق فقہ حنفی نے تائید کیلئے پیش کیا، کہ جو اذکار حدیثوں میں وارد ہوئے ہیں وہ ہمارے یہاں بھی جائز ہیں، البتہ حدیثوں میں امام کو ہلکی نماز پڑھانے کا حکم ہے، اِس لیے جو اذکار گرانی کا باعث ہوں ان کو امام نہ پڑھے، ہم نے اوپر جو اذکار نقل کئے ہیں اِن کو اختیار کرنے سے کوئی گرانی نہیں ہوگی، بآسانی لوگ اِس کا تحمل کرلیں گے۔ اور اِس سنت کو اختیار کرنے سے قومہ اور جلسہ میں ایک تسبیح کی مقدار واجب اطمینان خوب اچھی طرح ادا ہو جائے گا جس کے چھوٹنے سے بہت سے لوگوں کی نماز واجب الاعادہ رہتی ہے،

←

جو بہت بڑا نقصان ہے۔ اِن اذکار کا بالکل انکار کر دینے سے یا صرف نوافل پر محمول کر کے فرصت کر لینے سے یہ نقصان ہوا کہ انفرادی نماز اور سنن ونوافل سے بھی یہ اذکار غائب ہوگئے، کتنے لوگ ہیں جو سنن ونوافل میں اِن اذکار پر عمل کرتے ہیں؟ باوجود یہ کہ علّامہ شامی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے فقہاء نے سنن ونوافل میں اِس کو سنت مانا ہے، لکھتے ہیں: لِقَوْلِهِمْ أَنَّ مُصَلِّيَ النَّافِلَةِ وَلَوْ سُنَّةً يُسَنُّ لَهُ أَنْ يَأْتِيَ بَعْدَ التَّحْمِيْدِ بِالْأَدْعِيَةِ الْوَارِدَةِ نَحْوُمِلأَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ (شامی ۱/ ۳۶۰) تحت قول صاحب الدر المختار: وَلَا يُسَنُّ فِيْ قِيَامٍ بَيْنَ رُكُوْعٍ وَسُجُوْدٍ

یعنی فقہاء نے فرمایا کہ نفل پڑھنے والے کیلئے خواہ سنت ہی کیوں نہ ہو مسنون ہے کہ رَبَّنَالَکَ الْحَمْد کے بعد جو دُعائیں آئی ہوئی ہیں اُن کو پڑھے جیسے مِلأَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ قومہ اور جلسہ میں اطمینان کا وجوب اور اِن دونوں میں اذکار کا ثبوت والی دُعاء، اور دونوں سجدوں کے درمیان اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ والی دُعاء، صاحبِ دُرمختار نے بھی کہا کہ یہ اذکار نوافل پر محمول ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ نوافل میں سنت ہیں، لیکن اِس طرح کی تعبیر سے یہ نقصان ہوا کہ یہ اذکار بالکل متروک ہوگئے، اس لیے صحیح بات وہی ہے جو محقق امیر ابن حاج نے کہی، ایک طرف بہت سے ائمۂ کرام قرأت میں ترتیل (ترتیل اصطلاحی) کی وجہ سے گرانی پیدا کرتے ہیں، زیادہ وقت صرف ہونے کے باوجود سنّت قرأت نہیں ہو پاتی، جبکہ بہت اطمینان کے ساتھ قرأت کی کوئی ضرورت نہیں، بس تجوید کے ساتھ صاف صاف قرأت کافی ہے جو روانی سے بھی ہوسکتی ہے، تو دوسری طرف قومہ اور جلسہ کا اطمینان بالکل نا قابلِ اطمینان درجہ کا کرتے ہیں، جس کو ایک تسبیح کے بقدر کہنا مشکل ہے، ایک طرف وہ افراط تو دوسری طرف یہ تفریط، اگر اذکار کی عادت ڈال لی جائے اور قرأت روانی کے ساتھ کی جائے تو اتنے ہی وقت میں نماز سنت کے مطابق ہوگی۔ واللہ الموفق

علامہ انور شاہ کشمیری کی تحقیق:

ہمارے محققین علماء دیو بند نے بھی عام لوگوں کی اس غفلت پر تنبیہ فرمائی ہے، حضرت شیخ الہند کی بات پہلے ذکر ہو چکی ہے کہ لوگ اِس زمانہ میں اِس سے غافل ہیں۔ (فتح الملہم ۸۸/۲) علامہ انور شاہ کشمیری نے ترمذی شریف کی تقریر میں تنبیہ ضروری کے عنوان سے یہ مسئلہ ذکر کیا کہ محقق ابن امیر حاج (تلمیذ ابن الہمام) نے حلیہ میں یہ ذکر کیا ہے کہ جو اذکار احادیث میں وارد ہوئے ہیں وہ ہمارے یہاں فرض اور نفل دونوں میں جائز ہیں بشرطیکہ فرض میں لوگوں کو گرانی کا باعث نہ ہوں، ہمارے عام مصنفین نے اس کو گوشۂ خُمول میں ڈال دیا ہے جس سے ناظرین یہ سمجھتے ہیں کہ احناف کو اذکار سے مطلب نہیں اور نوافل میں پڑھنے کی بات جو احناف نے ذکر کی ہے اس کا منشاء یہی ہے کہ قوم کو گرانی نہ ہو۔ العرف الشذی مع جامع الترمذی ۶۲/۱ طبع کراچی سعید ایچ ایم کمپنی) شاہ صاحب نے صحیح بخاری کی تقریر میں اس کو اور تفصیل سے ذکر فرمایا ہے، ایک جگہ یوں ہے: محقق ابن امیر حاج سے ہم نے پہلے نقل کیا ہے کہ تمام دعائیں اور اذکار مرویہ تمام نمازوں میں جائز ہیں، فرائض میں بھی بشرطیکہ قوم کو گرانی نہ ہو، فرائض کی بناء چونکہ تخفیف پر ہے جیسا کہ حضرت معاذ وغیرہ کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے، اس لئے ہمارے یہاں فرائض میں اِس پر عمل نہیں حتیٰ کہ کتابوں میں اس کو لوگوں نے ذکر بھی نہیں کیا، بَرخلاف نوافل کے کہ وہ مصلی کی رائے پر ہے جتنی چاہے طویل کرے، مبسوط سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض میں ناجائز ہے۔ (فیض الباری ۲۸۳/۲) دوسری جگہ ہے: شمس الائمہ کی مبسوط میں جو یہ مذکور ہے کہ فرائض میں اذکار جائز نہیں، یہ میرے نزدیک متروک ہے، پسندیدہ بات وہ ہے جو ابن امیر حاج نے بیان فرمائی ہے۔ (فیض الباری ۳۰۱/۲) تیسری جگہ یوں ہے: قومہ کی دعائیں صحیحین میں وارد ہوئی ہیں اور جلسہ کی سنن میں مذکور ہیں کچھ مناقشہ کے ساتھ، جس سے معلوم ہوا کہ ان کا معاملہ جلسہ میں قومہ کی بہ نسبت خفیف ہے، امام احمد کے یہاں جلسہ میں دعاء کرنا فرض

ہے،کم ازکم ایک مرتبہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ کہنا چاہئے ، میں کہتا ہوں کہ حنفی کو بھی اِس کا اہتمام کرنا چاہئے ، اس لیے کہ رکوع اور سجدہ میں اِن تسبیحات کی وجہ سے جو اِن میں پڑھی جاتی ہیں کوتاہی نہیں ہوتی ،لیکن قومہ اور جلسہ میں کثرت سے کوتاہی واقع ہوتی ہے، اسلئے میں کہتا ہوں کہ ان دونوں میں اذکار کا اہتمام کرنا چاہئے ،فیض الباری کی عبارت یہ ہے: قُلْتُ: وَ يَنْبَغِي الْاِعْتِنَاءُ بِهَا لِلْحَنَفِيِّ أَيْضاً لِأَنَّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ لَا يَأْتِيْ فِيْهِمَا التَّقْصِيْرُ لِمَكَانِ تِلْكَ الْأَذْكَارِ الْمَوْضُوْعَةِ فِيْهِمَا بِخِلَافِ الْقَوْمَةِ وَالْجَلْسَةِ فَإِنَّ التَّقْصِيْرَ يَأْتِيْ فِيْهِمَا كَثِيْراً وَلِذَا أَقُوْلُ بِاعْتِنَاءِ الْأَذْكَارِ فِيْهِمَا أَيْضاً. (فیض الباری ۳۰۹/۲) ظاہر ہے کہ شاہ صاحب کی بات فرض نمازوں ہی سے متعلق ہے ورنہ سنن ونوافل میں احناف بھی اذکار کو تسلیم کرتے آرہے ہیں، علّامہ کشمیریؒ کی یہ بات ہمارے خیال میں بہت اہمیت کی حامل ہے،آپ نے عام احناف کی نمازوں کو دیکھ کر احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں یہ نصیحت فرمائی ہے اسے ہمیں ضرور قبول کرنا چاہئے ،علّامہ محمد یوسف بنوری معارف السنن میں لکھتے ہیں : قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ (جن کو بیہقیٔ وقت کہا گیا ہے) نے اپنی کتاب مالا بدمنہ میں لکھا ہے: کہ جلسہ میں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَعَافِنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَارْفَعْنِيْ کہے، شیخ (علّامہ انور شاہ کشمیری) نے فرمایا: اِس کا پڑھنا میرے نزدیک حسن ہے تاکہ اختلاف سے نکل جائیں (امام احمد کے اختلاف کی طرف اشارہ ہے) خاص طور سے اِس زمانہ میں جبکہ جلسہ میں بہت کم اطمینان کا اہتمام کیا جاتا ہے۔(معارف السنن (۶۸/۳) غور کیجئے امام احمد کا اختلاف فرض ہی میں ہے،نفل میں تو سب کے نزدیک اذکار ہیں، علّامہ کشمیریؒ کا فیصلہ فرض ہی سے متعلق ہے، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے بھی نفل کی قید نہیں لگائی جس سے ظاہر ہے کہ فرض میں بھی وہ پڑھنے کو فرمارہے ہیں۔(دیکھئے مالا بدمنہ مترجم (۶۲)

مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ نے بھی قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اور علّامہ انور شاہ کشمیریؒ کا کلام تقریرِ ترمذی میں نقل فرمایا ہے جس سے ظاہر ہے کہ وہ بھی ان اذکار کو پڑھنے کو بہتر سمجھتے ہیں۔(دیکھئے تقریرِ ترمذی مولانا محمد تقی عثمانی، ۵۴/۲)

خلاصۂ کلام:

اِس ساری گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ سنن ونوافل اور انفرادی ہر نماز میں قومہ اور جلسہ میں جتنی دعائیں معتبر حدیثوں میں آئی ہیں اِن تمام کو پڑھ سکتے ہیں اِن کا پڑھنا مستحب اور سنت ہوگا اِس سے نماز کا لطف دوبالا ہوگا، ہاں فرض نماز میں امام ہونے کی صورت میں چونکہ امام کو ہلکی نماز پڑھنے کا حکم ہے اِس لیے احتیاط کی ضرورت ہے، قومہ اور جلسہ میں طویل دعاؤں سے پرہیز کرنا چاہئے اِس لیے کہ عام طور سے لوگ تحمل نہیں کرسکیں گے، البتہ مختصر دُعائیں مثلاً وہ جو اوپر نقل کی گئیں اُن کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں وہ جائز ہیں بلکہ موجودہ زمانہ میں چونکہ عام طور سے اِس میں کوتاہی پائی جاتی ہے، اور امام احمد بن حنبلؒ کے یہاں ایک مرتبہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ پڑھنا واجب ہے اور اختلاف کی رعایت مستحب ہے اِس لیے مذکورہ بالا دُعاؤں کا پڑھنا بہتر اور مستحب ہوگا، اور اِس سے واجب مقدار کی ادائیگی یقینی طور پر ہوسکے گی، امام طحاوی، علّامہ ابن عابدین شامی، علّامہ انور شاہ کشمیریؒ وغیرہ کا یہی فیصلہ ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِن دعاؤں کا فرض میں پڑھنا منقول اور ثابت ہے اس لیے ان کو سنت کہنا بھی صحیح ہے گو مؤکّد نہ کہا جائے، اس لیے اِس کو زندہ کرنا ایک سنت کو زندہ کرنا ہے، طحاوی نے کہا ہے: وَاسْتِعْمَالُهُ إِحْيَاءٌ لِسُنَّةٍ مِنْ سُنَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَإِلَيْهِ نَذْهَبُ وَإِيَّاهُ نَسْتَعْمِلُهُ (مشکل الآثار) اور مردہ سنت کو مضبوطی سے پکڑنے سے اور اِس پر جم کر عمل کرنے سے سو (۱۰۰) شہیدوں کا ثواب مل سکتا ہے (مشکوۃ ۳۰/۱) اِس لیے اِس سنت پر خود بھی مضبوطی سے عمل کیجئے اور دوسروں کو بھی مناسب طریقہ سے اس کی ترغیب دیجئے۔

ایک فتوی:

سوال: فرض نماز کے دوران سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى کے علاوہ مزید دعا کرسکتے ہیں؟ طویل سجدے میں کیا پڑھنا سنت سے ثابت ہے؟ نفل نمازوں میں رکوع وسجود میں کون کون سی دعا کی جاسکتی ہے؟

←

جواب: بصورتِ مسئولہ فرض نماز کے سجدے میں افضل یہ ہے کہ صرف سجدے کی تسبیح (سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰی) پڑھی جائے، اس کے علاوہ دیگر دعائیں مسنون ومنقول نہیں ہے، البتہ فرض نماز کے علاوہ دیگر نماز مثلاً نوافل وغیرہ کے رکوع اور سجدے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مختلف دعائیں پڑھنا ثابت ہے۔

فتاوی شامی میں ہے: وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا ذِكْرٌ مَسْنُوْنٌ وَكَذَا لَيْسَ بَعْدَ رَفْعِهِ مِنَ الرُّكُوْعِ دُعَاءٌ، وَ كَذَا لَا يَأْتِيْ فِيْ رُكُوْعِهِ وَسُجُوْدِهِ بِغَيْرِ التَّسْبِيْحِ عَلَى الْمَذْهَبِ وَمَا وَرَدَ مَحْمُوْلٌ عَلَى النَّفْلِ.

(قَوْلُهُ: وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا ذِكْرٌ مَسْنُوْنٌ) قَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ: سَأَلْتُ الْإِمَامَ: أَيَقُوْلُ الرَّجُلُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ وَ السُّجُوْدِ: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ؟ قَالَ: يَقُوْلُ: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَ سَكَتَ، وَلَقَدْ أَحْسَنَ فِي الْجَوَابِ إِذْ لَمْ يَنْهَ عَنِ الْاِسْتِغْفَارِ، نهر وغيره. أَقُوْلُ: بَلْ فِيْهِ إِشَارَةٌ إِلٰى أَنَّهُ غَيْرُ مَكْرُوْهٍ إِذْ لَوْ كَانَ مَكْرُوْهًا لَنَهٰى عَنْهُ كَمَا يَنْهٰى عَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الرُّكُوْعِ وَ السُّجُوْدِ وَ عَدَمُ كَوْنِهِ مَسْنُوْنًا لَا يُنَافِي الْجَوَازَ كَالتَّسْمِيَةِ بَيْنَ الْفَاتِحَةِ وَ السُّوْرَةِ، بَلْ يَنْبَغِيْ أَنْ يُنْدَبَ الدُّعَاءُ بِالْمَغْفِرَةِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ خُرُوْجًا مِنْ خِلَافِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ لِإِبْطَالِهِ الصَّلَاةَ بِتَرْكِهِ عَامِدًا وَ لَمْ أَرَ مَنْ صَرَّحَ بِذٰلِكَ عِنْدَنَا، لٰكِنْ صَرَّحُوْا بِاسْتِحْبَابِ مُرَاعَاةِ الْخِلَافِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔ (قَوْلُهُ: مَحْمُوْلٌ عَلَى النَّفْلِ) أَيْ تَهَجُّدًا أَوْ غَيْرَهُ۔ خزائن. (كِتَابُ الصَّلٰوةِ، بَابُ صِفَةِ الصَّلٰوةِ، ج: ۱/۵۰۵، ط: ایج ایم سعید)

فقط واللہ أعلم ؛فتوی نمبر: 144209200065؛ دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

تکبیرِ تحریمہ کے بعد کی دُعائیں:

(۱) سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ،وَتَبَارَكَ اسْمُكَ ،وَتَعَالٰى جَدُّكَ ،وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ

اے اللہ! میں تیری حمد کے ساتھ تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں، اور تیرا نام بہت بابرکت ہے، اور تیری شان بلند ہے، اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ (مسلم، رقم:۳۹۹)

نوٹ: فرائض اور سنن مؤکدہ میں تکبیرِ تحریمہ کے بعد یہ پڑھے اور رات میں تہجد کی نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد درج ذیل دعائیں پڑھیں۔

(۲) اللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اللّٰهُمَّ اغْسِلْنِي مِنْ خَطَايَايَ بِالثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ

اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان دوری کردے، جیسے تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری فرمائی ہے، اے اللہ! مجھے میرے گناہوں سے صاف کردے، جس طرح سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے، اے اللہ! مجھ سے میرے گناہ برف، پانی اور اولوں کے ساتھ دھودے۔ (بخاری: رقم: ۷۴۴)

(۳) وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ، وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ. اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَنْتَ رَبِّي وَأَنَا عَبْدُكَ، ظَلَمْتُ نَفْسِيْ، وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ جَمِيْعًا، إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ. وَاهْدِنِيْ لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ، لَا يَهْدِيْ لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ، وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَا، لَا يَصْرِفُ عَنِّيْ سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، وَالْخَيْرُ كُلُّهُ بِيَدَيْكَ، وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ، أَنَا بِكَ وَإِلَيْكَ، تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

میں نے یکسو ہوکر اپنا چہرہ اُس ہستی کی طرف پھیر دیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا، اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں، یقیناً میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمیں کے لئے ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں، اور مجھے اِسی بات کا حکم ہوا ہے، اور میں اللہ تعالیٰ کے فرماں برداروں میں سے ہوں، اے اللہ! تو ہی بادشاہ ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو میرا رب ہر، اور میں تیرا بندہ ہوں، میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا، اور میں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا، پس تو میرے سب گناہ معاف فرمادے، اور واقعہ یہ ہے کہ تیرے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کرسکتا، اور بہترین

اخلاق کی طرف میری رہنمائی فرما، تیرے سوا کوئی بھی بہترین اخلاق کی طرف رہنمائی نہیں کرسکتا، اور مجھ سے سب بُرے اخلاق ہٹا دے کہ تیرے سوا کوئی بھی مجھ سے بُرے اخلاق نہیں ہٹا سکتا، میں حاضر ہوں اور تابعِ فرمان ہوں اور تمام تر بھلائی تیرے ہاتھوں میں ہے، اور بُرائی تیری طرف منسوب نہیں ہوسکتی، میری توفیق تیری ہی وجہ سے ہے، اِلتجاء بھی تیری طرف، تو بہت بابرکت اور بڑا بلند ہے، میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں اور تیرے حضور توبہ کرتا ہوں۔ (مسلم، رقم:۷۷۱)

(۴) رَبَّ جِبْرَائِيلَ، وَمِيكَائِيلَ، وَإِسْرَافِيلَ، فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوْا فِيهِ يَخْتَلِفُوْنَ. اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ إِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

اے اللہ! جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل کے پروردگار، آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، غیب اور حاضر کے جاننے والے تو ہی اپنے بندوں کے درمیان اُس چیز کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے رہے تھے، مجھے اپنے حکم کے ساتھ حق کی اُن باتوں میں ہدایت دے جن میں اختلاف ہوگیا ہے، یقیناً تو ہی جسے چاہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ (مسلم، رقم:۷۷۰)

(۵) اللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيْرًا، اللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيْرًا، اللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا (تین مرتبہ)
أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ مِنْ نَفْخِهِ، وَنَفْثِهِ، وَهَمْزِهِ (ایک مرتبہ)

اللہ سب سے بڑا ہے بہت بڑا، اللہ سب سے بڑا ہے بہت بڑا، اللہ سب سے بڑا ہے بہت بڑا، اور ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کیلئے ہے بہت زیادہ، اور ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کیلئے ہے بہت زیادہ، اور ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کیلئے ہے بہت زیادہ، اور میں صبح وشام اللہ کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں، میں شیطان مردود سے، اُس کی پھونک اور اُس کے وسوسے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ (أبوداود، رقم:۷۶۴)

(۶) (تہجد کی نماز میں یہ دُعاء پڑھے) اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ لَكَ مُلْكُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ، وَوَعْدُكَ الْحَقُّ، وَقَوْلُكَ الْحَقُّ، وَلِقَاؤُكَ الْحَقُّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ، وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَبِكَ اٰمَنْتُ، وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ، وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِي مَاقَدَّمْتُ، وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ، وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي أَنْتَ الْمُقَدِّمُ، وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَنْتَ إِلٰهِي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ

اے اللہ! تیرے ہی لئے سب تعریف ہے، تُو نُور ہے، آسمانوں اور زمین کا، اور (اُن چیزوں کا) جو اُن میں ہیں، اور تیرے ہی لئے ہر قسم کی تعریف ہے، تُو منتظم ہے، آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ بھی اُن میں ہے، اور تیرے لئے ہی ہر قسم کی تعریف ہے، تو ہی رب ہے، آسمانوں اور زمین کا اور اُن میں موجود چیزوں کا اور تیرے لئے ہی سب تعریف ہے، تیرے لئے بادشاہت ہے آسمانوں اور زمین کی، اور جو اُن میں ہیں، اور تیرے ہی لئے تعریف ہے تو بادشاہ ہے آسمانوں اور زمین کا اور تیرے ہی لئے سب تعریف ہے تو حق ہے، تیرا وعدہ حق ہے، تیری بات حق ہے، تیری ملاقات حق ہے، جنّت حق ہے، آگ حق ہے، انبیاء حق ہیں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق ہیں، اور قیامت حق ہے، اے اللہ! تیرے ہی لئے میں تابع ہوا اور تجھ ہی پر مَیں نے بھروسہ کیا، تجھ ہی پر مَیں ایمان لایا، اور تیری ہی طرف مَیں نے رُجوع کیا، تیری ہی مدد کے ساتھ مَیں نے (تیرے دشمنوں سے) مقابلہ کیا، اور تیری ہی طرف میں فیصلہ لے کر آیا، پس تو مجھے معاف فرمادے جو کچھ میں نے پہلے کیا ہے اور جو کچھ بعد میں کیا جو مَیں نے پوشیدہ کیا، اور جو کچھ سرِ عام کیا، تو ہی (ہر چیز کو اُس کے مقام تک) آگے کرنے والا ہے اور تو ہی (اُس سے) پیچھے کرنے والا ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی میرا معبود ہے،

تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ (بخاری، رقم: ۱۱۲۰)

رکوع کی دُعائیں:

(۱) سُبۡحَانَ رَبِّيَ الۡعَظِيۡمِ (تین مرتبہ) پاک ہے میرا رب عظمت والا (ترمذی: ۲۶۲)

(۲) سُبۡحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمۡدِكَ، اَللّٰهُمَّ اغۡفِرۡ لِيۡ

پاک ہے تو اے اللہ! اے ہمارے رب! اپنی تعریف کے ساتھ، اے اللہ! مجھے معاف فرمادے۔ (بخاری، رقم: ۷۹۴)

(۳) سُبُّوۡحٌ قُدُّوۡسٌ رَبُّ الۡمَلَائِكَةِ وَالرُّوۡحِ (مسلم، رقم: ۴۸۷)

بہت ہی پاکیزہ، انتہائی مقدّس، فرشتوں اور روح (حضرت جبرئیلؑ) کا رب

(۴) اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعۡتُ وَبِكَ اٰمَنۡتُ وَلَكَ أَسۡلَمۡتُ خَشَعَ لَكَ سَمۡعِيۡ وَبَصَرِيۡ وَمُخِّيۡ وَعَظۡمِيۡ وَعَصَبِيۡ [وَمَا اسۡتَقَلَّتۡ بِهٖ قَدَمِيۡ]

اے اللہ! میں تیرے لئے ہی جُھکا، اور تجھ ہی پر ایمان لایا، اور میں تیرا ہی فرمانبردار بنا اور اظہارِ عاجزی کیا میرے کانوں نے، میری آنکھوں نے، میرے دماغ نے، میری ہڈّیوں نے، میرے پٹھّوں نے، اور (میرے اُس جسم نے) جسے اُٹھایا ہوا ہے۔ میرے قدموں (پاؤں) نے۔ (مسلم، رقم: ۱۷۷)

(۵) سُبۡحَانَ ذِي الۡجَبَرُوۡتِ وَالۡمَلَكُوۡتِ وَالۡكِبۡرِيَاءِ وَالۡعَظَمَةِ

پاک ہے بہت بڑی قدرت و طاقت والا، اور بہت بڑی بادشاہت والا، اور بڑائی اور عظمت والا۔ (أبوداود، رقم: ۸۷۳)

رکوع سے اُٹھنے کی دُعائیں:

(۱) سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنۡ حَمِدَهٗ

اللہ نے سن لی جس نے اُس کی تعریف کی۔ (بخاری، رقم: ۷۹۹)

(۲) رَبَّنَا وَلَكَ الۡحَمۡدُ حَمۡدًا كَثِيۡرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيۡهِ

اے ہمارے رب! تیرے ہی لئے ہر قسم کی تعریف ہے، تعریف بہت زیادہ، پاکیزہ

جس میں برکت کی گئی ہے۔(بخاری،رقم:۷۹۹)

(۳) رَبَّنَالَکَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَاشِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ. أَهْلُ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ، أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ، وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ. اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ (مسلم،رقم:۴۷۷) (۱)

اے اللہ اے ہمارے پروردگار! تیرے ہی لئے ہر قسم کی تعریف ہے، اِتنی کہ جس سے آسمان بھر جائے اور جس سے زمین بھر جائے، اور جو کچھ اُن دونوں کے درمیان ہے، اور اُس کے بعد ہر وہ چیز بھر جائے جسے تو چاہے، اے تعریف اور بزرگی کے لائق! سب سے سچّی بات جو بندے نے کہی، جبکہ ہم سب تیرے ہی بندے ہیں (یہ ہے کہ) اے اللہ ! جو تو عطا فرمائے اُسے کوئی روکنے والا نہیں، اور جو تو روک لے اُسے کوئی دینے والا نہیں ، اور کسی صاحبِ حیثیت کو اُس کی حیثیت تیرے ہاں کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔

سجدے کی دُعائیں:

(۱) سُبْحَانَ رَبِّيَ الأَعْلٰی (تین مرتبہ)

پاک ہے میرا رب جو سب سے بلند ہے۔(ترمذی،رقم:۲۶۲)

(۲) سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي

پاک ہے تو اے اللہ! اے ہمارے رب! اپنی تعریف کے ساتھ، اے اللہ! مجھے معاف فرمادے۔(بخاری،رقم:۷۹۴)

(۳) سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ (مسلم،رقم:۴۸۷)

بہت ہی پاکیزہ، اِنتہائی مُقدّس، فرشتوں اور روح (حضرت جبرئیلؑ) کا رب

(۴) اَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ تَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ

اے اللہ! مَیں نے تیرے ہی لئے سجدہ کیا، اور تجھ ہی پر ایمان لایا، اور مَیں تیرا ہی فرمانبردار بنا، میرا چہرہ اُس ہستی کے لئے سجدہ ریز ہوا جس نے اُسے پیدا کیا، اُسے شکل

(۱) أهل پر پیش پڑھیں گے تو اس سے پہلے أنت پوشیدہ ہے، زبر پڑھیں گے تو یا حرف نداء پوشیدہ سمجھا جائے گا۔

وصورت دی، اور اُس کے کانوں اور آنکھوں کے شگاف بنائے، بڑا بابرکت ہے اللہ، جو بہترین خالق ہے۔ (مسلم، رقم: ۱۷۷)

(۵) سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ

پاک ہے بہت بڑی قُدرت وطاقت والا، اور بہت بڑی بادشاہت والا، اور بڑائی اور عظمت والا۔ (أبوداود، رقم: ۸۷۳)

(۶) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي كُلَّهُ: دِقَّهُ وَجِلَّهُ، وَأَوَّلَهُ وَاٰخِرَهُ، وَعَلَانِيَتَهُ وَسِرَّهُ

اے اللہ! میرے تمام گناہ معاف فرمادے، چھوٹے اور بڑے، پہلے اور بعد والے، ظاہر اور پوشیدہ۔ (مسلم، رقم: ۴۸۳)

(۷) اَللّٰهُمَّ أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ (مسلم، رقم: ۴۸۶)

اے اللہ! مَیں پناہ مانگتا ہوں تیری رضا کے ذریعہ تیری ناراضی سے، تیری معافی کے ذریعہ تیری سزا سے، اور مَیں پناہ مانگتا ہوں تیرے ذریعہ سے تجھ سے، مَیں تیری پوری تعریف نہیں کرسکتا، تو اُسی طرح ہے جیسے تو نے خود اپنے آپ کی تعریف کی۔

دو سجدوں کے درمیان کی دُعائیں:

(۱) رَبِّ اغْفِرْ لِي رَبِّ اغْفِرْ لِي (أبوداود، رقم: ۸۷۴)

اے میرے رب! مجھے معاف کردے۔ اے میرے رب! مجھے معاف کردے۔

(۲) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَاجْبُرْنِي وَعَافِنِي وَارْزُقْنِي وَارْفَعْنِي

اے اللہ! مجھے معاف کردے، مجھ پر رحم فرما، مجھے ہدایت دے، میرے نقصان پورے کردے، مجھے عافیت دے، مجھے رزق دے، اور مجھے بُلندی عطاء فرما۔

(أبوداود، رقم: ۸۵۰، ترمذی، رقم: ۲۸۴، ۲۸۵، ابن ماجہ، رقم: ۸۹۸)

تشہد:

(۱) اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ. أَشْہَدُ أَنْ لَّا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَأَشْہَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

(میری) تمام قولی، فعلی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں، اے نبی! آپ پر سلام ہو، اور اللہ کی رحمت اور اُس کی برکات ہوں ہم پر اور اللہ کے (دیگر) نیک بندوں پر بھی سلام ہو، مَیں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔ (بخاری، رقم: ۸۳۱)

دُرود و سلام:

(۱) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اور آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جیسے تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم علیہ السلام پر اور آلِ ابراہیم علیہ السلام پر، یقیناً تو قابلِ تعریف، بڑی شان والا ہے، اے اللہ! برکت نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اور آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جیسے تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم علیہ السلام پر اور آلِ ابراہیم علیہ السلام پر، یقیناً تو قابلِ تعریف، بڑی شان والا ہے۔ (بخاری، رقم: ۳۳۷۰)

(۲) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّأَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ. وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّأَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ. إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اولاد پر جیسے تُو نے رحمت نازل فرمائی آلِ ابراہیم علیہ السلام پر، اور برکت نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اولاد پر جیسے تُو نے برکت نازل فرمائی آلِ ابراہیم علیہ السلام پر، یقیناً تو قابلِ تعریف، بڑی شان والا ہے۔ (بخاری، رقم: ۳۳۶۹)

سلام پھیرنے سے پہلے کی دُعائیں:

(۱) اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ

اے اللہ! بلاشبہ میں عذابِ قبر سے اور عذابِ جہنّم سے اور زندگی اور موت کے فتنے سے اور مسیحِ دجّال کے فتنے کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (بخاری، رقم:۱۳۷۷)

(۲) اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ. اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ

اے اللہ! بلاشبہ میں عذابِ قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور مسیحِ دجّال کے فتنے سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنے سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اے اللہ! یقیناً میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (بخاری، رقم:۸۳۲)

(۳) اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

اے اللہ! بلاشبہ مَیں اپنی جان پر بہت زیادہ ظلم کیا، اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرسکتا، پس تو اپنی خاص بخشش سے مجھے معاف فرمادے اور مجھ پر رحم فرما، یقیناً تو بہت بخشنے والا انتہائی مہربان ہے۔ (بخاری، رقم:۸۳۴)

(۴) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَسْرَفْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ. أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ (مسلم، رقم:۷۷۱)

اے اللہ! تو مجھے معاف کردے جو کچھ مَیں نے پہلے کیا اور جو کچھ بعد مَیں کیا، جو کچھ مَیں نے چھپ کر کیا، اور جو کچھ مَیں نے سرِ عام کیا، اور جو مَیں نے زیادتی کی، اور جسے تو مجھ سے بھی زیادہ جانتا ہے، تو ہی (ہر چیز کو اُس کے مقام تک) آگے کرنے والا ہے، اور تو ہی (اُس سے) پیچھے کرنے والا ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

(۵) اَللّٰھُمَّ أَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ

←

اے اللہ! تُو اپنی یاد پر میری مدد فرما اور اپنے شُکر پر اور اچھے طریقے سے اپنی عبادت بجا لانے پر۔ (أبوداود، رقم: ۱۵۲۲)

(٦) اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ أَنْ أُرَدَّ إِلٰى أَرْذَلِ الْعُمُرِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ (بخاری، رقم: ۶۳۹۰)

اے اللہ! بلاشبہ مَیں بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور بُزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور اِس بات سے تیری پناہ میں آتا ہوں کہ میں عُمر کے ناکارہ ترین حصّہ کی طرف لوٹا یا جاؤں اور مَیں دُنیا کے فتنے اور عذابِ قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

(٧) اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ

اے اللہ! بیشک مَیں تجھ سے جنّت کا سُوال کرتا ہوں اور جہنّم کی آگ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (أبوداود، رقم: ۷۹۲)

(٨) اَللّٰهُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَيْبِ، وَقُدْرَتِكَ عَلَى الْخَلْقِ، أَحْيِنِي مَا عَلِمْتَ الْحَيَاةَ خَيْرًا لِي، وَتَوَفَّنِي إِذَا عَلِمْتَ الْوَفَاةَ خَيْرًا لِي، وَأَسْأَلُكَ خَشْيَتَكَ فِي الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، وَأَسْأَلُكَ كَلِمَةَ الْحَقِّ فِي الرِّضَا وَالْغَضَبِ، وَأَسْأَلُكَ الْقَصْدَ فِي الْفَقْرِ وَ الْغِنٰى وَأَسْأَلُكَ نَعِيْمًا لَا يَنْفَدُ، وَأَسْأَلُكَ قُرَّةَ عَيْنٍ لَا تَنْقَطِعُ، وَأَسْأَلُكَ الرِّضَا بَعْدَ الْقَضَاءِ، وَأَسْأَلُكَ بَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَأَسْأَلُكَ لَذَّةَ النَّظَرِ إِلٰى وَجْهِكَ، وَالشَّوْقَ إِلٰى لِقَائِكَ فِي غَيْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ، وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ، اَللّٰهُمَّ زَيِّنَّا بِزِينَةِ الْإِيْمَانِ، وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مُّهْتَدِينَ

اے اللہ! اپنے غیب جاننے اور مخلوق پر قُدرت رکھنے کے باعث مجھے اُس وقت تک زندہ رکھ جب تک تیرے علم کے مطابق میرے لئے زندگی بہتر ہو، اور مجھے اُس وقت موت دینا، جب تیرے علم کے مطابق میرے لئے موت بہتر ہو، اے اللہ! بیشک مَیں حاضر اور غائب (دونوں حالتوں) میں تجھ سے تیری خشیت کا سُوال کرتا ہوں، اور مَیں تجھ سے خوشنودی اور ناراضی (دونوں حالتوں) میں کلمۂ حق کی توفیق کا سُوال کرتا ہوں، اور مَیں تجھ سے مالداری اور تنگ دستی میں میانہ روی کا سُوال کرتا ہوں، اور مَیں تجھ سے ایسی نعمت کا سُوال کرتا ہوں جو ختم نہ ہو اور تجھ سے آنکھوں کی ایسی ٹھنڈک کا سُوال کرتا ہوں جو ختم نہ

....

ہو، اور تجھ سے تیرے فیصلوں پر راضی رہنے کا سُوال کرتا ہوں، اور مَیں تجھ سے تیرے چہرے کی دیدار کی لذّت کا سُوال کرتا ہوں، اور تیری ملاقات کے شوق کا (جو) بغیر کسی تکلیف دہ مصیبت اور گمراہ کن فتنے کے (حاصل) ہو، اے اللہ! ہمیں ایمان کی زینت سے مزین فرما، اور ہمیں ہدایت یافتہ رہنماء بنادے۔(نسائی، رقم:۱۳۰۵)

(۹) اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ يَا أَللّٰهُ بِأَنَّكَ الْوَاحِدُ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا أَحَدٌ أَنْ تَغْفِرَ لِيْ ذُنُوْبِيْ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

اے اللہ! مَیں تجھ سے سُوال کرتا ہوں، اے اللہ! اِس لئے کہ تو واحد ہے، یکتا ہے، ایسا بے نیاز ہے جس کی کوئی اولاد نہیں ہے، اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، اور نہ اُس کا کوئی ہم پلہ ہے (مَیں سُوال کرتا ہوں) کہ تُو میرے گناہ بخش دے، یقیناً تو بہت زیادہ بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔(نسائی، رقم:۱۳۰۱)

(۱۰) اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ الْمَنَّانُ يَا بَدِيعَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ

اے اللہ! یقیناً مَیں تجھ سے اِس لئے سُوال کررہا ہوں کہ ہر قسم کی تعریف تیرے ہی لئے ہے، تجھ اکیلے کے سوا کوئی معبود نہیں، تیرا کوئی حصّہ دار نہیں، (تُو) بے حد احسان کرنے والا ہے، اے آسمانوں اور زمین کو بے مثل پیدا کرنے والے! اے صاحب جلال اور عزّت والے! اے زندۂ جاوید! اے قائم و دائم! اے اللہ! بیشک میں تجھ سے جنّت کا سُوال کرتا ہوں، اور آگ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔(أبوداود، رقم:۱۴۹۵)

(۱۱) اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ بِأَنِّي أَشْهَدُ أَنَّكَ أَنْتَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا أَحَدٌ

اے اللہ! بلاشبہ مَیں تجھ سے اِس لئے سُوال کررہا ہوں کہ مَیں اِس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تُو ہی اللہ ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تُو یکتا ہے، ایسا بے نیاز ہے جس کی کوئی اولاد نہیں ہے، اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، اور کوئی بھی اُس کا ہم پلہ نہیں ہے۔ (ترمذی، رقم:۳۴۷۵)

۲۹ نماز کے بعد کی تسبیحات، نماز کے بعد کے اذکار اور نماز کے بعد کی دُعاؤں کا اہتمام کرو(۱)

(۱) **فتاویٰ جامعہ قاسمیہ میں ہے:**

سُوال[۳۰۱۰] کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں: جن فرضوں کے بعد سُنّت ونوافل ہیں، اُن میں جماعت کے بعد اِجتماعی دُعاء کے بعد بھی اِتنی دیر تک بیٹھ کر کچھ پڑھنے کو اپنے اُوپر واجب کر لینا کہ دوسرے مقتدی دوسُنّت دونفل آرام سے پڑھ لیں، جبکہ جلدی کی تاکید اکثر مفتیان نے فرمائی ہے؟

باسمہٖ سبحانہٗ تعالیٰ، الجواب وباللہ التوفیق: جن نمازوں کے بعد سنن ونوافل کا ثبوت ہے، اُن فرض نمازوں کے بعد سنتوں سے پہلے تھوڑی دیر کے لئے اپنی جگہ بیٹھ کر ذکر ودُعاء اوراوراد ووظائف پڑھنا حدیث سے ثابت ہے اوراس میں اتنی شدت نہیں ہے کہ فرض نماز سے فراغت کے بعد فوراً سنن پڑھی جائیں؛ بلکہ اوراد ووظائف کے ذریعہ فاصلہ کرنا حدیثِ شریف سے فضیلت کے ساتھ ثابت ہے، چنانچہ ایک حدیثِ شریف میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مغرب کی فرض نماز کے بعد اپنی جگہ سے منتقل ہونے سے پہلے: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِي وَيُمِيتُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ دس مرتبہ پڑھے گا، تو ہر مرتبہ پڑھنے کے مقابلہ میں دس نیکیاں لکھی جائیں گی، دس گناہ معاف ہوں گے، اور دس درجات بلند ہوں گے اور ہرنا گوار اُمور سے حفاظت میں رہے گا اور شیطانِ مَردود کے مکروفریب سے حفاظت میں رہے گا۔ اِس کلمہ کو دس مرتبہ پڑھتے پڑھتے دوسرا آدمی آسانی کے ساتھ دو سنتیں پڑھ سکتا ہے۔ اور یہ حدیثِ شریف مغرب کی نماز کے بارے میں ہے، جس کے بعد سنتیں ہوتی ہیں، اِسی طرح مسجد سے فرض پڑھنے کے بعد پیدل چل کر گھر پہنچنے کے ذریعہ سے فرض وسنت کے درمیان میں فاصلہ کرنا حدیث سے ثابت ہے؛ حالانکہ بہت سے صحابۂ کرامؓ کی رہائش مسجدِ نبوی سے کافی دوری پر تھی، جہاں تک پہنچنے میں دس دس پندرہ پندرہ منٹ کی ضرورت پڑتی تھی، چنانچہ حدیثِ

←

شریف سے یہ بھی ثابت ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی فرض نماز ادا فرمائی کہ جس کے بعد سنتیں ہیں اور اُس نماز میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے، اور ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تکبیرِ اولیٰ میں شریک ہوگئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں طرف سلام پھیرا تو وہ شخص سنتوں کے لئے کھڑے ہوگئے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس شخص کے مونڈھے پکڑ کر کھینچ کر بٹھا دیا اور فرمایا کہ تم سے پچھلی اُمتیں اِسی وجہ سے ہلاک ہوگئیں کہ وہ فرض اور سنتوں کے درمیان میں فاصلہ نہیں کرتی تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! بہت اچھا کیا، اسی طرح فرض نمازوں کے بعد سنتوں سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مختلف انداز کے مختلف اوراد و وظائف اور ذکر و دُعاء کا پڑھنا ثابت ہے، اس لئے اگر کوئی شخص اتنی دیر کے لئے بیٹھ کر کچھ وظائف پڑھتا ہے کہ جس میں دوسرا آدمی دو رکعت سنت پڑھ سکتا ہے، تو کوئی حرج نہیں ہے، خدا کرے کہ اللہ تعالیٰ اعتراض کرنے والے معترض کو بھی کچھ پڑھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

---عَنِ الْأَزْرَقِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ: صَلّٰى بِنَا إِمَامٌ لَنَا يُكْنٰى أَبَارِمْثَةَ، فَقَالَ: صَلَّيْتُ هٰذِهِ الصَّلَاةَ أَوْ مِثْلَ هٰذِهِ الصَّلَاةِ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم، قَالَ: وَكَانَ أَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ يَقُومَانِ فِي الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ عَنْ يَمِيْنِهِ، وَكَانَ رَجُلٌ قَدْ شَهِدَ التَّكْبِيرَةَ الْأُوْلٰى مِنَ الصَّلَاةِ، فَصَلّٰى نَبِيُّ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم ثُمَّ سَلَّمَ عَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ حَتّٰى رَأَيْنَا بَيَاضَ خَدَّيْهِ، ثُمَّ انْفَتَلَ كَانْفِتَالِ أَبِيْ رِمْثَةَ يَعْنِيْ نَفْسَهُ، فَقَامَ الرَّجُلُ الَّذِيْ أَدْرَكَ مَعَهُ التَّكْبِيرَةَ الْأُوْلٰى مِنَ الصَّلَاةِ يَشْفَعُ، فَوَثَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ فَأَخَذَ بِمَنْكِبَيْهِ فَهَزَّهُ، ثُمَّ قَالَ: اِجْلِسْ فَإِنَّهُ لَمْ يُهْلِكْ أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا أَنَّهُمْ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ صَلَوَاتِهِمْ فَصْلٌ، فَرَفَعَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم بَصَرَهُ فَقَالَ: أَصَابَ اللّٰهُ بِکَ يَاابْنَ الْخَطَّابِ. أبوداؤد، رقم: ۱۰۰۷--- (کتبہ: شبیر احمد قاسمی، ۱۴/۱/۱۴۲۹) (فتاویٰ قاسمیہ، ۹۶/۸)

فرض نماز کے بعد کے اذکار و وظائف:

(۱) اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللہ سب سے بڑا ہے۔ (ایک مرتبہ) (مسلم، رقم: ۵۸۳)

(۲) أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں۔ (تین مرتبہ) (مسلم، رقم: ۵۹۱)

(۳) اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

←

اے اللہ! تو ہی سلامتی والا ہے، اور تیری ہی طرف سے سلامتی ہے، تو بہت بابرکت ہے، اے بڑی شان اور عزّت والے! (ایک مرتبہ) (مسلم، رقم:۵۹۱)

(۴) اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں، اُسی کی بادشاہت ہے، اور اُسی کے لئے سب تعریف ہے، اور وہ ہر چیز پر کامل قُدرت رکھتا ہے، اے اللہ! اُس چیز کو کوئی روکنے والا نہیں جو تو عطاء کرے اور جس چیز کو تو روک لے اُس کو کوئی دینے والا نہیں، اور کسی صاحبِ حیثیت کو اُس کی حیثیت تیرے ہاں فائدہ نہیں دے سکتی۔ (ایک مرتبہ) (مسلم، رقم: ۵۹۳)

(۵) رَبِّ أَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ

اے میرے رب! میری مدد فرما اپنے ذکر اور شکر پر اور اِس پر کہ میں تیری عبادت اچھے طریقے سے کرتا رہوں۔ (ایک مرتبہ) (ابوداود، رقم: ۱۵۲۲)

(۶) لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ

اللہ کے سوا معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں، اُسی کی بادشاہت ہے، اور اُسی کے لئے سب تعریف ہے، اور وہ ہر چیز پر کامل قُدرت رکھتا ہے، بُرائی سے بچنے کی ہمّت ہے نہ نیکی کرنے کی طاقت مگر اللہ کی توفیق ہی سے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور ہم صرف اُسی کی عبادت کرتے ہیں۔ اُسی کی طرف سے انعام ہے، اور اُسی کے لئے فضل اور اور اُسی کے لئے بہترین ثناء ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، ہم اُسی کے لئے بندگی کو خالص کرنے والے ہیں، خواہ کافر (اُسے) ناگوار سمجھیں۔ (ایک مرتبہ)

فائدہ: جو شخص نماز کے بعد یہ ذکر کرے، اُس کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں تب بھی معاف ہوجاتے ہیں۔ (مسلم، رقم: ۵۹۴)

(۷) ﴿اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَابَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَاخَلْفَهُمْ وَلَايُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَاشَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَالْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ (ایک مرتبہ)

فائدہ: جوشخص ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے اسے جنّت میں داخل ہونے سے موت کے سوا کوئی چیز نہیں روکے گی۔ (مَنْ قَرَأَ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوْبَةٍ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا أَنْ يَمُوْتَ.) (نسائی فی عمل الیوم واللیلۃ، رقم:۱۰۰)

(۸) سُبْحَانَ اللّٰهِ (۳۳ر مرتبہ) وَالْحَمْدُلِلّٰهِ (۳۳ر مرتبہ) وَاللّٰهُ اَكْبَرُ (۳۳ر مرتبہ) لَا إِلٰهَ إِلَّااللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اللہ پاک ہے، سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں، اُسی کی بادشاہت ہے، اور اُسی کے لئے سب تعریف ہے اور وہی ہر چیز پر کامل قُدرت رکھتا ہے۔ (ایک مرتبہ) (مسلم، رقم:۵۹۷، وفیہ: مَنْ قَالَ ذٰلِكَ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ غُفِرَتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ)

(۹) فجر اور مغرب کی نماز کے بعد دس دفعہ یہ دُعاء پڑھے: لَا إِلٰهَ إِلَّااللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اُسی کی بادشاہت ہے، اُسی کے لئے سب تعریف ہے، وہی زندگی دیتا ہے اور وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر کامل قُدرت رکھتا ہے۔ (ترمذی، رقم: ۳۴۷۴)

فائدہ: جوشخص کسی سے بات کرنے اور ہیئت بدلنے سے پہلے اِن کلمات کو پڑھے گا تو دس نیکیاں لکھی جائیں گی، دس گناہ مٹا دئے جائیں گے، دس درجے بلند کئے جائیں گے، اور ہر ناگوار چیز سے اور شیطان مردود سے حفاظت ہوگی۔

(۱۰) فجر کی نماز کے بعد یہ دُعاء پڑھے: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّرِزْقًا طَيِّبًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا اے اللہ! بے شک مَیں تجھ سے نفع دینے والے علم کا سُوال کرتا ہوں اور پاکیزہ رزق کا اور ایسے عمل کا جو قبول کرلیا جائے۔ (ایک مرتبہ) (ابن ماجہ، رقم: ۹۲۵)

(۳۰) اُس شخص کو نماز کی حلاوت (مٹھاس) محسوس نہیں ہو سکتی جو نامحرم (وہ جس سے نکاح جائز ہو، مرد کے لئے ایسی عورت سے اور عورت کے لئے ایسے مرد سے پردہ ضروری ہے) کو دیکھے چاہے وہ مجسمہ کو دیکھے یا تصویر کو، اس لئے کہ نماز کی حلاوت (مٹھاس) صفتِ احسان کی وجہ سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا نام صفتِ احسان ہے اور جو نامحرم کو دیکھے اُس کو اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مزہ نہیں آتا۔(۱)

(۳۱) جو آدمی اللہ تعالیٰ کے قُرب والے عمل (نماز) میں غافل ہے تو پھر دوسرے اعمال کا کیا حال ہوگا؟(۲)

نمازِ وتر کے بعد کی دُعاء:

(۱) سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ پاک ہے بادشاہ، بہت پاکیزہ۔ (ابوداود، رقم:۱۴۳۰، نسائی، رقم:۱۷۳۰)

یہ کلمات تین دفعہ پڑھے۔ تیسری دفعہ بآوازِ بلند کہے، آواز کو لمبا بھی کرے اور اُس کے ساتھ یہ بھی پڑھے رَبُّ الْمَلَائِکَةِ وَالرُّوْحِ فرشتوں اور روح (جبرئیلِ امینؑ) کا رب۔ (دارِ قطنی، رقم:۱۶۴۴)

(۱) صَلِّ صَلَاةَ مُوَدِّعٍ، کَاَنَّکَ تَرَاهُ، فَإِنْ کُنْتَ لَاتَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاکَ. المعجم الأوسط للطبراني، رقم:۴۴۲۷

(۲) نماز میں خشوع وخضوع پیدا کرنے کے چند طریقے: (۱) گناہوں سے بچنا۔ (۲) حرام چیزوں سے بچنا۔ (۳) وضو میں دل کو حاضر رکھنا۔ (۴) اذان کے بعد دل کو (نماز کی طرف) متوجّہ کرنا۔ (۵) نماز سے غافل کرنے والے چیزوں سے بچنا۔ (۶) نماز سے پہلے فضائلِ نماز کا مُراقبہ کرنا (سوچنا)۔ (۷) غیر اللہ سے بے التفاتی کرنا (توجّہ نہ دینا)۔ (۸) یہ مُراقبہ کرنا (میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں)۔ (۹) یا کم سے کم یہ سوچنا کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے۔ ←

(۳۲) اِس زمانے میں مسجد کا عمل صرف نماز کو سمجھا جاتا ہے (جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانے میں مساجد میں مختلف حلقے لگتے تھے) اس لئے آج کل نماز میں کمال (خوبی) نہ عمل کے اعتبار سے ہے نہ طریقے کے اعتبار سے اور نہ یقین کے اعتبار سے۔(۱)

---

(۱۰) رُخصت ہونے والے کی طرح نماز پڑھنا (کہ یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے)۔ (۱۱) نماز کو رب سے ہم کلامی (بات چیت) سمجھ کر پڑھنا۔ (۱۲) نماز کی حالت میں قرآن سمجھ کر پڑھنا۔ (۱۳) نماز میں پڑھے جانے والے الفاظ کی طرف دھیان جمائے رکھنا۔ (۱۴) نماز کے ارکان کو سکون سے ادا کرنا۔ (۱۵) اہلِ خشوع کی صحبت اختیار کرنا۔ (۱۶) تنہائی میں نماز پر محنت کرنا (دھیان جمانے کی مشق کرنا اور حقیقت والی نماز کی دعوت دینا)۔ نماز میں خشوع وخضوع پیدا کرنے کے طریقے ص ۱۲۲

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مدینہ کے بازار سے گزرے تو کھڑے ہو کر بلند آواز ے کہا اے بازار والو! تم لوگ کتنے زیادہ عاجز ہو۔ بازار والوں نے کہا اے ابو ہریرہ! کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے، اور تم لوگ یہاں بیٹھے ہو تو کیا تم لوگ جا کر اس میں سے اپنا حصہ نہیں لیتے؟ لوگوں نے پوچھا کہاں تقسیم ہو رہی ہے؟ انہوں نے فرمایا مسجد میں، چنانچہ وہ بازار والے بہت تیزی سے مسجد گئے او حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہاں ٹھہرے رہے۔ تھوڑی دیر میں وہ لوگ واپس آ گئے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ کہ جلدی سے واپس آ گئے انہوں نے کہا اے ابو ہریرہ! ہم مسجد گئے تھے ہم نے اندر جا کر دیکھا تو ہمیں وہاں کوئی چیز تقسیم ہوتی ہوئی نظر نہیں آئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کیا تم نے مسجد میں کوئی آدمی نہیں دیکھا؟ انہوں نے کہا ہم نے بہت سے آدمی دیکھے کچھ لوگ نماز پڑھ رہے تھے اور کچھ لوگ قرآن پڑھ رہے تھے اور کچھ لوگ حلال اور حرام کا مذاکرہ کر رہے تھے تو ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارا بھلا ہو یہی اعمال مسجد تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث ہیں۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط، رقم: ۱۴۲۹

۳۳ عبادت میں دل نہ لگنا، یہ نظر کی خرابی (بدنگاہی) کی وجہ سے ہے۔(۱)

۳۴ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں فرائض کے چھوڑنے کو کفر سمجھا جاتا تھا اورنوافل چھوڑنے والے کوعیب دار سمجھا جاتا تھا۔(۲)

۳۵ فرض نماز کی تکمیل نوافل سے ہوتی ہے۔(۳)

۳۶ اُس سے زیادہ ناسمجھ کون ہوگا جودعوت کیلئے عبادت کوکمزورکررہاہو۔

---

(۱) نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے جس نے اسے اللہ کے خوف کی وجہ سے چھوڑ دیا، اللہ اسے ایسا ایمان نصیب فرمائے گا جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔"المعجم الکبیر ،رقم:۱۰۳۶۲

(۲) اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ كُلَّ جَعْظَرِيٍّ جَوَّاظٍ صَخَّابٍ فِى الْاَسْوَاقِ جِيْفَةٍ بِاللَّيْلِ حِمَارٍ بِالنَّهَارِ عَالِمٍ بِأَمْرِ الدُّنْيَا جَاهِلٍ بِاَمْرِ الْاٰخِرَةِ،السنن الکبری،رقم: ۲۰۸۰۴۔
بیشک! اللہ تعالیٰ ہرسخت مزاج، زیادہ کھانے پینے والے، بازاروں میں چیخ چیخ کر بولنے والے شخص کوناپسند کرتا ہے، جورات کے وقت مُردار کی طرح پڑے ہوتے ہیں، جودن کے وقت گدھے کی طرح ہوتے ہیں، جودنیا سے متعلق اُمور سے واقف ہوتے ہیں اور آخرت سے متعلق اُمور سے ناواقف ہوتے ہیں“۔

(۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:”قیامت کے دن لوگوں سے ان کے اعمال میں سے جس چیز کے بارے میں سب سے پہلے پوچھ تاچھ کی جائے گی وہ نماز ہوگی، ہمارا رب اپنے فرشتوں سے فرمائے گا، حالانکہ وہ خوب جانتا ہے میرے بندے کی نماز کو دیکھووہ پوری ہے یا اس میں کوئی کمی ہے؟ اگر پوری ہوگی توپورا ثواب لکھا جائے گا اوراگر کمی ہوگی تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا: دیکھو، میرے بندے کے پاس کچھ نفل ہے؟ اگر نفل ہوگی تو فرمائے گا: میرے بندے کے فرض کو اس کی نفلوں سے پورا کرو، پھر تمام اعمال کا یہی حال ہوگا“۔ ابوداؤد، رقم:۸۶۴

(۳۷) نوافل سے بندے کے اعضاء اللہ تعالیٰ کی مَرضیات پرآ جاتے ہیں۔(۱)

(۳۸) مشرک کے جسم سے بستر بوجھل (وزنی) ہوتے ہیں (یعنی وہ اپنے رب کی عبادت نہیں کرتا) اورمومن کے پہلو (بازو) اُس کے بستر سے روٹھے (ناراض) رہتے ہیں (یعنی وہ رات میں عبادت کرتا ہے)۔(۲)

(۳۹) اپنے آپ کونوافل کی کثرت کا عادی بنانا چاہیے، کیونکہ نوافل زائد نہیں بلکہ مزید ہیں اورمزید کا مطلب یہ ہے کہ اُس کی ضرورت ہے۔

(۴۰) مولانا یوسفؒ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکل کرتم نمازوں کو ضروری سمجھو پانچ تو فرض نمازیں ہیں، ان کے علاوہ تہجد، اشراق، چاشت اوراوّابین کا بھی مزید اِہتمام کرو۔(۳)

---

(۱) میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعے مجھ سے قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو اس کے کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اوراس کی آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اوراس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اوراس کا پاؤں ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اوراگروہ مجھ سے کوئی چیز مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اوراگر مجھ سے پناہ مانگے تو پناہ دیتا ہوں اورجس کام کوکرنے والا ہوتا ہوں اس کے کرنے میں مجھے تردد نہیں ہوتا۔جس قدر مجھے نفس مومن سے تردد ہوتا ہے کہ وہ موت کومکروہ سمجھتا ہے اورمیں اس کے برا سمجھنے کومکروہ سمجھتا ہوں۔البخاری، رقم:۶۵۰۲

(۲) ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ﴾ [السجدة:۱۶]
ان کے پہلوخوابگاہوں سے الگ ہوتے ہیں اس طور پر کہ وہ لوگ اپنے رب کوامید سے اورخوف سے پکارتے ہیں اورہماری دی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرتے ہیں

(۳) =---

نام	وقت	رکعت
تہجد	نماز تہجد کا افضل وقت سوکر اُٹھنے کے بعد آدھی یا اخیر شب ہے، تاہم اس کیلئے سونا ضروری نہیں ہے؛ لہٰذا! اگر کوئی شخص سونے سے قبل تہجد کی نوافل پڑھ لے تو بعض علماء نے اُسے بھی تہجد کی فضیلت حاصل کرنے والوں میں شامل فرمایا ہے، نیز اگر اخیر شب میں نوافل کا موقع نہ ملے تو کم ازکم عشاء کے بعد چند رکعات اسی نیت سے پڑھ لینی چاہئیں۔ وَرَوَى الطَّبَرَانِيُّ مَرْفُوْعًا: لَا بُدَّ مِنْ صَلَاةٍ بِلَيْلٍ وَلَوْ حَلْبَ شَاةٍ وَمَا كَانَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ فَهُوَ مِنَ اللَّيْلِ. وَهٰذَا يُفِيْدُ أَنَّ هٰذِهِ السُّنَّةَ تَحْصُلُ بِالتَّنَفُّلِ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ قَبْلَ النَّوْمِ. شامي زكريا ۲/ ۴۶۷	۱۲
اشراق	سورج طلوع ہونے کے تقریباً ۱۵/ سے ۲۰/ منٹ (مکروہ وقت گزرجانے کے بعد اشراق کا وقت شروع ہوتا ہے (أَوَّلُهَا عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ إِلَى أَنْ تَرْفَعَ الشَّمْسُ وَ تَبْيَضُّ قَدْرَ رُمْحٍ أَوْرُمْحَيْنِ، الطحطاوی علی المراقی، ص:۱۰۰)	۴
چاشت	آفتاب طلوع ہونے سے زوال تک باقی رہتا ہے لیکن افضل یہ ہے کہ ایک چوتھائی دن گزرنے کے بعد چاشت کی نماز پڑھی جائے، وَنَدْبُ أَرْبَعٍ فَصَاعِدًا فِي الضُّحٰى مِنْ بَعْدِ الطُّلُوْعِ إِلَى الزَّوَالِ وَ وَقْتُهَا الْمُخْتَارُ بَعْدَ رُبْعِ النَّهَارِ، الدر المختار، ۲/ ۴۶۵	۸
اوّابین	اوّابین کا وقت عشاء کی نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے تک ہے، البتہ افضل وقت مغرب کی نماز کے فوراً بعد کا ہے، جبکہ کسی سے بات نہ کی ہو۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم قَالَ: مَنْ صَلّٰى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكْعَاتٍ لَمْ يَتَكَلَّمْ بَيْنَهُنَّ بِسُوْءٍ عَدَلْنَ لَهُ بِعِبَادَةِ ثِنْتَيْ عَشَرَةَ سَنَةً. ابن ماجہ، ۲/ ۲۴۳	۶

مغرب کی نماز کے بعد اوابین کے نام سے جو نوافل پڑھی جاتی ہیں وہ چھ رکعات ہیں، مفتی بہ قول کے مطابق یہ چھ رکعات مغرب کے بعد کی دو رکعات سنتِ مؤکدہ کے علاوہ ہیں۔ البتہ بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ سنتِ مؤکدہ کو ملا کر چھ رکعات ادا کرنے سے بھی یہ فضیلت حاصل ہوجائے گی۔

دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

۴۱ حرام کمائیاں عبادات کو کھوکھلی (بے مغز) اور دُعاؤں کو مَردود (نا قابلِ قبول) کرادیتی ہیں۔(۱)

۴۲ لوگ لقمہ کو معمولی سمجھتے ہیں حضرت مولانا یوسفؒ فرماتے تھے: لقمہ سمندر ہے اور خیالات اُس کے موتی ہیں (یعنی جیسی غذا ہوگی ویسے خیالات اگر روزی حلال ہوتو خیالات پاکیزہ ہوں گے اور اگر روزی حرام ہوتو خیالات ناپاک پیدا ہوں گے۔(۲)

۴۳ جو اِطاعت غفلت سے کی جائے گی وہ سُستی پیدا کرے گی۔

۴۴ دشمنانِ اسلام نے معاشرہ کو بدلنے کے لیے دو کام کیے؛ پہلا کام تیار غیرشرعی لباس سستے داموں میں دیئے دوسرا کام ان کی دُعاؤں اور ان کی عبادتوں کو کھوکھلا کرنے کے لیے تیار کھانے دیئے جن کے حلال اور پاکیزہ ہونے میں عام طور سے شک ہوتا ہے۔

---

(۱) حدیث میں ہے کہ بعض لوگ لمبے لمبے سفر کرتے ہیں اور غبار آلود رہتے ہیں پھر اللہ کے سامنے دعا کے لئے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور یا رب یا رب پکارتے ہیں مگر ان کا کھانا بھی حرام ہوتا ہے پینا بھی، لباس بھی حرام ہوتا ہے اور حرام ہی کی ان کو غذا ملتی ہے ایسے لوگوں کی دعا کہاں قبول ہوسکتی ہے. مسند ابن الجعد، رقم: ۲۰۰۹

(۲) ﴿کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا﴾ [المؤمنون: ۵۱]
علماء نے فرمایا کہ ان دونوں حکموں کو ایک ساتھ لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ حلال غذا کا عمل صالح میں بڑا دخل ہے جب غذا حلال ہوتی ہے تو نیک اعمال کی توفیق خود بخود ہونے لگتی ہے اور غذا حرام ہو تو نیک کام کا ارادہ کرنے کے باوجود بھی اس میں مشکلات حائل ہوجاتی ہیں۔ معارف القرآن: ۶/ ۳۱۵

۳۲ علم ۴

۱ اللہ تعالیٰ کی ذات سے براہِ راست اِستفادے (فائدہ اُٹھانے) کیلئے اللہ تعالیٰ کے اوامر (حکموں) کو حضرت محمد ﷺ کے طریقہ پر پورا کرنے کی غرض سے اللہ والا علم حاصل کرنا۔

۲ اِس زمانہ کی سب سے بڑی جہالت یہ ہے کہ لوگوں نے ہر چیز کے جاننے کو علم سمجھ لیا ہے، علم صرف وہ ہے جو حضرت محمد ﷺ کے سُنّت طریقے پر اللہ تعالیٰ ہم سے چاہتے ہیں۔(۱)

---

(۱) علم کے اگر لغوی معنی مراد لیے جائیں تو ہر طرح کی جانکاری شامل ہے، خواہ دینی ہو یا دُنیوی جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا: ﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَآءَ كُلَّهَا﴾ اور حضرت داوٗد علیہ السّلام کے تذکرہ میں فرمایا: ﴿وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ﴾ تو یہاں علم سے مراد علم لغوی ہے جو دینی اور دُنیوی سب علوم کو شامل ہے، لیکن اگر اصلاحی معنیٰ کا خیال رکھا جائے تو قرآن وسُنّت کی نظر میں علم کا اطلاق صرف علمِ دین پر ہوتا ہے، اور یہی علم انبیاء علیہم السلام کی میراث ہے، جو بذاتِ خود باعثِ اجر وثواب ہے؛ کیونکہ اِس علم سے حلال اور حرام کے درمیان تمیز ہوتی ہے، صحیح اور غلط کا فیصلہ ہوتا ہے اور اِسی سے اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہوتی ہے، اِس کا تذکرہ درجِ ذیل آیات میں کیا گیا ہے: ﴿وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ (البقرہ:۲۶۹)

③ جہل سے پلنے کا یقین ہے، مگر اللہ تعالیٰ والے علم سے پلنے کا یقین نہیں۔

﴿وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ﴾(آل عمران: ۷)﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾(الفاطر: ۲۸)﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾(الزمر:۹)

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ علم کا سیکھنا ہر مومن پر فرض ہے، اِس سے مُراد روزہ، نماز، حلال وحرام اور حدود واحکام کی معرفت حاصل کرنا ہے۔(الفقیہ والمتفقہ:۳۲)

حضرت حسن بن ربیعؒ فرماتے ہیں کہ مَیں نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے پوچھا کہ ارشادِ مبارک طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ (علم کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے) اِس کا مطلب کیا ہے؟ تو حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے جواب دیا کہ اس سے وہ دُنیوی علوم مُراد نہیں ہیں جو تم حاصل کرتے ہو؛ بلکہ اِس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی دینی معاملہ میں مبتلا ہو تو اُس کے بارے میں پہلے جانکار لوگوں سے علم حاصل کرے۔(الفقیہ والمتفقہ:۵۲)

اِس کے بَرخلاف جو دُنیوی علوم ہیں وہ عُلوم نہیں؛ بلکہ ذرائعِ معاش ہیں؛ کیونکہ اِن علوم پر آخرت میں علم ہونے کی حیثیت سے کسی ثواب کا وعدہ نہیں ہے؛ البتہ اگر کوئی اِن علوم کے ذریعہ خیر کا کام بجالائے تو اُسے اِن کاموں کا یقیناً ثواب ملے گا، مثال کے طور پر ڈاکٹری کا علم ہے تو محض ڈاکٹر ہونا آخرت میں نجات کے لئے کافی نہیں ہے؛ البتہ اگر کوئی ڈاکٹر اپنی ڈاکٹری خدمتِ خلق کے لئے استعمال کرے تو اُسے خدمتِ خلق کا ثواب ملے گا۔

اِس کے بالمقابل ایک عالم یا حافظِ قرآن اِن کے لئے اِس علم وحفظ ہی کو آخرت میں رفعِ درجات کا سبب بتایا گیا ہے، مثلاً عالم کو عزّت کا جوڑا پہنایا جانا اور حافظ کو کرامت کا تاج پہنایا جانا وغیرہ اِس کے متعلق متعدد احادیثِ شریفہ موجود ہیں۔

(۴) دنیا کافن (ڈگریاں) حاصل کرکے فخر کرنا کُفر کا مزاج ہے۔ (۱)

(۵) ہمارا یہ حال ہے کہ دُنیا کے جَہل کے لیے سارے بچّوں کو پڑھا رہے ہیں اور آخرت کے عِلم کے لیے کہتے ہیں کہ ایک بچّہ کافی ہے۔

(٦) اپنے بچّوں کو علمِ الٰہی پڑھاؤ (عالم، حافظ بناؤ! اور دین کا ضروری علم سکھاؤ)، آج تو ساری محنت اور کوشش بچّوں کو انگریزی پڑھانے پر ہے۔

(۷) جس عمل میں علم اور احتساب (اجر ملنے کا یقین) نہ ہو وہ عادت ہے عمل نہیں۔

ایسی بشارت کسی اور فن کے سیکھنے والے کو نہیں دی گئی ہے، یہ صرف علمِ نُبوّت کے ساتھ خاص ہے؛ لہٰذا! علومِ نبوّت اور علومِ عصریہ کو ایک درجہ میں ہرگز نہیں رکھا جاسکتا، دونوں کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے البتہ یہ بات اپنی جگہ دُرست ہے کہ دنیا چونکہ دارالاسباب ہے؛ اِس لئے یہاں معاشی یا سماجی ضرورت کے لئے منکرات سے بچتے ہوئے کسی بھی دُنیوی علم یا فن کو سیکھنا فی نفسہٖ منع نہیں ہے اور اگر ان کو سیکھنے میں نیت دین کی سربلندی کی شامل ہوجائے تو یقیناً وہ ایک امرِ مستحسن ہوسکتا ہے؛ لیکن اِن سب کے باوجود علمِ دین کی حیثیت اپنی جگہ ممتاز اور مسلّم ہے، اُس کو دُنیوی علوم کے ہم پلّہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔ (مستفاد: امداد الاحکام: ۱/ ۲۲۳، احسن الفتاوی: ۱/ ۴۵۳-۴۵۴، دعوت فکر وعمل: ۳۸۴، لمحات فکریہ: ۲۴۴-۲۴۵)۔ (کتاب النوازل: ۱/ ۲۲٦)

(۱) ﴿فَلَمَّا جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُم بِٱلۡبَيِّنَٰتِ فَرِحُواْ بِمَا عِندَهُم مِّنَ ٱلۡعِلۡمِ وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُواْ بِهِۦ يَسۡتَهۡزِءُونَ﴾ [المؤمن: ۸۳]

پھر جب ان کے پاس ان کے پیغمبر واضح دلیلیں لے کر آئے تو یہ اپنے ہی علم پر اِترانے لگے ،اور بالآخر وہ جس عذاب کا مذاق اُڑا رہے تھے، اُسی نے اُن کو گھیر لیا۔

(٨) تعلیم کا کوئی بدل نہیں سوائے جنّت کے۔ (١)

(٩) علم حاصل کرو علماء کی مجالس سے اور تربیت حاصل کرو اہلُ اللہ کی صحبت سے (اللہ والوں کے ساتھ رہ کر)۔(٢)

(١٠) صرف کتاب پڑھ کر عمل کر لینا یہ صحابہؓ کا طریقہ نہیں تھا؛ بلکہ حضور ﷺ کی صحبت سے صحابہ رضی اللہ عنہم علم لیا کرتے تھے۔

(١١) علم سراسر ادب اور دین کا نام ہے یہ علم بغیر ادب اور بغیر تقویٰ کے حاصل ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ (٣)

(١٢) علم کے حاصل کرنے میں سب سے بڑی رُکاوٹ لایعنی ہے، دوسرے جہاں سے اور جن سے علم لیا جارہا ہے اُن کی بے ادبی ہے۔(٤)

---

(١) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الجَنَّةِ. مصنف ابن ابي شيبه، رقم: ٢٦١١٧

(٢) **آدمی کی عقلمندی کی ایک علامت یہ ہے کہ اُس کا اُٹھنا، بیٹھنا علم والوں کے ساتھ ہو۔**
جامع بیان العلم: ١/١٣١ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ التوبة: ١١٩

(٣) قَالَ الْإِمَامُ مَالِكُ رَحِمَهُ اللّٰهُ: إِنَّ حَقًّا عَلَى مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ أَنْ يَكُوْنَ لَهُ وَقَارٌ وَسَكِيْنَةٌ وَخَشْيَةٌ، وَأَنْ يَكُوْنَ مُتَّبِعًا لِأَثَرِ مَنْ مَضَى قَبْلَهُ. جامع بیان العلم، ص: ٧٠٩
اِعْلَمْ أَنَّ طَالِبَ الْعِلْمِ لَا يَنَالُ الْعِلْمَ وَلَا يَنْتَفِعُ بِهِ إِلَّا بِتَعْظِيْمِ الْعِلْمِ وَأَهْلِهِ وَتَعْظِيْمِ الْأُسْتَاذِ، فَقَدْ قِيْلَ: مَا وَصَلَ مَنْ وَصَلَ إِلَّا بِالْحُرْمَةِ، وَمَا سَقَطَ مَنْ سَقَطَ إِلَّا بِتَرْكِ الْحُرْمَةِ. تعليم المتعلم، ص: ٢٥

(٤) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ، وَتَعَلَّمُوا لِلْعِلْمِ السَّكِيْنَةَ، وَالْوَقَارَ، وَتَوَاضَعُوا لِمَنْ تَعَلَّمُوْنَ مِنْهُ. المعجم الأوسط للطبراني، رقم: ٦١٨٣

(۱۳) صحابہؓ وتابعینؒ کے زمانہ میں طلبہ کو لایعنی (بے کار) بات ایسی چبھتی تھی کہ اُستاذ کوٹوک دیا کرتے تھے۔(۱)

(۱۴) آج ہمارے پاس جو علم ہے یہ پچھلوں کا عمل ہے اور آج کا عمل بعد والوں کے لئے علم بنے گا؛ ورنہ اُمّت سے اُمّت میں علم منتقل ہو اور عمل منتقل نہ ہو تو یہ معلومات ہیں۔

(۱۵) علم کو عبادت کے راستہ سے لو ذہانت کے راستہ سے مت لو۔(۲)

(۱٦) صغائر (چھوٹے گناہ) کرنے کی وجہ سے آدمی کا علم عمل کے وقت غائب ہو جاتا ہے۔ (۳)

(۱۷) علم آپ کے دروازہ پر آنے والا مہمان ہے، اگر آپ نے اُس پر عمل کیا تو وہ آپ کے پاس ٹھہرے گا، ورنہ وہ چلا جائے گا۔ (۴)

---

(۱) حضرت حسان بن عطیہؒ کہتے ہیں' شداد بن اوسؓ ایک سفر میں تھے، ایک جگہ پڑاو کیا تو اپنے غلام سے کہنے لگے چھری لے کر آو، ہم اُس سے کھیلیں گے، میں نے اِس پر تعجب کا اظہار کیا تو وہ کہنے لگے، میں نے جب سے اسلام قبول کیا اُس وقت سے میں اپنی زبان کو لگام دے کر بات کرتا ہوں لیکن یہ جملہ آج میرے منھ سے نکل گیا ہے، اِسے یاد نہ رکھنا۔(مسند اُحمد بن حنبل، رقم: ۱۷۲۴۳)

(۲) اِتَّقِ اللّٰهَ تَكُنْ أَعْلَمَ النَّاسِ. کنز العمال: ۱۲۸/۱٦
تم اَللہ تعالی سے ڈرو، سب سے بڑے عالم بن جاوٴ گے۔

(۳) علم ایک باطنی نُور ہے اور معصیت سے نُورِ باطن بُجھ جاتا ہے۔(جزاء الاعمال: ۴۴)

(۴) قَالَ الثَّوْرِيُّ: اَلْعِلْمُ يَهْتِفُ بِالْعَمَلِ فَإِنْ أَجَابَهُ وَإِلَّا ارْتَحَلَ (جامع بیان العلم: ۷۰٦)
حضرت سفیان ثوریؒ کہتے ہیں: علم عمل کو پکارتا رہتا ہے، جواب نہیں پاتا تو رخصت ہو جاتا ہے۔

۱۸ جن میں عمل کی طلب علم سے زیادہ ہوگی وہی علم کا حق ادا کریں گے، ورنہ وہ علم کو ضائع کریں گے، صحابہؓ میں عمل کی طلب علم سے زیادہ تھی اِس لیے وہ علم کا حق ادا کیا کرتے تھے۔ (۱)

۱۹ اگر علماء کو دین پڑھانے قرآن سکھانے اور علم سکھانے کے لیے تنخواہ ملتی ہے تو یہ اُس کے پڑھانے کا بدل نہیں ہے؛ بلکہ یہ اُس شغل (کام) کا بدل ہے جس مشغلہ (تجارت وغیرہ) سے اُنہیں ہٹا کر پڑھانے پر لگایا گیا ہے۔(۲)

---

(۱) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ مَرْفُوعاً: تَعَلَّمُوْا مَا شِئْتُمْ إِنْ تَعَلَّمُوْا فَلَنْ يَنْفَعَكُمُ اللّٰهُ حَتّٰى تَعْمَلُوا بِمَا تَعْلَمُوْنَ. (حیاۃالصحابۃ: ۳/۳۴۵)

(۲) فَقَدْ اِتَّفَقَتْ النُّقُوْلُ عَنْ أَئِمَّتِنَا الثَّلَاثَةِ أَبِي حَنِيْفَةَ وَأَبِي يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٍ: أَنَّ الْاِسْتِئْجَارَ عَلَى الطَّاعَاتِ بَاطِلٌ، لٰكِنْ جَاءَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِنَ الْمُجْتَهِدِيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ أَهْلُ التَّخْرِيْجِ وَالتَّرْجِيْحِ، فَأَفْتَوْا بِصِحَّتِهِ عَلَى تَعْلِيْمِ الْقُرْاٰنِ لِلضَّرُوْرَةِ، فَإِنَّهُ كَانَ لِلْمُعَلِّمِيْنَ عَطَايَا مِنْ بَيْتِ الْمَالِ وَالْقِطَاعَاتِ فَلَوْلَمْ يَصِحَّ الْاِسْتِيْجَارُ وَأَخْذُ الْأُجْرَةِ لَضَاعَ الْقُرْاٰنُ، وَفِيْهِ ضِيَاعُ الدِّيْنِ لِاحْتِيَاجِ الْمُعَلِّمِيْنَ إِلَى الْاِكْتِسَابِ. شرح عقود رسم المفتی ص: ۵۸ ہمارے ائمۂ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے بالاتفاق یہ مروی ہے کہ طاعات کا اجارہ باطل ہے لیکن بعد کے مجتہدین نے جو اصحابِ تخریج وترجیح تھے ضرورت کی وجہ سے تعلیم قرآن پر جواز کا فتویٰ دیا کیونکہ معلّمینِ قرآن کو پہلے حکومت سے وظائف ملتے تھے جو بعد میں بند ہوگئے۔ اِس لیے اگر تعلیمِ قرآن پر تنخواہ لینے کو ناجائز قرار دیا جائے گا تو قرآن ضائع ہوجائے گا، کیونکہ اساتذۂ قرآن کو بھی کسبِ معاش کی فکر دامن گیر ہوگی اور اس میں قرآن اور دین کا ضیاع (ضائع ہونا) ہے۔

(۲۰) قرآن کی تعلیم کا اور دین کی بُنیادی چیزوں کے سکھانے کا اہتمام ہر محلّہ والوں کا کام ہے اور یہ ہر مسجد کے مصلی کی ذمہ داری ہے۔

(۲۱) مساجد میں قرآنی تفاسیر کے حلقے یہ ایسی چیز ہیں جن کی اُمّت کو سخت ضرورت ہے، اگر اِن کو ہلکا سمجھا گیا تو یہ بڑی محرومی کا سبب ہے۔ (۱)

(۲۲) حضور ﷺ نے اپنے لائے ہوئے علم کو غَیث کثیر (موسلا دھار بارش) بتلایا ہے۔(۲) جس میں بلندی اور حرکت ہوتی ہے، کنواں نہیں بتلایا؛ کیونکہ اِس میں جمود اور پستی ہے۔

---

(۱) عَنْ أَبِيْ مُوْسى رضي الله عنه: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ انْحَرَفْنَا إِلَيْهِ، فَمِنَّا مَنْ يَسْأَلُهُ عَنِ الْقُرْآنِ، وَمِنَّا مَنْ يَسْأَلُهُ عَنِ الْفَرَائِضِ، وَمِنَّا مَنْ يَسْأَلُهُ عَنِ الرُّؤْيَا.(جمع الفوائد،رقم:۲۷۸)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز فجر ادا فرما لیتے تو ہم لوگ آپؐ کے پاس بیٹھ جاتے اور ہم میں کوئی آپ ﷺ سے قرآن کے بارے میں سُوال کرتا کوئی فرائض کے بارے میں دریافت کرتا، اور کوئی خواب کی تعبیر معلوم کرتا۔

(۲) وَعَنْ أَبِي مُوسى رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَثَلُ مَابَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيرِ أَصَابَ أَرْضًا، فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ، فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ، وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ، فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَاالنَّاسَ، فَشَرِبُوا وَسَقَوْا وَزَرَعُوا، وَأَصَابَ مِنْهَا طَائِفَةً أُخْرٰى، إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَاتُمْسِكُ مَاءً، وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِيْ دِينِ اللّٰهِ وَنَفَعَهٗ مَابَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَأْسًا، وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهٖ. (البخاري،رقم:۷۹)

۲۳ بعض آویں کہ جی مجھے کوئی ایسا مدرسہ بتاؤ! جو تبلیغی ہو، مَیں نے کہا کہ تم تبلیغی مدرسہ تلاش کر رہے ہو، مَیں چاہتا ہوں ایسا مدرسہ تلاش کرو جہاں یہ کام نہ ہوتا ہو' کہ وہاں اِس کام کو شروع کیا جا سکے۔

۲۴ دین کے کسی شعبہ کا انکار حضرت محمد ﷺ کے احکامات کا انکار ہے۔

۲۵ یہ بات دل سے نکال دینا چاہیے کہ ہمارا اِن علمی مراکز کے علاوہ کوئی اور مَرجع ہے، اِس کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

۲۶ کام کرنے والوں کا اپنی کوئی رائے قائم کرنا انتہائی گمراہی اور فتنہ کا سبب ہے

۲۷ ہم یہ کبھی نہیں کہتے کہ مدرسہ چھوڑو، امامت چھوڑو؛ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ انتظام کر کے جاؤ۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضرت سعد قرظی رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ (مؤذن) طئے کر کے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نکلے تھے۔(۱)

(۱) حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمانے لگے اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ مومن کے اعمال میں سب سے افضل عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے، چنانچہ میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ میں اب مرتے دم تک جہاد میں لگا رہوں گا یہ سن کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بلال! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم میری حرمت اور حق کا خیال رکھو میں اب بوڑھا اور کمزور ہو چکا ہوں اور میری موت کا وقت قریب ہے ،یعنی مجھے اس وقت آپ جیسے رفقاء کی ضرورت ہے، یہ سن کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں قیام کرنا قبول فرمالیا پھر جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے وہی گفتگو فرمائی جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی مگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے انکار فرمادیا، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے بلال پھر میں کسے آپ کی جگہ مقرر کروں، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو، کیونکہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں مسجد قبا کے مؤذن رہ چکے ہیں چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اذان کا کام حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے سپرد فرمادیا۔(تاریخ دمشق لابن عساکر، رقم: ۲۶۲۸)

(۲۸) علمائے دیوبند کا جو مسلک ہے وہی ہمارا مسلک ہے۔ (اہلِ سُنّت والجماعت)[۱]

(۲۹) میرے پاس سال والے آتے ہیں، مَیں اُنہیں پہلا مشورہ یہی دیتا ہوں کہ یکسوئی کے ساتھ سال لگاؤ! اور پھر پڑھاؤ۔

---

(۱) حکیم الاسلام حضرت قاری طیّب صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: علمائے دیوبند سے صرف وہ حلقہ مُراد نہیں جو دارالعلوم دیوبند میں تعلیم و تدریس یا افتاء وقضاء یا تبلیغ وموعظت یا تصنیف وتالیف وغیرہ کے سلسلہ سے مقیم ہے؛ بلکہ وہ تمام علماء مُراد ہیں جن کا ذہن وفکر حضرتِ اقدس مجدّدِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے فکر ونظر سے چل کر حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی حکمت سے جڑا ہوا اور بانیانِ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی قدّس اللہ اَسرَارَہُم کے ذوق ومشرب سے وابستہ ہے علمائے دیوبند کے مسلک کی تشریح وتوضیح کے لئے اصلاً کسی الگ کتاب کی تالیف کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ (علمائے دیوبند کا دینی رُخ، مسلکی مزاج، ص:۲۲)

شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں: علمائے دیوبند کوئی ایسا فرقہ یا جماعت نہیں ہے جس نے جمہورِ اُمّت سے ہٹ کر فکر وعمل کی کوئی الگ راہ نکالی ہو؛ بلکہ اسلام کی تشریح وتعبیر کے لئے چودہ سو سال میں جمہور علماءِ اُمّت کا جو مسلک رہا ہے وہی علمائے دیوبند کا مسلک ہے۔ دین اور اُس کی تعلیمات کا بُنیادی سرچشمہ قرآن وسُنّت ہیں اور قرآن وسُنّت کی تمام تعلیمات اپنی جامع شکل وصورت میں علمائے دیوبند کے مسلک کی بنیاد ہیں۔ اہلِ سُنّت والجماعت کے عقائد کی کوئی بھی مستند کتاب اُٹھا کر دیکھ لیجئے! اُس میں جو کچھ لکھا ہوگا وہی علمائے دیوبند کے عقائد ہیں۔ (ص:۷)

علمائے دیوبند اپنے دینی رخ اور مسلکی مزاج کے لحاظ سے کلیۃً اہل السنت والجماعت ہیں، نہ وہ کوئی نیا فرقہ ہے نہ نئے عقائد کی کوئی جماعت ہے جسے وقت اور ماحول نے پیدا کر دیا ہو۔ دیوبندیت یا قاسمیت کوئی فرقہ واری نسبت نہیں ہے بلکہ صرف ایک تعلیمی نسبت ہے۔ (دینی رخ اور مسلکی مزاج، ص:۲۲/۲۳)

(٣٠) اگر دین کے تقاضے کے لئے اعدائے دین (دین کے دشمنوں) کی زُبان سیکھی جا سکتی ہے، تو معذورین (گونگوں) کی زُبان کیوں نہیں سیکھی جاتی۔[١]

(٣١) کوئی جماعت نکلے اور اُس کے ساتھ عالم نہ ہو یہ نقصان کی بات ہے۔[٢]

(٣٢) امام مالکؒ نے فرمایا: مجھے احادیث کے یاد ہونے کا سبب یہ ہے کہ میں حدیث پر سنتے ہی فوراً عمل کرتا تھا۔

---

(١) مجھے علم اور ذکر کی کمی کا قلق (افسوس) ہے، اور یہ کمی اِس واسطے ہے کہ اب تک اہلِ علم اور اہلِ ذکر اِس میں نہیں لگے ہیں، اگر یہ حضرات آ کر اپنے ہاتھ میں کام لے لیں تو یہ کمی بھی پوری ہو جائے، مگر علماء اور اہلِ ذکر تو ابھی تک اِس میں بہت کم آئے ہیں۔ (ملفوظات مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ، قسط: ۴، ملفوظ نمبر: ۴١)

(٢) حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا اور لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! یہ لڑکا قبیلہ بنو نجار کا ہے اور جتنا قرآن آپ پر نازل ہو چکا ہے اُس میں سے سترہ سورتیں پڑھ چکا ہے چنانچہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قرآن پڑھ کر سنایا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بہت پسند آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اے زید! تم میرے لیے یہود کی لکھائی سیکھ لو، کیونکہ اللہ کی قسم! مجھے لکھائی کے بارے میں یہود پر کوئی اطمینان نہیں ہے، چنانچہ میں نے یہود کی زبان کو اور ان کی لکھائی کو سیکھنا شروع کر دیا مجھے آدھا مہینہ نہیں گذرا تھا کہ میں اُن کی زبان کا ماہر ہو گیا، چنانچہ پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے یہود کے نام خطوط لکھا کرتا اور جب یہود حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام خط لکھ کر بھیجتے تو میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پڑھ کر سناتا۔
حضرت عمر بن قیسؒ کہتے ہیں حضرت ابن زبیرؓ کے سو غلام تھے۔ اُن میں سے ہر غلام الگ زبان میں بات کرتا تھا اور حضرت ابن زبیرؓ اُن میں سے ہر ایک سے اُس کی زبان میں بات کرتے تھے۔ (حیاۃ الصحابہ ٣/ ٢۵٢)

علماء
٥ ٢٧

① تیسرے نمبر کا مقصد اُمّت میں علم اور علماء کی عظمت پیدا کرنا ہے۔

② حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: علماء سے پوچھ کر چلنا یہ ایمان کی دلیل ہے؛ ورنہ جس کے پاس ایمان نہ ہوگا اُس کو علم سے کوئی رغبت نہیں ہوگی۔ (١)

③ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: علماء سے محبت کیا کرو اور علماء کی زیارت کو عبادت یقین کرو۔ (٢)

④ امامت کے حق دار علماء ہیں؛ تاکہ تمام مسائل میں دینی اعتبار سے سب کی رہنمائی کریں۔ (٣)

---

(١) مِنْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ الْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَ صِفَاتِه ....وَ تَعَلُّمِ الْعِلْمِ وَ تَعْلِيْمِه . مرقاة المفاتيح:١/٧١

(٢) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: أُغْدُ عَالِمًا أَوْ مُتَعَلِّمًا أَوْ مُسْتَمِعًا أَوْ مُحِبًّا وَلَا تَكُنْ الْخَامِسَةَ، فَتَهْلِكَ، وَالْخَامِسَةُ أَنْ تُبْغِضَ الْعِلْمَ وَأَهْلَهُ. (طبراني ،رقم:٨٧٥٢)، خَمْسٌ مِنَ الْعِبَادَةِ: النَّظَرُ إِلَى الْمُصْحَفِ، وَالنَّظَرُ إِلَى الْكَعْبَةِ، وَالنَّظَرُ إِلَى الْوَالِدَيْنِ، وَالنَّظَرُ فِي زَمْزَمَ، وَهِيَ تَحُطُّ الْخَطَايَا، وَالنَّظَرُ فِيْ وَجْهِ الْعَالِمِ (فيض القدير ،رقم:٣٩٧١)

(٣) اَلْأَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ الْأَعْلَمُ بِأَحْكَامِ الصَّلَاةِ۔ (الدر المختار :١/٥٥٧)

۵ میری خواہش یہ ہے کہ ہر عالم اور مفتی مسجد کو وقت دے اور اُمّت آ کر مسائل معلوم کرے۔ (۱)

۷ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: جن تکالیف کے اُٹھانے کو انبیاءؑ باعثِ فخر (فخر کا سبب) سمجھتے تھے؛ افسوس! وارثینِ انبیاء (علماء کرام) اُن کو باعثِ عار (شرم کا سبب) سمجھتے ہیں۔

۸ جس صوبہ میں علماء کی نقل وحرکت کم ہوگی وہاں عوام کے عقائد میں کمزوری اور دین میں کمی آئے گی۔

۹ مشورہ میں علماء کو مقدم (آگے) کرنا چاہیے، تاکہ یہ کام سیرت سے نہ ہٹے۔ (۲)

۱۰ علماء کے ٹوکنے کو اُن کا اپنے اوپر احسان یقین کریں۔

---

(۱) عَنْ أَبِي مُوسَى رضي الله عنه: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ انْحَرَفْنَا إِلَيْهِ، فَمِنَّا مَنْ يَسْأَلُهُ عَنِ الْقُرْآنِ، وَمِنَّا مَنْ يَسْأَلُهُ عَنِ الْفَرَائِضِ، وَمِنَّا مَنْ يَسْأَلُهُ عَنِ الرُّؤْيَا. (جمع الفوائد، رقم:۲۷۸)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز فجر ادا فرمالیتے تو ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھ جاتے اور ہم میں کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن کے بارے میں سُوال کرتا کوئی فرائض کے بارے میں دریافت کرتا، اور کوئی خواب کی تعبیر معلوم کرتا۔

(۲) لِيَلِيَنِي مِنْكُم أُوْلُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهَى ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو صاحب فہم وذکا اور سمجھدار ہوں ان کو مجھ سے قریب رہنا چاہیئے، پھر وہ جو (عقل ودانش میں) ان کے قریب ہوں، پھر وہ جوان کے قریب ہوں، تم آگے پیچھے نہ ہونا کہ تمہارے دلوں میں پھوٹ پڑ جائے گی، اور اپنے آپ کو بازار کے شوروغوغا سے بچائے رکھنا، ابوداؤد، رقم: ٦۷۴

(۱۱) یہ بڑی چُوک (غلطی) ہے کہ وقت لگائے ہوئے علماء کو وقت نہ لگانے والوں سے افضل سمجھتے ہیں۔

(۱۲) علماء کو جاہل اور اَن پڑھ لوگوں میں جانا چاہیے؛ تاکہ اپنے علم کا مصرف (خرچ کرنے کی جگہ) سمجھ میں آجائے۔

(۱۳) علماء جس تعلیم کے نظام میں مشغول ہیں مدارس میں ہوں یا مکاتب میں، اِس نظام سے ہمیں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ہم تو یہ عرض کرتے ہیں کہ خاص طور پر وہ علماء جو باضابطہ طور پر رواتب کے ساتھ مدارس میں مشغول نہیں بلکہ وہ تجارت کررہے ہیں یا دوسرے کاموں میں مشغول ہیں وہ مسجد کیلئے اپنا وقت فارغ کریں عوام الناس کی تعلیم کے لیے۔

(۱۴) مدارس میں جو تعلیمی نظام چل رہا ہے اِس سے ہمیں نہ کوئی اختلاف ہے نہ اعتراض؛ ہم تو مساجد کے اندر عوام (عام مسلمانوں) کو وضو، غسل، فرائض اور نماز کا طریقہ بتانے کے لیے علماء کا وقت چاہتے ہیں، اگر کوئی بڑا مسئلہ لے کر آجائے تو اُس کو دارالعلوم (بڑا مدرسہ) یا دارالافتاء بھیجا جائے گا۔ ہم تو چھوٹے موٹے کام کرتے ہیں، جیسے محلّہ کی کلینک میں کوئی بیمار آئے اور اُس کے سَر میں درد ہو تو سر کے درد کی گولی دی جاتی ہے، اگر بُخار ہو تو بُخار کی گولی دی جاتی ہے، کوئی زخم ہو تو مرہم پٹی بنائی جاتی ہے لیکن اگر کوئی بڑا کیس (مثلاً ہارٹ اٹیک یا ایکسیڈنٹ) والا آجائے تو اُس کو بڑے ہسپتال کی طرف بھیجا جائے گا۔

(۱۵) ایک آدمی اپنی مسجد میں صبح یا شام وقت دیتا ہے اور شام کو کسی عالم کی مجلس میں چلا گیا، یا کسی مفتی کی فقہ کی مجلس میں یا کسی محدّث کے درس میں تو کام کرنے والے کہتے ہیں کہ اوہو! ہمارا کام یہ تھوڑا ہے، ہم تو تبلیغ والے ہیں، ہمارا کام تو تبلیغ کرنا ہے، وہ پڑھانے والے ہیں۔

(۱۶) ہم تعلیم (یعنی مساجد میں عوام کو ضروری دین سکھانا) اور تجارت کو جمع کرنے کی ترغیب خاص طور پر اُن علماء کو دیتے ہیں جو علماء تجارت ہی کر رہے ہیں (جو پیشۂ تدریس سے وابستہ نہیں ہیں) کیونکہ عوام کا یہ بہتا ہوا سمندر کسی بھی ادارہ میں نہیں سما سکتا۔

(۱۷) بعض مرتبہ تو شیطان ایک ایسی بَڑائی پیدا کرتا ہے کہ کام کرنے والے کہہ گزرتے ہیں کہ ہمیں علماء کی ضرورت نہیں؛ یہ شیطان کا وسوسہ ہے۔

(۱۸) افسوس کہ نئے آلات (جیسے واٹس ایپ، انٹرنیٹ وغیرہ) نے عوام کو علماء سے مستغنی (بے نیاز) کر دیا ہے۔ علماء سے ملاقات، اُن کی خدمت میں حاضری اور اُن کی صحبت سے فائدہ اُٹھانے کا سلسلہ کمزور ہو گیا ہے۔

(۱۹) پیشوائے دین کو امام کہتے ہیں، جو زندگی کے سارے شُعبوں (ایمانیات، عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاقیات وغیرہ) میں مقتدیٰ (جس کی پیروی کی جائے) بن کر چلے۔(۱)

(۱) امام پورے محلہ، پوری بستی بلکہ پوری قوم کا پیشوا ہوتا ہے، اس لئے امام متقی، پرہیزگار، خدا ترس ہو، امت کا غم اور قوم کی اصلاح کی فکر رکھتا ہو۔ (ماخوذ از فتوی دار الافتاء دار العلوم، دیوبند)

(۲۰) تعلیم اور تبلیغ دونوں عمل ضروری ہیں، اِس میں جو فرق کرتے ہیں وہ جاہل ہیں۔(۱)

---

(۱) عمومی کام کے سلسلہ میں حکیم الامّت رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ ملفوظات پیشِ خدمت ہیں:

(۱) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ درس وتدریس متعارف مقصود کا مقدمہ ہیں اور اصل مقصود تبلیغ ہے۔آج کل بڑی کوتاہی ہورہی ہے کہ درس وتدریس کو اصل سمجھ لیا ہے۔اور اِس کوتاہی اور غلطی کی بدولت اکثر علماء کو جو تبلیغ نہیں کرتے ایک بہت بڑی فضیلت سے محرومی ہوگئی ہے۔حضراتِ انبیاءؑ کا درس یہی تبلیغ تھا۔ابتداء میں درس وتدریس اور بعد فراغِ علوم تحصیل اور تبلیغ دونوں کے حقوق ادا کرنا چاہیے۔ایک کی طرف متوجّہ ہوکر دوسرے سے غفلت کرنا یہ عظیم کوتاہی ہے۔علماء کو اِس کی طرف ضرور توجّہ کرنا چاہیے کہ وہ اپنا وقت تبلیغ میں بھی صَرف کیا کریں، اور اُس کی ایک سَہل اور بہتر صورت یہ ہے کہ مدارس کی طرف سے کچھ مبلّغ مقرر کردیئے جائیں۔آج کل مدارس میں اِس کی بڑی کمی ہے۔پڑھنے پڑھانے میں جس قدر مشغول ہیں، تبلیغ کی طرف مطلق توجّہ نہیں۔جس قدر وقت اِس میں صَرف کرتے ہیں تبلیغ میں اُس کا نصف حصّہ بھی خرچ نہیں کرتے۔(ملفوظ نمبر ۱۴۱: منقول الافاضات الیومیہ من الافادات الیومیہ، ص: ۱۴۳، ج: ششم)

(۲) ہر مدرسۂ اسلامیہ کم ازکم ایک واعظ مقرّر کرے، اور یہ سمجھے کہ ضرورتِ تعلیم کے لیے ایک مدرّس کا اضافہ کیا گیا، کیونکہ جس طرح مدرسہ کے معلّمین طلبہ کے مدرّس ہیں یہ واعظین عوام کے مدرّس ہیں۔اِسی طرح اہلِ انجمن یہ سمجھیں کہ تعلیم عوام کے لیے یہ ایک مکتب ہے جو شاخ ہے انجمن کی۔

(از تعلیم المسلمین، ۱۴/ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ مقام تھانہ بھون)

(۳) جو علماء کسی دینی خدمت میں مشغول ہیں؛ جیسے درس وتدریس، تصنیف وتالیف وغیرہ وہ بھی اپنی نشست وبرخاست میں اور اوقاتِ ملاقات میں بندگانِ خُدا کو احکامِ الٰہیہ پہنچانے میں سُستی نہ کریں، اور فرصت کے اوقات میں جیسے جمعہ کی تعطیل ہے

←

(۲۱) صرف فتویٰ دینا نبی کا کام نہیں (تھا) بلکہ مستفتی (مسائل پوچھنے والے) تیار کرنا بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کام تھا۔(۱)

(۲۲) عالم کو علم سے جو اِمتیاز (بَرتری) حاصل ہوگا وہ امتیاز اتباعِ سُنّت اور تقویٰ (پرہیزگاری) ہے۔

(۲۳) جس آدمی کے پاس علم سے تواضع (عاجزی) نہ آئے، سمجھ لو! اُس کے پاس صرف ذہن کا علم ہے۔

(۲۴) علماء کی نقل وحرکت اُمّت کے لیے رحمت و برکت اور (جہالت اور بے دینی سے) طہارت (پاکیزگی) کا سبب ہے۔

(۲۵) شیطان کا کام یہ ہے کہ وہ اہلِ حق کے درمیان بدگُمانیاں پیدا کرتا ہے؛ تاکہ علم اور علماء کی عظمت عوام کے دلوں سے نکل جائے۔

یا رُخصتِ طویلہ کا زمانہ ہے وعظ ونصیحت کے ذریعہ بندگانِ خُدا کو احکامِ اسلام پہنچانا اپنا فریضہ سمجھیں۔(از: تفہیم المسلمین، ۲۳ر ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ، تھانہ بھون)

(۴) پس مقصود بالذّات اِس تمام تر اشتغال بالدّرس والتالیف سے وعظ ہی ٹھہرا۔ پَس! مقصود بالذات کی اماتت (ختم کرنا) کتنی بڑی خطاء ہے۔(از: حقوق العلم، ص: ۵۸)

(۱) جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم قَالَ: لِتَأْخُذُوْا عَنِّيْ مَنَاسِكَكُمْ فَإِنِّيْ لَاأَدْرِيْ لَعَلِّيْ لَاأَحُجُّ حَجَّةً أُخْرٰى. مسند الشاميين للطبراني، رقم: ۹۰۸

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سردی کے موسم میں باہر تشریف لائے اور پتے درختوں پر سے گر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک درخت کی ٹہنی ہاتھ میں لے لی، اس کے پتے اور بھی گرنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! مسلمان بندہ جب اخلاص سے اللہ کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اُس سے اُس کے گناہ ایسے ہی گرتے ہیں، جیسے یہ پتے درخت سے گر رہے ہیں۔ الترغیب، رقم: ۳۸۴

(۲۶) علماء طالب ہیں (اُمّت کے، کیونکہ وہ انبیاءؑ کے وارث ہونے کی وجہ سے اُمّت کی تعلیم وتربیت اُن کے ذمہ ہے) اور اُمّت مطلوب ہے (جیسا کہ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طالب (اور) اُمّت مطلوب تھی۔(۱)

(۲۷) علماء مساجد کو وقت دیں اور لوگوں کو تعلیم بطورِ تلقین کے دیں اور تلقین یہ ہے کہ معلّم (سکھانے والا) متعلّم (سیکھنے والے) کے ساتھ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کے احکام عملی طور پر سکھائے۔(۲)

---

(۱) عَنْ جَابِرٍ قَالَ: مَكَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ يَتَّبِعُ النَّاسَ فِيْ مَنَازِلِهِمْ بِعُكَاظٍ، وَمَجَنَّةَ، وَفِي الْمَوَاسِمِ بِمِنًى، يَقُولُ: مَنْ يُؤْوِينِي؟ مَنْ يَنْصُرُنِي حَتّٰى أُبَلِّغَ رِسَالَةَ رَبِّي وَلَهُ الْجَنَّةُ؟ (البداية والنهاية: ۳۹۶/۴)

(۲) عَنْ أَبِي مُوْسٰى رضی اللہ عنہ: كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ انْحَرَفْنَا إِلَيْهِ، فَمِنَّا مَنْ يَسْأَلُهُ عَنِ الْقُرْآنِ، وَمِنَّا مَنْ يَسْأَلُهُ عَنِ الْفَرَائِضِ، وَمِنَّا مَنْ يَسْأَلُهُ عَنِ الرُّؤْيَا. (جمع الفوائد، رقم: ۲۷۸)

مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: اگر میرے اختیار میں ہو تو دارالعلوم دیوبند سے فراغت کی سند حاصل کرنے کے لیے یہ شرط بھی لگادوں کہ فارغ التحصیل کم ازکم چھ مہینہ کے لیے یوروپ میں گھوم آیا ہو؛ اس سے مولانا کا مقصد یہ تھا کہ ایک عالمِ دین کو ارشاد وہدایت کا جو فرض انجام دینا چاہئے موجودہ زمانہ میں کوئی عالم یہ فرض کما حقہ اس وقت تک ادا نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں گھوم پھر کر انسانی معاشرہ میں جو عظیم انقلاب ہوا اور اس کی وجہ سے جو نئے نئے مسائل پیدا ہوگئے ہیں ان سب کا جائزہ بصارت اور بصیرت کے ساتھ نہ لے، دراصل یہی وہ ضرورت ہے جس کی وجہ سے درمختار میں قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے۔مَنْ لَمْ يَكُنْ عَالِمًا بِاَحْوَالِ زَمَانِهٖ لَمْ يَجُزْ لَهُ الْفُتْيَا (جو شخص اپنے زمانہ کے احوال سے واقف نہ ہو اس کے لیے فتویٰ دینا جائز نہیں ہے) (ماہنامہ برہان، اکتوبر ۱۹۷۲ کے اداریے کا ایک پیراگراف، از: مولانا سعید احمد اکبر آبادی)

طلبہ ٦ ١٥

(١) طالبِ علم کا جتنا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہوگا اُسی قدر اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم کا فیضان (فائدہ پہنچانا) ہوگا۔(۱)

(٢) کتابی نقوش اللہ تعالیٰ کی اِطاعت تک پہنچنے اور اُس کے نور کو حاصل کرنے کے صرف ذرائع ہیں علم کا نُور تو اُسی کو حاصل ہوگا جو تعلق مع اللہ اور اِتباعِ سنّت کو پیشِ نظر رکھے۔

(٣) مداخلِ علم (آنکھ، کان، زبان) کو پاکیزہ بناؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نور گندے راستوں سے کبھی حاصل نہ ہوگا۔(۲)

(٤) حصولِ علم کے تین بڑے اسباب ہیں: استغفار، تلاوت اور تہجد۔(۳)

(٥) عصیان (نافرمانی) سے نسیان (بھول) پیدا ہوتا ہے، اِس کا علاج اِستغفار ہے۔(۴)

(۱) مَهْمَا كَانَ طَالِبُ الْعِلْمِ أَوْرَعَ كَانَ عِلْمُهُ أَنْفَعَ وَالتَّعَلُّمُ لَهُ أَيْسَرَ، تعليم المتعلم،ص:۳۵

(۲) شَكَوْتُ إِلَى وَكِيعٍ سُوْءَ حِفْظِي فَأَرْشَدَنِي إِلَى تَرْكِ الْمَعَاصِي فَإِنَّ الْحِفْظَ فَضْلٌ مِنْ إِلٰهِي وَفَضْلُ اللّٰهِ لَا يُهْدٰى لِعَاصِي. تعليم المتعلم،ص:٥٦

(۳) وَأَقْوَى أَسْبَابِ الْحِفْظِ.......وَصَلَاةُ اللَّيْلِ وَقِرَاْءَةُ الْقُرْاٰنِ، تعليم المتعلم. ص:٥٦

(۴) وَأَمَّا مَا يُوْرِثُ النِّسْيَانَ، فَالْمَعَاصِي وَكَثْرَةُ الذُّنُوْبِ.......تعليم المتعلم،ص:٥٦

(۶) علمائے متقدّمین (پہلے زمانے کے علماء) بغیر وضو حدیث بیان کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے، اب (ہم) بغیر وضو کے (چھوٹے بغیر) قرآن پڑھنے کو بھی مکروہ نہیں سمجھتے (ہم نے) جواز کا ایسا دروازہ کھول دیا ہے کہ آداب کا جنازہ نکل گیا۔(۱)

(۷) علماء کی صحبت کے بغیر علم حاصل کرنا میرے نزدیک ایسا ہی ہے جیسے کسی میڈیکل اِسٹور سے ڈاکٹر سے مشورہ کیے بغیر دوا لے کر کھالینا؛ جتنا اُس میں خطرہ ہے اُس سے کہیں زیادہ خطرہ اِس میں ہے۔ (جن لوگوں نے اُستاذ کے بغیر مطالعہ سے اسلامیات کو سمجھا ہے اُن کی لغزشوں پر کتابیں لکھی گئیں ہیں)۔

(۸) اب کہاں وہ مدرّسین اور طلبہ؟ اگر مدرسہ کا گھاس اُستاذ کی بکری نے کھالیا تو کہتے تھے: آج بکری کا دودھ مدرسہ میں بھیج دیا جائے۔

---

(۱) حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ادبِ حدیث ملاحظہ ہو: جو لوگ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس آتے تو پہلے اُن کی باندی باہر آتی اور پوچھتی کہ تم شیخ سے مسائلِ شرعیہ پوچھنے آئے ہو یا حدیث؟ اگر لوگ کہتے کہ ہمیں مسائل دریافت کرنے ہیں تو امام مالکؒ فوراً باہر تشریف لے آتے اور اُن کو مسائل کا جواب دیتے اور اگر لوگ کہتے کہ ہم لوگ حدیث معلوم کرنے آئے ہیں' تو آپؒ پہلے غسل خانہ تشریف لے جاتے، غسل کرتے اور بدن پر خوشبو ملتے اور نئے کپڑے پہنتے اور اپنا چغہ جو سیاہ یا سبز ہوتا زیب تن کرتے اور عمامہ سَر پر رکھتے اور ایک تخت بچھایا جاتا، پھر باہر تشریف لاتے، تخت پر خشوع وخضوع سے بیٹھتے، بَخور جلایا جاتا، جب تک حدیث کے بیان سے فارغ نہ ہوتے اُسی ہیئت کے ساتھ بیٹھے رہتے۔ (آثارالحدیث، ۲/۳۹)

(۹) علم حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے غذا کو ٹھیک کرنا پڑے گا، اِس لئے کہ کسی برتن میں کوئی چیز ڈالنے کے لئے سب سے پہلے برتن کو صاف کرنا پڑتا ہے۔(۱)

(۱۰) عمل کرنے کا زمانہ فراغت کے بعد شروع ہوگا' سمجھنا یہ شیطان کا حَربہ ہے، جو حصولِ علم کے زمانہ میں ذکر، سنتیں اور نوافل کے اہتمام سے ہٹا دیتا ہے۔(۲)

---

(۱) وَأَنْ يَتَحَرَّزَ عَنْ أَكْلِ طَعَامِ السُّوْقِ إِنْ أَمْكَنَ، لِأَنَّ طَعَامَ السُّوْقِ أَقْرَبُ لِلنَّجَاسَةِ وَالْخِيَانَةِ، وَأَبْعَدُ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَأَقْرَبُ إِلَى الْغَفْلَةِ، وَلِأَنَّ أَبْصَارَ الْفُقَرَاءِ تَقَعُ عَلَيْهِ، وَلَا يَقْدِرُوْنَ عَلَى الشِّرَاءِ مِنْهُ، فَيَتَأَذَّوْنَ بِذٰلِكَ، فَتَذْهَبُ بَرَكَتُهُ. تعلیم المتعلم، ص: ۵۳

(۲) حکیم الاُمت مجدّدُ الملّت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں: اکثر طالبِ علمی میں یہ مرض پیدا ہو جاتا ہے کہ مستحبّات کی قدر نہیں رہتی جب تک میں نے ''منیۃ المصلی''، نہیں پڑھی تھی تو نفلیں پڑھا کرتا تھا جب ''منیہ'' پڑھ لی اور اُس میں مستحب کی تعریف پڑھی تو نفس کے کید (مکر) میں آ کر یہ خیال ہوا کہ اگر امرِ مستحب نہ کریں گے تو کچھ مؤاخذہ تو ہوگا ہی نہیں اِس لیے بہت سے مستحبّات ترک ہونے لگے نفس میں عجیب عجیب کید ہیں، نفس شیطان سے بھی بڑھ کر ہے، کیونکہ اُس کو بھی نفس ہی نے تو خرابی میں ڈالا تھا۔ طالبِ علموں کی تو یہ حالت ہے کہ جہاں کسی عمل کے اِستحباب کا حکم معلوم ہوا' بس! فضائل کو چھوڑ دیا۔ جہلاء تو مستحبّات کو کر بھی لیتے ہیں، مگر لکھے پڑھے بالکل نہیں کرتے اِلّا ماشاءاللہ، یہ نفس کا بڑا کید ہے، جس نے اہلِ علم کو بہت سی برکات سے محروم کر رکھا ہے۔ اِس سے بچنا چاہیے اور مستحبّات و فضائل کی بھی بے قدری نہیں کرنی چاہیے۔(التبلیغ ۷/۸۱)

(۱۱) حضرت مولانا یوسف صاحبؒ نے ایک مرتبہ ایک مدرسہ میں بخاری کے ختم پر فرمایا: بھائیو! آپ نے بخاری ختم کی، علم حاصل ہوا، اِس علم پر تین مقصد کے لئے محنت ضروری ہے: اِس علم کے مطابق آپ کے اندر کا یقین ہو، اِس علم کے مطابق عمل ہو اور اِس یقین اور عمل کو عالم (دنیا) میں پھیلانا۔

(۱۲) اگر کوئی طالبِ علم کسی شیخ سے کسی متّقی عالم سے اپنی اصلاح کا تعلق رکھنا چاہتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ نہیں بھائی! ابھی تو پڑھ رہا ہے؛ حالانکہ یہی اُس کے پابند ہونے کا وقت ہے۔(۱)

(۱۳) طلبہ کہتے ہیں کہ جو بات مسجد میں بیٹھ کر سمجھ میں آتی ہے وہ قیام گاہ میں سمجھ میں نہیں آتی، جب بھی وقت مل جائے کتابیں لے کر مسجد میں آجایا کرو۔

---

(۱) حضرت قاری صدیق صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: طالبِ علم کو چاہیے کہ زمانۂ طالبِ علمی میں کسی شیخِ کامل سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کرلے اور ہر کام اُس سے دریافت کرنے کے بعد کرے، جیسا کہ پہلے بھی ہم نے اِس کو تحریر کیا ہے، اور بعدِ فراغت اُس کی خدمت میں رہ کر اپنی ظاہری و باطنی اصلاح بھی اچھی طرح کرلے، اُس کے بعد کوئی دینی کام شروع کرے، بغیر اصلاح کے اخلاص کا پیدا ہونا مشکل ہے، جب خود ہی نفس کے مکائد اور اُس کی دَسِیسَہ کاریوں سے واقف نہ ہوگا تو ہر وقت خطرہ ہے کہ بجائے اصلاح کے فساد رونما ہو۔

عام طور پر اس طبقہ میں جو بگاڑ آیا ہے اُس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ حضور پاک ﷺ کو اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَإِلَى رَبِّكَ فَارْغَبْ، پس جو علماء ورثۃ الانبیاء ہیں ان کو بھی ذکر، فکر، خلوت، مراقبہ، محاسبہ کا اہتمام کرنا چاہئے۔

آداب المتعلمین، ص: ۷۵

(۱۴) علم کو حاصل کرنے کی سب سے بہتر جگہ مسجد ہے۔مولانا الیاس صاحبؒ کا ملفوظ ہے: حوادثِ زمانہ (ضروریاتِ زمانہ) نے علم کو مسجد سے نکال دیا ہے۔(۱)

فائدہ: عام طور پر قدیم درسگاہیں پہلے مسجد ہی سے شروع ہوئی ہیں، بعد میں جب طلباء کی تعداد بڑھی تو عمارتیں بنائی گئیں۔

(۱۵) اللہ کے راستہ کا خُروج حصولِ علم کے لیے حارج (رُکاوٹ) نہیں بلکہ معاون (مددگار) ہے؛ کیونکہ نبوّت کا ایک عمل دوسرے عمل کے لیے حارج کبھی بھی نہیں ہوسکتا۔(۲)

---

(۱) (ملاحظہ فرمائیے: تحفۃ الائمہ، ص:۲۷۶، از: مولانا حنیف عبدالمجید صاحب)

(۲) طلبہ کو غیر تعلیمی سرگرمیوں اور تضییعِ اوقات سے بچا کر تعلیم میں پورے طور پر یکسو کرانے' تقویٰ وطہارت کے راستہ پر ڈالنے اور ابھی سے دین کے مٹنے کا غم اُن میں پیدا کرنے کے لیے اُن سے درخواست کی جاتی ہے کہ مدرسہ میں رہتے ہوئے روزانہ دس منٹ فضائل کی تعلیم میں بیٹھیں، دس منٹ آپس میں ایمان واعمال کے موضوع پر ملاقات کریں، اور دس منٹ مشورہ کریں، ہفتہ میں دو مرتبہ عصر کے بعد دو گشتیں کریں، اور ہر ہفتہ ۲۴ رگھنٹے کی جماعت میں جائیں، تاکہ ۲۴ رگھنٹے مدرسہ کا ماحول تعلیم وتعلّم، ذکر وعبادت، دُعاء وتلاوت کا ہو، تاکہ اِن اعمال کا اشتغال اُنہیں غلط چیزوں (اساتذہ کی بے ادبی، شرائطِ مدرسہ کی پامالی وغیرہ) کے قبول کرنے سے روک دے۔(از: مرتب)

۷ مدارسِ دینیہ ۱۱

① دینی مدارس کو اسلام کا قلعہ یقین کرو۔(۱)

② اپنے بچّوں کو قرآن پڑھائیں، دینی مدرسوں میں داخلہ کرائیں۔

③ مدارس تبلیغ کی آمدنی (کمائی) ہے۔

④ مدارس کے تعاون (مدد) کو اپنے مال کا سب سے بڑا مصرف (خرچ کرنے کی جگہ) سمجھو۔

---

(۱) حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں: ہم کو سب سے پہلے معلوم ہونا چاہئے کہ دینی مدرسہ کا مقام اور منصب کیا ہے؟ مدرسہ کیا ہے؟ مدرسہ سب سے بڑی درسگاہ ہے، جہاں آدم گری اور مَردم سازی کا کام ہوتا ہے، جہاں دین کے داعی اور اسلام کے سپاہی تیار ہوتے ہیں، مدرسہ عالمِ اسلام کا بجلی گھر (پاور ہاؤز) ہے، جہاں سے اسلامی آبادی بلکہ انسانی آبادی میں بجلی تقسیم ہوتی ہے، مدرسہ وہ کارخانہ ہے جہاں سے قلب ونگاہ اور ذہن ودماغ ڈھلتے ہیں۔(مدارسِ اسلامیہ کا مقام اور کام،ص:۸)

حکیمُ الاسلام حضرت قاری محمد طیّب صاحبؒ فرماتے ہیں: مدارسِ دینیہ صرف علم نہیں سکھاتے، بلکہ مُلک میں امن وامان بھی مہیّا کرتے ہیں، اِن مدارس کی بدولت اگر خداترس، متدین آدمی پیدا ہوں گے تو نہ ڈکیتی ہوگی، نہ چوری، نہ زناکاری اور نہ دوسری معصیات (گناہ)۔(ملفوظات حکیمُ الاسلامؒ،ص۲۱)

۵ مدارس پر خرچ کرنا سب سے بڑا صدقۂ جاریہ ہے (ایسا صدقہ جس کا ثواب مَرنے کے بعد بھی ملتا)۔

۶ ہر جگہ کی عوام کو عُلماء سے جُوڑنا اور ہر جگہ کی عوام کو مدارس اور مکاتب سے جُوڑنا ہماری محنت اور کوششوں کا بُنیادی مقصد ہے۔

۷ مدارس سمندر ہیں، یہاں سے اُٹھنے والے بادل (علماء) ہر جگہ برسیں گے۔

۸ جو مال اپنی خواہشات پر خرچ کر رہے ہو اُسے خواہشات سے بچا بچا کر مَدرسوں پر خرچ کرو۔

۹ فارغ ہونے والے فُضلاء اپنی اپنی مساجد کو (عمومی تعلیم وتعلّم کے حلقوں کے ذریعہ) مدرسہ بنائیں۔

۱۰ مکاتب بھی ہیں، مدارس بھی ہیں، مگر انسانوں کا یہ بہتا ہوا سیلاب جو جہنّم کی طرف جارہا ہے بغیر کلمہ نماز کے اُس کا کیا ہوگا۔ (اُن کے لئے مساجد میں ضروری علم سکھانے کا انتظام کیا جائے)

۱۱ علم کے مدارس، ذکر کی خانقاہیں، یہ علم وذکر کے مراکز ہیں، یہ منڈیوں کی طرح ہیں جہاں ٹھوک (ہول سیل) میں مال آتا ہے، اور لوگ (کاشت کار، صنعت کار) وہاں اپنی پیداوار کو پیش کرتے ہیں، یہاں وہ تاجر آتے ہیں جو یہاں سے مال لیتے ہیں (خریدتے ہیں) اِن (تاجروں) کی ترقی اِس میں ہے کہ یہاں سے مال لیکر گلیوں محلوں میں جا کر اپنا مال پیش کریں؛ تب تو یہ مال اُن کے نفع کا سبب ہے، اگر مال لیکر پھیری نہیں لگاتے، دکان نہیں سجاتے تو نقصان میں ہیں۔

۸ مکاتبِ قرآنیہ ۸

۱ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط میں باقاعدہ مکتب کی ضرورت، اُس کے قیام اور اُس کی تنخواہ کا انتظام کرنے کا ذکر ملتا ہے۔(۱)

۲ مسجد مسجد مکتب کی شکل قائم کی جائے۔(۲)

۳ مکتب صرف چھوٹے بچّوں کے لیے نہیں؛ بلکہ بڑے بھی بیٹھ سکتے ہیں۔

---

(۱) حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''سو مکتبوں کے اَخراجات (خرچ) مَیں دینے کو تیار ہوں، مکاتب قائم کرو، اُن سے (بڑے) مدارس کو پانی ملے گا، مگر اِس طرح کہ ایک عملہ انتظامیہ (یعنی انتظامی کمیٹی) قائم ہو جو ضرورت کے مواقع کی تلاش (کہ کہاں اور کس گاؤں میں مکتب قائم کرنے کی ضرورت ہے)، مدرّسین کا انتخاب اور مکاتب و مدرّسین کی نگرانی کے نظام کو اپنے ذمہ لے کر مجھے مطمئن کردے، اِس تحریک (یعنی مکاتب کے قیام کی تحریک) کے فروغ (ترقّی) سے موجودہ معتمد (قابلِ بھروسہ) حقانی مدارس جیسے ہزاروں مرکزی مدارس قائم ہوں گے اور ہر ہر مرکز کے ساتھ لاکھوں مکاتب وابستہ ہوں گے۔(ارشادات ومکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ، ص:۱۰)

(۲) عہدِ سلف میں پورے عالمِ اسلام میں ہر محلّہ اور ہر گلی کوچہ کی چھوٹی چھوٹی مسجدوں میں تعلیم کا انتظام ہوا کرتا تھا اور محلّہ کی یہ مسجدیں گویا خانگی مدرسے ہوا کرتی تھیں، جن سے اہلِ محلّہ اور دوسرے لوگ مستفیض ہوتے تھے۔(تبلیغی وتعلیمی سرگرمیاں عہدِ سلف میں، ص:۶۶)

۴ روزانہ کی ملاقاتوں میں گھر گھر یہ بات چلائیں کہ آپ لوگ اپنے بچّوں کو قرآن سیکھنے کے لیے مسجد میں بھیجیں۔

۵ اگر مسلمانوں کے بچّوں کی تعداد مکاتب کے مقابلہ میں اسکولوں میں زیادہ ہے تو پھر ہم خسارہ (نقصان) میں ہیں۔

۶ مسلمان چاہے بالغ ہو یا نابالغ بچّہ ہو یا بوڑھا، اُس کا تعلّق مکتب سے ہو۔

۷ اگر تمہیں گشت میں بچّے نظر آئیں اور تم اُن کے مکتب کی فکر نہیں کرتے تو تم اُن کو آگ کی طرف ڈھکیل رہے ہو۔

۸ تاکید کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ اپنے بچّوں کو بچپن سے قرآن سکھاؤ۔

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے فرمایا: بالکل صاف کہتا ہوں کہ بچّوں کے عید کے کپڑے بنانے سے ہزار ہا بار زیادہ اور بچّہ بیمار ہوجائے تو اس کا بہتر سے بہتر علاج کرنے سے سینکڑوں بار زیادہ اور اپنے بچّوں کو نوکری کے قابل بنانے سے لاکھ بار زیادہ، یہ ضرورت ہے کہ اس کو سچا پکا مسلمان بنایا جائے۔
(مکاتب کی اہمیت اکابرِ اُمّت کی نظر میں:۶)

حضرت ندویؒ کا پُردرد ملفوظ

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے فرمایا: اگر کسی ماں کی گود سے بچّہ چھن لیا جائے تو کہرام مچ جاتا ہے، لوگ دوڑ پڑتے ہیں، پوری بستی میں ہنگامہ ہوجاتا ہے اور یہ ڈر ہوجاتا ہے کہ کہیں فساد نہ ہوجائے، اس وقت ایماندار ماؤں کی گود سے نہایت اطمینان سے بچّے چھنے جارہے ہیں، لیکن ہمیں اس کا احساس تک نہیں۔ (یعنی ایمانی ماؤں کے گود سے ان کے بچّے ان کی غیر ایمانی ذہن سازی کرکے چھینے جارہے ہیں) (ایضاً)

۹ ذکر ۲۸

① اللہ تعالیٰ کے اوامر میں اللہ تعالیٰ کے دھیان کے ساتھ مشغول ہونا ذکر ہے۔(۱)

② جو عمل بھی اللہ تعالیٰ کے دھیان کے ساتھ ہو ذکر ہے کیونکہ ہر اِطاعت کرنے والا ذاکر ہے۔(۲)

③ ذکر کا مطلب صرف تسبیح کا پورا کرنا نہیں ہے، تسبیح تو اللہ تعالیٰ کے دھیان کو لانے کا سبب ہے، اصل میں ذکر کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے دھیان کو، کیونکہ جتنے بھی اعمال (مثلاً نماز، تسبیح، تلاوت) ہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ کے دھیان کو لانے کے سبب ہیں؛ اِس لیے تبعاً اُن کو ذکر کہا جاتا ہے۔

④ مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے: ذکر کے بغیر علم ظلمت ہی ظلمت ہے۔(یعنی تاریکی ہی تاریکی ہے)

---

(۱) حقیقی ذکر اللہ یہ ہے کہ آدمی جس موقع پر اور جس حال اور جس مشغلہ میں ہو اُس کے متعلق اللہ کے جو احکام و اوامر ہوں اُن کی نگہداشت رکھے اور میں اپنے دوستوں کو اِسی ''ذکر'' کی زیادہ تاکید کرتا ہوں۔(ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحبؒ، ص:۲۶۔۲۷)

(۲) لَيۡسَ فَضۡلُ الذِّكۡرِ مُنۡحَصِرًا فِي التَّهۡلِيۡلِ وَالتَّسۡبِيۡحِ، وَالتَّكۡبِيۡرِ، بَلۡ كُلُّ مُطِيۡعٍ لِلّٰهِ تَعَالٰى فِيۡ عَمَلٍ فَهُوَ ذَاكِرٌ. مرقاة المفاتيح، ۴/۱۵۳۹

۵ مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ اللہ کے دھیان کے بغیر ذکر کرنے سے سُستی پیدا ہوتی ہے۔

۶ اگر کام کرنے والوں کو کام کی وجہ سے ذکر کا وقت نہیں ملتا تو کام تنظیم کی طرف جائے گا، اِنفرادی اعمال اجتماعی تقاضوں سے مؤخر (پیچھے) تو ہو سکتے ہیں، لیکن چھوڑے نہیں جاسکتے۔

۷ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اُس کے نام سے اُس کی صفات سے اُس کے احکام سے (مکمل دین پر چل کر)۔

۸ حضور ﷺ کے اِحسانات کا بدلہ چکانے سے عاجز ہونے کے دھیان کے ساتھ دُرود بھیجنا چاہیے۔(۱)

۹ لوگ سمجھتے ہیں اِستغفار کرنا گناہ کرنے کی وجہ سے ہے، نہیں؛ بلکہ کوئی گناہ نہ کرے وہ بھی اِستغفار کرے؛ کیونکہ اِستغفار اللہ تعالیٰ کو صفتِ غفاریّت سے یاد کرنا ہے۔

---

(۱) قَالَ الْحلِيْمِيْ: المَقْصُوْدُ بالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ التَّقَرُّبُ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى بِامْتِثَالِ أَمْرِه وَقَضَاءِ حَقِّ النَّبِيِّ ﷺ وَتَبِعَهُ ابْنُ عَبْدِ السَّلَامِ فَقَالَ: لَيْسَتْ صَلَاتُنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ شَفَاعَةً مِنَّا لَهُ فَإِنَّ مِثْلَنَا لَا يَشْفَعُ لِمِثْلِه وَلٰكِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنَا بِالْمُكَافَأَةِ لِمَنْ أَحْسَنَ إِلَيْنَا وَأَنْعَمَ عَلَيْنَا فَإِنْ عَجَزْنَا عَنْهَا كَافَيْنَاهُ بِالْدُّعَاء فَأَرْشَدَنَا اللّٰهُ لَمَّا عَلِمَ عِجْزَنَا لِمَنْ أَحْسَنَ إِلَيْنَا وَأَنْعَمَ عَلَيْنَا فَإِنْ عَجَزْنَا عَنْهَا كَافَيْنَاهُ بِالدُّعَاءِ فَأَرْشَدَنَا اللّٰهُ لَمَّا عَلِمَ عِجْزَنَا عَنْ مُكَافَأَةِ نَبِيِّنَا إِلَى الصَّلَاةِ عَلَيْهِ لِتَكُوْنَ صَلَاتُنَا عَلَيْهِ مُكَافَأَةً بِإِحْسَانِهِ إِلَيْنَا وَإِفْضَالِهِ عَلَيْنَا إِذْلَا إِحْسَانَ أَفْضَلُ مِنْ إِحْسَانِهِ ﷺ . القول البديع فى الصلاة على الحبيب الشفيع، ص: ۳۴

۱۰ اِستغفار کی کثرت میں غصّے کا علاج ہے؛ کیونکہ غصّہ نفس کے تقاضہ سے ہوتا اور اِستغفار کی کثرت سے نفس مغلوب ہوتا ہے۔(۱)

۱۱ حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: ذکر کیلئے وضو کرو اور تنہائی کا کونہ تلاش کرو، اللہ تعالیٰ کا ذکر اللہ تعالیٰ کے غیر سے کٹ کر ہوتا ہے۔(۲)

۱۲ جتنی بھی ضرورتیں قیامت تک پیش آئیں گی اُن سب کو مسنون دُعاؤں نے احاطہ کیا ہوا ہے(گھیرے ہوئے ہے)۔(۳)

---

(۱) جس پر غصہ آیا ہے اُس سے فوراً دور چلا جانا اور اعوذ باللہ پڑھنا اور اپنی خطاؤں اور حق تعالیٰ کے غضب کے احتمال کو یاد کرنا یہ بہت معین (مددگار) ہے۔(علاج الغضب، ص:۴۷)

(۲) وَرَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیًا خالی ہونے کے دو مطلب ہیں: ایک یہ کہ آدمیوں سے خالی ہو جس کے معنیٰ تنہائی کے ہیں، یہ عام مطلب ہے۔ دوسرے یہ کہ دل اغیار سے خالی ہو، اصل خلوت یہی ہے؛ اس لئے کہ اکمل درجہ تو یہ ہے کہ دونوں خلوتیں حاصل ہوں۔(فضائلِ ذکر، حدیث نمبر:۱۶ کی تشریح)

(۳) مُفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں: پیغمبرِ انسانیت نے دُعاء میں انسانوں کی طرف سے انسانی ضروریات کی بھی ایسی مکمل نیابت کی کہ قیامت تک آنے والے انسانوں کو ہر زماں ومکان میں ان دُعاؤں میں اپنے دل کی ترجمانی، اپنے حالات کی نمائندگی اور اپنے اطمینان کا سامان ملے گا اور بہت سی وہ ضرورتیں ملیں گی جن کی طرف آسانی سے ہر انسان کے ذہن کا جانا مشکل ہے۔(سیرتِ محمدیؐ دُعاؤں کے آئینے میں، ص:۹)

۱۳ قرآن کی دُعائیں دُعاؤں کا متن ہیں اور مسنون دُعائیں اُس کی شرح ہیں۔(۱)

۱۴ سب مسنون دُعاؤں کا اہتمام کیا کرو، حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ مسنون دُعائیں قبولیت کا راستہ دیکھی ہوئی ہیں۔(۲)

۱۵ حضور ﷺ نے اپنی اُمّت کو معتدل اذکار بتلائے ہیں، اذکارِ مسنونہ (وہ ذکر جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیں) میں سُنّت کی اقتداء کی وجہ سے جو انوارات اور اجر ہے دوسرے اذکار میں وہ بات نہیں۔

۱۶ ذاکر اور کافر کا فرق یہ ہے کہ ذاکر عمل سے عمل کی طرف منتقل ہوتا ہے اور کافر خواہش سے خواہش کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

---

(۱) جیسے ﴿رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ [البقرة:۲۰۱] حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جتنی اچھی چیزیں مانگی ہیں وہ حسنہ یعنی بھلائی میں داخل ہیں۔

(۲) حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب مجدّدیؒ بھوپالی متوفی ۱۳۹۰ھ م ۱۹۷۰ء فرماتے ہیں: ''دُعاؤں کے جو مضامین اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو تلقین فرمائے اُن سے پہلے قبولیت کا فیصلہ فرمالیا، جس طرح کوئی حاکم جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اُمیدوار کو خود ہی عرضی کا مضمون لکھوا دیتا ہے، یہ صرف ادعیۂ ماثورہ کی خصوصیت ہے، بُزرگوں سے جو دُعائیں منقول ہیں وہ اِس مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتیں۔ بُزرگوں کی دُعاؤں کی مثال پرندہ کی ہے جو خود اُڑتا ہے اور قرآن اور حدیث کی دُعاؤں کی مثال ہوائی جہاز کی سی ہے جو سینکڑوں کو لے کر اُڑتا ہے، اِسی لئے سورۃ الفاتحہ میں جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (صحبتے با اہلِ دل، ص:۷۷)

(۱۷) بعض ہمارے ساتھ جماعتوں میں وقت لگاتے ہیں، وہ بیمار ہو کر آتے ہیں، دماغ میں خشکی آجاتی ہے، پاگل پنے کی باتیں کرتے ہیں، وجہ پوچھنے پر پتہ چلتا ہے کسی کتاب میں کسی بُزرگ کا وظیفہ پڑھ لیا اور خود سے پڑھنے لگے۔

(۱۸) اِطاعت کے وقت اللہ تعالیٰ کا دھیان آنا اتنا کمال نہیں ہے، جتنا گناہ کے وقت اللہ تعالیٰ کا دھیان آنا کمال ہے۔ (کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہے ہیں؛ لٰہذا! گناہ سے بچنا ضروری ہے)

(۱۹) گناہ کے ارادہ کے وقت اللہ تعالیٰ یاد نہ آئیں تو غفلت ہے۔

(۲۰) اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوت کمزور ہو جائے گی (ذکر نہیں ہوگا اور گناہ ہوگا) تو بندے کے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے درمیان کے تعلقات بگڑ جائیں گے۔[۱]

(۲۱) ساتھی ہاتھ میں تسبیح لے کر بیٹھتا ہے تو اُسے نیند آنے لگتی ہے، حالانکہ ذکر اندر کی غفلت کو توڑنے کے لیے ہے۔

(۲۲) ایک آدمی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیمہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں

---

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کَانَ یَقُوْلُ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَاتَوَادَّ اثْنَانِ فَیُفَرَّقُ بَیْنَہُمَا اِلَّا بِذَنْبٍ یُحْدِثُہٗ اَحَدُہُمَا. (رواہ احمد، مجمع الزوائد، ۳۳۶/۸)
حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے تھے: قسم ہے اُس ذاتِ عالی کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے والے دو مسلمانوں میں پھوٹ پڑنے کی وجہ اِس کے علاوہ کوئی نہیں ہوتی کہ اُن میں سے ایک سے گناہ سرزد ہو جائے۔

دی ،کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوراد مکمل فرما رہے تھے۔(۱)

۲۳ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزانہ تہائی رات میں عشاء کے بعد وفود کے پاس جاتے تھے، ایک دفعہ تاخیر سے پہنچنے کی وجہ بتلائی کہ میں اوراد پورے کررہا تھا۔(۲)

۲۴ بازار میں ذکر شیطانی اثرات سے مقابلہ کے لئے اور تنہائی میں ذکر تقرب کے لئے ہوتا ہے۔

۲۵ شیطان ذکر سے روکنے کے لئے ریا سے ڈراتا ہے کہ اِس وقت ذکر نہ کرو، ورنہ لوگ تمہیں ریا کار کہیں گے۔

۲۶ وہ آدمی ریا کار نہیں جو دکھانے کے لئے عمل کرے، ریا کار وہ ہے جو لوگوں کو خوش کرنے کے لئے عمل کرے، اگر کوئی اِس لئے ذکر کررہا ہے تاکہ لوگ اُس کے ذکر سے عمل پر آئیں تو یہ عین دعوت ہے۔

۲۷ مسنون دعائیں تمام غیر مسنون اذکار سے مستغنی کرنے کے لئے کافی ہیں۔

۲۸ چوبیس گھنٹوں کی ہر گھڑی مسنون دعاؤں سے بھری ہوئی ہے لیکن اسباب کی دنیا اور غفلت کے ماحول نے ہر موقع کی دعاء سے غافل کیا ہوا ہے۔

---

(۱) عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: اسْتَأْذَنَ رَجُلٌ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم وَهُوَ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ فَاتَنِي اللَّيْلَةَ جُزْئِي مِنَ الْقُرْآنِ، فَإِنِّي لَا أُوْثِرُ عَلَيْهِ شَيْئًا. المصاحف لابن أبي داوٗد، ۱/۲۷۴

(۲) فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، احْتَبَسْتَ عَنَّا اللَّيْلَةَ عَنِ الْوَقْتِ الَّذِي كُنْتَ تَأْتِينَا فِيهِ! فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم: إِنَّهُ طَرَأَ عَلَيَّ حِزْبٌ مِنَ الْقُرْآنِ فَأَحْبَبْتُ أَنْ لَا أَخْرُجَ حَتَّى أَقْرَأَهُ. مسند أبي داوٗد الطيالسي، رقم: ۱۲۰۴

۱۰ تلاوت ۱۹

۱ اللہ تعالیٰ توفیق دے تو صبحِ صادق سے پہلے (فجر کی نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے) قرآن کریم دیکھ کر پڑھ لیا کرو، چاہے تین آیتیں ہی کیوں نہ ہوں۔

۲ مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے: میں نے سارے بُزرگوں کو اوراد ووظائف (وہ معمولات جو بلا ناغہ کیے جائیں) کرتے دیکھا، مگر جتنا تیز رفتاری سے اللہ تعالیٰ کا قُرب صبحِ صادق سے پہلے قرآن دیکھ کر پڑھنے کا محسوس کیا اُتنا کسی وظیفہ میں کسی ورد میں اور کسی عمل میں نہیں پایا۔(۱)

۳ تلاوت کی وجہ سے خیر کی باتیں الہام کی جاتی ہیں (دل میں ڈالی جاتی ہیں)۔

---

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جسے اندیشہ ہو کہ وہ رات کے آخری پہر میں نہیں اٹھ سکے گا، تو وہ رات کے شروع میں ہی وتر پڑھ لے۔ اور جو رات کے آخری حصہ میں اٹھنے کی امید رکھتا ہو تو وہ رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھے، کیونکہ رات کے آخری حصے میں قرآن پڑھنے پر فرشتے حاضر ہوتے ہیں، یہ افضل وقت ہے۔
ترمذی، رقم: ۴۵۵

(۴) قرآن سیکھو کیونکہ اِس سے علم کے چشمے پھوٹتے ہیں۔(۱)

(۵) جو شخص قرآن کی تلاوت میں مشغول رہے گا، اللہ تعالیٰ اُس کے ساتھ برکتوں کا معاملہ فرمائیں گے۔(۲)

(۶) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نکلنے والی جماعتوں کو اِن دو باتوں کا ضرور حکم دیتے تھے: (۱) رات کا قیام۔(۲) قرآن کی تلاوت۔(۳)

(۷) جو لوگ تلاوت کا اہتمام نہیں کرتے اُنہیں علم کے متعلّق عمل کے متعلّق باتیں یاد نہیں آتیں۔

(۸) صبح اُٹھ کر قرآن پڑھنے کا وہ تقاضہ نہیں جو اخبار پڑھنے کا ہے، حالانکہ اخبار میں بہت سی خبریں جھوٹی ہوتی ہیں اور قرآن میں سچّی اور اچھی باتیں ہیں۔(۴)

---

(۱) وَتَعَلَّمُوْا کِتَابَ اللّٰہِ فَإِنَّہٗ یَنَابِیعُ الْعُلُومِ، وَرَبِیعُ الْقُلُوْبِ، کنز العمال، رقم: ۴۴۲۰۵

(۲) جس گھر میں کلام مجید پڑھا جاتا ہے اس کے اہل وعیال کثیر ہوجاتے ہیں اس میں خیر و برکت بڑھ جاتی ہے، فرشتے اس میں نازل ہوجاتے ہیں اور شیاطین اس گھر سے نکل جاتے ہیں اور جس گھر میں تلاوت نہیں ہوتی، اس میں تنگی اور بے برکتی ہوتی ہے، فرشتے اس گھر سے چلے جاتے ہیں اور شیاطین اس میں گھس جاتے ہیں، احیاء العلوم ۱/ ۲۷۴

(۳) وَشَاوِرْھُمْ فِیمَا تُرِیْدُ مِنْ أَمْرِكَ ....وَأَلْزِمْ أَصْحَابَكَ قِرَاءَةَ الْقُرْاٰنِ وَانْھَھُمْ عَنْ ذِکْرِ الْجَاھِلِیَّةِ وَمَا کَانَ مِنْھَا فَإِنَّ ذٰلِكَ یُوْرِثُ الْعَدَاوَةَ بَیْنَھُمْ، فتوح الشام، ص ۳۶

(۴) تھانہ بھون میں عام سالکین وطالبین کو اخبار بینی کی ممانعت تھی، حضرت ممدوح کا ایک رسالہ بھی اِس موضوع پر ہے، جس کا نام ہی ''اخبار بینی'' ہے، اُس کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ اخبار صرف وہ لوگ پڑھیں جو اِس سے کام لیں اور اِس کے اہل ہوں، دوسرے لوگوں کے لئے لایعنی اور موجبِ مفاسد ہے۔(صحبتے با اہلِ دل، ص: ۶۷)

۹ مولانا یوسف صاحبؒ نے اپنے ایک ساتھی کو دیکھا کہ وہ اخبار پڑھ رہے ہیں حضرت نے پوچھا کیا کر رہے ہو تو کہا کہ: جھوٹ سے سچ تلاش کر رہا ہوں، پھر حضرتؒ نے فرمایا: نیک بات تو قرآن ہے۔

۱۰ قرآن پڑھا کرو اور سمجھ کر پڑھا کرو۔(۱)

۱۱ حضرت علیؓ نے فرمایا: اُس تلاوت میں پورا خیر نہیں، جس میں انسان قرآن کے معنیٰ اور مطلب میں غور وفکر نہ کرے۔(۲)

۱۲ بلا سمجھے قرآن پڑھنے کی وجہ سے قرآن سے اثر لینا ختم ہو گیا ہے۔

۱۳ کلام اللہ سے اثر لینے کا رواج اُمّت سے ختم ہو گیا، حکومت کوئی بات کہے گی تو اُس کا اثر لیں گے۔(۳)

---

(۱) ﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا﴾ [محمد: ۲۴]

(۲) أَلَا لَا خَيْرَ فِي عِبَادَةٍ لَيْسَ فِيهَا تَفَقُّهٌ وَلَا عِلْمٍ لَيْسَ فِيهِ تَفَهُّمٌ وَلَا قِرَاءَةٍ لَيْسَ فِيهَا تَدَبُّرٌ. جامع بيان العلم، رقم: ۱۵۱۰

جس عبادت میں علم نہ ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں، اور جس علم میں فہم نہیں اس میں بھی کوئی بھلائی نہیں، اور جس قرأت میں تدبر نہیں اس میں بھی کوئی خیر نہیں۔

(۳) جس کی بڑی وجہ تلاوت کے باطنی آداب کی رعایت نہ کرنا اور قرآن کو سمجھ کر نہ پڑھنا ہے، حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: ''قرآن کے معنی جاننے کی رغبت جس قدر کہ کم پائی جاتی ہے، قریب قریب نہ ہونے کے ہے، سخت افسوس کی بات ہے کہ جو اصل مدار ہے اسلام کا' جو منبع ہے تمام دینی علوم کا' جو اَساس ہے دارین کے فلاح کا' اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاملہ وخطاب کا جو خاص علاقہ ہے اور آپ ﷺ کی اُمّت کو نہ خبر، نہ خبر کا شوق، ہماری اس جمود وخمود کی کوئی انتہاء بھی ہے۔(اصلاحِ انقلابِ اُمّت، ۱: ۴۶)

(۱۴) تلاوت میں جی کا نہ لگنا دل کے گندے ہونے کی علامت ہے۔(۱)

(۱۵) ایک دن میں ایک منزل پڑھ لیا کرو۔(۲)

---

(۱) قَالَ عُثْمَانُ: لَوْ طَهُرَتْ قُلُوبُكُمْ مَا شَبِعَتْ مِنْ كَلَامِ اللّٰهِ . حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، ۷/۳۰۰

(۲) صحابہؓ اور تابعینؒ کا معمول تھا کہ وہ ہر ہفتہ ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ اِس مقصد کیلئے اُنہوں نے روزانہ تلاوت کی ایک مقدار مقرر کی تھی۔ جسے حزب اور منزلیں کہا جاتا ہے۔ جن کی شناخت کے لئے (فمی بشوق) مجموعہ بنایا ہے۔ ف سے سورۂ فاتحہ؛ م سے سورۂ مائدۃ؛ ی سے سورۂ یونس؛ ب سے سورۂ بنی اسرائیل؛ ش سے سورۂ شعراء؛ و سے سورۂ والصّافات اور ق سے سورۂ قٓ مراد ہے۔
ایک اور تقسیم بھی ہے جسے منزلِ فیل کہتے ہیں۔ ف سے فاتحہ ت سے توبہ مکمل۔ ی سے یونس تا روم مکمل اور ل سے لقمان تا ناس مکمل (یعنی ہر دن تقریباً دس دس پارے) مُراد ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کم از کم تین دن میں قرآن پورا کرنے کی اجازت دی تھی اِس تقسیم کی اصل غالباً یہی واقعہ ہے۔
اِن دونوں کے علاوہ ایک تیسری تقسیم بھی کی گئی ہے۔ طِوال۔ مئین، مثانی اور مفصّلات۔ شروع کی سات یا آٹھ سورتیں (فاتحہ کے علاوہ) طِوال ہیں۔ سورۂ انفال اور سورۂ توبہ الگ الگ شُمار کریں تو آٹھ ورنہ سات سورتیں ہیں۔ پھر گیارہ سورتیں مئین ہیں۔ یعنی وہ سورتیں جن میں سو سے زیادہ آیتیں ہیں۔ پھر بیس سورتیں مثانی ہیں یعنی جن میں سو سے کم آیات ہیں پھر مفصلات ہیں۔ یعنی وہ سورتیں ہیں جن میں چھوٹی چھوٹی آیتیں ہیں۔ پھر مفصلات کی تین قسمیں کی ہیں طِوالِ مفصل، اوساطِ مفصل اور قصارِ مفصل اور یہ طوالِ اوساطِ اور قصار کہاں سے شروع ہوتے ہیں اور کہاں ختم ہوتے ہیں اس میں بارہ قول ہیں۔ تفصیل کے لئے علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی ''الاتقان'' دیکھیں۔

←

اِن میں مشہور قول یہ ہے کہ سورۂ ق سے سورۂ بُروج تک طوالِ مفصّل ہیں۔ پھر سورۂ زلزال تک اوساطِ مفصّل ہیں اور آخر تک قصارِ مفصّل ہیں۔ (تحفۃ الالمعی: ۲/ ۱۰۷)

سات منزلوں کا نقشہ:

منزل	سورتیں	سورتوں کی تعداد	آیتوں کی تعداد
پہلی	سورۂ فاتحہ تا سورۂ مائدہ	۴	۶۶۹
دوسری	سورۂ مائدہ تا سورۂ یونس	۵	۶۹۵
تیسری	سورۂ یونس تا سورۂ بنی اسرائیل	۷	۶۶۵
چوتھی	سورۂ بنی اسرائیل تا سورۂ شعراء	۹	۸۲۶
پانچویں	سورۂ شعراء تا سورۂ والصافات	۱۱	۸۵۶
چھٹویں	سورۂ والصافات تا سورۂ ق	۱۳	۸۴۲
ساتویں	سورۂ ق تا سورۂ ناس	۶۵	۱۶۰۶

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ فرماتے ہیں: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین دن سے کم میں ختم کرنے والا تدبّر نہیں کرسکتا؟ اِسی وجہ سے ابنِ حزم وغیرہ نے تین دن سے کم میں ختم کو حرام بتلایا ہے۔ بندہ کے نزدیک یہ حدیثِ شریف باعتبار اکثر افراد کے ہے، اِس لیے کہ صحابہؓ کی ایک جماعت سے اِس سے کم میں پڑھنا بھی ثابت ہے، اِسی طرح زیادتی میں بھی جمہور کے نزدیک تحدید نہیں، جتنے ایام میں یہ ہوسکے کلامِ مجید ختم کرے، مگر بعض علماء کا مذہب ہے کہ چالیس دن سے زائد ایک قرآن شریف میں خرچ نہ ہوں، جس کا حاصل یہ ہے کہ کم از کم تین پاؤ روزانہ پڑھنا ضروری ہے، اگر کسی وجہ سے کسی دن نہ پڑھ سکے تو دوسرے دن اُس کی قضا کرلے، غرض چالیس دن کے اندر اندر ایک مرتبہ کلام مجید پورا ہوجاوے۔ (فضائلِ قرآن، ص: ۳۱۲)

(۱۶) قرآن حفظ نہ کرنا اِتنا بُرا نہیں جتنا قرآن کریم یاد کرکے بُھلا دینا کہ وہ قیامت میں مجذوم (کوڑھ کا بیمار بن کر) اُٹھے گا۔(۱)

(۱۷) جس آدمی کے گلے کی گنگناہٹ اور اُس کی زبان کا شُغل قرآن نہ بن جائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ مجھے اِس حدیث کے مفاہیم میں جو سب سے اچھا مفہوم ملا وہ یہ ہے۔(۲)

(۱۸) قرآن کو صحیح پڑھنا فرض ہے، زیادہ پڑھنا فرض نہیں ہے۔(۳)

(۱۹) قرآن کی تلاوت چاہے کم کرو، لیکن اچھی کرو، (یعنی اُس کے آداب کا لحاظ کرتے ہوئے۔(۴)

---

(۱) مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ثُمَّ نَسِيَهُ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ أَجْذَمُ. مسند أحمد، رقم: ۲۲۷۸۱

(۲) لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ. البخاري، رقم: ۷۵۲۷۔ یہ مفہوم حضرت شاہ ولی اللہ محدّثِ دہلویؒ کا ہے؛ چنانچہ حضرتؒ فرماتے ہیں کہ اِس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو قرآن کریم کو گان کی جگہ میں نہ رکھے وہ ہم میں سے نہیں ہے، اِس کی تفصیل یہ ہے کہ عام طور پر لوگوں کی عادت یہ ہوتی ہے کہ جب کوئی کام نہیں ہوتا، متفکّر تنہاء بیٹھے ہیں تو جھوم جھوم کر آہستہ آہستہ آواز سے گان لگا کر دل کو بہلاتے ہیں آپؐ فرمارہے ہیں اُس وقت گان کے بجائے قرآن سے دل کو بہلائے۔ (درسِ مشکوۃ، ۲/۱۸۸)

(۳) ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا﴾ [المزمل: ۴] یہ ملفوظ اُن لوگوں پر رَد ہے جو تلاوت کی مقدار کو بڑھانے کے لیے قواعدِ تجوید کی رعایت نہیں کرتے، خاص طور سے تراویح میں۔

(۴) مشائخ نے تلاوت کے چھ آدابِ ظاہری اور چھ باطنی ارشاد فرمائے ہیں:

ظاہری آداب: **اوّل:** غایت (انتہائی) احترام سے باوضو (وضو کے ساتھ) روبقبلہ (قبلہ کی طرف منہ کرکے) بیٹھے۔ **دوّم:** پڑھنے میں جلدی نہ کرے۔ ترتیل (تلاوت

کے اُصولوں کی رعایت کرتے ہوئے آہستہ آستہ پڑھنا) وتجوید سے پڑھے۔ **سوم:** رونے کی سعی (کوشش) کرے، چاہے بتکلّف (بناوٹی طور پر) ہی کیوں نہ ہو۔ **چہارم:** آیاتِ رحمت وآیاتِ عذاب کا حق ادا کرے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ **پنجم:** اگر ریا (دکھلاوا) کا احتمال ہو یا کسی دوسرے مسلمان کی تکلیف وحرج کا اندیشہ ہو تو آہستہ پڑھے ورنہ آواز سے۔ **ششم:** خوش الحانی (اچھی آواز) سے پڑھے کہ خوش الحانی سے کلام پاک پڑھنے کی بہت سی احادیث میں تاکید آئی ہے۔

باطنی آداب: اوّل کلامِ پاک کی عظمت دل میں رکھے کہ کیسا عالی مرتبہ (اونچے مرتبہ والا) کلام ہے۔ **دوّم:** حق سبحانہٗ وتقدّس کی عُلوشان (اونچی شان) اور رَفعت (بڑائی) وکبریائی (بُزرگی) کو دل میں رکھے، جس کا کلام ہے۔ **سوم:** دل کو وَساوِس (بُرے خیالات) وخطرات سے پاک رکھے۔ **چہارم:** معانی کا تدبّر (غوروفکر) کرے اور لذّت کے ساتھ پڑھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک شب تمام رات اِس آیت کو پڑھ کر گُزار دی ﴿اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ‌ۚ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ﴾ [المائدۃ:۱۱۸] ترجمہ: اے اللہ! اگر تو اِن کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر مغفرت فرمادے تو تو عزّت وحکمت والا ہے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ نے ایک رات اِس آیت کو پڑھ کر صبح کردی ﴿وَامۡتَازُوا الۡيَوۡمَ اَيُّهَا الۡمُجۡرِمُوۡنَ﴾ [یٰس: ۵۹] اومجرمو! آج قیامت کے دن فرمانبرداروں سے الگ ہو جاؤ۔ **پنجم:** جن آیات کی تلاوت کر رہا ہے، دل کو اُن کے تابع بنادے، مثلاً اگر آیتِ رحمت زُبان پر ہے' دل سُرورِ محض (مکمل خوشی) بن جاوے اور آیتِ عذاب اگر آگئی ہے، تو دل لرز جائے۔ **ششم:** کانوں کو اِس درجہ متوجّہ بنادے کہ گویا خود حق سبحانہٗ وتقدّس کلام فرما رہے ہیں اور یہ سُن رہا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ محض اپنے لطف وکرم سے مجھے بھی اِن آداب کے ساتھ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور تمہیں بھی۔ (فضائلِ قرآن، ص:۴۹۹)

۱۱ دُعا ۱۸

(۱) سب سے آرزوئیں منقطع (ختم) کرکے اللہ تعالی کو پکارنے کا نام دُعا ہے(۱)

(۲) مجھے بتاؤ اگر کسی کے گردے میں درد ہو تو کیا وہ اپنا درد شعر میں کہہ سکے گا نظم میں کہنا تو بڑی بات ہے نثر میں بھی کہہ دے تو غنیمت ہے۔

(۳) دُعا میں قافیہ بندی (شاعری) کرنا مکروہ ہے۔(۲)

(۴) یہ غفلت کی انتہا ہے کہ دُعاؤں کو بھی منظوم کر دیا ہے۔

(۵) ذکر اور دُعا یہ دونوں چیزیں قلب کی ہیں، اگر دُعا کا تعلق زبان سے ہوتا تو گونگے اللہ تعالی سے کیسے مانگتے اِس لئے غافل دل کی دُعا مقبول نہیں ہوتی۔(۳)

(۶) بہتر سے بہتر عمل کرنے والے سے بڑھ کر ہر شخص کو اپنے عمل پر دُعا کی قبولیت کا یقین ہو۔

---

(۱) ما یُدعی به اللّٰه من القول، المعجم الوسیط، ص:۲۸۷

(۲) فَانْظُرِ السَّجْعَ مِنَ الدُّعَاءِ فَاجْتَنِبْهُ، فَإِنِّي عَهِدْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَأَصْحَابَهُ لَا يَفْعَلُونَ إِلَّا ذَلِكَ، يَعْنِي: لَا يَفْعَلُونَ إِلَّا ذَلِكَ الِاجْتِنَابَ. البخاري، رقم:٦٣٣٧

(۳) اُدْعُوا اللّٰهَ وَأَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْإِجَابَةِ، وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَجِيْبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ. الترمذي، رقم:٣٤٧٩

۷ لوگ مجیب الدعوات (دُعاؤں کو قبول کرنے والے یعنی اللہ تعالیٰ) کو تلاش کرنے کے بجائے صرف مُستَجاب الدعوات (وہ جس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں) کو تلاش کرتے ہیں۔

۸ اگر کسی دُعاء کی قبولیت کے آثار ظاہر نہ ہو رہے ہوں تو وہ اپنی دعاء کی قوّت کو اور بڑھائے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ بندے کی دُعاء کو قبول نہ کر کے اُس کی لجاجت (عاجزی) کو بڑھانا چاہتے ہیں۔

۹ بغیر دُعا کے عمل کرنے والا مدّعی (دعویٰ کرنے والا) ہے اللہ تعالیٰ کو دُعاء پسند ہے دعویٰ پسند نہیں۔

۱۰ دُعاء نہ کرنے والا اپنے آپ کو فاعل (میں کرنے والا ہوں) سمجھتا ہے عاجز نہیں سمجھتا، لوگ دُعاؤں کی قبولیت کے اسباب کو چھوڑ کر صرف اُن بزرگوں کی تلاش میں رہتے ہیں جن کی دُعائیں قبول کی جاتی ہیں۔

۱۱ اللہ تعالی کے یہاں محنت کو قبول کراؤ، اخلاص کے ذریعہ اور دُعاؤں کے ذریعہ جس کے لیے کیا جارہا ہے وہ اُس سے مستغنی ہے، اِس کے لیے اپنی محتاجگی کو ظاہر کرنا ضروری ہے۔

۱۲ جو آدمی دُعاء کے بغیر دعوت کا کام کر رہا ہے وہ مدّعی ہے؛ داعی نہیں۔

۱۳ جو لوگ ترکیبوں سے مسائل حل کرانا چاہتے ہیں اُن کی دُعاء کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔

۱۴ ایک دن بھی کسی کام والے کا دُعاء کے بغیر نہ گزرے۔

۱۵ ہم رونے اور مانگنے کی مقدار کو بڑھائیں۔

۱۶ لوگ اپنی ذاتی ضرورتوں کو دُعاء میں خوب مانگتے ہیں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُعاؤں میں اُمّت کا حصہ ذاتی ضرورتوں سے زیادہ ملے گا۔

۱۷ جہاں قتال نہیں تھا وہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی نماز و دُعاء کا وہی حال تھا(۱) جو حال قتال کے میدان میں تھا۔(۲)

۱۸ اُن دُعاؤں کا اہتمام زیادہ کرو جو غزوات کی دُعائیں ہیں۔(۳)

---

(۱) قَالَتْ هِنْدٌ: إِنِّي أُرِيْدُ أَنْ أُبَايِعَ مُحَمَّدًا. قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: قَدْ رَأَيْتُكِ تَكْفُرِيْنَ. قَالَتْ: إِيْ وَاللّٰهِ. وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ اللّٰهَ تَعَالٰى عُبِدَ حَقَّ عِبَادَتِهِ فِيْ هٰذَا الْمَسْجِدِ قَبْلَ اللَّيْلَةِ، وَاللّٰهِ إِنْ بَاتُوْا إِلَّا مُصَلِّيْنَ قِيَامًا وَرُكُوْعًا وَسُجُوْدًا، الاصابة: ۸/۳۴۷

(۲) لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ نَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم إِلَى الْمُشْرِكِيْنَ وَهُمْ أَلْفٌ وَأَصْحَابُهُ ثَلَاثُمِائَةٍ وَتِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلًا. فَاسْتَقْبَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم الْقِبْلَةَ. ثُمَّ مَدَّ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يَهْتِفُ بِرَبِّهِ، اَللّٰهُمَّ! أَنْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي. اَللّٰهُمَّ! اٰتِ مَا وَعَدْتَنِي. اَللّٰهُمَّ! إِنْ تَهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةُ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا تُعْبَدْ فِي الْأَرْضِ فَمَا زَالَ يَهْتِفُ بِرَبِّهِ، مَادًّا يَدَيْهِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ حَتّٰى سَقَطَ رِدَاؤُهُ عَنْ مَنْكِبَيْهِ. فَأَتَاهُ أَبُوْ بَكْرٍ. فَأَخَذَ رِدَاءَهُ فَأَلْقَاهُ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ. ثُمَّ الْتَزَمَهُ مِنْ وَرَائِهِ. وقال: يا نبي اللّٰهِ! كذاك مُنَاشَدَتُكَ رَبَّكَ. فَإِنَّهُ سَيُنْجِزُ لَكَ مَا وَعَدَكَ. فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿إِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِيْنَ﴾ فَأَمَدَّهُ اللّٰهُ بِالْمَلَائِكَةِ. مسلم: ۱۴۶۳

(۳) غزوۂ بدر کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا: اَللّٰهُمَّ إِنَّهُمْ حُفَاةٌ فَاحْمِلْهُمْ، اَللّٰهُمَّ إِنَّهُمْ عُرَاةٌ فَاكْسُهُمْ، اَللّٰهُمَّ إِنَّهُمْ جِيَاعٌ فَأَشْبِعْهُمْ فَفَتَحَ اللّٰهُ لَهُ يَوْمَ بَدْرٍ، فَانْقَلَبُوْا حِيْنَ انْقَلَبُوْا،

←

وَمَا مِنْهُمْ رَجُلٌ إِلَّا وَقَدْ رَجَعَ بِجَمَلٍ أَوْ جَمَلَيْنِ، وَاكْتَسَوْا وَشَبِعُوا. سنن أبي داود، رقم: ۲۷۴۷

غزوۂ اُحد کے دن آپ ﷺ کی دعا: اللهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهُ، اللهُمَّ لَا قَابِضَ لِمَا بَسَطْتَ، وَلَا بَاسِطَ لِمَا قَبَضْتَ، وَلَا هَادِيَ لِمَا أَضْلَلْتَ، وَلَا مُضِلَّ لِمَنْ هَدَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُقَرِّبَ لِمَا بَاعَدْتَ، وَلَا مُبَاعِدَ لِمَا قَرَّبْتَ، اللهُمَّ ابْسُطْ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ وَرِزْقِكَ، اللهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ النَّعِيمَ الْمُقِيمَ الَّذِي لَا يَحُولُ وَلَا يَزُولُ، اللهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ النَّعِيمَ يَوْمَ الْعَيْلَةِ وَالْأَمْنَ يَوْمَ الْخَوْفِ، اللهُمَّ إِنِّي عَائِذٌ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا أَعْطَيْتَنَا وَشَرِّ مَا مَنَعْتَ، اللهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْإِيمَانَ وَزَيِّنْهُ فِي قُلُوبِنَا، وَكَرِّهْ إِلَيْنَا الْكُفْرَ، وَالْفُسُوقَ، وَالْعِصْيَانَ، وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِينَ، اللهُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ، وَأَحْيِنَا مُسْلِمِينَ، وَأَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِينَ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا مَفْتُونِينَ، اللهُمَّ قَاتِلِ الْكَفَرَةَ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ رُسُلَكَ، وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِكَ، وَاجْعَلْ عَلَيْهِمْ رِجْزَكَ وَعَذَابَكَ، اللهُمَّ قَاتِلِ الْكَفَرَةَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَهَ الْحَقِّ، مسند، رقم: ۱۵۴۹۲

غزوۂ خندق کے دن آپ ﷺ کی دعاء: فَقَالَ: اللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيعَ الْحِسَابِ، اهْزِمِ الْأَحْزَابَ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ. البخاري، رقم: ۶۳۹۲

غزوۂ خیبر کے دن آپ ﷺ کی دعاء: اللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَمَا أَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْأَرَضِينَ السَّبْعِ وَمَا أَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّيَاطِينِ وَمَا أَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا ذَرَيْنَ فَإِنَّا نَسْأَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرَ أَهْلِهَا، وَخَيْرَ مَا فِيهَا وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ أَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا. عمل اليوم والليلة للنسائي، رقم: ۵۴۷

(دیکھئے ترجمہ کے لیے: حیاۃ الصحابہ اُردو جلد اول، اللہ تعالی کے راستے میں نکل کر دعاؤں کا اہتمام کرنا)

اکرام مسلم

۱۲ ۳۰

(۱) اللہ تعالیٰ کے بندوں سے متعلق اللہ تعالیٰ کے اوامر کو رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کی پابندی کے ساتھ پورا کرنا اور اُس میں مسلمانوں کی نوعیت (مقام و مرتبہ) کا لحاظ کرنا اکرامِ مسلم ہے۔(۱)

(۲) ایک عام سے عام مسلمان کا درجہ بیت اللہ سے اونچا ہے تو ہمیں کام کرنے والے ساتھیوں کی کتنی تعظیم کرنی چاہئے۔(۲)

(۳) مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے: گناہگار سے گناہگار مسلمان کو بھی اچھی نگاہ سے دیکھنے کی مشق کرو۔

(۴) اپنے عمل پر فخر کرنا دوسروں کی حقارت کا سبب بنتا ہے۔(۳)

---

(۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ، ابوداؤد: ۴۸۴۲

(۲) عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ وَيَقُولُ: مَا أَطْيَبَكِ وَأَطْيَبَ رِيحَكِ مَا أَعْظَمَكِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ حُرْمَةً مِنْكِ مَالِهِ، وَدَمِهِ، وَأَنْ نَظُنَّ بِهِ إِلَّا خَيْرًا. سنن ابن ماجه، رقم: ۳۹۳۲

(۳) قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ اللّٰهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتَّى لا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ، وَلا يَبْغِي أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ. مسلم، رقم: ۲۸۶۵

(۵) حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ اکرامِ مسلم کا معیار اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ہمارے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم والے اخلاق آجائیں۔

(۶) کسی مسلمان کو حقیر سمجھنا اپنے اسلام کو خطرے میں ڈالنا ہے۔(۱)

(۷) ادنیٰ مسلمان کی تحقیر بھی آدمی کو گمراہی کے راستہ پر ڈال دیتی ہے۔

(۸) اگر زیادتی کرنے والوں پر احسان نہیں کرتے تو آپ داعی نہیں۔(۲)

(۹) جس شخص سے ناگواری پیش آئے اُس کو چھوڑ دیں اور جو احسان کرے اُس کو لے لیں اِس سے فرقہ بنتا ہے اُمّت نہیں بنتی۔

(۱۰) اکرام کی مشق نئے لوگوں کے ساتھ چلنے میں ہے۔(۳)

(۱۱) اکرامِ مسلم کا مجاہدہ یہ ہے کہ جن سے طبیعتیں نہیں ملتیں اُن کے قریب ہو جاؤ۔

(۱۲) اکرام یہ ہے کہ اپنا حق معاف کر دیں، دوسروں کا حق ادا کر دینا یہ اکرام کی اعلیٰ سطح نہیں ہے، یہ تو وہ اکرام ہے کہ اگر نہ کیا گیا تو پکڑ ہوگی۔

---

(۱) حضرت عروہؒ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کے انتظار میں عرفات سے مزدلفہ کو روانگی موخر فرمادی۔ جب حضرت اسامہؓ آئے تو لوگوں نے دیکھا کہ نوعمر لڑکے ہیں ناک بیٹھی ہوئی ہے اور رنگ کالا ہے۔ اس پر یمن والوں نے کہا اس لڑکے کی وجہ سے ہمیں اتنی دیر روکا گیا۔ حضرت عروہؒ فرماتے ہیں اسی وجہ سے یمن والے کفر میں مبتلا ہوئے۔(حضرت ابوبکر کے زمانے میں) الطبقات الکبری، ۶۳/۴

(۲) اذْهَبْ بِهِ يَا عُمَرُ، فَأَعْطِهِ حَقَّهُ وَزِدْهُ عِشْرِيْنَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ مَكَانَ مَا رُعْتَه. صحیح بن حبان، رقم: ۲۹۳

(۳) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم قَالَ لِأَكْثَمَ بْنِ الْجَوْنِ الْخُزَاعِيِّ: يَا أَكْثَمُ، اغْزُ مَعَ غَيْرِ قَوْمِكَ يَحْسُنْ خُلُقُكَ. سنن بن ماجه، رقم: ۲۸۲۷

۱۳ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ مسلمان کا اکرام اسلام کی وجہ سے کیا کرو، اِس لیے نہیں کہ یہ میری قوم کا ہے۔

۱۴ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: اغراض کے لئے کسی سے کوئی سلوک کرنا (مثلاً دُکاندار کا دور سے ہی گاہک کو سلام کرنا' تا کہ وہ اُسی کی دکان پر آئے دوسری جگہ نہ جائے) اخلاق نہیں ہے۔

۱۵ کسی مسلمان کا عیب ظاہر کرنا ایسا ہے جیسے سونے والے کا سَتر کھل جائے تو دوسروں کو بلا کر دکھانا۔

۱۶ اللہ تعالی یہ کام اُن لوگوں سے لیتے ہیں جو مسلمانوں کا عیب دیکھ کر بُھلا دیں۔

۱۷ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ اِکرام کے ذریعہ بُرائی کرنے والے کو اپنے سے اتنا قریب کرو کہ وہ تمہاری بات مان لے(۱)، اگر پھر بھی وہ نہ مانے تو اللہ تعالیٰ سے کہہ کر یعنی دُعاء کر کے اُس کی اصلاح کراؤ۔

---

(۱) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک دیہاتی آیا اور کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ نے کہا: ارے، ارے ٹھہرو، ٹھہرو، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے پیشاب سے نہ روکو، اسے چھوڑ دو۔ چنانچہ صحابہؓ نے اُسے چھوڑ دیا اور اُس نے پیشاب پورا کر لیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا ان مسجدوں میں پیشاب یا گندگی والا کوئی کام کرنا کسی طرح ٹھیک نہیں ہے۔ یہ مسجدیں تو اللہ کے ذکر، نماز اور قرآن پڑھنے کے لئے بنی ہیں۔ یا جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں میں میں سے ایک آدمی کو حکم دیا، اس نے پانی کا ڈول لا کر اس پیشاب پر بہا دیا۔ مسلم، رقم: ۲۸۵

(۱۸) اِکرامِ مسلم سے اُمّت بنتی ہے، اور اکرامِ محسن (احسان کرنے والے کی عزّت کرنے) سے شخصی تعلق بنتا ہے۔

(۱۹) ساتھیوں کو اُن کی خطاؤں کے باوجود بے وزن مت کرو۔(۱)

(۲۰) حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ آنے والے کا ایسا اکرام کرو کہ اُس کو شرم آنے لگے اور (اُس کو دین اور دین کی محنت پر لانے کی) ایسی کوشش کرو کہ اللہ تعالیٰ کو رحم آنے لگے۔

(۲۱) احسان کے تین درجات ہیں: (۱) اعلیٰ: وہ یہ ہے کہ ستانے والوں پر احسان کیا جائے۔ (۲) درمیانی: وہ یہ ہے کہ جس کے ساتھ تعلق نہ ہو اُس پر احسان کیا جائے۔ (۳) ادنیٰ: وہ یہ ہے کہ احسان کرنے والوں پر احسان کیا جائے۔

(۲۲) مسلمان کا گناہ ثابت نہ ہونے دو۔(۲)

---

(۱) قَالَ: وَمَا يُدْرِيكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ: اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ، فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ. المعجم الأوسط: ۲۶۴۷

(۲) حضرت علیؓ کے پاس ایک آدمی لایا گیا اور لوگوں نے بتایا کہ اس آدمی نے اونٹ چوری کیا ہے، حضرت علیؓ نے کہا میرے خیال میں تو تم نے چوری نہیں کی ہے، اس نے کہا نہیں میں نے چوری کی ہے، حضرت علیؓ نے فرمایا شاید تمہیں شبہ ہو گیا ہو (کہ تمہارا اونٹ ہے یا کسی اور کا) اس نے کہا نہیں میں نے چوری کی ہے، حضرت علیؓ نے فرمایا: اے قنبر اسے لے جاؤ، اس کی انگلی باندھ دو، آگ جلالو، اور جلاد کو ہاتھ کاٹنے کے لئے بلالو، اور میرے واپس آنے کا انتظار کرو، جب حضرت علیؓ واپس آئے تو اس آدمی سے کہا، کیا تم نے چوری کی ہے، اس نے کہا نہیں، حضرت علیؓ نے اسے چھوڑ دیا، اس پر لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! جب وہ ایک دفعہ آپ کے سامنے اقرار کر چکا ہے تو آپ نے اسے کیوں چھوڑ دیا، حضرت علیؓ نے فرمایا، میں نے اسی کی بات پر اس کو پکڑا تھا، اور اسی کی بات پر اسے چھوڑا ہے۔ کنز العمال، رقم: ۱۳۹۰۲

(۲۳) ہم اُنہیں سلام کرتے ہیں جن کو جانتے ہیں، جن کو نہیں جانتے اُن کو سلام نہیں کرتے؛ جبکہ جان پہچان کی وجہ سے سَلام کرنا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔(۱)

(۲۴) معاملات کو بگاڑ کر دُنیا میں عبادت کرنے والے اپنی ساری عبادتیں صرف دوسروں کے لئے کر رہے ہیں۔(۲)

(۲۵) اگر دنیا میں تم سے کوئی اپنے حق کا مطالبہ کرے تو اُس کو اپنا محسن سمجھا کرو، ورنہ آخرت میں حق کی ادائیگی مال سے نہیں اعمال سے ہوگی۔(۳)

(۲۶) اکرامِ مسلم کی حقیقت یہ ہے کہ ہر آدمی کے مقام کو پہچان کر اُس کے ساتھ اُس کے مقام کے اعتبار سے معاملہ کرنا۔(۴)

---

(۱) عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم: إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُسَلِّمَ الرَّجُلُ عَلَى رَجُلٍ، لا يُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِلاَّ لِلْمَعْرِفَةِ . مسند أحمد،رقم: ۳۸۴۸

(۲) أَتَدْرُونَ مَاالْمُفْلِسُ؟۔۔۔الترمذی،رقم:۲۴۱۸

(۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم قَالَ: أَتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ؟۔۔۔۔ فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ. مسلم.رقم:۲۵۷۱

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اُن کے پاس سے ایک بھکاری گزرا تو انہوں نے اس کو روٹی کا ایک ٹکڑا دے دیا، پھر ایک شخص کپڑوں میں ملبوس اور معقول صورت میں گزرا تو انہوں نے اسے بٹھایا اور اسے کھانا پیش کیا اور اس نے کھایا، لوگوں نے ان سے اس امتیاز کی بابت پوچھا تو وہ بولیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ہر شخص کو اس کے مرتبے پر رکھو۔ أبوداود،رقم: ۴۸۴۲

(۲۷) ہر ایک کو اُس کی اِستعداد اُس کی صلاحیت کے اعتبار سے استعمال کرنا یہ اُس کا اکرام ہے۔(۱)

(۲۸) (لوگ کہتے ہیں) نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج آپ کا اور اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہے، معاملات ومعاشرت واخلاقیات صحیح ہونا چاہیے؛ جبکہ یہ تینوں پھول پتیاں ہیں، نماز، روزہ وغیرہ جڑ کے حکم میں ہیں؛ جس درخت کی جڑ نہ ہو اُس کو پھول پتیاں کس طرح لگ سکتی ہیں۔

(۲۹) جو آدمی اُس کا حق (ایمانیات اور عبادات میں کوتاہی کر کے) مار رہا ہے جس کے ہاتھ میں عذاب وحساب ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) وہ کیا اُس کا حق (معاملات، معاشرت اور اخلاقیات کو دُرست کر کے) ادا کر سکتا ہے!! جس کے ہاتھ میں عذاب وحساب نہیں ہے (بندہ)۔

(۳۰) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسخیرِ قلوب (دلوں کو جیتنے) کے اعمال دیئے گئے تھے، اُن اعمال میں سب سے اعلیٰ چیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق دُشمنوں کو تھکا دیتے تھے۔(۲)

---

(۱) أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ. أبوداود، رقم: ۴۸۴۲
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر شخص کو اس کے مرتبے پر رکھو

(۲) وَجَاءَتْهُ قُرَيْشٌ فَأَسْلَمُوا طَوْعًا وكرها، وقالوا: يَارَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم - اصْنَعْ بِنَا صُنْعَ أَخٍ كَرِيمٍ، فَقَالَ: أَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ، ثُمَّ قَالَ: مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَمَا قَالَ يُوسُفُ لِإِخْوَتِهِ: ﴿لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ﴾ [يوسف: ۹۲]. ثُمَّ أَجْمَعُوا الْمُبَايَعَةَ. الحاوى الكبير: ۱۴/ ۶۷

۱۳ اخلاصِ نیت ۲۴

① اللہ تعالیٰ کے اوامر (حکموں) کو محض (صرف) اللہ تعالیٰ کی رضامندی (اُن کو خوش کرنے) کیلئے پورا کرنا اخلاص ہے۔

② جو عمل اللہ تعالیٰ کے غیر کے تأثر (اثر لینے) سے ہو، یہی ریا ہے۔(۱)

(۱) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تبلیغِ دین میں فرماتے ہیں؛ ریا (دکھلاوے) کی صورتیں: یاد رکھو کہ ریا چھ طرح سے ہوا کرتا ہے:

اوّل: بدن کے ذریعہ سے ریا؛

مثلاً شکستگی وضعف اور غُنودگی اور پلکوں کا جھپکانا ظاہر کیا جاوے؛ تاکہ روزہ دار اور شب بیدار خیال کریں، یا مثلاً غمگین صورت بنائے' تاکہ لوگ سمجھیں کہ اِن کو آخرت کی بڑی فکر ہے، یا مثلاً پراگندہ حال رہے' تاکہ لوگ سمجھیں کہ دین میں اِس قدر مشغول ہیں کہ بال سنوارنے کی بھی فرصت نہیں اور نہ خط بنوانے کا موقع ملتا ہے، یا مثلاً آواز پست اور آہستہ نکالے تاکہ لوگ سمجھیں کہ ریاضت ومجاہدہ کرتے کرتے اتنا ضعف ہوگیا ہے کہ آواز تک نہیں نکلتی۔

دوّم: ہیئت کے ذریعہ سے ریا؛

مثلاً رفتار میں نرمی اور ضعف ظاہر کرنا، یا سَر جُھکانا، مونچھوں کا منڈوالینا۔ سجدہ کے نشان کا باقی رکھنا۔ آنکھ کا بھینچنا اور ایسی صورت بنانا جس سے لوگ سمجھیں کہ حالتِ وجد میں ہیں، یا مکاشفہ میں مشغول ہیں اور فکر کے اندر مستغرق اور محو (ڈوبے ہوئے) ہیں۔

۳ جس عمل میں نظر اللہ تعالیٰ کے غیر پر ہو وہ شرک ہے۔

سوّم: شکل وشباہت اور لباس میں ریا؛

مثلاً صوف اور موٹے جھوٹے کپڑے پہننا، پنڈلی تک پائنچہ چڑھانا، کپڑوں کا بوسیدہ اور میلا کچیلا رہنا تا کہ لوگ سمجھیں کہ صوفی صاحب ہیں، حالانکہ تصوّف سے اِتنے کورے ہیں کہ اُس کی حقیقت و ماہیت بھی نہیں جانتے۔ یا چوغہ یا ڈھیلی آستینوں کا جبہ پہننا تا کہ لوگ عالم سمجھیں۔ یا عمامہ پر رومال باندھے رکھنا اور جرابیں پہنے رہنا تا کہ لوگ سمجھیں کہ اِس درجہ متقی ہیں کہ راستہ کے گرد وغبار تک سے پرہیز کرتے ہیں کہ خُدا جانے کس کی ملکیت ہوگی۔ پھر اِن میں بھی دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں:

پہلی قسم: بعض تو وہ لوگ ہیں جو صوفیوں اور دینداروں کے دلوں میں قدر ومنزلت کے طالب ہوتے ہیں۔ اور ہمیشہ اِسی نیت سے میلے کچیلے پُرانے کپڑے پہنتے اور اِس حالت میں رہتے ہیں کہ اگر کوئی نیا کپڑا جس کا پہننا شرعاً مباح ہو اور سلف نے بھی ایسا لباس پہنا اور استعمال کیا ہو، اُن کو دیا جائے کہ اِس کو پہن لیجئے، تو اُن کو ایسا ناگوار گُزرتا ہے جیسے کسی نے ذبح کر دیا اور اِس کی وجہ یہی ہے کہ اِس سے اُن کا مطلب فوت ہو جاتا ہے، کیونکہ لوگ صاف ستھرا کپڑ پہنے دیکھیں گے تو اُن کی وہ قدر نہ کریں گے جو میلے کپڑوں میں کرتے تھے، بلکہ یوں کہیں گے کہ اب صوفی صاحب کے زہد میں کمی آ گئی اور تصوّف کا رنگ بدل گیا ہے۔

دوسری قسم: بعض لوگ امیروں اور تاجروں میں وقعت پیدا کرنے کے خواہشمند ہوتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ اگر پُرانے پھٹے کپڑے پہنے تب تو اُمراء کی نظروں میں وقعت نہ ہوگی، بلکہ اُن کو ہمارے پاس بیٹھنے سے بھی نفرت ہوگی، اور اگر لباسِ فاخرہ پہنا تو لوگ زاہد اور صوفی نہ سمجھیں گے لہٰذا! ایک نئی صورت اختیار کرتے ہیں کہ بیش قیمت باریک کپڑوں کو گیروا یا آسمانی رنگ کا رنگوا لیتے ہیں، اگر اُن کی قیمت دیکھئے تو شاہانہ لباس کے برابر ہے اور رنگ وروپ ملاحظہ کیجئے تو درویشانہ، صوفیانہ ہے، اِس طرح اپنا مطلب حاصل کرتے اور ریا کار بنتے ہیں۔

۴ روح کے بغیر بدن سَڑتا ہے، اخلاص کے بغیر اعمال سڑتے ہیں۔

چنانچہ اگر اُن کو پھٹے کپڑے پہننے کو دے جائیں اور کہا جائے کہ اِن کو پہن لیجئے تو سخت ناگوار گزرتا ہے؛ کیونکہ ایسے کپڑوں کا پہننا امیروں کی نظروں سے گر جانے کا سبب ہے۔ اور اگر کوئی بیش قیمت کپڑا جو شرعاً مباح اور جائز ہو انہیں پہنائے، تو وہ بھی موت سے زائد ہے کیونکہ اس کو پہن کر لوگوں میں زاہد اور صوفی نہ سمجھے جاویں گے اور گویا درویشوں کی جماعت سے خارج ہو جاویں گے۔ اِس سے معلوم ہو گیا کہ اُن کا لباس ریا کاری کا لباس ہے۔ اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے۔

چہارم: گفتگو اور زبان سے ریاء:

جیسا کہ تم نے بعض دنیادار واعظوں کو دیکھا ہوگا کہ زبانیں موڑ موڑ کر مقفّی و مسجع عبارتیں بنا بنا کر سلفِ صالحین کی نقل اُتارتے اور محض دکھاوے کی غرض سے بھی آواز کا لہجہ پتلا بناتے ہیں اور کبھی غمگین بناتے ہیں کہ دل میں تو اثر خاک بھی نہیں مگر بناوٹ اور تصنع یوں بتا رہا ہے کہ بڑے عالم اور صوفی ہیں کہ بالکل سلف کا نمونہ ہیں۔ اِسی طرح مثلاً حفظِ حدیث اور مشائخ و علمائے زمانہ سے ملاقات کا دعویٰ اور اظہار کرنا کہ فلاں بزرگ کی ہم نے زیارت کی اور فلاں شیخ سے ملے؛ یا مثلاً کسی حدیث کے متعلق صحیح یا ضعیف ہونے کا جلدی سے حکم لگا دیا تا کہ لوگ محقّق اور محدّث سمجھیں، یا بدکاری و معصیت کے تذکرے پر زبان سے آہ اور ہائے افسوس کے کلمے نکالنا یا خلافِ شرع باتوں سے نفرت ظاہر کرنا اور کڑھنا حالانکہ اُن کے دل میں رنج یا نفرت کا اثر نام کو بھی نہیں ہوتا بلکہ سب کچھ محض اِس غرض سے ہوتا ہے کہ لوگ اُن کو پارسا اور اللہ والا متبع شریعت سمجھیں۔

پنجم: عمل میں ریا؛

مثلاً قیام زیادہ کرنا، رکوع و سجدہ میں دیر تک رہنا، سر جھکانا، کسی طرف توجہ نہ کرنا، پلکوں کو جھکائے رکھنا وغیرہ تا کہ لوگ اُن کو عابد و زاہد اور باعفت و پارسا سمجھیں

۵ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ اعمال میں ریا (دکھلاوا) یقین کے ضُعف (کمزوری) سے پیدا ہوتا ہے۔

۶ محنت کے بعد میرا کام کرنے والوں میں کیا درجہ بنا؟ (سوچنا) بس یہیں سے عمل میں ریا شروع ہوتا ہے۔

۷ یہ کام (دعوت کا) اجتماعی ہے اور جو کام اجتماعی ہوتے ہیں اُن میں ریا (دکھلاوا) کا اندیشہ (زیادہ) ہوتا ہے؛ اِس لئے استحضار رہے (ذہن میں رہے) کہ میں کیوں کر رہا ہوں۔

....

حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اُن کے دل اِن خوبیوں سے خوب کورے اور خالی ہیں۔ اور اُس کی شناخت یہ ہے کہ جب اکیلے نماز پڑھتے ہیں، تو لاپرواہی کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ اور اگر کسی کو معلوم کرلیں کہ وہ اُن کی نماز کو دیکھ رہا ہے تو فوراً سکینت ووقار کے ساتھ نماز کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے لگتے ہیں۔ تاکہ دیکھنے والا سمجھے کہ اُن کی نماز خشوع اور خضوع سے بھری ہوئی ہے۔ تم ہی بتاؤ! کہ یہ ریا نہیں تو اور کیا ہے؟

ششم:

اپنے شاگردوں اور مریدوں کی کثرت اور مشائخ کی کثرت کا تذکرہ کرنا تاکہ لوگ سمجھیں کہ اُن کی بڑے بڑے مشائخ سے ملاقات ہوئی ہے اور بعض لوگ اِس کے خواہاں ہوتے اور تدبیر کرتے ہیں کہ کسی طرح سلاطین وامراء اور علماء وصلحاء اُن کی زیارت کرنے کو آنے لگیں تاکہ اُن کی شہرت ہوجائے کہ فلاں شخص ایسے بزرگ ہیں کہ اُن کی خدمت میں ایسے ایسے بڑے لوگ حاضر ہوتے ہیں، اور بادشاہ وعالم سب ہی آستانہ بوسی (چوکھٹ چومنا) کو اپنی عزت سمجھتے ہیں۔ یاد رکھو کہ یہ سب دین میں ریاکاری ہے، اور ریا حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ (تبلیغ دین: ص ۱۸۲۔ ۱۸۵)

(۸) ریاکار کی نظر مخلوق پر رہتی ہے، اگر کوئی اُس کے عمل پر تعریف کرے تو اُس کی ہمت بڑھ جاتی ہے، ورنہ بیٹھ جاتا ہے۔

(۹) بُتوں کا شِرک (کہ اُنہیں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا جائے) بھی جہنّم میں لے جائے گا (۱) اور عمل کا شرک (کہ غیر اللہ کو خوش کرنے کی نیت سے کوئی کام کیا جائے) بھی جہنّم میں لے جائے گا۔(۲)

(۱۰) اخلاص عمل کی زینت (خوبصورتی) ہے۔

(۱۱) مخلص وہ ہوتا ہے جو محنت کر کے کام کرنے والوں سے کسی قسم کی شاباشی یا کم از کم پرانوں سے قُرب (نزدیکی) کا طالب نہ ہو۔(۳)

(۱۲) اگر تم نے ایسا کر دیا (کام کرنے والوں کے نام پتے اور نمبرات انٹرنیٹ پر ڈال دیئے) تو سمجھ لو کہ تم نے سارے کام کرنے والوں کے نام اعداءِ دین (دین کے دُشمنوں) کے حوالہ کیا اور یہ حکمت اور اخلاص کے منافی (خلاف) ہے۔

(۱۳) مخلص وہ ہوتا ہے جو اِس کام میں مَرنے تک شاباشی کا بھی طالب نہ ہو۔

---

(۱) ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ﴾ [النساء: ۴۸]

(۲) حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ: أَنَّ رَجُلًا أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُذْكَرَ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرَى مَكَانُهُ، فَمَنْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم: مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ أَعْلَى، فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ. مسلم، رقم: ۱۹۰۴

(۳) ﴿إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَّلَا شُكُوْرًا﴾ [الدھر: ۹]

۱۴ اپنے آپ کو شُہرت سے اِتنا چھپاؤ کہ تمہاری موت آئے تو کسی کو خبر نہ ہو کہ تمہاری تدفین کہاں ہوئی؟

۱۵ غیر مخلصین کو اپنی شُہرت سے قبولیت کا دھوکہ لگتا ہے۔

۱۶ مخلص ہمّت افزائی (ہمت بڑھانے) اور شاباشی کا متمنی (تمنّا کرنے والا) نہیں ہوتا ہے۔

۱۷ عمل کا وجود اُس عمل کا ہونا نہیں ہے، بلکہ عمل کا ہونا یہ ہے کہ وہ قبول ہو(۱)

۱۸ انسان کی خرید و فروخت (مختلف طریقوں سے مال دے کر اپنا ہم خیال بنانا) ہر جگہ (حکومت، سیاست، تجارت وغیرہ میں) عام ہے، مال سے بچنے والے مخلصین ہی ہو سکتے ہیں۔

۱۹ جو اپنا تعارف (پہچان) کرانا چاہے گا وہ مخلص نہیں ہو سکتا۔(۲)

۲۰ اعزاز کی چیزیں (مثلاً بیان، منبر، وغیرہ) شُہرت کی ہیں، قبولیت کی علامت نہیں۔

۲۱ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ اگر اِس چہار دیواری (بنگلے والی مسجد مرکز نظام الدین) میں رہنے والا ایک سال تک بھی استعمال نہ ہوا اور اُسے خیال آئے کہ میرا استعمال نہیں ہوا تو یہ مخلص نہیں ہے۔

---

(۱) ﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾ [الفرقان:۲۵]

(۲) اللہ تعالیٰ ان نیک، گم نام متقی لوگوں کو محبوب رکھتا ہے جو اگر غائب ہو جائیں تو کوئی انہیں تلاش نہیں کرتا، اور اگر وہ حاضر ہو جائیں تو لوگ انہیں کھانے کے لیے نہیں بلاتے، اور نہ انہیں پہچانتے ہیں، ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں، ایسے لوگ ہر گرد آلود تاریک فتنے سے نکل جائیں گے۔ سنن ابن ماجہ، رقم:۳۹۸۹

(۲۲) مخلصین اپنے کارناموں سے ڈرتے ہیں اور ریاکار (لوگ) اپنے اعمال سے خوش ہوتے ہیں۔(۱)

(۲۳) جو اِس کام میں مخلص نہیں ہوں گے اُنہیں کوئی نہ کوئی جھٹکا اور کوئی نہ کوئی موڑ اِس کام سے پیچھے کر دے گا۔

(۲۴) دو چیزیں حُسنِ خاتمہ کا سبب ہیں: (۱) حُسنِ عمل، (۲) حُسنِ نیت؛ ورنہ سوءِ خاتمہ (بری موت) کا اندیشہ ہے۔(۲)(۳)

---

(۱) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اس آیت کا مطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دریافت کیا کہ یہ کام کر کے ڈرنے والے لوگ وہ ہیں جو شراب پیتے یا چوری کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، اے صدیق کی بیٹی یہ بات نہیں بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے اور نمازیں پڑھتے ہیں اور صدقات دیتے ہیں اس کے باوجود اس سے ڈرتے رہتے ہیں کہ شاید ہمارے یہ عمل اللہ کے نزدیک ہماری کسی کوتاہی کے سبب قبول نہ ہوں۔ تفسیر ابن کثیر؛۵/۴۸۰

(۲) عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ قَالَ: كَانَ فِينَا رَجُلٌ أَتَى لَا يُدْرَى مَنْ هُوَ، يُقَالُ لَهُ: قُزْمَانُ. فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَقُولُ إِذَا ذُكِرَ لَهُ: إِنَّهُ لَمِنْ أَهْلِ النَّارِ۔۔۔۔۔ فَوَاللّٰهِ إِنْ قَاتَلْتُ إِلَّا عَنْ أَحْسَابِ قَوْمِي، وَلَوْلَا ذٰلِكَ مَا قَاتَلْتُ. قَالَ: فَلَمَّا اشْتَدَّتْ عَلَيْهِ جِرَاحَتُهُ أَخَذَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهِ فَقَتَلَ بِهِ نَفْسَهُ. البداية والنهاية: ۴۱۵/۵

(۳) عَنْ حُذَيْفَةَ رضي الله عنه أَنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَإِذَا رَجُلٌ يُصَلِّي مِنْ نَاحِيَةٍ مِنْ أَبْوَابِ كِنْدَةَ فَجَعَلَ لَا يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ۔۔، وَلَوْ مِتَّ وَهٰذِهِ صَلَاتُكَ مِتَّ عَلَى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِي فُطِرَ عَلَيْهَا مُحَمَّدٌ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهِ يُعَلِّمُهُ۔۔۔ مصنّف ابن أبي شيبة، رقم: ۲۹۶۶

دعوت الی اللہ

١٤ ٧٤

(١) اپنے یقین وعمل کو دُرست کرنے اور سارے انسانوں کو صحیح یقین وعمل پر لانے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے طریقۂ محنت کو سارے عالَم (دُنیا) میں زندہ کرنے کی کوشش کرنا (دعوت الی اللہ ہے)۔

(٢) مولانا یوسفؒ فرماتے تھے کہ دعوت سے اُمّت میں قبولیتِ حق (حق بات کو ماننے) کی استعداد (صلاحیت) پیدا ہوتی رہے گی۔

(٣) اگر مسلمان دعوت الی اللہ پر آجائیں تو قانون (جو اہلِ اسلام کے خلاف ہو) کا مقابلہ مسلمانوں کو نہیں کرنا پڑے گا، بلکہ قانون کا مقابلہ اللہ تعالیٰ خود کریں گے۔

(٤) مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے یقین کے بننے کا راستہ دعوت الی اللہ ہے۔

(٥) نبی کا وجود جس طرح اُمت کے درمیان خیر کا ذریعہ ہے، نبی کے بعد جُہدِ نبوّت (نبی ﷺ کی محنت) کا باقی رہنا خیر کا ذریعہ ہے۔

(٦) مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے: دعوت الی اللہ ایمان اور اعمال کی تکمیل کے لیے ہے (یعنی دعوت کے بقدر ایمان میں اور اعمال میں قوت پیدا ہوگی)۔

۷ اِس اُمّت کی ذمہ داری مورچہ سنبھالنے کی ہے کو نہ سنبھالنے کی نہیں۔(۱)

(۱) حضرت مولانا سیّد سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں: اسلام ایک پیغام الٰہی، اور اس پیغام کی حامل اُمّتِ مسلمہ ہے، یہ وہ حقیقت ہے جس کی طرف سے نہ صرف عام مسلمان بلکہ مسلمان علماء اور مشائخ تک نے اِس سے اعراض اور تغافل بَرتا (لا پرواہی کی) اور اس حقیقت کو بالکل بُھلا دیا ہے، اِسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمان اپنے کو انہیں معنوں میں قوم سمجھنے لگے جن معنوں میں دُنیا کی قومیں اپنے کو قوم سمجھتی ہیں، اُن میں سے کوئی تو وطنیت کے سہارے اپنی قومیت کی دیوار کھڑی کرتا ہے، کسی نے نسل کو قومیت کا معیار سمجھا اور اُن میں سے جو سمجھ رکھتے ہیں وہ زیادہ سے زیادہ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان قوم قومیت اور نسل سے نہیں بلکہ مذہب کی بنیاد پر قوم ہے؛ حالانکہ حقیقت اِس سے بھی آگے ہے اور وہ یہ کہ مسلمان وہ جماعت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص پیغام لے کر دُنیا میں آئی ہے، اس پیغام کو قائم رکھنا اور اس کو پھیلانا اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دینا اس کی زندگی کا تنہا فریضہ ہے۔ اس پیغام کے ماننے والوں کی ایک برادری ہے جس کے حقوق ہیں اور یہی اُن کی قومیت ہے۔ اِس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد مسلمان قوم کا سب سے بڑا فرض اِس پیغامِ الٰہی کی معرفت، اُس کی بجا آوری، اُس کی تعلیم، اُس کی دعوت اور اُس کی اشاعت اور اُس کے حلقہ بگوشوں کی ایک پوری برادری کا قیام اور اُس کے حقوق کو بجالانا ہے، لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں نے ایک ہی صدی کے اندر اندر اپنے اِس فرض کو بُھلا دیا۔ ہمارے سلاطین اور بادشاہوں نے ملک گیری اور کشور کشائی پر قناعت کی اور عیش وآرام اور جاگیر وخراج کی دولت کو اپنی زندگی کا ماحصل قرار دیا، علماء نے درس وتدریس اور فتنوں سے عُزلت نشینی کی زندگی پر کفایت کی، درویشوں اور صوفیوں نے تسبیح وسجادہ کی آرائش پر بس کی اور زندگی کے کاروبار سے اپنے کو الگ کرلیا؛ نتیجہ یہ ہے کہ اُمّت رہبری اور رہنمائی کے بغیر اپنے حال سے غافل ہوکر رہ گئی اور اُمّتِ مسلمہ کی زندگی کی غرض وغایت اُس کے سارے طبقوں کی نگاہوں سے مخفی ہوگئی۔
(مولانا الیاسؒ اور اُن کی دینی دعوت، ص:۷)

(۸) ایمان کی تکمیل کے لیے امر بالمعروف (بھلی باتوں کا دوسروں کو حکم دینا) اور نہی عن المنکر (بُری باتوں سے دوسروں کو روکنا) شرط ہے۔(۱)

(۹) اِس اُمّت کے خیر اُمّت ہونے کی شرط صرف دعوت الی اللہ ہے، اِس کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں ہے۔(۲)

(۱۰) مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: جہاں انبیاء علیہم السلام ، صدیقین، وشہداء کی محنت (دعوت الی اللہ) ہوگی وہاں عام طور سے صلحاء پیدا ہوں گے ، اور اگر دعوت الی اللہ کی محنت نہیں ہوگی تو چند افراد ہی صالح ہوں گے۔

(۱) قطبِ عالم مولانا بدرِ عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ ترجمان السنہ ۲/۱۹۰ میں لکھتے ہیں: اسلام میں ایمان کی علامت صرف پیشانی پر نماز کا نشان ہونٹوں پر روزے کی خشکی اور ہر وقت زکاۃ کی ادائیگی قرار نہیں دی گئی بلکہ اِس کی ایک بڑی علامت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی قرار دی گئی ہے، اِس سے واضح ہوتا ہے کہ اِس کا ایمان باللہ میں گہرا ربط (جوڑ) ہے، اور ایمان صرف اُن اعمال کے ادا کرنے سے کامل نہیں ہوتا جن سے ایک انسان کے نفس کی صرف ذاتی تکمیل ہوجاتی ہے بلکہ اِس کا معیار وہ اعمال ہیں جن سے تمام مخلوق کے نفوس کی تکمیل ہوتی ہے یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اِس امت کی خلقت (پیدائش) کا منشاء صرف اپنے کمالاتِ علمیہ وعملیہ کی تکمیل نہیں بلکہ خدا کے تمام مخلوقات کے تکمیل کی ذمہ داری بھی اِس کے سَر (ذمہ) ہے اور یہی اُس کا طرّۂ امتیاز (وہ صفت جو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے) ہے اور اسی بناء پر اِس اُمّت کو تمام امتوں پر فضیلت دی گئی۔

(۲) حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کُنتُمۡ خَيۡرَ أُمَّةٍ أُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ آیت تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا کہ جو شخص اس خیر امت میں سے ہونا چاہتا ہے وہ اس شرط کو پورا کرے جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خیر امت ہونے کے لئے ذکر فرمائی ہے۔ اور وہ شرط امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔

۱۱ مولانا یوسفؒ فرماتے تھے کہ تم ذاتی ترقی چاہتے ہوتو کونہ سنبھالو اور چاہتے ہوکہ دینی انقلاب آئےتومحنت کرو۔(۱)

(۱) حضرت مولانا منظور احمد نعمانیؒ فرماتے ہیں: اہلِ ایمان کے لئےتقرُّب الی اللہ اور دینی و روحانی ترقی کے دو طریقے اور دو راستے ہیں جو ہمیشہ سے کھلے ہوئے ہیں اور بندگانِ خدا ہر زمانہ میں کم وبیش اِن ہی پر چل کر منزلِ مقصود تک پہنچتے رہے ہیں،

(۱) قرب بالنوافل کا طریقہ: ایک طریقہ تو یہ ہے کہ آدمی اپنی ہی اصلاح وترقی اور اپنے ہی نفس کے تزکیہ وتحلیہ (سنوارنے) میں زیادہ سے زیادہ ساعی رہے (کوشش کرے)، جس کی صورت یہ ہے کہ فرائض وواجبات کی ادائیگی اور معصیات (گناہوں) ومکروہات سے اپنے نفس کی حفاظت کا بیش از بیش (زیادہ سے زیادہ) اہتمام کرتے ہوئے جس قدر بھی ممکن ہو نفلی عبادات وقربات (نیکیاں) روزہ ونماز اور ذکر وفکر وغیرہ میں زیادہ سے زیادہ مشغول رہے۔ بعض ائمہ محققین کی اصطلاح کے مطابق اس طریقہ کو قرب بالنوافل کہا جاسکتا ہے۔

(۲) قرب بالفرائض کا طریقہ: دوسرا طریقہ یہ ہے کہ فرائض وواجبات کی ادائیگی اور معصیات و مکروہات سے پرہیز گاری کا اہتمام کرتے ہوئے اور اوقات میں گنجائش کے مطابق نفلی عبادات وقربات اور ذکر وفکر میں بھی خاص اشتغال (مشغولی) رکھتے ہوئے اپنا زیادہ وقت اخلاصِ نیت کے ساتھ (یعنی محض رضاء الٰہی اور اجرِ اُخروی کو مطمحِ نظر بنا کر دوسرے بندگانِ خُدا کی اصلاح وہدایت، تعلیم وتربیت اور تبلیغ ونصیحت جیسے کاموں میں اور اعلاء کلمۃ الحق (کلمۂ طیبہ کو بلند کرنے) اور احیاءِ شریعت (شریعت کو زندہ کرنے) کی کوششوں میں صَرف کیا جائے۔ اِس طریقہ کو قرب بالفرائض سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، اور اگرچہ اسلام کے قرونِ اُولیٰ میں سالکین راہ رضا اور طالبین قرب مولی کے لئے یہی عام شاہراہ تھی، لیکن بعد کے زمانوں میں کچھ خاص اسباب کی وجہ سے اِس راہ پر چلنے والوں کی کثرت نہیں رہی، بلکہ معاملہ معکوس (اُلٹا) ہوگیا یعنی اہل سلوک کے مختلف حلقوں میں زیادہ تر پہلے ہی طریقہ کو اختیار کرلیا گیا۔ ←

(۱۲) علم، ذکر اور دعوت جو ایک اُمّت کے تین کام تھے وہ تین طبقوں میں تقسیم ہو گئے؛ یہ کمال نہیں زوال (کمی) ہے۔

افسوسناک ذہنی تغیر:

اِس سے بھی بڑا اور افسوسناک ذہنی تغیر (تبدیلی) یہ ہوا کہ بہت سے خانقاہی دائروں میں سُلوک اِلی اللہ اور تقرُّبِ خُداوندی کو صرف اِسی پہلے طریقہ (قرب بالنوافل) ہی میں منحصر بھی سمجھا جانے لگا، اور اُن لوگوں کے خیال میں روحانی و دینی کمال صرف قرب بالنوافل ہی کا نام رہ گیا، مختلف زمانوں میں مصلحین ومجدّدِ دین نے اِس غلط خیالی کو محسوس کر کے اُس کی اصلاح کی کوششیں بھی کیں لیکن پھر بھی بہت سے خاص وعام حلقوں میں یہ غلط فہمی اب تک چلی آ رہی ہے، جس کا افسوسناک اور نہایت مضرت رساں (نقصان پہنچانے والا) نتیجہ یہ ہے کہ اُمّت کی عمومی تعلیم وتربیت اصلاح ودعوت اور اقامت دین (دین کو قائم کرنے) واحیاءِ شریعت کا وہ اہم بنیادی کام جو دینی نظام کے لئے گویا ریڑھ کی ہڈی ہے اور دین کی سرسبزی وشادابی جس پر موقوف ہے اور بلاشبہ جس کا اجر اور درجہ بھی اللہ تعالی کے نزدیک صرف نفلی عبادات وقربات اور ذکر وفکر میں مشغول رہنے سے بہت زیادہ ہے، آج اِن عام وخاص حلقوں میں وہ ایک عمومی قسم کا اور معمولی درجہ کا کام سمجھا جاتا ہے اور دینی وروحانی ترقی کے طالب اور قربِ خداوندی کے جُویا (تلاش کرنے والا) اپنے اِس سفر میں اور اِس مقصد کے لئے اِس راہ سے چلنے اور اپنے اوقات اور اپنی ہمتوں کو اِس رُخ پر لگانے کا ارادہ بھی نہیں کرتے، جس کی وجہ سے یہ میدان اصحابِ ہمت وعزیمت سے خالی اور یہ بازار سرد پڑا ہوا ہے، حالانکہ شہسواروں (گھوڑی کی سواری کا ماہر) کی تگ وتاز (کوشش) کے لئے اصل جولانگاہ (گھوڑوں کا میدان) اور شاہبازوں (ایک پرندہ) کی پَرواز کے لیے اصل فضا یہی تھی۔ یہ کیوں ہے؟ اور یہ عام وخاص حلقے اِس غلط فہمی اور غلط عملی میں کیوں مبتلا ہوئے اور کیوں اب تک مبتلا ہیں؟

←

۱۳ باطل کی دعوت سے اُمّت کو بچانے کے لئے مسلسل دین کی دعوت دینا ضروری ہے۔

عوام الناس کے اِس غلط فہمی میں مبتلاء ہونے کی وجہ:

اگرچہ یہ سوال اور اِس کا جواب آج کے ہمارے موضوع سے خارج ہے تاہم اصل مدعا (مقصد) ہی کو سُلجھانے کی خاطر اِس بارے میں اِتنا عرض کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تک عوام الناس کی غلط فہمی کا تعلق ہے سواُس کی بڑی وجہ تو یہ ہے کہ پہلے طریقہ قرب بالنوافل میں چونکہ سالک عوام کی دنیا سے الگ تھلگ رہ کر ہمہ تن (پورے طور پر) عبادت اور ذکر وفکر میں مشغول رہتا ہے اور مشاغلِ دُنیوی میں پھنسے ہوئے عوام اِس طرز زندگی کو بے حد مشکل اور انتہائی درجہ کا غیر معمولی کام سمجھتے ہیں اور اِس طرح کی مشکل اور غیر معمولی باتوں ہی سے متاثر ہونا اور اُن کی خاص اہمیت ووقعت سمجھنا چونکہ عام انسانوں کا مزاج ہے اِس لئے یہ بیچارے اِس طریق کو قربِ الٰہی اور خُدارسی (اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا) خاص الخاص راستہ سمجھتے ہیں۔ علاوہ ازیں اِس طریق پر چلنے والوں سے خوارق (کرامات) وکشوف وغیرہ کا ظہور بھی نسبتاً زیادہ ہوتا ہے۔ اِس لئے بھی خیال عام اِسی طریق کو خدارسی کا خاص راستہ اور اِسی طرز زندگی کو سب سے بڑا دینی وروحانی کمال سمجھتا ہے۔

خواص کے اِس غلط فہمی میں مبتلاء ہونے کی وجوہات:

رہے اِس خیال کے خواص یعنی خود اہل سلوک کے وہ حلقے جو اِس غلطی میں مبتلا ہیں اور سلوک الی اللہ کو اِسی طریق میں منحصر سمجھتے ہیں سواُس کی بہت سی وجوہ ہیں

خواص کے اِس غلط فہمی میں مبتلاء ہونے کی پہلی وجہ:

جن میں سے ایک عمومی اور اِس جگہ قابل ذکر وجہ یہ بھی ہے کہ اِس طریق (قرب بالنوافل) میں یکسوئی کے ساتھ کثرت ذکر وفکر سے سالک کے باطن میں ایک گونہ لطافت ونورانیت اور ملاء اعلیٰ سے ایک طرح کی خاص مناسبت وموانست پیدا ہوجانے کی وجہ سے وہ اپنے اندر کچھ آثار وانوار محسوس کرنے لگتا ہے۔ ←

(۱۴) حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب یہ امت دین کی دعوت چھوڑ دے گی تو اپنے دین کی اہمیت اُس سے ختم ہو جائے گی۔

(۱۵) جو اپنے دین کی دعوت چھوڑ دے گا وہ (ایک دن) اپنا دین بھی چھوڑ دے گا۔

....

خواص کے اِس غلط فہمی میں مبتلاء ہونے کی دوسری وجہ:

اور بسا اوقات خاص احوال و کیفیات اور مشاہدات وتجلیات کا دروازہ اُس پر کھل جاتا ہے ۔ اور دوسرے طریقہ (قرب بالفرائض) میں چونکہ عوام کے ساتھ بھی اختلاط (میل جول) رہتا ہے۔اور احوال واوقات میں بھی تشتت (پریشانی) اور انتشار ہوتا رہتا ہے اِس لئے اِن احوال و کیفیات کا وُرود اِس میں اِس طرح سے عموماً نہیں ہوتا یا بہت کم ہوتا ہے۔ بہرِحال پہلے ہی طریقہ کے ساتھ بہت سے اہلِ سلوک کی خصوصی دلچسپی کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے؛ حالانکہ یہ احوال و کیفیات اور مشاہدات وتجلیات اِس فن کے اکابر وائمہ کے نزدیک کوئی خاص مقصدی اہمیت نہیں رکھتے بلکہ اِن کا درجہ صرف یہ ہے کہ اِن کے ذریعہ مبتدیان راہِ سلوک کی ہمت افزائی کی جاتی ہے تاکہ شوق وطلب برابر ترقی پذیر رہے اور سعی وجُہد کا قدم آگے بڑھتا رہے۔

حضرت مجدّ دِالف ثانیؒ کا اپنے مشہور خلیفہ ملا یار محمد بدخشیؒ کے نام ایک مکتوب کہ احوال ومواجید مقاصد میں سے نہیں ہیں، بلکہ صرف وسیلۂ تربیت ہیں:

حضرت مجدّ دِالف ثانیؒ اپنے مشہور خلیفہ ملا یار محمد بدخشیؒ کو ایک مکتوب میں اپنی مشاہدات وتجلیات کے متعلق لکھتے ہیں: ’’شیخِ اجل امامِ ربّانی حضرت خواجہ یوسف ہمدانی فرمودہ اند تلک خیالات تربّی بها أطفال الطريقة‘‘ ترجمہ: شیخِ اجل امام ربّانی حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ خیالی چیزیں ہوتی ہیں جن کے ذریعہ مکتبِ طریقت کے بچّوں کی تربیت کی جاتی ہے۔

←

(۱۶) ہر مسلمان کے ایمان کی تکمیل (پورا ہونا) دوسروں کو دین کی دعوت دینے میں ہے۔

دوسرا مکتوب: اور ایک دوسرے مکتوب میں جو ملا حاجی محمد لاہوریؒ کے نام ہے ارقام فرماتے ہیں:
''احوال و مواجید و علوم و معارف کہ صوفیہ را در اثنائے راہ دست مید ہند نہ از مقاصد اند بل او ھام و خیالات تربی بھا اطفال الطریقۃ'' ترجمہ: جو احوال و مواجید اور علوم و معارف صوفیہ پر اثنائے سلوک میں وارد ہوتے ہیں وہ مقاصد میں سے نہیں ہیں بلکہ یہ اوہام و خیالات کی قبیل کی چیزیں ہیں جن کے ذریعہ مکتبِ طریقت کے بچّوں کو تربیت دی جاتی ہے۔ بہرِحال یہ انوار و تجلیات اور یہ احوال و کیفیات جن کا وُرود قرب بالنوافل کے راستہ سے چلنے والے بہت سے سالکوں پر ہوتا ہے، اگرچہ وسیلہ تربیت اور ذریعۂ ترقی ہونے کی حیثیت سے قابلِ شکر انعاماتِ الٰہیہ ہیں، تاہم نہ یہ خود مقصود و مطلوب ہیں اور نہ ایسی دولت ہیں جس کے لیے قرب بالفرائض کا راستہ چھوڑ کے قرب بالنوافل ہی کا طریق اختیار کیا جائے۔

تیسرا مکتوب: حضرت امام ربّانی ایک مکتوب میں خاص اپنے متعلق ارقام فرماتے ہیں؛ ایں فقیر از نقد وقت خود می نویسد کہ مدتہا از علوم و معارف و از احوال و مقامات در رنگ ابر نسیان ریختند و کارے کہ باید کرد بعنایت اللہ سبحانہ کردند، والحال آرزوئے نہ ماندہ است الا آں کہ احیائے سُنّت از سنن مصطفویہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات نمودہ آید و احوال و مواجید ارباب ذوق را مسلم باشد، ترجمہ: یہ فقیر خود اپنی حالت لکھتا ہے کہ مدّتوں علوم و معارف اور احوال و مقامات ابر نسیاں کی طرح برسے، اور اِن کا جو نتیجہ نکلنا چاہیے تھا اللہ تعالیٰ کی عنایت سے وہ پورا ہوا، اور اب اِس کے سوا کوئی ارمان اور آرزو نہیں رہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں میں سے کسی سنت کا اِحیاء کیا جائے، اور اِس کو رواج دیا جائے اور احوال و مواجید اربابِ ذوق کو مبارک ہوں۔

(۱۷) مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ اپنی ذات سے پورے دین پر چلنے والا دیندار تو ہے مگر دین کا مددگار نہیں (کیونکہ دین کا مددگار وہ ہے جو اپنی ذات سے دین پر عمل کرتے ہوئے دوسروں کو دین کی دعوت دے)۔

....

قرب بالفرائض کی ترجیح وفضیلت کے وجوہ:

(۱) یہ انبیاء علیہم السلام کے خاص مشاغل وظائف ہیں:

قرب بالفرائض کے طریقہ اور اِس سلسلہ کے مشاغل (مثلاً خُدا فراموش انسانوں میں تبلیغ و دعوت، جاہلوں ناواقفوں کی تعلیم وتربیت اور اقامتِ دین واحیاءِ شریعت کیلئے جدوجہد وغیرہ) کو قرب بالنوافل کے طریقہ کے مقابلہ میں ترجیح وفضیلت کی یہ وجہ تو بالکل ظاہر ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کے خاص مشاغل وظائف ہیں۔ اور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خاص ان ہی کاموں کے لئے مبعوث ہوتے ہیں، پس اپنی قوتوں اور اپنی ہمتوں کو اُنہی کے طریقہ پر اخلاص واحتساب کے ساتھ اِن کاموں میں لگانا اور اِسی جدوجہد کو اپنا خاص وظیفہ حیات بنالینا اُن مُقدّس وبَرگزیدہ ہستیوں کی خاص نیابت، بلکہ ایک طرح سے اُن کی رفاقت اور اُن کے مقصد اُن کی فکر اور اُن کے درد میں شرکت ہے اور ایک غیر نبی کے لئے اِس سے بڑی کوئی سعادت نہیں ہوسکتی۔

(۲) اِس طریقہ کا فیض متعدی ہے:

علاوہ ازیں اِس طریقہ کا فیض (فائدہ) متعدی (دوسروں تک پہنچنے والا) ہے کہ اِس راہ کا چلنے والا اپنی اصلاح وتکمیل کے ساتھ ساتھ اور سینکڑوں ہزاروں بندگانِ خدا کی اصلاح وہدایت کا بھی ذریعہ بنتا ہے۔ اور اِس واسطے صحیح حدیث مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ أَجْرُ مِثْلِ أَجْرِ فَاعِلِهٖ، مسلم۔ (جو شخص کسی آدمی کو کسی نیکی کی طرف رہنمائی کرے تو اُس شخص کو اُس نیکی کے کرنے والے ہی کے برابر الگ ثواب ملے گا)۔ کے مطابق سینکڑوں ہزاروں انسانوں کے بے حساب وبے شمار اعمالِ خیر کے بھی اجر کا مستحق ہوتا ہے۔

←

(۱۸) صحابہؓ کے لیے اپنے دین پر استقامت (جماؤ) کا بنیادی ذریعہ یہ تھا کہ وہ اپنے دین کے داعی تھے۔

ایک اہم نکتہ:

نیز یہاں یہ نکتہ بھی خاص طور سے ملحوظ رکھنے کے قابل ہے کہ قرب بالنوافل کے طریق میں زیادہ سے زیادہ محنت ومجاہدہ کرنے والے اپنے گنے چنے فرائض کے علاوہ صرف اپنی نفلی عبادات وقربات کا ہی سرمایہ جمع کر سکتے ہیں لیکن قرب بالفرائض کی راہ پر چلنے والے چونکہ سینکڑوں انسانوں کو اُن کے بنیادی فرائض کی تبلیغ وتلقین کرتے اور تعلیم دیتے ہیں، اِس لئے اُن کے حساب میں اپنے ذاتی فرائض ونوافل کے علاوہ اُن سینکڑوں آدمیوں کے فرائض اور نوافل کا بھی اجر لکھا جاتا ہے اور یہ معلوم ومسلّم حقیقت ہے کہ فرائض کا اجر نوافل سے بدرجہا زیادہ ہے۔ اور نفسِ ایمان اسلام کا درجہ تو یقیناً فرائض و نوافل سب سے زیادہ ہے، پس اللہ تعالی کا جو بندہ قرب بالفرائض کی راہ اختیار کرکے خُدا ورسول سے بیگانہ اور حقیقتِ ایمان واسلام سے نا آشنا قسم کے جاہلوں اور غافلوں میں تبلیغ کرکے اور اُن کو تعلیم وتربیت دیکر دین سے آشنا کرتا ہے، اِس میں کیا شبہ کہ اُس کے نامۂ اعمال میں اُن لوگوں کے نفسِ ایمان واسلام کا اجر بھی لکھا جاتا ہے۔ بیشک! اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں جو اِس بے حساب اجر کا حساب بھی لگا سکے۔

قرب بالنوافل کے طریق میں صرف اپنی زندگی تک ترقی کا سلسلہ جاری رہتا ہے:

نیز قرب بالنوافل کے طریق میں صرف اپنی زندگی تک ترقی کا سلسلہ جاری رہتا ہے، جہاں موت نے روح کو جسم سے الگ کیا اور سلسلۂ عمل ختم ہوا' ترقی بھی ختم ہوجاتی ہے؛ مگر قرب بالفرائض کی راہ میں جب تک اُس کے دینی وعلمی فیض کا سلسلہ جاری رہے' خواہ وہ واسطہ درواسطہ کی شکل میں قیامت تک ہی جاری رہے، برابر اعمال نامہ میں اندراج ہوتا رہتا ہے اور اِس کی وجہ سے درجات میں بھی ترقی ہوتی رہتی ہے، جیسا کہ احادیثِ صحیحہ میں اِس کی تصریح وارد ہوئی ہے

←

(۱۹) اپنے دین پر اِستقامت کا اصل سبب وہ دعوت ہے۔

(۲۰) جس طرح کوئی عمل نماز (روزہ، زکوۃ وغیرہ) کا متبادل (بدل) نہیں، اِسی طرح کوئی شغل (مصروفیت) دعوت کے شغل کا متبادل نہیں ہے۔

....

یہ راستہ انبیاء علیہ السلام اور اُن کے خواص اصحاب وحوارین کا راستہ ہے:

اور قطعِ نظر ان تفصیلات سے سب سے اہم بات وہ ہے جو پہلے بھی عرض کی گئی کہ قرب بالفرائض کا یہ راستہ انبیاء علیہم السلام اور اُن کے خواص اصحاب وحوارین کا راستہ ہے، اور اِس کے مشاغل (تعلیم وتعلّم، دعوت وتبلیغ، اصلاح وارشاد اور اقامتِ دین واحیاء شریعت کی کوشش وغیرہ) اُن حضرات کے خاص مشاغل ہیں، پس! اِس طریق کو اختیار کرنے والے اور اُن کاموں کو سنبھالنے والے بلاشبہ تمام حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے اور خصوصاً حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دینی خلفاء ہیں، اگر چہ سیاسی نظام اور سیاسی طاقت والی خلافتِ ظاہرہ اُن کے پاس نہیں ہے، لیکن اصل امانتِ نبوی کی حفاظت اور تبلیغ ودعوت اور ماننے والوں کی تعلیم وتربیت اور اصلاح وارشاد کا کام بھی بلاشبہ ایک طرح کی خلافتِ نبوّت ہی ہے؛ بلکہ یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ مقصدی اہمیت اِس کو زیادہ حاصل ہے اور بروجہ احسن اور وسیع پیمانہ پر اِنہی مقاصد کی تکمیل کے لئے خلافتِ ظاہرہ مقصود ہوتی ہے، نیز یہ بھی حقیقت ہے کہ یہی غیر سیاسی خلافت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی اصطلاح کے مطابق خلافت باطنہ اگر ایک مرکز اور نظام کے ساتھ ہو تو خلافتِ ظاہرہ تک بھی پہنچا دیتی ہے، استخلاف فی الارض اور تمکینِ دینی کا انعام اِنہی فرائض اور اِنہی خدمات کی انجام دہی پر مرتب ہوتا ہے، یہی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور یہی اُس کی سنتِ ازلیہ ہے بلکہ یہ دعویٰ بھی کیا جاسکتا ہے کہ خلافتِ نبوّت کے قیام کا صحیح راستہ صرف یہی ہے اور اِس طریقہ اور اِس ترتیب کو چھوڑ کر دوسرے طریقوں پر جدوجہد کرنے سے اگر چہ اپنی حکومت قائم کی جاسکتی ہے لیکن خلافتِ نبوّت قائم نہیں ہوسکتی۔ (والتفصیل لا یسعه المقام)

←

(۲۱) دعوت کے تقاضے عبادت کی طرح ہیں، آپ ٹال دیں گے تو یہ ضائع ہوجائیں گے اور آپ دوسروں پر ڈال دیں گے تو آپ کی ذمہ داری پوری نہیں ہوگی۔

(۲۲) حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ دعوت اور عبادت سے برابر غذا لیا کرو، جس طرح ایک آدمی غذا سے مستغنی (بے نیاز) نہیں ہوسکتا' اُس کو صبح و شام غذا کی ضرورت ہے' اِسی طرح دعوت اور عبادت میں استمرار ہے کیونکہ یہ ایمان کی تقویت کا اور ایمان کو غذا ملنے کا ذریعہ ہے۔

....

اللہ تعالیٰ کے وفادار اور اُس کی رضا کے طلبگار بندے خدمتِ دین کے اِس عمومی میدان میں نہ اُتریں تو دین کی امانت کا بس! اللہ ہی حافظ ہے:

خیر یہ تو ایک جملۂ معترضہ تھا' ورنہ عرض کرنا یہی تھا کہ قرب بالفرائض کی شان بہت اعلیٰ وارفع ہے اور اِس کے مشاغل تبلیغ و دعوت، تعلیم و تربیت، اصلاح وارشاد اور اقامتِ دین و احیاءِ شریعت کے لئے جدوجہد وغیرہ کا درجہ اور اجر، نفلی عبادات وقربات اور ذکر وفکر ہی میں مشغول و منہمک رہنے سے یقیناً بہت زیادہ ہے۔ خصوصاً اِس دور میں تو اِس طریقہ اور اِن مشاغل کی اہمیت اِس لیے اور بھی زیادہ ہوگئی ہے کہ یہ زمانہ ہی عوامی تحریکات اور جمہوری دعوتوں کا ہے، اور مختلف مادّی اور لادینی تحریکیں بے حد تیزی کے ساتھ بڑھتی ہوئی عوام کو اپنی طرف جذب کرتی جاری ہیں، ایسے وقت میں بھی اگر دین کی دعوت' دینی تعلیم و تربیت اواصلاح وارشاد کی جدوجہد وسیع پیمانہ پر اور عوامی دعوت کے رنگ میں نہیں کی گئی اور اللہ تعالیٰ کے وفادار اور اُس کی رضا کے طلبگار بندے خدمتِ دین کے اِس عمومی میدان میں نہ اُترے تو دین کی امانت کا بس! اللہ ہی حافظ ہے۔

←

(۲۳) مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: اُمّت کا دعوت کو چھوڑ دینا دین کے حلقہ کو چھوڑ دینا ہے۔

(۲۴) سب سے زیادہ اللہ تعالی کے قرب کا ذریعہ وہ انفرادی دعوت میں اذیتوں کا برداشت کرنا ہے۔

گوشہ نشینی اختیار کرنے والوں کو امام ابو اسحٰق اسفرائینی رحمۃ اللہ علیہ کی تنبیہ:

امام ابو اسحٰق اسفرائینی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸ ۴ھ، کا پر جوش اور ولولہ انگیز پیغام رہ رہ کر یاد آتا ہے، اُن کے زمانہ میں جب عام مسلمانوں کا دین وایمان بعض خاص گمراہ کن فتنوں کی وجہ سے خطرہ میں پڑ گیا تھا تو آپؒ اپنے عہد کے بعض اُن اکابر ومشائخ کے پاس پہنچے۔ جو دنیا ومافیہا سے یکسو ہوکر پہاڑوں کے غاروں میں عبادت ومجاہدہ میں مصروف تھے اور کہا: اَللّٰهُ اَكْبَرُ! کیسے درد سے کہا: یَا اَكَلَةَ الْحَشِيْشِ أَنْتُمْ هٰهُنَا وَأُمَّةُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِي الْفِتَنِ ترجمہ: ''جنگل کی سوکھی گھاس پر گزارہ کرنے والو! تم یہاں ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمّت گمراہیوں میں مبتلاء ہورہی ہے۔'' الغرض! یہ کام یعنی مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت اور جاہلوں' ناواقفوں کی دینی تعلیم وتربیت اور غافلوں ونا آشناؤں کو تبلیغ ودعوت کا کام اگر چہ ہر وقت اور ہر حال میں بہت بڑا اور اہم کام ہے اور جیسا کہ تفصیل سے اوپر عرض کیا گیا؛ عند اللہ اِس کا درجہ بہت اعلیٰ وارفع ہے، اور اُمتیوں کے لئے اِس سے بڑھ کر کوئی کمال اور ترقی کا کوئی مقام نہیں ہے۔ بقول حضرت مجددؒ رحمۃ اللہ علیہ: ہیچ کمالے برتبہ دعوت وتبلیغ نارسد۔ فَإِنَّ أَحَبَّ عِبَادِاللّٰهِ إِلَى اللّٰهِ مَنْ حَبَّبَ اللّٰهَ إِلَى عِبَادِهِ وَحَبَّبَ عِبَادَاللّٰهِ إِلَى اللّٰهِ وَهُوَالدَّاعِيْ وَالْمُبَلِّغُ۔ (مکتوبات امام ربانیؒ: ۲/ ۵۷) کوئی کمال دعوت وتبلیغ کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا کیونکہ اللہ تعالی کو اپنے بندوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اللہ تعالی کو اُس کے بندوں کا محبوب بنادے اور بندوں کو اللہ تعالی کا محبوب بنادے، اور وہ داعی اور مبلغ ہوتا ہے۔

(۲۵) اگر مسلمان دعوت اور عبادت؛ اِن دو فریضوں کو اُن کے حق کے اعتبار سے ادا کرے، تو اِن دونوں فریضوں کا جمع کرنا تسخیرِ عالم کا نسخہ ہے۔

(۲۶) جس موسم (مثلاً: موسمِ رمضان) کو اللہ تعالیٰ داعی کے لئے لاتے تھے اُمّت نے اِس موسم کی وجہ سے دعوت کو چھوڑ دیا ہے۔

(۲۷) اعمالِ دعوت صرف دین سیکھنے کی حد تک نہیں ہے بلکہ باطل سے بچنے کے لیے ایک ڈھال ہے۔

....

ضرورت کے موقع پر کئے جانے والے کام کی اہمیت:

لیکن بالخصوص ایسے زمانہ میں جبکہ چاروں طرف سے مادّیت اور لادینیت کے بادل اُمنڈ رہے ہوں اور دین سے غفلت و جہالت اور خُدا فراموشی کی گھٹائیں نہایت تیزی سے دُنیا پر چھائی چلی جارہی ہوں' سو! ایسے وقت میں تو اِن کاموں کی قدر و قیمت اللہ تعالیٰ کے یہاں بے حساب بڑھ جاتی ہے۔ حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ نے کیسی اچھی تمثیل میں فرمایا ہے کہ مثلاً **"سپاہیاں در وقت غلبۂ دُشمناں و استیلاء مخالفاں اگر اندک تر ورمی کنند آں قدر نمایاں میشود و اعتباری گردد کہ در وقتِ امن اضعافِ آں در حیز اعتبار نمی آید"** (مکتوب ۴۴) ترجمہ: مثلاً جو سپاہی دشمن کے غلبہ اور مخالفین کے چڑھ آنے کے نازک وقت میں تھوڑی سی بھی وفادارانہ جدوجہد کرتے ہیں وہ ایسا اعتماد اور امتیاز حاصل کر لیتے ہیں کہ عام امن وسکون کے وقت کی گئی جانفشانی بھی کریں تو وہ اعتبار اور اعتماد پیدا نہیں ہوتا۔ الحاصل ہر زمانہ میں' خاص کر ہمارے اِس دور میں دینی و روحانی ترقی و قربِ الٰہی و رضاء خُداوندی کا سب بڑا ذریعہ اور شاہراہ قرب بالفرائض ہی کا طریقہ ہے اور اُس کے مشاغل مثلاً دعوت و تبلیغ، اصلاح و تعلیم اور اِقامتِ دین و احیاءِ شریعت کے لئے جدوجہد کا درجہ اور یکسوئی کے ساتھ نفلی عبادت و قربات اور ذکر و مراقبہ ہی میں منہمک و مشغول رہنے سے بہت زیادہ ہے،

←

اقامت دین اور احیائے شریعت کی محنت کے ساتھ اخلاص اور احتساب اور خشیت وانابت نہ ہوتو پھر ساری دوڑ دھوپ ایک پیشہ کے سوا کچھ نہیں:

لیکن قرب بالفرائض کی اِن مشاغل کی امتیازی حیثیت اور قرب بالنوافل کے مقابلہ میں اُن کی پرعظمت اور فوقیت اِس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اِن کاموں میں اشتغال اخلاص واحتساب اور خشیت وانابت کی صفت کے ساتھ ہو، اگر یہ نہیں ہے تو پھر ساری دوڑ دھوپ اور جدوجہد ایک بے روح عامیانہ تحریک یا ایک پیشہ اور حرفہ کے سوا کچھ نہیں ہے (اعاذنا اللہ من ذالک) اور اِن اوصاف (اخلاص واحتساب) کے حاصل ہونے کا عام آزمودہ اور عادتی ذریعہ اِن اوصاف والوں کی صحبت ورفاقت اور تنہائیوں کے اوقات میں ذکروفکر کی کثرت ہے۔ اِن دونوں چیزوں کے اہتمام کے بغیر اخلاص و احسان جیسی کیفیات کا پیدا ہونا اگرچہ عقلاً ناممکن نہیں لیکن عادتاً دُشوار اور اہلِ تجربہ کی شہادت کے مطابق شاذ ضرور ہے۔

ضروری استدراک:

اوپر کی سطروں سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ قرب بالنوافل کے طریقہ کو ہم غلط یا غیر شرعی یا غیر مرضی سمجھتے ہیں؛ ہرگز نہیں! حاشا ہزار بار حاشا! ہماری گزارش کا مدعا تو صرف یہ ہے کہ قرب بالفرائض کا راستہ قابلِ ترجیح اور افضل ہے اور خصوصاً ہمارے اِس زمانہ کے حالات اور دینی ضروریات کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کے بندے اِس طریق کو اختیار کریں اور اپنی ہمتوں کو اِسی رُخ پر لگائیں، نیز ہمیں اِس سے بھی انکار نہیں کہ فی زمانا ماحول کے عمومی فساد کی وجہ سے اکثر طبیعتوں کی حالت ایسی ہوگئی ہے کہ کچھ مدت یکسوئی کے ساتھ ذکروفکر کے بغیر اُن پر اخلاص واحسان کا رنگ بھی نہیں چڑھتا سو ایسے حضرات کے لئے کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ تیاری کے طور پر کچھ دنوں اِسی طریق پر چلیں لیکن مطمح نظر دین کی خدمت ونصرت ہی کے مشاغل کو بنائیں اللہ تعالی کی بخشی ہوئی قوتوں اور صلاحیتوں کا اِس سے بہتر مصرف کوئی نہیں۔ آخر میں یہ عرض کردینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عوامی دعوت وتبلیغ اور عوامی تعلیم وتربیت کا یہ کام جس کی طرف

اِس مضمون میں ہم نے خصوصیت کے ساتھ دعوت دی ہے اِس سے ہماری مراد خاص متعارف وعظ گوئی نہیں ہے جس کے لئے علم دین کی ایک خاص مقدار ضروری ہے، بلکہ حقیقت دین سے نا آشنا طبقوں میں دین کا صحیح شعور پیدا کرنا اور کم ازکم دین کی بنیادی باتوں کی اُن کو تعلیم و تلقین کرنا اور اِس درجہ کی عملی اصلاح کی کوشش کرنا اِس سلسلہ کا اِبتدائی کام ہے؛ جس میں ہر مسلمان اپنی صلاحیت کے مطابق کچھ نہ کچھ حصہ لے سکتا ہے اور اُسی کے ساتھ خود بھی تعلیم وتربیت حاصل کرسکتا ہے۔اب ہم اِس مضمون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث پر ختم کرتے ہیں: وَعَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَنْ رَجُلَيْنِ كَانَا فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ أَحَدُهُمَا كَانَ عَالِمًا يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ ثُمَّ يَجْلِسُ فَيُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَيْرَ وَالْآخِرُ يَصُومُ النَّهَارَ وَيَقُومُ اللَّيْلَ أَيُّهُمَا أَفْضَلُ؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: فَضْلُ هَذَا الْعَالِمِ الَّذِي يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ ثُمَّ يَجْلِسُ فَيُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَيْرَ عَلَى الْعَابِدِ الَّذِي يَصُومُ النَّهَارَ وَيَقُومُ اللَّيْلَ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ. الدَّارِمِيُّ، رقم:۳۵۲، مشکوٰۃ، رقم:۲۵۰، ترجمہ:۔حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ سے مرسلاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے بنی اسرائیل کے دوشخصوں کی بابت سوال کیا جن میں سے ایک دین کا جاننے والا تھا اُس کا طریقہ یہ تھا کہ فرض نماز پڑھتا اور پھر بیٹھ کر لوگوں کو اچھی باتیں بتاتا اور سکھاتا اور دوسرا ہمیشہ دن کو روزے رکھتا اور رات بھر نوافل پڑھتا تھا (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا) کہ اِن دونوں میں سے کون افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ عالم جو فرائض ادا کرتا اور پھر بیٹھ کر لوگوں کو اچھی باتیں بتلاتا اور سکھاتا تھا اُس قائم اللیل صائم النہار عابد کے مقابلہ میں ایسی فضیلت رکھتا ہے،جیسی کہ تم میں سے کسی ادنیٰ آدمی پر مجھے فضیلت حاصل ہے۔ملحوظ رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواب میں جو تمثیل ہے، یہ مقدار فضیلت میں نہیں ہے؛ بلکہ فضیلت کی نوعیت میں تمثیل وتشبیہ ہے: ﴿فَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللَّهِ الْغَرُورُ﴾

(قرب الٰہی کے دو راستے)

(۲۸) ایک ایک مسلمان کو دعوت کے ذریعہ دین کی طرف لانا یہ دین کی نصرت ہے۔(۱)

(۲۹) مسلمان کو مسلمان باقی رکھنا کافر کو مسلمان کرنے سے زیادہ ضروری ہے۔(۲)

(۳۰) جب آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے جارہے تھے اُس وقت آپ ﷺ نے اُمّت کو تین باتوں کا حکم دیا: نماز (اِس کا تعلق حقوق اللہ سے ہے) غلاموں اور ماتحتوں کے ساتھ اچھا سلوک (اِس کا تعلق حقوق العباد سے ہے) حضرت اُسامہ کے لشکر کی روانگی (اِس کا تعلق دعوت الی اللہ سے ہے)۔(۳)

....

(۱) ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ [محمد:۷] اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کریں گے اور تمہارے قدم جمادیں گے۔

تفسیر: اللہ تعالی کی مدد کرنے سے مراد ہے: اللہ تعالی کے دین کی مدد کرنا، اور دین کی مدد ہے، خود دین پر عمل کرنا، دین کی دعوت دینا اور دین کی حفاظت کے لئے جیسی قربانی مطلوب ہو، وہ پیش کرنا۔(آسان تفسیر، ج:۲ص:۵۵۹)

(۲) ﴿وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى﴾ [عبس:۳] اِس میں واضح طور پر آنحضرت ﷺ کو یہ ہدایت دی گئی کہ مسلمانوں کی تعلیم اور اصلاح وتربیت کرکے اُن کو پکا مسلمان اور قومی مومن بنانا یہ غیر مسلموں کو اسلام میں داخل کرنے کی فکر سے زیادہ اہم اور مقدم ہے اس کی فکر زیادہ چاہیے۔ واللہ اعلم۔(معارف القرآن، ج:۸،ص:۶۷۴)

(۳) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: كَانَ آخِرُ كَلَامِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ الصَّلَاةَ الصَّلَاةَ، اتَّقُوا اللّٰهَ فِيمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ. أبو داؤد، رقم:۵۱۵۶۔ وَ فِيْ حَدِيْثٍ: فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ! أَنْفِذُوْا بَعْثَ أُسَامَةَ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَاسْتَعَزَّ بِهٖ فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ. الطبقات الكبرى: ۲/۱۹۱

(۳۱) ہم یہ سمجھتے ہیں کہ نجات کے دوسبب ہیں (ایمان، اعمالِ صالحہ) حالانکہ اللہ تعالیٰ نجات کے چار اسباب بتا رہے ہیں: ایمان، اعمالِ صالحہ، تواصی بالحق (سچے دین کی آپس میں تاکید کرنا)، تواصی بالصبر (صبر وتحمل کی آپس میں تاکید کرنا)۔(۱)

---

(۱) ان چاروں اجزاء کی تشریح یہ ہے کہ ایمان اور عمل صالح جو خود انسان کی ذات سے متعلق ہیں اُن کا معاملہ واضح ہے کسی تشریح کا محتاج نہیں البتہ آخری دو جز یعنی تواصی بالحق اور تواصی بالصبر یہ قابل غور ہیں کہ ان سے کیا مراد ہے۔ لفظ تواصی وصیت سے مشتق ہے کسی شخص کو تاکید کے ساتھ مؤثر انداز میں نصیحت کرنے اور نیک کام کی ہدایت کرنے کا نام وصیت ہے، اِسی وجہ سے مرنے والا جو اپنے بعد کے لئے کچھ ہدایات دیتا ہو، اسکو بھی وصیت کہا جاتا ہے۔ یہ دو جزء درحقیقت اِسی وصیت کے دو باب ہیں۔ ایک حق کی وصیت دوسرے صبر کی وصیت، اب اِن دونوں لفظوں کے معنی میں کئی احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ حق سے مراد عقائدِ صحیحہ اور اعمالِ صالحہ کا مجموعہ ہو اور صبر کے معنی تمام گناہوں اور بُرے کاموں سے بچنا ہو، تو پہلے لفظ کا حاصل امر بالمعروف ہو گیا یعنی نیک کاموں کا حکم کرنا اور دوسرے کا حاصل نہی عن المنکر ہو گیا یعنی برے کاموں سے روکنا، اِس مجموعہ کا حاصل پھر وہی ایمان اور عمل صالح جس کو خود اختیار کیا ہے اُس کی تاکید وصیت دوسروں کو کرنا ہو گیا اور ایک احتمال یہ ہے کہ حق سے مراد اعتقادات حقہ لیے جائیں اور صبر کے مفہوم میں تمام اعمالِ صالحہ کی پابندی بھی ہو اور دوسرے کاموں سے بچنا بھی، کیونکہ لفظِ صبر کے حقیقی معنی اپنے نفس کو روکنے اور پابند بنانے کے ہیں۔ اِس پابندی میں اعمالِ صالحہ بھی آ گئے اور گناہوں سے اجتناب بھی۔

ایمان اور اعمال سے روکنے والی دو چیزیں:

حافظ ابنِ تیمیہؒ نے اپنے کسی رسالہ میں فرمایا کہ انسان کو ایمان اور عملِ صالح سے روکنے

←

والی عادۃً دو چیزیں ہوتی ہیں، ایک شبہات یعنی اُس کو ایمان وعملِ صالح میں کچھ نظری اور فکری شبہات پیدا ہو جاویں جن کے سبب عقائد ہی مختل ہو جائیں اور عقائد کے مختل ہونے سے عملِ صالح کا خلل پذیر ہونا خود ظاہر ہے۔ دوسرے شہوات یعنی خواہشاتِ نفسانی جو انسان کو بعض اوقات نیک عمل سے روک دیتی ہیں اور بعض اوقات بُرے اعمال میں مبتلاء کر دیتی ہیں اگر چہ وہ نظری اور اعتقادی طور پر نیکی پر عمل اور بُرائی سے بچنے کو ضروری سمجھتا ہو مگر نفسانی خواہشات اُس کے خلاف ہوں اور وہ اِن خواہشات سے مغلوب ہو کر سیدھا راستہ چھوڑ بیٹھے، تو آیتِ مذکور میں وصیتِ حق سے مراد یہ ہے کہ شبہات کو دور کرے، اور وصیتِ صبر سے مراد یہ کہ نفسانی خواہشات کو چھوڑ کر اچھے اعمال اختیار کرنے کی ہدایت کرے، اِس کا خلاصہ یہ ہے کہ وصیت بالحق سے مراد دوسرے مسلمانوں کی علمی اصلاح ہے اور وصیت بالصبر سے مراد عملی اصلاح ہے۔

اپنے اہل وعیال اور احباب ومتعلقین کے اعمالِ سیئہ سے غفلت برتنا اپنی نجات کا راستہ بند کرنا ہے:

نجات کے لیے صرف اپنے عمل کی اصلاح کافی نہیں بلکہ دوسرے مسلمانوں کی فکر بھی ضروری ہے، اِس سورت نے مسلمانوں کو ایک بڑی ہدایت یہ دی ہے کہ اُن کا صرف اپنے عمل کو قرآن وسُنّت کے تابع کر لینا جتنا اہم اور ضروری ہے اُتنا ہی اہم یہ ہے کہ دوسرے مسلمانوں کو بھی ایمان اور عملِ صالح کی طرف بُلانے کی مقدور بھر کوشش کرے؛ ورنہ صرف اپنا عمل نجات کے لیے کافی نہ ہوگا، خصوصاً اپنے اہل وعیال اور احباب ومتعلقین کے اعمالِ سیئہ سے غفلت برتنا اپنی نجات کا راستہ بند کرنا ہے اگر چہ خود وہ کیسے ہی اعمالِ صالحہ کا پابند ہو، اِسی لیے قرآن وحدیث میں ہر مسلمان پر اپنی اپنی مَقدرت (طاقت) کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کیا گیا میں اِس معاملہ میں عام مسلمان بلکہ بہت سے خواص تک غفلت میں مبتلاء ہیں، خود عمل کرنے کو کافی سمجھ بیٹھے ہیں، اولاد وعیال کچھ بھی کرتے رہیں اِس کی فکر نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اُس کی ہدایت پر عمل کی توفیق نصیب فرمائیں۔ (معارف القرآن، ۸/ ۸۱۳)

(۳۲) جس کام کے چھوٹ جانے کو صحابہؓ اپنے زمانہ میں جُرم سمجھتے تھے آج اُس کام کے چھوٹ جانے کو ہم گناہ بھی نہیں سمجھتے۔ (۱)

....

(۱) ''مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے ہیں کہ تبلیغ فرض ہے، ہر ایک مسلمان کا فرضِ عین ہے'' (ارشادات ومکتوبات، ص:۸۲)

نیز حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب ''دعوت دین مسلمانوں کے مسائل کا واحد حل'' میں تحریر فرماتے ہیں:

دعوتِ دین فرضِ عین ہے یا فرضِ کفایہ؟

دعوتِ دین فرضِ عین ہے یا فرضِ کفایہ؟ فقہاء اِس بات پر متفق ہیں کہ دعوتِ دین محض کوئی مباح یا مستحب عمل نہیں ہے؛ بلکہ یہ اِس اُمت پر فرض ہے، اختلاف اِس میں ہے کہ یہ فرضِ عین ہے یا فرضِ کفایہ؟

پہلا نقطۂ نظر:

ایک نقطۂ نظر یہ ہے کہ دعوت فرضِ عین ہے، یعنی ہر شخص پر انفرادی حیثیت میں فرض ہے؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پوری اُمت مسلمہ کو کارِ دعوت کا حکم دیا ہے؛

چنانچہ امام فخر الدین رازیؒ (م:۶۰۴ھ) ﴿وَلۡتَكُن مِّنكُمۡ أُمَّةٌ يَدۡعُونَ إِلَى ٱلۡخَيۡرِ وَيَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِۚ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ﴾ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: فِي قَوْلِهِ مِنْكُمْ قَوْلَانِ أَحَدُهُمَا: أَنَّ مِنْ هَاهُنَا لَيْسَتْ لِلتَّبْعِيضِ لِدَلِيلَيْنِ الْأَوَّلُ: أَنَّ اللّٰهَ تَعَالَى أَوْجَبَ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ عَلَى كُلِّ الْأُمَّةِ فِي قَوْلِهِ ﴿كُنتُمۡ خَيۡرَ أُمَّةٍ أُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِ﴾ [آلِ عِمرَان:۱۱۰]

←

(۳۳) دعوت کی اِس محنت سے جو اِتنا بڑا مجمع تیار ہوا ہے، اُس کی صرف واحد بنیاد یہ ہے کہ ہر فرد صرف اپنی اصلاح کے لیے محنت کر رہا ہے۔

وَالثَّانِي: هُوَ أَنَّهُ لَا مُكَلَّفَ إِلَّا وَيَجِبُ عَلَيْهِ الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ، إِمَّا بِيَدِهِ، أَوْ بِلِسَانِهِ، أَوْ بِقَلْبِهِ، وَيَجِبُ عَلَى كُلِّ أَحَدٍ دَفْعُ الضَّرَرِ عَنِ النَّفْسِ إِذَا ثَبَتَ هَذَا فَنَقُولُ: مَعْنَى هَذِهِ الْآيَةِ كُونُوا أُمَّةً دُعَاةً إِلَى الْخَيْرِ آمِرِينَ بِالْمَعْرُوفِ نَاهِينَ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَأَمَّا كَلِمَةُ مِنْ فَهِيَ هُنَا لِلتَّبْيِينِ لَا لِلتَّبْعِيضِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿**فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ**﴾ [الْحَجّ: ۳۰] وَيُقَالُ أَيْضًا: لِفُلَانٍ مِنْ أَوْلَادِهِ جُنْدٌ وَلِلْأَمِيرِ مِنْ غِلْمَانِهِ عَسْكَرٌ يُرِيدُ بِذَلِكَ جَمِيعَ أَوْلَادِهِ وَغِلْمَانِهِ لَا بَعْضَهُمْ، كَذَا هَاهُنَا، تفسير الرازي: ۸/ ۳۱۳

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: منکم میں دو قول ہیں: پہلا قول یہ کہ ”من“ یہاں ”بعض“ کے معنی میں نہیں ہے، اور اس کی دو دلیلیں ہیں اول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول کُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ الخ (آل عمران: ۱۱۰) میں پوری اُمت پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب قرار دیا ہے، دوسرے یہ کہ ہر مکلف پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے، چاہے ہاتھ سے کرے، یا زبان سے یا دل سے، جب یہ بات ثابت ہوگئی تو ہم کہیں گے کہ اِس آیت کے معنی ہیں کہ بھلائی کا حکم دیتے ہوئے اور برائی سے روکتے ہوئے خیر کی طرف داعی بن جاؤ، لہٰذا! ”من“ یہاں بیان کے لئے ہے نہ کہ بعض کے معنی میں، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد فَاجْتَنِبُو الرِّجْسَ مِنَ الاوثان بتوں کی نجاست سے بچو، میں (یعنی بعض بتوں سے بچنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے؛ بلکہ تمام بتوں سے بچنے کا حکم فرمایا گیا ہے) ۔اس نقطہ نظر کے مطابق تو ہر مسلمان پر اپنی صلاحیت اور طاقت واستطاعت کے مطابق دعوتِ دین کا کام فرض ہے؛ اِسی لئے اہل سنت والجماعت نے داعی کے لئے عادل ہونے کی شرط نہیں لگائی ہے، اگر کوئی مسلمان فاسق ہو، تب بھی اُسے دعوت کا کام کرنا چاہیے

۳۴ حضرتؒ نے فرمایا کہ اگر تم اِس کام کی وجہ سے مجھ سے محبت کروگے تو تم میرے بعد کام پر جمے رہوگے، اگر کام کے بغیر محبت کروگے، تو میرے بعد چلے جاؤگے۔

چنانچہ علامہ قرطبی فرماتے ہیں: وَلَيْسَ مِنْ شَرْطِ النَّاهِيْ أَنْ يَكُوْنَ عَدْلًا عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ خِلَافًا لِلْمُبْتَدِعَةِ، حَيْثُ يَقُوْلُ: لَا يُغَيِّرُهُ إِلَّا عَدْلٌ، وَهٰذَا سَاقِطٌ، فَإِنَّ الْعَدَالَةَ مَحْصُوْرَةٌ فِيْ الْقَلِيْلِ مِنَ الْخَلْقِ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ عَامٌّ فِيْ جَمِيْعِ النَّاسِ. اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک بُرائی سے روکنے والے کے لئے شرط نہیں ہے کہ وہ عادل بھی ہو، بخلاف مبتدعین کے، کہ وہ کہتے ہیں: عادل ہی بُرائی کو بدل سکتا ہے اور اِس قول کا اعتبار نہیں؛ اِس لئے کہ عدالت تو کچھ لوگوں میں محدود ہے، جبکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تمام لوگوں میں عام ہے۔

یہی بات امام رازی (م: ۶۰۴ھ) نے بھی لکھی ہے: وَالْعُلَمَاءُ قَالُوْا: الفَاسِقُ لَهُ أَنْ يَأْمُرَ بِالْمَعْرُوْفِ لِأَنَّهُ وَجَبَ عَلَيْهِ تَرْكُ ذٰلِكَ الْمُنْكَرِ وَوَجَبَ عَلَيْهِ النَّهْيُ عَنْ ذٰلِكَ الْمُنْكَرِ علماء نے کہا ہے کہ فاسق نیکی کا حکم دے سکتا ہے، اِس لئے کہ اُس بُرائی کو خود ترک کرنا بھی واجب ہے اور اُس سے روکنا بھی واجب ہے، یعنی دونوں مستقل دو الگ الگ واجبات ہیں۔

نیز اِسی آیت کی توضیح میں علامہ ابن کثیر (م: ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں: وَالْمَقْصُوْدُ مِنْ هٰذِهِ الْاٰيَهِ أَنْ تَكُوْنَ فِرْقَةٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ مُتَصَدِّيَةً لِهٰذَا الشَّانِ وَإِنْ كَانَ ذٰلِكَ وَاجِبًا عَلٰى كُلِّ فَرْدٍ مِنَ الْأُمَّةِ بِحَسْبِهٖ كَمَا ثَبَتَ فِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ رَاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ، وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ.

←

(۳۵) **جو لوگ دعوت کی محنت صرف دوسروں کی اصلاح کے لیے کریں گے، انہیں ایک وقت آنے پر دوسرں کے نہ ماننے کی صورت میں اِس کام کو چھوڑ کر مایوس ہو کر بیٹھنا پڑے گا۔**

اِس آیت کا منشاء یہ ہے کہ اِس اُمت کا ایک گروہ اس کام کے لئے مستعد رہے، اگرچہ اُمت کے ہر فرد پر اُس کی صلاحیت کے مطابق دعوت واجب ہے، جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو کسی برائی کو دیکھے وہ اُسے ہاتھ سے روکے، اِس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اور اِس کی بھی نہ ہو تو دل سے، یہ ایمان کا سب سے کم تر درجہ ہے، اِس کے بعد رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں۔

دوسرا نقطۂ نظر:

دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ دعوت فرض کفایہ ہے، یعنی اُمت میں ایک گروہ کو بہر حال فریضۂ دعوت کو ادا کرنا چاہیے، لیکن ہر شخص پر انفرادی حیثیت میں دعوت واجب نہیں، امام رازی (م: ۶۰۴ھ) اِس نقطۂ نظر کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اَلْقَوْلُ الثَّانِيْ أَنَّ "مِنْ" هُنَا لِلتَّبْعِيْضِ، وَالْقَائِلُوْنَ بِهٰذَا الْقَوْلِ اخْتَلَفُوْا أَيْضًا عَلٰی قَوْلَيْنِ: أَحَدُهُمَا: أَنَّ فَائِدَةَ كَلِمَةِ "مِنْ" هِيَ أَنَّ فِيْ الْقَوْمِ مَنْ لَا يَقْدِرُ عَلَى الدَّعْوَةِ وَلَا عَلَى الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ مِثْلِ النِّسَاءِ، وَالْمَرْضٰى وَالْعَاجِزِيْنَ: وَثَانِيْهِمَا أَنَّ هٰذَا التَّكْلِيْفَ مُخْتَصٌّ بِالْعُلَمَاءِ دوسرا قول یہ ہے کہ "من" یہاں بعض کے معنی میں ہے، پھر جو حضرات اِس کے قائل ہیں، اُن کے بھی دو قول ہیں: ایک یہ کہ من (بمعنی بعض) کا فائدہ یہ ہے کہ قوم میں کچھ ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو دعوت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قادر نہ ہوں، جیسے: "عورتیں، بیمار، عاجز حضرات" دوسرا قول یہ ہے کہ دعوت کے مکلف صرف علماء ہیں"۔

←

(۳۶) آپ ﷺ نے ہر فرد کو داعی بنایا تھا، سو فیصد صحابہؓ دعوت والے تھے، اِس دعوت کی عمومیت نے لوگوں کے اسلام میں آنے کا راستہ کھولا ہوا تھا، اسلام سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

....

ایک قول یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ سے مراد صرف صحابہؓ کی ذات ہے، یہ ضحاک کا قول ہے، لیکن الفاظ قرآنی میں اِس تخصیص پر کوئی دلیل نہیں ہے؛ اِسی لئے اہل علم نے اِس تیسرے نقطہ نظر کو قبول نہیں کیا ہے، چنانچہ علّامہ ابن کثیرؒ (م: ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں: وَالصَّحِيحُ أَنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ عَامَّةٌ فِي جَمِيعِ الْأُمَّةِ كُلَّ قَرْنٍ بِحَسَبِهِ صحیح یہ ہے کہ یہ آیت پوری اُمّت کے لئے عام ہے، ہر زمانہ میں اُس زمانہ کے مطابق۔

فرضِ کفایہ ہونے کا مطلب:

فرضِ کفایہ سے مراد بہر حال جمہور کے نزدیک دعوت فرض کفایہ ہے، اِس سے بعض حضرات کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اگر پوری اُمت میں سو دو سو آدمی بھی دعوت کا کام کرتے ہوں، تو پوری اُمت کی طرف سے فریضۂ دعوت ادا ہو جائے گا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ غلط فہمی پر مبنی ہے، فرض کفایہ سے مراد یہ ہے کہ اتنے لوگ اِس فریضہ کو ادا کرنے والے موجود ہوں، جو اِس کی ادائیگی کے لئے کافی ہو جائیں، جیسے میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے اور غسل کے لئے ایک آدمی کافی نہ ہو سکے، دو یا چار آدمی کی ضرورت ہو، تو جب تک اتنے افراد مہیا نہ ہو جائیں، فرض کفایہ ادا نہیں ہوگا، اِسی طرح عام حالات میں جہاد فرض کفایہ ہے، ظاہر ہے کہ دو چار آدمی جہاد نہیں کر سکتے، جہاد کے لئے دشمن کی طاقت کے اعتبار سے ایک فوج مطلوب ہے، جب تک اتنے افراد مہیا نہ ہو جائیں، فرض کفایہ باقی رہے گا؛ اِس لئے علامہ علاء الدین حصکفی حنفی (م: ۱۰۸۸ھ) نے لکھا ہے کہ اگر مسلمانانِ روم اپنے قریب کے لوگوں سے جہاد کریں' تو اہلِ ہند سے فریضۂ جہاد ساقط نہیں ہوگا: وَإِيَّاكَ أَنْ تَتَوَهَّمَ أَنَّ فَرْضِيَّتَهُ تَسْقُطُ عَنْ أَهْلِ الْهِنْدِ بِقِيَامِ أَهْلِ الرُّوْمِ مَثَلاً

←

(۳۷) حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: شیطان عبادت سے اِتنا نہیں روکتا جتنا دعوت سے روکتا ہے (اِس لئے کہ دعوت اُم الاعمال ہے)

....

تم کو یہ وہم نہ ہو کہ مثلاً اہل روم کے جہاد کرنے سے اہل ہند سے جہاد ساقط ہوجائے گا۔ وَ مَعْنَى الْكِفَايَةِ فِي الْجِهَادِ أَنْ يَنْهَضَ لِلْجِهَادِ قَوْمٌ يَكْفُوْنَ فِي قِتَالِهِمْ إِمَّا اَنْ يَكُوْنُوْا جُنْداً لَهُمْ دَوَاوِيْنُ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ، أَوْ يَكُوْنُوْا قَدْ أَعَدُّوْا أَنْفُسَهُمْ لَهُ تَبَرُّعًا بِحَيْثُ إِذَا قَصَدَهُمُ الْعَدُوُّ، حَصَلَتِ الْمَنَعَةُ بِهِمْ. جہاد کے فرضِ کفایہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ جہاد کے لیے اِتنے لوگ تیار ہوں جو جنگ کی ضرورت پوری کرنے کے لیے کافی ہوں، یا تو باضابطہ درج رجسٹر (تنخواہ دار) فوجی ہوں، یا تبرعاً اُنہوں نے اپنے آپ کو جہاد کے لیے تیار رکھا ہو؟ بہرحال وہ اِس موقف میں ہوں کہ دُشمن حملہ کرے تو یہ دفاع کے لیے کافی ہوجائیں۔ فرضِ کفایہ کی تعریف میں اِس حقیقت کی طرف اشارہ موجود ہے اور بعض اہلِ علم نے اس کو زیادہ وضاحت وصراحت کے ساتھ بھی لکھا ہے، جیسے موجودہ عہد کے اہلِ علم میں ڈاکٹر عبدالکریم بن علی ''واجب کفائی'' کا حکم بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: وَحُكْمُهُ أَنَّهُ إِذَا قَامَ بِهِ مَنْ يَكْفِي مِنَ الْمُكَلَّفِيْنَ سَقَطَ عَنِ الْبَاقِيْنَ وَإِذَا لَمْ يُؤَدِّهِ أَحَدٌ لَحِقَ الْإِثْمُ جَمِيْعَ الْمُكَلَّفِيْنَ

اِس کا حکم یہ ہے کہ جب مکلّف لوگوں میں سے اِس ذمہ داری کے لیے کفایت کرنے کے بہ قدر لوگ اِس کو انجام دیں تو باقی لوگوں سے ذمہ داری ساقط ہوجائے گی اور کوئی بھی اِس ذمہ داری کو ادا نہ کرے تو سبھوں کو گناہ ہوگا۔

اگر کسی فرضِ کفایہ کی ادائیگی اُس وقت تک نہ ہو پائے، جب تک سارے لوگ اُس میں نہ لگ جائیں، تو اُس وقت وہ فرضِ عین کا درجہ حاصل کرلیتا ہے:

دوسری قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ اگر کسی فرضِ کفایہ کی ادائیگی اس وقت تک نہ ہو پائے، جب تک سارے لوگ اُس میں نہ لگ جائیں، تو اُس وقت وہ فرضِ عین کا درجہ حاصل کرلیتا ہے، جیسا کہ جہاد کے سلسلہ میں فقہاء کی تصریحات موجود ہیں۔

←

(۳۸) خود عمل نہ کرنے کی وجہ سے دوسروں کو عمل کی ترغیب نہ دینا بالکل ایسا ہے جیسا نماز چھوڑنے کی وجہ سے روزہ بھی چھوڑ دینا۔

(۳۹) اسلامی سال کے آغاز کیلئے حضرت عمرؓ نے ہجرت والے سال کو ترجیح دی، دیگر رایوں کو پسند نہیں کیا، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ دین کے پھیلنے کا سبب وہ نقل وحرکت ہے۔(۱)

---

(۱) (سیرتِ مصطفی، ج:۱ص:۳۹۹)
غرض کہ فرضِ کفایہ ہونے کا مقصد یہ ہے کہ اِس کام میں اتنے لوگ لگ جائیں جو اُس کے نتیجہ خیز ہونے کے لیے کافی ہوجائیں، اب موجودہ دور میں صورتِ حال یہ ہے کہ پوری دنیا نے ایک گاؤں کی صورت حاصل کرلی ہے، جس میں مسلمانوں کی مجموعی تعداد بیس فیصد یا اُس سے کچھ زیادہ ہے، تقریباً مسلمانوں کی آبادی کا یہی تناسب خود ہمارے ملک ہندوستان میں بھی ہے، اُن میں وہ لوگ بھی ہیں، جو پوری طرح صراط مستقیم پر قائم ہیں اور وہ لوگ بھی ہیں، جو فکری وعملی انحراف میں مبتلا ہیں، اب اگر صرف غیر مسلم بھائیوں تک ہی دعوت پہنچانے کی بات ہو تو اُن کی تعداد اسّی فیصد ہے، گویا ہر مسلمان کو کم سے کم چار انسانی بھائیوں تک دعوتِ دین پہنچانی ہے، ظاہر ہے کہ اگر ہزار دو ہزار افراد، مسلمانوں کی کوئی ایک دو تنظیم یا کسی خاص علاقہ کے مسلمان اِس کیلئے جدو جہد کریں تو پوری انسانیت تک اسلام کی دعوت کیوں کر پہنچ سکتی ہے؟۔ لہٰذا! صرف فرضِ کفایہ کے لفظ سے دھوکہ نہ کھانا چاہیے۔ (دعوتِ دین مسلمانوں کے مسائل کا واحد حل، ص ۱۹ تا ۲۶)

دعوت کے فوائد:

داعی کو دعوت سے جو دُنیوی اور اُخروی فوائد پہنچتے ہیں وہ حسبِ ذیل ہیں:

پہلا فائدہ: اُس کی شرعی ذمہ داری ادا ہوتی ہے اور وہ عند اللہ جواب دہی سے محفوظ ہوجاتا ہے۔

(۴۰) دعوت اور تعلیم دو متلازم (ایک دوسرے کے لئے لازم رہنے والے) شعبے ہیں، اُن میں سے ایک دوسرے کا متبادل (بدل) نہیں ہوسکتا، اگر ان دونوں کو متلازم نہ کیا تو اُن میں سے ایک کا استخفاف (ہلکا پن) پیدا ہوگا، اور ایک کا استخفاف بھی بُرائی کا سبب بنے گا۔

....

دوسرا فائدہ:

آخرت میں اُسے بے حد اجر وثواب حاصل ہوتا ہے؛ کیونکہ جو شخص جس آدمی کی کوشش سے ایمان کے دائرہ میں آئے اور صراطِ مستقیم کو اختیار کرے اُس کی نیکیوں میں وہ عند اللہ شریک سمجھا جاتا ہے؛ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ اور جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَنْ سَنَّ سُنَّۃً حَسَنَۃً جس نے اچھا طریقہ جاری کیا اُس پر عمل کیا جائے تو اُس کے لیے اُس کا اجر بھی ہے اور اُن لوگوں کا اجر بھی جو اُس پر عمل کریں، بغیر اِس کے کہ خود ان کے اجر میں کوئی کمی ہو اور جس نے بُرا طریقہ جاری کیا پھر اُس پر عمل کیا جائے تو اُس پر خود اُس کے عمل کا گناہ بھی ہوگا اور دوسرے عمل کرنے والوں کا گناہ بھی، نیز خود اُس کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

تیسرا فائدہ:

ترکِ دعوت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا عذاب متوقع ہے اور منجملہ اِس کے یہ بھی ہے کہ ایسے شخص یا گروہ کی دُعاء قبول نہیں ہوتی، فریضۂ دعوت ادا کرکے مسلمان اِس سے اپنے آپ کو بچاسکتے ہیں، چنانچہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْھَوُنَّ عَنِ الْمُنْکَرِ أَوْلَیُوْشِکَنَّ اللّٰہُ أَنْ یَبْعَثَ عَلَیْکُمْ عِقَابًا مِنْ عِنْدِہٖ ثُمَّ لَتَدْعُنَّہٗ فَلَا یَسْتَجِیْبُ لَکُمْ اُس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تُم نیکی کا حکم دو اور بُرائی سے روکو، یا قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے عذاب نازل کریں، پھر تم دُعاء کرو اور تمہاری دُعاء قبول نہ کی جائے۔

←

(۴۱) مولانا الیاسؒ فرماتے تھے کہ جس عمل کو اپنے اندر لانا چاہتے ہو اُس عمل کی دوسروں کو دعوت دو۔

....

چوتھا فائدہ:

جو گروہ دعوت کا کام کرتا ہے، منجانب اللہ دُشمنوں سے اُس کی حفاظت ہوتی ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فرمایا گیا: يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (اے رسولؐ! آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی جانب سے جو دین اُتارا گیا ہے، اسے پہنچا دیجئے، اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو حقِ رسالت ادا نہیں کیا اور لوگوں سے تو اللہ تعالی آپ کی حفاظت کریں گے) یہ آیت واضح کرتی ہے کہ تبلیغ رسالت سے ''عصمت من الناس'' (لوگوں سے حفاظت) متعلق ہے، معلوم ہوا کہ جب اُمّت تبلیغ رسالت کے فریضہ سے غافل ہوجائے گی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عصمت وحفاظت سے بھی محروم ہوجائے گی، یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ قرآن مجید میں اکثر مواقع پر ''ناس'' کا لفظ کفار ومشرکین کیلئے بولا گیا ہے، گویا دعوت کفّار ومشرکین سے حفاظت کا ایک غیبی نسخہ ہے۔

پانچواں فائدہ:

دعوتِ دین کی خدمت جب بھی انجام دی جائے گی، دو باتوں میں سے ایک بات ضرور سامنے آئے گی؛ یا تو گم گشتہ راہ لوگوں کو ہدایت حاصل ہوگی اور یہی مقصود ہے، یا اُن پر حُجت تمام ہوجائے گی، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کی مدد ہوگی اور وہ عذابِ الٰہی کے مستحق قرار پائیں گے؛ اِس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک حدیثِ قدسی میں فرمایا کہ فریضۂ دعوت سے گریز کی وجہ سے دُعائیں رد کردی جائیں گی اور لوگ اللہ تعالیٰ کی مدد سے محروم کردیئے جائیں گے، چنانچہ حضرت عائشہ سے مروی ہے: دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ أَنْ قَدْ حَضَرَهُ شَيْءٌ فَتَوَضَّأَ وَمَا كَلَّمَ أَحَدًا فَلَصِقْتُ بِالْحُجْرَةِ أَسْتَمِعُ مَا يَقُوْلُ، فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ!

←

(۴۲) اِس دعوت کی غرض اپنے اندر معروفات کی رغبت اور منکرات سے نفرت پیدا کرنا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ لَکُمْ: مُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَانْھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ قَبْلَ اَنْ تَدْعُوْا فَلَا أُجِیْبَ لَکُمْ وَتَسْأَلُوْنِیْ فَلَا أُعْطِیَکُمْ وَتَسْتَنْصِرُوْنِیْ فَلَا أَنْصُرَکُمْ فَمَا زَادَ عَلَیْھِنَّ حَتّٰی نَزَلَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور پر تفکر محسوس کیا کہ کوئی بات پیش آئی ہے؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضوفرمایا اور کسی سے گفتگو نہیں کی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سننے کے لئے میں حجرہ سے لگ گئیں، آپؐ منبر پر بیٹھے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ تم سے فرماتے ہیں: نیکی کا حکم کرتے رہو اور برائی سے روکتے رہو، اِس سے پہلے کہ تم دُعاء کرو اور میں تمہاری دعاء قبول نہ کروں اور تم مانگو اور میں عطاء نہ فرماؤں اور تم مدد چاہو اور میں تمہاری مدد نہ کروں، اِس سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ نہیں فرمایا اور منبر سے اُتر گئے۔

غور کیا جائے تو اِس وقت دنیا کے بہت سے علاقوں میں صورتحال یہ ہے کہ امت مسلمہ پر ظالم حکومتوں کا تسلط ہے، جس کی سب سے بڑی مثال سرزمینِ قدس ہے، دنیا کے بہت سے علاقوں میں مسلمان غیر محفوظ ہیں، وہ اپنے مذہب، تمدن، جان ومال اور عزّت وآبرو کے سلسلہ میں عدم تحفظ سے دوچار ہیں، حرمین شریفین سے لے کر پوری دنیا کی مسجدوں تک ہر جگہ دُعائیں ہوتی ہیں اور خدا سے مدد مانگی جاتی ہے، مگر صورتحال یہ ہے کہ دن بدن مسلمانوں کے حالات بگڑتے ہی جاتے ہیں، جو آیات واحادیث اوپر ذکر کی گئی ہیں، وہ ہمیں بتاتی ہیں کہ اِس صورتحال کا حقیقی سبب خدا کے غیبی نظام کے تحت یہ ہے کہ ہم نے بہ حیثیتِ اُمّت دعوتِ دین کے کام سے منھ موڑ لیا ہے؛ اِسی لئے دعوتِ دین وہ اہم فریضہ ہے، جس کی طرف مسلمانوں کو پوری یکسوئی کے ساتھ متوجہ ہونا ضروری ہے اور خدا کے غیبی نظام میں یہی اُن کے تحفظ کا راستہ ہے۔ (دعوتِ دین مسلمانوں کے مسائل کا واحد حل: ۱۶ تا ۱۹)

(۴۳) **دعوت جہاد کا اوّل درجہ ہے اور قتال جہاد کا آخری درجہ ہے،(۱) تو جو اُمّت جہاد کے اوّل درجہ (دعوت) پر عمل نہیں کرتی وہ جہاد کے آخری درجہ (قتال) پر کیسے عمل کرے گی؟**

(۱) بدائع الصنائع میں ہے: لڑائی شروع کرنے سے پہلے مجاہدین کو کیا کرنا لازم ہے؟ جہاں تک اِس بات کے بیان کا تعلق ہے کہ لڑائی شروع کرنے سے پہلے اور دشمن سے آمنا سامنا ہونے کے وقت مجاہدین کو کیا کرنا لازم ہے؟ تو ہم یہ کہتے ہیں: وباللہ التوفیق کہ اِس ضمن میں معاملہ دو حالتوں سے خالی نہ ہوگا؛ یا تو اسلام کی دعوت اُن تک پہنچ چکی ہوگی یا نہیں پہنچی ہوگی، اگر اُن تک دعوت نہ پہنچی ہو تو اِس صورت میں مجاہدین پر واجب ہوگا کہ لڑائی سے پہلے اسلام کی زبانی دعوت دیں، کیونکہ ارشاد باری تعالی ہے: اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَن یعنی! اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دیں، اور اُن سے احسن طریقے سے جدال کریں، دعوت دینے سے قبل قتال کرنا اُن کے لیے جائز نہیں، اِس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ دعوت پہنچنے سے قبل بھی محض عقل کے استعمال کی بناء پر ایمان لانے سے رکے رہنے کی وجہ سے وہ قتل کیے جانے کے مستحق تھے، لیکن اللہ تبارک تعالی نے اُن کی طرف رسول کریم علیہ الصلاۃ والسلام کو مبعوث فرمانے، اور اُن تک دعوت کے پہنچنے سے قبل اُن سے قتال کرنا حرام کر دیا تھا، اپنے فضل واحسان کی وجہ سے۔ نیز اِس لیے کہ اُن کے لیے کوئی حقیقی عذر باقی نہ رہے، اگرچہ اُن کے پاس ایمان نہ لانے کا حقیقی عذر تو تھا ہی نہیں، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایسی ایسی عقلی دلائل قائم کر دیے تھے کہ اگر وہ اُن پر کما حقہٗ غور وفکر کرتے تو اُن پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا جو حق ہے اُسے ضرور پہچان لیتے، پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اُن پر مہربانی فرمائی کہ اپنے رسولوں کو مبعوث فرمایا تاکہ اُن کے لیے عذر کا کوئی شائبہ بھی باقی نہ رہے،

←

(۴۴) تنظیمیں چلتی ہیں حالات کو دیکھ کر، دعوت چلے گی صحابہؓ کو دیکھ کر۔

اور وہ یہ نہ کہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہماری طرف کوئی رسول ہی بھیجا ہوتا، تا کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے حالانکہ درحقیقت اُنہیں ایسا کہنے کا کوئی حق تو نہ ہوتا۔

دعوتِ اسلام کے واجب ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ قتال کو برائے قتال فرض نہیں کیا گیا؛ یعنی قتال مقصود بالذات نہیں، بلکہ اسلام کی طرف دعوت دینے کے لیے فرض کیا گیا ہے۔

دعوت کی دو قسمیں ہیں:

دعوت بالبنان (انگلیوں کے ذریعہ یعنی بزورِ شمشیر دعوت) اور وہ ہے قتال اور دعوت بالبیان (بیان کے ذریعہ یعنی زبان سے دعوت دینا) اور اِس سے مراد ہے زبان اور یہ (یعنی دعوت بالبیان) تبلیغ سے ہوتی ہے۔

دوسری قسم کی دعوت آسان تر ہے' کیونکہ قتال میں روح، جان اور مال کو خطرہ میں ڈالنا ہوتا ہے جبکہ تبلیغ میں ایسی کوئی چیز نہیں ہوتی، جب آسان تر دعوت کے ذریعے مقصد کے حاصل ہونے کا احتمال ہے تو اِسی دعوت سے آغاز کرنا لازم ٹھہرا۔

یہ تو اُس صورت کی بات ہے کہ جب اُنہیں دعوت نہ پہنچی ہو، اور اگر اُن تک دعوت پہنچ چکی ہو تو اُن کے لیے جائز ہے کہ تجدیدِ دعوت کے بغیر قتال کا آغاز کر دیں، بدلیل مذکور یعنی یہ کہ حجت تو لازم ہے اور عذر درحقیقت ختم ہو چکا ہے اور ایک بار کی تبلیغ سے عذر کا شائبہ بھی ختم ہو گیا تاہم افضل یہی ہے کہ تجدیدِ دعوت کے بغیر لڑائی شروع نہ کریں، کیونکہ فی الجملہ اُن کے دعوتِ ایمان کو قبول کرنے کی امید ہے۔

روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافروں کے ساتھ اُس وقت تک لڑائی شروع نہ کرتے تھے، جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اسلام کی دعوت نہ دے دیتے، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُنہیں متعدد دفعہ دعوت دے چکے ہوتے تھے۔ تو یہ حدیث اِس امر پر دلالت کرتی ہے کہ تجدیدِ دعوت سے آغاز کرنا افضل ہے۔

←

(۴۵) اُمّت کے سامنے صحابہ رضی اللہ عنہم کا صرف وہ عمل رہ گیا جو قتال اور غیروں کو دعوت دینے میں تھا؛ لیکن اُن کا آپس میں ایمان و عمل کی دعوت دینے کا عمل اوجھل ہوگیا۔(۱)

(۴۶) اگر تم نے مالداروں کے مال سے متأثر ہوکر دعوت دی تو وہ تمہاری بات سے ہرگز متأثر نہ ہوں گے۔

(۴۷) ہم عمل سے خالی ہیں اِس لئے عمل کے داعی بھی نہیں ہیں۔

جب وہ اُنہیں اسلام کی دعوت دے چکیں تو اگر وہ اسلام لے آئیں تو اُن سے قتال کرنے سے باز رہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں، جب وہ لوگ یہ کہہ دیں تو وہ مجھ سے اپنی جانیں اور اموال محفوظ کرلیں مگر بحقِ اسلام، اِسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ کہا اُس نے مجھ سے اپنی جان اور مال کو محفوظ کرلیا اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کردیں تو اُنہیں ذمی بن کر جزیہ دینے کی دعوت دیں۔ ۷/۱۰۰

(۱) عَنْ أَبِي مُلَيْكَةَ الدَّارِمِيِّ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ: كَانَ الرَّجُلَانِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم إِذَا الْتَقَيَا لَمْ يَتَفَرَّقَا حَتّٰى يَقْرَأَ أَحَدُهُمَا عَلَى الْاٰخَرِ سُوْرَةَ {وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ} إِلَى اٰخِرِهَا ثُمَّ يُسَلِّمُ أَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ. تفسير بن كثير: ۸/۴۵٦

ابوملیکہ الدارمی رضی اللہ عنہ جو صحابی تھے اُن سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے دو آدمی جب آپس میں ملاقات کرتے وہ آپس میں جدا ہونے سے پہلے اُن میں سے ایک دوسرے پر سورۂ والعصر اُس کے آخر تک پڑھتا۔ زمانہ کی قسم! بے شک انسان گھاٹے میں ہے۔ پھر اُن میں سے ایک دوسرے کو سلام کرتا۔ (گویا وہ ایک دوسرے کو نجات کی چار شرطیں یاد دلاتے تھے)

(۴۸) سو فیصد صحابہ رضی اللہ عنہم دعوت پر مجتمع تھے؛ کیونکہ اُنہیں دعوت کی ذمہ داری اسلام میں داخلے کے ساتھ دی جاتی تھی، حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا؛ دریافت کیا: اب میں کیا کروں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کو اور سارے مسلمانوں کو اِس بات پر گواہ بناؤ کہ تم آج سے دین کی محنت کرنے والے ہو، اُنہوں نے کہا: ”أُشْهِدُ اللّٰهَ وَأُشْهِدُ مَنْ حَضَرَ أَنِّیْ مُسْلِمٌ مُجَاهِدٌ مَهَاجِرٌ“ (۱)

(۴۹) ہر ایک کے ذمہ اُمّت ہونا اور قانت ہونا ضروری ہے، اُمّت دوسروں کو دین سکھانے والے اور قانت اپنی ذات سے احکامات پر عمل کرنے والے کو کہتے ہیں۔ (۲)

(۵۰) مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ یہ کام ولی گر (اللہ کا دوست بنانے والا) ہے۔ (۳)

(۵۱) دعوت کی سُنّت میں عمومیت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ایک کو دعوت دیتے تھے۔

---

(۱) إِسْلَامُ عِكْرِمَةَ وَشَهَادَتُهُ بِكَمَالِ بِرِّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، حیاة الصحابة: ۲۰۶/۱

(۲) عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سُئِلَ مَا الْأُمَّةُ؟ قَالَ: الَّذِیْ يُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَيْرَ، قَالُوْا: فَمَا الْقَانِتُ؟ قَالَ: الَّذِیْ يُطِيْعُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ، الدر المنثور: ۱۷۶/۵

(۳) فَإِنَّ أَحَبَّ عِبَادِ اللّٰهِ إِلَى اللّٰهِ مَنْ حَبَّبَ اللّٰهَ إِلٰى عِبَادِهِ وَحَبَّبَ عِبَادَ اللّٰهِ إِلَى اللّٰهِ وَهُوَ الدَّاعِيْ وَالْمُبَلِّغُ. مکتوبات امام ربانی ۵۷/۲

اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں میں زیادہ محبوب وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو اُس کے بندوں کا محبوب بنادے اور بندوں کو اللہ تعالیٰ کا محبوب بنادے اور وہ مبلغ اور داعی ہوتا ہے۔

(۵۲) ہم سارے دین کو اُمّت تک بصفتِ تبلیغ پہنچانا چاہتے ہیں، اِس لئے دعوت پورے دین کی اور دعوت پورے یقین کی ہے۔

(۵۳) مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ اللہ تعالی کے راستہ کی جُہد (کوشش) سے خیر کی ساری راہیں (راستے) کُھل جائیں گی۔(۱)

---

(۱) أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ هُوَ الْقُطْبُ الْأَعْظَمُ فِي الدِّينِ، وَهُوَ الْمُهِمُّ الَّذِي ابْتَعَثَ اللّٰهُ بِهِ النَّبِيِّينَ أَجْمَعِينَ، وَلَوْ طُوِيَ بِسَاطُهُ، وَأُهْمِلَ عَمَلُهُ، وَعِلْمُهُ لَتَعَطَّلَتِ النُّبُوَّةُ، وَاضْمَحَلَّتِ الدِّيَانَةُ، وَعَمَّتِ الْفَتْرَةُ، وَفَشَتِ الضَّلَالَةُ، وَشَاعَتِ الْجَهَالَةُ، وَانْتَشَرَ الْفَسَادُ، وَاتَّسَعَ الْخَرْقُ، وَخَرِبَتِ الْبِلَادُ، وَهَلَكَ الْعِبَادُ، وَإِنْ لَمْ يَشْعُرُوا بِالْهَلَاكِ إِلَى يَوْمِ التَّنَادِ. احیاء علوم الدین. ۳۰۶/۲
اِس کام کی اہمیت اور ضرورت کو امام غزالیؒ نے اِس طرح ظاہر فرمایا ہے: اِس میں کچھ شک نہیں کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر دین کا ایسا زبردست رکن ہے جس سے دین کی تمام چیزیں وابستہ ہیں، اِس کو انجام دینے کے لیے حق تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، اگر خدانخواستہ اِس کو بالائے طاق رکھ دیا جائے اور اِس کے علم و عمل کو ترک کر دیا جائے تو العیاذ باللہ نبوت کا بیکار ہونا لازم آئے گا، دیانت جو شرافت انسانی کا خاصہ ہے مضمحل اور افسردہ ہوجائے گی، کاہلی اور سستی عام ہوجائے گی، گمراہی اور ضلالت کی شاہراہیں کھل جائیں گی، جہالت عالمگیر ہوجائے گی، تمام کاموں میں خرابی آجائے گی، آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی، آبادیاں خراب ہوجائیں گی مخلوق تباہ و برباد ہوجائے گی اور اِس تباہی اور بربادی کی اُس وقت خبر ہوگی جب روزِ محشر خدائے بالا و برتر کے سامنے پیشی اور باز پُرس ہوگی۔
افسوس صد افسوس! جو خطرہ تھا وہ سامنے آگیا، جو کھٹکا تھا آنکھوں نے دیکھ لیا (كَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا) (الاحزاب: ۳۸) فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

(۵۴) دعوت دینا تو ہر ایک کے ذمہ ہے چاہے داعی اُس چیز پر جس کی وہ دعوت دے رہا ہو عمل کرتا ہو یا عمل نہ کرتا ہو، ہاں! دعوت دینے والے کو چاہیے کہ وہ عمل بھی کرے کہ کہیں اُس کی دعوت عمل سے خالی نہ رہ جائے۔(۱)

(۵۵) کسمپرس (بدحال) لوگوں کے پاس دعوت دینے جانا اِس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے قرب کا کوئی راستہ نہیں۔(۲)

(۵۶) مغفرت اِس کام کے باغ کا پہلا پھل ہے۔(۳)

(۵۷) تبلیغ صرف ڈھائی گھنٹے لگانے کا نام نہیں ہے؛ بلکہ ۲۴ر گھنٹے اُمّت کا غم کھانا تبلیغ ہے۔(۴)

---

(۱) مُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَإِنْ لَمْ تَعْمَلُوْا بِهٖ كُلِّهٖ، وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَإِنْ لَمْ تَجْتَنِبُوْا كُلَّهٗ. معجم الأوسط للطبرانی، رقم: ۶۶۲۸

(۲) وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: ابْغُونِي فِي ضُعَفَائِكُمْ، فَإِنَّمَا تُرْزَقُونَ أَوْ تُنْصَرُونَ بِضُعَفَائِكُمْ. المستدرک للحاکم، رقم: ۲۵۰۹.

(۳) ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ [الصف: ۱۰: ۱۲]

(۴) كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مُتَوَاصِلَ الْأَحْزَانِ دَائِمَ الْفِكْرَةِ لَيْسَتْ لَهُ رَاحَةٌ، طَوِيلَ السَّكْتِ، لَا يَتَكَلَّمُ فِي غَيْرِ حَاجَةٍ. الشفا بتعریف حقوق المصطفی: ۱/۱۵۷
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کے بارے میں مسلسل غمگیں اور ہمیشہ فکرمند رہتے تھے، کسی گھڑی آپ کو چین نہیں آتا تھا، اکثر اوقات خاموش رہتے، بلاضرورت گفتگو نہ فرماتے تھے۔

(۵۸) اگر ہم نے اعمالِ دعوت (گشت، تعلیم، بیان، ملاقاتیں وغیرہ) کو اعمالِ عبادت (نماز، ذکر، تلاوت، دُعاء وغیرہ) میں کمال پیدا کرنے کے لئے نہ کیا تو دعوت دینے میں دوسرے رواجی طریقے غالب آجائیں گے۔

(۵۹) دعوت سے نسبت کافی نہیں بلکہ مناسبت ضروری ہے۔ اِس کام سے مناسبت کی علامت یہ ہے کہ اعمال دعوت کے چھوٹنے کی وجہ سے اعمال میں کمی محسوس ہو۔

(۶۰) مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اپنے عمل کو قرآن وسُنّت کے تابع کرلینا جتنا اہم اور ضروری ہے اُتنا ہی اہم یہ ہے کہ دوسرے مسلمانوں کو بھی ایمان اور عملِ صالح کی طرف بلانے کی مقدور بھر کوشش کرے، ورنہ صرف اپنا عمل نجات کیلئے نہ ہوگا، خصوصاً اپنے اہل وعیال اور احباب ومتعلقین کے اعمالِ سیئہ سے غفلت برتنا اپنی نجات کا راستہ بند کرنا ہے، اگرچہ خود وہ کیسے اعمالِ صالحہ کا پابند ہو۔ (۱)

(۶۱) لوگ ابوطالب کے پاس آپ ﷺ کو عبادت سے روکنے کے لئے نہیں آتے تھے؛ بلکہ دعوت سے روکنے کے لئے آتے تھے۔(۲)

---

(۱) معارف القرآن: ۸/ ۸۱۴

(۲) آپ ﷺ نے فرمایا: اے میرے چچا! اگر سورج میرے دائیں ہاتھ میں اور چاند میرے بائیں ہاتھ میں رکھ دیا جائے تو بھی میں اس کام کو نہیں چھوڑوں گا۔ (اور میں اس کام میں لگا رہوں گا) یہاں تک کہ اللہ تعالی اس کام کو غالب کردیں یا اس کام کی کوشش میں میری جان چلی جائے۔ (البدایہ والنہایہ: ۴/ ۱۰۸)

(۶۲) کفارِ مکہ کو عبادت سے نفرت نہیں تھی وہ خود طواف کرتے تھے، دعوت سے نفرت تھی، کوئی دعوت دیتا تو اُس کی پٹائی کرتے تھے۔ (۱)

(۶۳) داعی اُسے کہتے ہیں جو دین کے نقصان کو برداشت نہ کر سکے۔(۲)

(۶۴) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی انسان کا درجہ اِس سے کم نہیں سمجھتے تھے کہ آپ اُس کو دعوت دیں۔(۳)

(۶۵) مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ ہم تجارت چھڑوانا نہیں چاہتے؛ بلکہ تجارت کو حکم (دین) پر لانا چاہتے ہیں، ورنہ وہ ہوگا جو قومِ شعیب علیہ السلام کے ساتھ ہوا (ناپ تول میں کمی کرنے کی وجہ سے زلزلہ، آسمانی چیخ اور عذاب کے بادل سے ہلاک ہوگئے)۔

---

(۱) ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ لوگوں میں بیان کرنے کے لئے کھڑے ہوگئے، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے، حضرت ابوبکرؓ اسلام میں سب سے پہلے بیان کرنے والے ہیں جنھوں نے اللہ اور اس لے رسول کی طرف (کھلم کھلا کھڑے ہوکر) دعوت دی، تو مشرکین حضرت ابوبکرؓ اور مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور مسجد حرام کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کو خوب مارا گیا اور حضرت ابوبکرؓ کو تو خوب مارا بھی گیا اور پاؤں تلے روندا بھی گیا۔ البداية والنهاية: ۴/۷۶

(۲) فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رضي الله عنه: لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ، وَاللهِ لَوْ مَنَعُونِي عِقَالًا كَانُوا يُؤَدُّونَهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهِ!. سنن النسائی، رقم: ۲۴۴۳

(۳) يَدْعُو مَنْ لَقِيَهُ مِنْ حُرٍّ وَعَبْدٍ، وَضَعِيفٍ وَقَوِيٍّ، وَغَنِيٍّ وَفَقِيرٍ، جَمِيعُ الْخَلْقِ فِي ذَلِكَ عِنْدَهُ سَوَاءٌ. البداية والنهاية: ۴/۱۰۳

(٦٦) معروفات پر آمادہ کیے بغیر منکرات سے رُکنے کی امید کرنا ایسا ہے جیسا درخت کو پانی دیئے بغیر اُس سے پھل اور پتوں کی امید لگانا۔

(٦٧) قرآن میں ہے: اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ نَذِیۡرٌ [الملک: ۸] (کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والے نہیں آئے) سے پتہ چلا کہ ''اتیان'' (لوگوں کے پاس جانا) نبی کی ذمہ داری ہے۔(۱)

(٦٨) اصل دعوت یہ ہے کہ آپ خود مدعو کے پاس جائیں اِس سے ایک ایک مسلمان کی اہمیت پیدا ہوگی کہ آپ اُس کے دروازہ کے پاس جا کر اُس کو لا رہے ہیں، یہ نہیں کہ ڈاکیہ کی طرح صرف خطوط ڈال دیئے جائیں کہ مدعو (جس کو دعوت دی جارہی ہے) پڑھے یا نہ پڑھے۔(۲)

(۱) حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرماتے ہیں: ڈاکیوں (خط پہنچانے والوں) کی اور وسائط (خطوط وغیرہ) کی دوڑ دھوپ ہرگز اپنی ذاتی مشقت کا بدل نہیں ہوسکتی۔ مکاتب مولانا الیاس، ص: ۳۲

(۲) **حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوتی خطوط:**

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ذی قعدہ سن ٦ ھ میں صلح حدیبیہ سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ لوٹے تو آپ کو خیال ہوا کہ علاقے اور اطراف کے بادشاہوں اور سرداروں کو اسلام کی دعوت پہنچانی چاہئے، چنانچہ آپ نے ذی الحجہ ٦ ھ یا محرم ۷ ھ سے سلاطین و بادشاہوں کو خطوط اور تحریروں کے ذریعہ دعوت اسلامی کا سلسلہ شروع فرمایا، اور خطوط کے ساتھ حضراتِ صحابہؓ کو بھی آپ نے بھیجا ہے۔

اُن میں سے چند خطوط کی اجمالی فہرست یہاں پیش کی جارہی ہے۔

نمبر	خط لے جانے والے کا نام	جس کے نام خط گیا	جس مقام پر خط گیا
۱	حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ	نجاشی (شاہِ حبشہ کا لقب)	حبشہ
۲	حضرت دِحیہ بن خلیفہ کلبیؓ	ہرَقل (قیصر لقب تھا)	روم
۳	حضرت عبداللہ بن حُذافہ سہمیؓ	پرویز بن ہرمز (کسریٰ لقب تھا)	ایران
۴	حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ	مُقوقس	اسکندریہ
۵	حضرت شجاع بن وہب اسدیؓ	حارث بن ابی شَمّر غسّانی	بلقاء
۶	حضرت سلیط بن عمرؓ	۱۔ہوذہ بن علی ۲۔ثمامہ بن اثّال حنفی	یمامہ
۷	حضرت عمرو بن عاصؓ	۱-جیفر بن جلندی ۲-عبد بن جلندی	عمان
۸	حضرت علاء حضرمیؓ	منذر بن ساوی عبدی	بحرین
۹	حضرت مہاجر بن ابی امیہ مخزومیؓ	حارث بن عبد کلال	یمن
۱۰ ۱۱	حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ حضرت معاذ بن جبلؓ	یہ دونوں حضرات باشندگان یمن کے پاس عمومی دعوتی خط لے کر گئے تھے۔	یمن
۱۲	حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ	۱-ذوالکلاع حمیری ۲-ذوعمر	اطرافِ یمن
۱۳	حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ	مُسیلمہ کذاب (مدعی نبوت)	یمامہ
۱۴	حضرت سائب بن عوامؓ	مُسیلمہ کذّاب	یمامہ
۱۵	حضرت عیاش بن ابی ربیعہ مخزومیؓ	۱-حارث ۲-مسروح ۳-نعیم بن عبد کلال	یمن

(اصح السیر ،ص: ۳۸۳،۳۸۸)

(۶۹) کوئی عمل (چھ صفات وغیرہ) مشق سے خالی نہیں، اگر عمل سے مشق نکل گئی تو اعمال ختم ہو جائیں گے اور صرف باتوں کا نام مشق رہ جائے گا۔

(۷۰) آج کل ایک ذہن بنا ہوا ہے کہ کسی بھی ذریعہ سے بات پہنچا دو، عجیب بات ہے، انسان جو عملی سرمایہ ہے وہ تو لگا ہوا ہے دنیا کمانے میں اور اخبار، رسائل، آلات اور موبائل چل رہے ہیں دین کی باتیں پھیلانے کے لئے۔

(۷۱) دعوت میں عبادت کی طرح اپنے بدن کو استعمال کرنا تھا، لیکن اس زمانہ کا سب سے بڑا حادثہ اور المیہ یہ ہے کہ لوگوں نے خارجی چیزوں کو دین کی اشاعت کا سبب سمجھ لیا ہے، اِس لئے یہ غیبی مددوں سے محروم ہیں۔

(۷۲) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو عشاء کی نماز کے بعد انصار کے محلے میں جاتے تھے، ایک دن جانے میں تاخیر ہوئی تو انصار نے عرض کیا آج آپ آنے میں دیر کر دی، کیا وجہ ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا جتنا روزانہ کے پڑھنے کا معمول ہے ذکر کا، تلاوت کا، وہ باقی رہ گیا تھا، میرا دل نہ چاہا کہ میں اپنا معمول چھوڑ کر آؤں۔(۱)

(۷۳) اعمالِ دعوت (تعلیم، گشت، خروج) کا مسلسل (برابر) اشتغال (اس میں لگے رہنا) اِس لئے ہے تاکہ باطل اپنی دعوت کے چلانے اور مسلمان کو حق کے خلاف استعمال کرنے سے مایوس ہو جائے۔

---

(۱) فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، احْتَبَسْتَ عَنَّا اللَّيْلَةَ عَنِ الْوَقْتِ الَّذِي كُنْتَ تَأْتِينَا فِيهِ! فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إِنَّهُ طَرَأَ عَلَيَّ حِزْبٌ مِنَ الْقُرْآنِ فَأَحْبَبْتُ أَنْ لَا أَخْرُجَ حَتّٰى أَقْرَأَهُ. مسند أبي داود الطيالسي، رقم: ۱۲۰۴

(۷۴) اعمالِ دعوت کا تسلسل اور اشتغال باطل کو یا تو مجبور کرے گا' ہدایت کے راستہ پر آنے کے لیے (۱) یا راستہ سے ہٹا دے گا۔ (۲)

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَأَقْبَلَ أَعْرَابِيٌّ فَلَمَّا دَنَا مِنْهُ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَيْنَ تُرِيدُ؟ قَالَ: إِلَى أَهْلِي. قَالَ: هَلْ لَكَ إِلَى خَيْرٍ؟ قَالَ: مَا هُوَ؟ قَالَ: تَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. قَالَ: هَلْ مَنْ شَاهِدٍ عَلَى مَا تَقُولُ؟ قَالَ: هَذِهِ الشَّجَرَةُ. فَدَعَاهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَهِيَ عَلَى شَاطِئِ الْوَادِي، فَأَقْبَلَتْ تَخُدُّ الْأَرْضَ خَدًّا، فَقَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَاسْتَشْهَدَهَا ثَلَاثًا فَشَهِدَتْ أَنَّهُ كَمَا قَالَ، ثُمَّ إِنَّهَا رَجَعَتْ إِلَى مَنْبَتِهَا، وَرَجَعَ الْأَعْرَابِيُّ إِلَى قَوْمِهِ، فَقَالَ: إِنْ يَتَّبِعُونِي أَتَيْتُكَ بِهِمْ، وَإِلَّا رَجَعْتُ إِلَيْكَ وَكُنْتُ مَعَكَ. البداية والنهاية: ۸/ ۶۷۸، دیکھئے اردو حیاۃ الصحابہ، ج ۱ ص ۱۲۱

(۲) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ قبیلۂ محارب اور غطفان سے نخلہ مقام پر جنگ کر رہے تھے۔ جب ان لوگوں نے مسلمانوں کو غفلت میں دیکھا تو ان میں سے ایک آدمی جس کا نام غورث بن حارث تھا وہ آیا اور تلوار لے کر حضور ﷺ کے سر پر کھڑے ہو کر کہنے لگا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ، یہ سنتے ہی اس کے ہاتھ سے تلوار نیچے گر گئی، حضور ﷺ نے تلوار اٹھا کر اس سے پوچھا کہ اب تم کو مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا آپ تلوار کو بہترین لینے والے بن جائیے یعنی مجھے معاف کر دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم اس کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس نے کہا نہیں، البتہ میں آپ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ میں کبھی بھی آپ سے نہیں لڑوں گا اور جو لوگ آپ سے لڑیں گے ان کا بھی ساتھ نہیں دوں گا، چنانچہ حضور ﷺ نے اسے چھوڑ دیا، اس نے اپنے ساتھیوں کو جا کر کہا، میں تمہارے پاس ایسے آدمی کے پاس سے آ رہا ہوں جو لوگوں میں سے بہترین ہیں پھر آگے نماز خوف کا ذکر کیا۔ البداية والنهاية: ۸/ ۶۷۸

خروج فی سبیل اللہ

۱۵ — ۳۴

(۱) اللہ تعالیٰ کے راستہ کا نفر (نکلنا) دین کا قِوام (قائم کرنے کا ذریعہ) ہے۔

(۲) خروج (اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نکلنے) کا ماحول ایسا تھا کہ منافقین خروج سے اعذار (بہانے) کیا کرتے تھے انکار نہیں کر پاتے تھے۔(۱)

(۳) وقت لگائے ہوئے ساتھیوں کی اکثریت کام سے بیٹھی ہوئی ہے؛ کیونکہ وہ اِس کام کو دین سیکھنے کا وقتی مدرسہ سمجھتے ہیں (ایک یا دو دفعہ نکل کر کچھ بنیادی باتیں سیکھ کر پھر نکلنا چھوڑ دیتے ہیں جبکہ حضراتِ صحابہؓ کا خروج صرف ایک یا دو دفعہ نہیں تھا بلکہ وہ تا حیات برابر نکلتے رہتے تھے، کیونکہ اُن کا یہ نکلنا اقامتِ دین اور احیائے دین کے لئے تھا اور تعلیمِ دین اقامت دین کا ایک جزء ہے)۔

(۴) قدماء (پُرانے) اور سال والے علماء کو سالانہ خروج سے مانع یہ خیال ہے کہ یہ کام صحابہؓ والا نہیں ہے۔

(۵) تم تبلیغ کو صرف دین سیکھنے کا مدرسہ نہ سمجھو، بلکہ پورے دین کو عملی طور پر وجود میں لانے کی محنت سمجھو۔

---

(۱) ﴿يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ قُل لَّا تَعْتَذِرُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكُمْ﴾ (التوبة:۹۵)

⑥ صحابہؓ کے جہد کے فضائل تو اِس کام کی روح ہے۔(۱)

(۱) احادیث جہاد کے عام ہونے پر محدثین کے اقوال:

امام بخاری نے عبایہ بن رفاعہ سے یہ روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں: میری ابوعبس سے ملاقات ہوئی میں جمعہ کی نماز کیلئے جارہا تھا فرمانے لگے: میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: مَنْ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ جس شخص کے دونوں پیر اللہ کے راستے میں گردآلود ہوں اُس پر اللہ عزّوجلّ جہنّم کی آگ حرام کردیتے ہیں۔ امام بخاری نے اور ترمذیؒ نے اِس روایت کو جمعہ کیلئے جانے کی فضیلت کے تحت ذکر کیا ہے (بخاری: باب المشي إلى الجمعة، حدیث: ۸۶۵) (ترمذی: فضل من اغبرت قدماہ: ۱۹۳۲، امام ترمذیؒ نے اِس روایت کو حسن غریب صحیح کہا ہے) ایسے ہی بیہقی اور منذری نے بھی اِس روایت کو اِس باب میں ذکر کیا ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سبیل اللہ جہاد کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ ہر عمل خیر کو یہ لفظ شامل ہے۔ ورنہ یہ ائمہ اس روایت کو جمعہ کیلئے جانے کی فضیلت میں کیوں ذکر کرتے؟

چنانچہ علّامہ عینیؒ نے اِس روایت کے ذیل میں لکھا ہے: وَمُطَابَقَتُهُ لِلتَّرْجَمَةِ أَنَّ الْجُمُعَةَ تَدْخُلُ فِيْ قَوْلِهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِس حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت اِس طرح ہے کہ جمعہ بھی سبیل اللہ میں داخل ہے اور جمعہ کا حکم بھی جہاد کے مانند ہے۔ (عمدۃ القاری: ۲۹۶/۶)

یہی بات عسقلانیؒ نے فتح الباری میں کہی ہے۔ (فتح الباری: ۳۹۱/۲)

اگر لفظ فی سبیل اللہ کو عام نہیں مانا جاتا ہے اور اس کی عمومیت کو غلط ٹھہرایا جاتا ہے اور اس طرح کی احادیث کو تمام اعمالِ خیر پر محمول کرنے کو احادیث میں تحریف گردانا جاتا ہے تو نعوذ باللہ اِن محدثین اور شارحین کو بھی محرّفین احادیث میں سے ماننا پڑے گا۔

امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں کتاب الامارہ کے جہاد اور خروج فی سبیل اللہ کی فضیلت کے تحت حضرت ابو ہریرہؓ نے کی روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

←

....

نے ارشاد فرمایا: لَا یُکْلَمُ أَحَدٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ - وَاللّٰهُ أَعْلَمُ لِمَنْ يُكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَجُرْحُهُ يَثْعَبُ وَاللَّوْنُ لَوْنُ دَمٍ،وَالرِّيْحُ رِيْحُ مِسْكٍ (مسلم،رقم:۶۷۱۸۷) جس کسی کو بھی اللہ تعالی کے راستے میں زخم لگتا ہے، اللہ تعالی کے راستے میں زخم خوردہ کو اللہ تعالی زیادہ جانتا ہے، قیامت کے دن وہ اِس حالت میں آئے گا کہ اُس کا زخم رِس رہا ہوگا، رنگ خون کا ہوگا اور خوشبو مشک کی ہوگی۔

نووی ؒ نے (شرح مسلم) میں نبی کریم ﷺ کے اِس ارشاد کے ذیل میں یوں لکھا ہے: ’’وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ‘‘ اللہ تعالی کے راستے میں زخم خوردہ کو اللہ تعالی زیادہ جانتا ہے۔ اِس میں اِس کی جانب اشارہ ہے کہ یہ ثواب اُس شخص کو حاصل ہوگا جس کی نیت خالص ہو اور اُس نے محض اسلام کی سربلندی کیلئے قتال کیا ہو، علماء نے یوں کہا ہے: یہ فضیلت اگرچہ ظاہری اعتبار سے کفار سے قتال کے متعلق ہے، اِس میں ہر وہ شخص داخل ہے جو باغیوں، ڈاکوؤں سے قتال کیلئے چلا ہو اور جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی انجام دہی میں لگا ہوا ہو۔ (شرح مسلم للنووی: ۱۳/۲۲)

یہ اور اِس طرح کی دیگر روایات سبیل اللہ کے عام ہونے اور اُس میں تمام وجوہ خیر کے شامل ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ اِس کی مزید تفصیل رسالہ أَوَلَيْسَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ إِلَّا مَنْ قتل ‘‘ (مطبوعہ اتحاد بک ڈپو دیوبند) میں ملاحظہ کی جائے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب ؒ ’’فی سبیل اللہ‘‘ کے لفظ کو ہر کارِ خیر میں شامل ہونے کے متعلق آیات وروایات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ’’میرا مقصود اِس تحریر کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ جو لوگ خروج فی سبیل اللہ صرف جہادِ معروف کے ساتھ مخصوص قرار دیتے ہیں اُن کے لئے تنبیہ ہے کہ فی سبیل اللہ کا لفظ جہادِ معروف کے ساتھ مخصوص نہیں، تفسیر مظہری میں قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ کی تفسیر میں لکھا ہے ’’عَنِ الْإِسْلَامِ وَالطَّاعَاتِ ‘‘ اِسی طرح سے کثرت سے تفسیر مذکور میں سبیل اللہ کی تفسیر طاعات اللہ سے کی گئی ہے، اِس لئے طاعات سے جو لوگ روکنے والے ہوں اُن

....

پر تشدّد میں بھی مضائقہ نہیں، اگر قدرت ہو اور کوئی فتنہ نہ ہو، تعجب اِس پر ہے کہ اِن اکابرِ ثلاثہ کے متبعین میں سے کسی کی طرف سے یہ مضمون سنتا ہوں کہ تبلیغ والے خروج فی سبیل اللہ میں جو جہاد کے ساتھ مخصوص ہے، خروج للتبلیغ کو شامل کرتے ہیں تو مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے، بہر حال اِس سیہ کار کے نزدیک تو خروج فی سبیل اللہ کی آیات واحادیث میں یہ لوگ اپنے تبلیغی اسفار کو داخل کریں تو نہ کوئی اِس میں اشکال ہے نہ تردد ہے اور جہاں تک اِس کوتاہ نظر کی معلومات کا حاصل ہے وہ مفسرین کے کلام میں فی سبیل اللہ کا لفظ قتال کے ساتھ مخصوص نہیں پایا، اِس لئے اہل تبلیغ کا اِن آیات اور روایات سے خروج للتبلیغ جو فی سبیل اللہ کا اعلیٰ فرد ہے پر استدلال بے محل نہیں ہے۔ (جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات:۸)

حضرت مولانا یونس صاحب جونپوریؒ، شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور اِس حوالے سے فرماتے ہیں کہ ''فی سبیل اللہ'' کے دو اطلاق ہیں:

ایک خاص جہاد اور یہی معنی عندالاطلاق متبادر ہوتے ہیں، اِس لئے کہ اہل عرف نے عام طور پر اِس میں استعمال کیا ہے، دوسرے ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہو، حضرت شیخ محدثِ دہلویؒ شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں: وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كِنَايَةٌ عَنِ السَّعْيِ إِلَى الْجِهَادِ هُوَالْمُتَعَارَفُ فِيْ الشَّرْعِ وَقَدْيُرَادُبِهِ السَّعْيُ إِلَى الْحَجِّ وَالرِّزْقِ الْحَلَالِ، كَذَافِيْ حَاشِيَةِ التِّرْمِذِيْ.

یہ دونوں استعمال حضرات محدثین وفقہاء نے بھی کیا ہے، امام بخاری بخاری شریف ''کتاب الجمعہ'' ۱۲۴ میں ترجمہ منعقد کرتے ہیں۔ ''بَابُ الْمَشْيِ إِلَى الْجُمُعَةِ '' اِس میں حدیث ذکر کرتے ہیں: مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ، بعض شرّاح نے اثباتِ ترجمہ میں دور دراز کی تاویلیں کی ہیں لیکن بندہ کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ بخاری نے فی سبیل اللہ کے لفظ سے استدلال کیا ہے، كَمَا صَرَّحَ بِهِ الْعَيْنِيُّ۔

اور اِس سے زیادہ قوی یہ ہے کہ خود صحابی نے فی سبیل اللہ کے مفہوم کو جہاد سے اعمّ

⑦ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی صمدیت (بے نیازی) کا مظہر (ظاہر ہونے کی جگہ) ہے کہ وہ جسے چاہے ہدایت دیں جسے چاہے ہدایت نہ دیں کتنے ساتھی ایسے ہیں کہ وہ بغیر کسی گشت اور ترغیب کے جماعت کے ساتھ نکل گئے۔

....

سمجھا ہے، جیسا کہ بخاری کی پوری روایت سے واضح ہے، حضرت ابوعبس عبدالرحمن بن جبیر نے فی سبیل اللہ کو جہاد سے عام مراد لیا ہے، اِس لئے تو مشی فی سبیل اللہ کی فضیلت کے مقام میں اس حدیث سے استدلال کیا ہے: مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ پھر آگے فقہاء ومحدثین کی عبارتیں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: جب فی سبیل اللہ کا اطلاق جہاد کے ماسوا پر ہوسکتا ہے تو پھر اس عموم میں تبلیغی اسفار کو داخل ماننے میں بظاہر کوئی اِستبعاد نہیں جب کہ دونوں کی غرض اعلاء کلمۃ اللہ ہی ہے یعنی جہاد بالسنان اور تبلیغی اسفار جہاد باللسان والبیان، البتہ جو فضائل خاص طور سے جان فروشی اور سر کٹانے کے بارے میں وارد ہوئے ہیں اِس میں اُن اسفار کو داخل ماننا اشکال سے خالی نہیں۔ (از افادات حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوریؒ)

فتاویٰ دار العلوم زکریا میں اِس حوالہ سے لکھا ہے: تبلیغی حضرات کا جہاد فی سبیل اللہ یا مطلق فی سبیل اللہ کی آیات اور احادیث کو دعوت وتبلیغ پر محمول کرنا بالکل درست اور صحیح ہے، وجہ یہ ہے کہ محدثین نے بھی اِس قسم کی روایات کو کارِ خیر پر محمول فرمایا ہے، ہاں جہاد بمعنی قتال کی نفی جائز نہیں؛ بلکہ وہ بھی اعلاء کلمۃ اللہ اور دشمنوں کی سرکوبی کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ (فتاوی دار العلوم زکریا ۱/ ۴۵۹)

(تبلیغی جماعت اور کتب فضائل حقائق غلط فہمیاں، ۱۱۶، ۱۱۹)

(۸) جب مسلمان اسلام کو لے کر بیٹھ جائیں گے تو اسلام کے مٹنے کے دروازے کھلیں گے۔(۱)

....

(۱) امام غزالیؒ متوفی ۵۰۵ھ احیاء العلوم میں آج سے تقریباً ۹۵۰ رسال پہلے کی دینی صورت حال تحریر فرماتے ہیں: اعْلَمْ أَنَّ كُلَّ قَاعِدٍ فِي بَيْتِهِ أَيْنَمَا كَانَ فَلَيْسَ خَالِيًا فِي هَذَا الزَّمَانِ عَنْ مُنْكَرٍ مِنْ حَيْثُ التَّقَاعُدُ عَنْ إِرْشَادِ النَّاسِ وَتَعْلِيمِهِمْ وَحَمْلِهِمْ عَلَى الْمَعْرُوفِ ـــــــ وَلَا يَتَقَدَّمُ عَلَى هٰذَا إِلَّا فَرْضُ عَيْنٍ أَوْ فَرْضُ كِفَايَةٍ هُوَ أَهَمُّ مِنْهُ. إحياء العلوم ۲/۳۴۲

جاننا چاہیے کہ گھر میں بیٹھا ہوا شخص بھی اِس اعتبار سے مُنکر سے خالی قرار نہیں دیا جا سکتا کہ وہ لوگوں کی رہنمائی کرنے' اُنھیں تعلیم دینے اور نیک کام پر ترغیب دینے سے دامن بچاتا ہے، دیہاتوں اور بستیوں کی بات رہنے دیجیے بڑے اور ترقی یافتہ شہروں کا حال یہ ہے کہ بیشتر لوگ نماز کے شرعی طریقہ سے ناواقف ہیں، اُن میں اعراب (دیہاتی) بھی ہیں، کُرد (قبیلہ) بھی ہیں اور ترکمان (ایک علاقے کے لوگ) بھی۔ اِن حالات کے پیشِ نظر شہر کے محلّہ اور ہر مسجد میں کسی ایسے فقیہ کا موجود رہنا ضروری ہے جو اُنہیں دین کی باتیں بتلائے، فقہاء پر اگر وہ فرضِ عین سے فارغ ہو چکے ہوں اور فرضِ کفایہ پر عمل کرنے کی فرصت رکھتے ہوں واجب ہے کہ وہ اپنے قُرب و جوار کے علاقوں میں رہنے والوں کے پاس جائیں اور اُنہیں دین کی باتیں سکھلائیں اور شرعی فرائض سے آگاہ کریں، ارشاد و اصلاح کے اِس سفر میں اپنا زادِ راہ اپنے ساتھ رکھنا چاہیے، تاکہ لوگوں کے کھانے کی ضرورت نہ ہو، کیونکہ اُن کا مال عموماً غصب کا ہوتا ہے، اگر کسی بستی میں ایک عالم نے اپنی ذمہ داری پوری کی اور لوگوں کو تعلیم دینے کا فرض ادا کیا تو باقی تمام علماء کے ذمہ سے اُس کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔ بصورتِ دیگر علماء اور عوام سب ہی ماخوذ ہوں گے، علماء اِس لیے کہ اُنہوں نے نکلنے میں کوتاہی

←

سے کام لیا اور اپنے فرضِ منصبی سے غفلت برتی، اور عوام اِس لیے کہ اُنہوں نے احتیاج کے باوجود سیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ ہر اُس عام آدمی کے لیے جو نماز کی شرائط سے واقفیت رکھتا ہو یہ ضروری ہے کہ وہ دوسروں کو بھی اِن شرائط سے آگاہ کر دے ورنہ وہ جاہل رہ جانے والے شخص کے گناہ میں شریک رہے گا۔ اِتنی بات تو سب جانتے ہیں کہ کوئی بھی انسان عالم بن کر پیدا نہیں ہوتا۔ یہ علماء کا فرض ہے کہ وہ تبلیغ کریں اور جاہلوں کو علم کی روشنی دکھلائیں، عالم ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ فقہ کی تمام مبادیات وفروع پر کامل عبور رکھتا ہو بلکہ ایک مسئلہ جاننے والا اُس مسئلے کا عالم کہلانے کا مستحق ہے۔ تاہم عوام الناس کے مقابلہ میں علماء اور فقہاء پر عذاب زیادہ ہوگا کیونکہ تبلیغ وتعلیم پر اُنہیں قدرت حاصل ہے اور یہ منصب علماء کا ہی ہے، اُن ہی کو زیب بھی دیتا ہے، بلکہ یہ اُن کا شیوہ ہے، اگر پیشہ ور اپنے پیشے اور کاریگر اپنی صنعتیں چھوڑ بیٹھیں تو معیشتیں تباہ ہو جائیں۔ علماء نے تو اپنے ذمہ وہ کام لیا ہے جس میں مخلوق کی فلاح کا راز مضمر ہے، فقیہوں کا پیشہ اور شان یہی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات عام لوگوں تک پہنچائیں، اِس لیے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے وارث اور اُن کی ودیعت کردہ امانتوں کے محافظ وامین ہیں۔ کسی شخص کے لیے اِس عذر کی بناء پر مسجد میں آکر نماز نہ پڑھنا جائز نہیں ہے کہ لوگ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ گھر سے باہر نکلے اور لوگوں کو غلط طریقہ پر نماز پڑھنے سے منع کرے یہی حکم بازار کے مُنکرات کا ہے۔ چنانچہ اگر کسی شخص کو یقین ہو کہ بازار میں فلاں منکر پر دائمی طور پر یا کسی وقت معین میں عمل کیا جاتا ہے اور وہ اِس کے دور کرنے پر قادر بھی ہو تو اُس پر واجب ہے کہ وہ بازار جائے اور اُس منکر کو دور کرے، اُس کے لیے گھر میں بیٹھنا جائز نہیں ہے، اگر منکر کے تمام اجزاء دور کرنے پر قادر نہ ہو بلکہ کچھ دور کر سکتا ہو تب بھی گھر سے نکلنا ضروری ہے، خواہ بعض منکرات دیکھنے ہی کیوں نہ پڑ جائیں کیونکہ جتنا منکر دور کر سکتا ہے اُسے دور کرنے کے ارادہ سے باقی منکر کو دیکھنا نقصان دہ نہیں ہوتا، ضرر کسی صحیح مقصد کے بغیر دیکھنے کی صورت میں ہوتا ہے۔ ←

(۹) مناسبت والوں کے ساتھ (جن کے ساتھ نکلنے میں جی لگتا ہے) نکلنا سیاحت (پکنک) ہے؛ کیونکہ وہ خروج مجاہدہ سے خالی ہوتا ہے۔

(۱۰) میرے نزدیک جماعت کا اپنی جگہ سے آگے بڑھنا اُس وقت تک مناسب نہیں، جب تک وہاں کام نظر نہ آنے لگے۔

(۱۱) علماء اور قدماء حضرت مولانا یوسفؒ کے بیانات بار بار پڑھیں؛ تاکہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلنے میں تاخیر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔

اصلاح کا پہلا مرحلہ اپنی ذات ہے، ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ سے اصلاح کی ابتداء کرے اپنی اصلاح یہ ہے کہ فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ حرام سے بچے، پھر اپنے گھر والوں کی طرف متوجّہ ہو، گھر والوں کے بعد پڑوسیوں، محلّہ والوں اور اپنے شہر کے باشندوں کی اصلاح کا بیڑا اُٹھائے، پھر اُن لوگوں کی طرف توجّہ دے جو اُس شہر کے قریبی علاقوں میں مقیم ہیں، پھر دیہاتوں اور دوسری بستیوں کا رُخ کرے، پھر پوری دنیا میں جہاں بھی ضرورت ہو جائے اور اصلاح کا فریضہ انجام دے، اگر قریب رہنے والے کسی شخص نے یہ فریضہ انجام دیا تو دور رہنے والے سے ذمہ داری ادا ہو جائے گی؛ ورنہ دور و نزدیک کے ہر اُس شخص کی پکڑ ہوگی جو یہ فریضہ انجام دینے پر قدرت رکھتا ہے اور یہ ذمہ داری اُس وقت تک پوری نہیں ہوگی جب تک زمین پر ایک جاہل بھی موجود ہے اور اُس تک پہنچ کر تبلیغِ دین کرنا ممکن ہے، خواہ وہ خود پہنچے یا دوسرے شخص کو بھیجے۔ یہ ایک اہم ذمہ داری ہے خاص طور پر اُس شخص کے حق میں جسے دین کی فکر ہو، اور جس نے اپنے تمام اوقات فقہی دقائق اور نکتہ سنجیوں کی نذر کر رکھے ہوں یا اُن علوم میں لگا رکھے ہوں جو فرضِ کفایہ ہوں۔

(احیاء العلوم اردو، ج:۲ ص:۵۴۴/۵۴۵)

⑫ صحابہؓ کی نقل وحرکت اُمّت کو قتل کرنے کے لیے نہیں تھی؛ بلکہ جہنّم سے بچانے کے لیے تھی۔(۱)

(۱) **کیا دورِ رسالت میں اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جماعتیں مسلمانوں میں بھیجی گئیں؟**

عموماً یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں مسلمانوں میں اِس طرح کی جماعتیں روانہ کرنے کا رواج نہیں تھا وہاں مسلمانوں کی جماعتیں کفار کے پاس روانہ کی جاتی تھیں تو پھر کیوں کر یہ نیا طریقہ ایجاد کرلیا گیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ امر بالمعروف، نہی عن المنکر (بھلائی کا حکم دینا، بُرائی سے روکنا) یہ اُمّت کا فریضہ ہے۔ اِس فریضہ کی ادائیگی کی جو بھی مباح صورت ہوگی اُس کو غلط نہیں کہا جاسکتا، کیا اشاعتِ علمِ دین کیلئے مدارس کا موجودہ طریقہ، مدرّسین کو اسباق کی تقسیم، گھنٹوں کی پابندی، سہ ماہی، ششماہی، سالانہ امتحانات وغیرہ جو نہایت ضروری باور کیے جاتے ہیں کیا علمِ دین کے نشر کا یہ طریقہ دورِ رسالتؐ میں تھا؟ کیا کتابوں کی تصانیف اور اُن کی طباعت شروح وحواشی کے سارے مروّجہ طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دور میں تھے؟ کیا کوئی عقلمند یہ کہہ سکتا ہے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں توپ اور بندوق سے لڑائی نہیں ہوتی تھی، لہٰذا! وہ بِدعت ہے، تیروں سے جہاد ہونا چاہیے؛ اوّل تو یہ کہنا ہی دُرست نہیں ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں مسلمانوں کے پاس جماعتیں نہیں بھیجی جاتی تھیں، دوسری بات یہ کہ ہر نئے کام کو علی الاطلاق بِدعت نہیں کہا جاسکتا ہے، کتبِ احادیث اور صحابہؓ کے سوانح میں بیسیوں واقعات آپ کو ایسے مل جائیں گے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہؓ کی جماعتوں کو مسلمانوں کی تعلیم واصلاح کیلئے روانہ فرمایا تھا، ہم یہاں بطورِ نمونہ کے چند واقعات نقل کرتے ہیں:

(۱) حاکمؒ نے عاصم بن عمر بن قتادہؓ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ: إِنَّ نَاسًا مِنْ عَضَلٍ وَالْقَارَةِ وَهُمَا حَيَّانِ مِنْ جَدِيْلَةَ أَتَوُا النَّبِيَّ بَعْدَ أُحُدٍ فَقَالُوْا: إِنَّ بِأَرْضِنَا اِسْلَامًا، فَابْعَثْ

مَعَنَا نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِكَ يُقْرِؤُنَنَا الْقُرْآنَ وَيُفَقِّهُوْنَنَا فِي الْإِسْلَامِ ! فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَعَهُمْ مُرْثَدَ بْنَ أَبِيْ مُرْثَدٍ حَلِيْفَ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عضل وقارہ (جو کہ جدیلہ کے دو قبیلے ہیں) کے چند لوگ جنگِ اُحد کے بعد آنحضرت ﷺ کی خدمتِ اقدس میں آئے اور کہا کہ ہمارے یہاں لوگ اسلام لا چکے ہیں، آپ ﷺ اپنے چند ساتھیوں کو ہمیں قرآن اور دین سکھانے بھیج دیں، آنحضرت ﷺ نے مرثد بن ابو مرثدؓ کی قیادت میں چھ نفر کی جماعت روانہ فرمائی۔

(۲) ایک دوسری روایت میں حضرت معاذ اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما کو اہلِ یمن کی تعلیم قرآن کیلئے روانہ کرنے کا ذکر ملتا ہے، ابو نُعیم نے حِلیۃ الاولیاء میں ابو موسیٰ اشعریؓ سے نقل کیا ہے: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا وَأَبَا مُوْسى إِلَى الْيَمَنِ وَأَمَرَهُمَا أَنْ يُعَلِّمَا النَّاسَ الْقُرْآنَ نبی کریم ﷺ نے معاذ اور ابو موسیٰؓ کو یمن روانہ فرمایا اور اُنہیں وہاں تعلیمِ قرآن پر مامور فرمایا۔

(۳) ایسے ہی ایک روایت میں ہے حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے قبیلۂ قیس کی ایک جماعت کی طرف بھیجا کہ میں اُن کو جا کر دین کی باتیں سکھلاؤں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میں وہاں گیا تو میں نے اُن کو وحشی اونٹوں کی طرح پایا کہ جن کا مقصدِ زندگی اونٹ اور بکریاں تھیں، میں اُن کی یہ حالت دیکھ کر حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں واپس آیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں اُن کی غفلت ذکر کی تو حضور ﷺ نے فرمایا: اے عمار! تجھے اِس سے زیادہ تعجب کی بات سناؤں، ایک قوم جو دین کو جانتی بھی ہوگی اور اُن سے زیادہ غفلت میں ہوگی: يَا عَمَّارُ ! أَلَا أُخْبِرُكَ بِأَعْجَبَ مِنْهُمْ؟ قَوْمٌ عَلِمُوْا مَا جَهِلَ أُولٰئِكَ ثُمَّ سَهُوْا كَسَهْوِهِمْ

ایسے ہی حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں مختلف اصحابِ رسول ﷺ کو دینی تعلیم بہم پہنچانے، اُنہیں غفلت و جہالت اور بے خبری سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی معرفت اور دینی تعلیمات سے آگہی عطاء کرنے کیلئے روانہ فرمایا تھا۔ اِس طرح کے متعدّد واقعات

صحابہؓ کو جماعتوں اور سرایا کی شکل میں روانہ کرنے کے حیاۃ الصحابہؓ میں مذکور ہیں۔ ظاہر ہے کہ اِن کا مقصد مسلمانوں کو راہِ ہدایت دکھلانا تھا۔ چند ایک واقعات ہم ذکر کرتے ہیں:

(۱) ابنِ سعد نے حارثہ بن مضربؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمرؓ کا وہ خط جو اُنہوں نے اہلِ کوفہ کے نام لکھا تھا پڑھا ہے: حمد وصلوۃ کے بعد! میں نے تمہارے پاس عمار کو بحیثیتِ امیر، عبداللہ کو معلّم اور اُن کا وزیر بنا کر بھیج رہا ہوں، یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے عالم فاضل حضرات ہیں، لہٰذا! تم لوگ اِن کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنا، میں تمہارے واسطے عبداللہ بن مسعودؓ کو مجھ سے بڑھ کر تصوّر کرتا ہوں۔

(۲) ابنِ سعد ابوالاسود الدؤلیؒ سے ایک دوسری روایت نقل کی ہے، جس میں اپنی بصرہ آمد اور وہاں عمرا بن الحسنین ابوالنجید کا عمر بن خطابؓ کی جانب سے اہلِ بصرہ کے واسطے علم دین سکھانے کیلئے مامور ہونے کا ذکر کرتے ہیں۔

(۳) ابنِ سعد اور حاکم نے محمد بن کعب القرظی سے یہ روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ: دور نبوت میں پانچ حضرات معاذ بن جبلؓ، عبادہ بن صامتؓ، ابی بن کعبؓ، ابوایوبؓ، اور ابودرداءؓ نے جمع قرآن کا کام کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کے دورِ خلافت میں یزید بن ابوسفیانؓ نے اُن کے نام ایک نامہ ارسال کیا، جس میں اُنہوں نے اہلِ شام کی بے شمار آبادی اور اُن کی کثرت کا ذکر کیا تھا اور اُن کو دین وقرآن کی تعلیم دینے کیلئے چند معلّمین کو روانہ کرنے کو کہا۔ عمرؓ نے اِن پانچ حضرات کو بلایا اور اِن سے کہا: اہلِ شام نے چند معلّمین کو بھیجنے کا مطالبہ کیا ہے، کیا تم میں سے تین حضرات اگر چاہو تو قُرعہ اندازی کے ذریعہ سے تعین کے ذریعہ اپنے آپ کو پیش کر سکتے ہیں، حضرت ابوایوب انصاریؓ تو بوڑھے ہو چکے تھے، ابی ابن کعبؓ یہ بیمار تھے، اِس لیے باقی تین حضرات نے اپنے آپ کو رضا کارانہ طور پر جانے کیلئے تیار کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اپنے اِس

....

تعلیم وتعلّم کی ابتداء مقامِ حمص سے کرو، اِس لئے کہ وہاں کے لوگ ذہین وفطین ہوتے ہیں، پھر جب کچھ لوگ وہاں کے قابل استعداد ہوجائیں توتم میں ایک شخص اُن لوگوں کو لے کر دمشق چلا جائے اور ایک اُن کے ساتھ فلسطین چلا جائے ؛ چنانچہ حضرت عبادہؓ وہیں رہے، ابودرداءؓ دمشق چلے گئے، معاذؓ فلسطین روانہ ہوگئے۔ لہٰذا! یہ دعویٰ کہ دورِ رسالتؐ میں مسلمانوں کے درمیان اِس طرزِ تبلیغ کی مثال نہیں ملتی یہ دراصل کتب سیر اور کتبِ حدیث پر قلتِ نظر کا اثر ہے۔

حضرت مولانا زکریا صاحبؒ کا جواب:

حضرت مولانا زکریا صاحبؒ نے اِس حوالہ سے یوں گفتگو کی ہے: ''یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے جماعتیں بھیجنے کا معمول حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھا، اِس لیے یہ بدعت ہے، اِس اشکال میں بھی مجھے اہلِ علم کی طرف سے اِس قسم کی کوئی بات پہنچتی ہے تو زیادہ حیرت ہوتی ہے، جبکہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر مامور بہ ہے اور دین کی اشاعت کے لیے جو کوشش بھی ہو وہ جہاد میں داخل ہے، پھر یہ کہنا کہ یہ طریقہ خاص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھا' تو یہ غلط ہے، لیکن بطریقِ تسلیم مامور بہ کے حاصل کرنے کا جو مباح طریقہ ہو اُس کے مامور بہ ہونے میں کیا تامّل ہے، کیا مدارس کا موجودہ طریقۂ تدریس، مدرّسین کے اسباق کی تقسیم، گھنٹوں کی پابندی، سہ ماہی شش ماہی، سالانہ امتحانات وغیرہ وغیرہ جو اِس زمانہ میں نہایت اہم اور ضروری ہونے کے کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں یہی طریقے تھے، ایسے کیا کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں توپ اور بندوق سے لڑائی نہیں تھی، لہٰذا! وہ تو بدعت ہے، تیروں سے جہاد ہونا چاہیے، اِن امور میں سے کسی کو بھی کوئی بدعت نہیں کہتا اور اِس سب کے بعد یہ بھی غلط ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں مسلمانوں کے پاس جماعتوں کے بھیجنے کا طریقہ نہیں تھا، اِس سلسلہ میں حضرت مولانا الحاج محمد یوسف صاحبؒ کی کتاب ''حیاۃ الصحابہ'' نے جو اصل کتاب تو عربی میں ہے، اہلِ علم کو خاص طور سے اِس کو ملاحظہ

کرنا چاہیے، اِس میں ایک مستقل باب ہے "بَابُ إِرْسَالِ الصَّحَابَةِ رضی اللہ عنہم إِلَى الْبُلْدَانِ لِلتَّعْلِيْمِ" ظاہر ہے کہ کفار کی طرف بھی جماعتوں اور سرایا کو بھیجنا اُن کی ہدایت کے لیے ہی تھا اور جب مسلمان دین سے بے خبر اور بے توجّہی میں اُن کے قریب پہنچ گئے ہوں یا اُن سے بھی آگے کفر دارتداد کی طرف بڑھ گئے ہوں تو کیا اُن کی ہدایت کی ضرورت نہیں"۔

فتاویٰ زکریا میں اِس کی وضاحت:

فتاویٰ زکریا میں تبلیغی جماعت کے مسلمانوں میں دین کی دعوت دینے کے طرز عمل کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے: "اوّل تو یہ کہ تبلیغی حضرات نے اس تبلیغ کے عظیم کام کو صرف مسلمانوں کے لئے خاص نہیں کیا؛ بلکہ اُن کی چلت پھرت اور اس کام کی برکت سے بے شمار غیر مسلموں کو اللہ تعالیٰ نے ایمان جیسی عظیم دولت سے سرفراز فرمایا، بالفرض اگر ہم مان لیں کہ کفّار کے پاس نہیں جاتے تو بھی اِن کا مسلمانوں کے پاس جانا اور کفّار کے پاس نہ جانا یہ آیتِ کریمہ کے خلاف نہیں ہے، بلکہ اِس عمل کے ثبوت میں بہت ساری احادیث موجود ہیں، مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف بھیجا، نیز صحابہؓ کی جماعت کوفہ کی طرف گئی مسلمانوں کی جماعت کی دعوت کے لیے، اِسی طرح حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو صحابہؓ کی جماعت کے ساتھ اپنی خلافت کے زمانہ میں کوفہ کی طرف روانہ فرمایا اور معقِل بن یسارؓ عبداللہ بن مُغفّلؓ اور عمران بن حُصینؓ بصرہ کی طرف تشریف لے گئے اور عبادہ بن صامتؓ اور ابوالدرداءؓ شام کی طرف گئے، اہلِ اسلام اور مسلمانوں کی دعوت کے لیے تھا، نیز مسلمانوں میں دعوت کا فائدہ بہ نسبت غیر مسلموں کے جلدی ظاہر ہوتا ہے "عَبَسَ وَتَوَلّٰى، أَنْ جَاءَهُ الأَعْمَي" میں اِس طرف اشارہ موجود ہے کہ ابن اُمِّ مکتوم کا لحاظ رکھنا قریش کے متکبر سرداروں کے مقابلہ میں بہتر اور مفید ہے، باوجود اگر کسی کو اشکال ہو تو اُن حضرات نے کسی کو روکا تو نہیں ہر ایک اپنے طور پر جا سکتا ہے کفّار کے پاس اور تبلیغ کر سکتا

....

ہے، راستہ کھلا ہے کوئی روک ٹوک نہیں ہے، لہٰذا! ان حضرات کو متّہم کرنا صحیح نہیں ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔(فتاوی محمودیہ : ۱/ ۴۵۲، فتاوی رحیمیہ : ۳۸۱/٦، جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات : ۱۲، دینی دعوت اور تبلیغ کے اصول و احکام، منتخب احادیث)۔

یہاں تک تو یہ بات تھی کہ دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی صحابہؓ کی جماعتیں مسلمانوں کے پاس اصلاح اعمال اور دعوت دین کی تبلیغ کیلئے روانہ کی جاتی تھیں۔ خود مسلمان بھی جماعت اور وفود کی شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دین سیکھنے کیلئے آتے تھے: ''چنانچہ اِس بارے میں وفد عبدالقیس کا قصہ کافی مشہور ہے جسے امام بخاری سمیت تمام محدّثین نے ذکر کیا ہے، جب یہ وفد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا تو اُس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ! قبیلہ مضر ہمارے اور آپ کے بیچ حائل ہیں، ہم صرف اشہرِ حرم میں آ سکتے ہیں۔ ہمیں ایمان کے اُمور بتا دیجئے! تاکہ ہم اِس پر عمل کریں اور جنّت میں داخل ہو جائیں اور جا کر اپنی قوم کو بتائیں، اِس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار چیزوں کا حکم فرمایا اور چار چیزوں سے منع فرمایا''۔

اِسی قبیلہ کا ایک دوسرا واقعہ ہے جسے حاکم نے علقمہ بن الحارثؓ سے نقل کیا ہے کہتے ہیں: میں اپنی قوم کے سات آدمیوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم کون ہو؟ ہم نے عرض کیا کہ مومن ہیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر قول کی ایک حقیقت ہوا کرتی ہے، تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ اُنہوں نے عرض کیا کہ پندرہ چیزیں ہیں: جن میں سے پانچ کا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا تھا اور پانچ چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصدوں نے بتائیں؛ لمبی حدیث ہے، یہاں اِس جملہ کی طرف اصل متوجّہ کرانا مقصود ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد قوموں کے پاس جا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات پہنچاتے تھے۔(تبلیغی جماعت اور کتب فضائل حقائق، غلط فہمیاں ص ۱۲۰ تا ۱۲۵)

(١٣) ہم خیال ساتھی مل کر جماعت میں جائیں تو تربیت نہ ہوگی۔(١)

(١٤) اِس کام کو اگر اللہ تعالیٰ کا اَمر (حکم) سمجھ کر نہیں کریں گے تو اِتنے بہانے سامنے آئیں گے کہ فیصلہ کرنا دشوار ہوگا کہ نکلوں یا نہیں۔(٢)

(١٥) پچاس ساٹھ فیصد مجمع کام سے بیٹھا ہوا ہے، مجمع میں استقامت نہیں، اِس لئے کہ وجہِ خروج (اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلنے کی وجہ) سامنے نہیں، مجمع کے سامنے خروج میں تاخیر ہونے پر جو ناراضگی ہوئی اُس کے واقعات نہیں ہیں۔

(١٦) خروج اِس کام کی خصوصیت ہے جو بیان اور مذاکرے اِس کے بغیر ہوں، وہ ہمارا موضوع نہیں۔

(١٧) مَیں آپ سے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر! پھر اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر پھر اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر نفر چھوڑ دو گے تو تمہارے ذکر و تلاوت اور تمہاری دُعاؤں سے اور اولیاء کی توجّہات سے اِرتداد رُکے گا نہیں۔

---

(١) قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: يَا أَكْثَمُ بْنَ الْجَوْنِ اغْزُ مَعَ غَيْرِ قَوْمِكَ يَحْسُنْ خُلُقُكَ وَتُكْرَمْ عَلَى رُفَقَائِكَ. سنن ابن ماجه، رقم: ٢٨٢٧

(٢) ﴿اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ [النحل: ١٢٥]
اے رسول! آپ اپنے پروردگار کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ذریعہ بلایئے۔
﴿وَ لْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [آلِ عمران: ١٠٤]
تم میں ایک ایسی جماعت بھی ہونی چاہئے، جو نیکی کی طرف بلاتی رہے، بھلائی کا حکم دیا کرے اور برائی سے روکتی رہے، اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔

(۱۸) ایک جماعت کے واپس ہونے سے پہلے دوسری جماعت بھیجنا سنت ہے۔(۱)

(۱۹) نفر (اللہ تعالی کے راستے میں نکلنا) کا موضوع قتال (جنگ) نہیں، احیائے دین (دین کو زندہ کرنا) ہے سب سے بڑی غلطی اُمت سے یہ ہوئی کہ صحابہؓ کے نفر (اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلنے) کو (صرف) قتال (جنگ) پر محمول کیا ہے۔(۲)

---

(۱) عَنْ عَبْدِاللّٰه بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكِ الْأَنْصَارِی :أَنَّ جَیْشًا مِنَ الْأَنْصَارِ کَانَ بِأَرْضِ فَارِسٍ مَعَ أَمِیرِهِمْ کَانَ عُمَرُ یُعَقِّبُ الْجُیُوْشَ فِيْ کُلِّ عَامٍ. سنن ابی داود، رقم: ۲۹٦۰

(۲) وَلِأَنَّ الْقِتَالَ مَا فُرِضَ لِعَيْنِهِ بَلْ لِلدَّعْوَةِ إِلَى الْإِسْلَامِ، وَالدَّعْوَةُ دَعْوَتَانِ: دَعْوَةٌ بِالْبَنَانِ، وَهِيَ الْقِتَالُ وَدَعْوَةٌ بِالْبَيَانِ، وَهُوَ اللِّسَانُ، وَذَلِكَ بِالتَّبْلِيغِ وَالثَّانِيَةُ أَهْوَنُ مِنَ الْأُولَى؛ لِأَنَّ فِي الْقِتَالِ مُخَاطَرَةَ الرُّوحِ وَالنَّفْسِ وَالْمَالِ، وَلَيْسَ فِي دَعْوَةِ التَّبْلِيغِ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ، فَإِذَا احْتَمَلَ حُصُولُ الْمَقْصُودِ بِأَهْوَنِ الدَّعْوَتَيْنِ لَزِمَ الِافْتِتَاحُ بِهَا. بدائع الصنائع، ۷/۱۰۰

دعوتِ اسلام کے واجب ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ قتال کو برائے قتال فرض نہیں کیا گیا یعنی قتال مقصود بالذات نہیں بلکہ اسلام کی طرف دعوت دینے کے لیے فرض کیا گیا ہے۔ دعوت کی دو قسمیں ہیں: دعوت بالبنان (انگلیوں کے ذریعہ یعنی بزورِ شمشیر دعوت) اور وہ ہے قتال اور دعوت بالبیان (بیان کے ذریعہ یعنی زبان سے دعوت دینا) اور اِس سے مراد ہے زبان اور یہ (یعنی دعوت بالبیان) تبلیغ سے ہوتی ہے۔ دوسری قسم کی دعوت آسان تر ہے' کیونکہ قتال میں روح، جان اور مال کو خطرہ میں ڈالنا ہوتا ہے جبکہ تبلیغ میں ایسی کوئی چیز نہیں ہوتی جب آسان تر دعوت کے ذریعے مقصد کے حاصل ہونے کا احتمال ہے تو اُسی دعوت سے آغاز کرنا لازم ٹھہرا۔

(۲۰) یہ نقل وحرکت عملی دین پیش کرنے کے لیے ہے حضرت علیؓ سے عراق کے لوگوں نے کہا: حضور ﷺ کا وضو سکھائیے، حضرت علیؓ نے اونچی جگہ بیٹھ کر وضو کیا سب کو وضو کرنا آ گیا۔(۱)

(۲۱) اپنے مجمع کو ہرگز دنیوی وعدوں اور دنیا کے مسائل کے حل ہونے کی بنیاد پر نہ اٹھائیں۔(۲)

(۲۲) اِس راستہ کی نقل وحرکت اسلام کو پھیلائے گی اور مسلمانوں کو اسلام پر باقی رکھے گی۔

(۲۳) **حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: ہمارا جمع ہونا دعوت کی نسبت پر بکھرنے کے لئے ہے۔**

---

(۱) عَنْ عَبْدِ خَيْرِ الْخَيْوَانِيِّ أَنَّ عَلِيًّا أُتِيَ بِكُرْسِيٍّ فَقَعَدَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أُتِيَ بِكُوزٍ مِنْ مَاءٍ فَغَسَلَ يَدَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ مَضْمَضَ ثَلَاثًا مَعَ الِاسْتِنْشَاقِ بِمَاءٍ وَاحِدٍ، وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا بِيَدٍ وَاحِدَةٍ، وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا، وَوَضَعَ يَدَهُ فِي التَّوْرِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ وَأَقْبَلَ بِيَدَيْهِ عَلَى رَأْسِهِ وَلَا أَدْرِي أَدْبَرَ بِهِمَا أَمْ لَا، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا. ثُمَّ قَالَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى طُهُورِ النَّبِيِّ ﷺ فَهَذَا طُهُورُ النَّبِيِّ ﷺ. السنن الکبری، رقم: ۲۳۵

(۲) ”اصل تو یہی ہے کہ رضائے الٰہی اور اجرِ اُخروی ہی کے لیے دینی کام کیا جائے، لیکن ترغیب میں حسبِ موقع دُنیوی برکات کا بھی ذکر کرنا چاہیے، بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ ابتداءً دُنیوی برکات ہی کی امید پر کام میں لگتے ہیں اور پھر اُسی کام کی برکت سے اللہ تعالیٰ اُنہیں حقیقی اخلاص بھی عطاء فرما دیتا ہے۔ فرمایا: دُنیوی برکات ہمارے لئے موعود ہیں، اُن کو مقصود اور مطلوب نہیں بنانا چاہیے، لیکن اُن کے لئے دعائیں خوب کرنا چاہئیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی ہر نعمت کا بندہ بہت زیادہ محتاج ہے“۔ (ملفوظات حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ، ص: ۹۷)

(۲۴) سالانہ خروج کا نہ ہونا مقامی کام کی کمزوری کی علامت ہے۔

(۲۵) کم از کم فی گھر ایک آدمی کو اللہ تعالی کے راستے میں نکالا جائے اور اگر فراغت کا وقت ہو تو گھر میں صرف ایک آدمی کو رکھا جائے بقیہ کو راہِ خدا میں نکالیں۔

(۲۶) ملکوں سے نظام الدین کی جماعتوں کا ایسا تقاضہ ہے جیسے صحراء (جنگل) میں کسی پیاسے کو پانی کا تقاضہ ہوتا ہے۔

(۲۷) ملائشیا اجتماع ۲۰۲۲ء میں لوگوں نے رو رو کر خوشامد کی کہ ہمیں نظام الدین کی جماعتیں چاہئیں۔

(۲۸) مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ جس فکر سے تم کہیں قدم رکھو گے وہاں اُس کے اثرات پڑیں گے۔

(۲۹) ہر سال ۴ رمہینے دُنیا کے ماحول سے اور دنیا کے مشاغل سے نکلنا اِس لیے ضروری ہے تا کہ تمہاری دنیا کی وجہ سے دین کا جو حصّہ مغلوب ہے یا دین کا جو معیار گھٹا ہے یہ اپنے معیار کو پہنچ جائے۔

(۳۰) حضرت مولانا یوسف صاحبؒ صاف صاف فرماتے تھے: جو کام نقل و حرکت کے ساتھ کرو گے اُس پر نبیوں والا اجر ملے گا، اور جو کام تم چھپ کر کرو گے اُس پر تمہیں صالحین والا اجر ملے گا۔

(۳۱) ہر سال چار چار ماہ لگانے کی بات اتنی عام ہونی چاہئے کہ نہ لگانے والا اِس کو اپنی کمزوری سمجھے۔

(۳۲) عید کے دن اور ہر نماز کے بعد بھی جماعتیں راہِ خدا میں روانہ ہونی لگیں تو سمجھا جائے گا کہ ہماری مسجد یں مسجد نبوی کے معمول پر آ رہی ہیں۔

(۳۳) سالانہ خروج کی کمی مقامی کام کی کمزوری کو بتلاتی ہے۔

(۳۴) اگر ساری دنیا کا مال ایک شخص کو دے دیا جائے، اور وہ شخص یہ مال ایسے راستے میں خرچ کر دے جس سے اللہ تعالی راضی ہو جائیں، تو بھی وہ اللہ تعالی کے راستے میں نکل کر مجاہدہ کرنے والے کے آدھے دن کے اجر کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔(۱)

---

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم عَبْدَ اللَّهِ بْنَ رَوَاحَةَ فِي سَرِيَّةٍ، فَوَافَقَ ذٰلِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَغَدَا أَصْحَابُهُ فَقَالَ: أَتَخَلَّفُ فَأُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم ثُمَّ أَلْحَقُهُمْ، فَلَمَّا صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم رَآهُ فَقَالَ لَهُ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تَغْدُوَ مَعَ أَصْحَابِكَ؟ فَقَالَ: أَرَدْتُ أَنْ أُصَلِّيَ مَعَكَ ثُمَّ أَلْحَقَهُمْ، فَقَالَ: لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَدْرَكْتَ فَضْلَ غَدْوَتِهِمْ. سنن الترمذي، رقم: ۵۲۷

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو ایک فوجی مہم پر بھیجا اور وہ جمعہ کا دن تھا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے ساتھی صبح روانہ ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے فرمایا میں ٹھہر جاتا ہوں تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھ لوں پھر اپنے ساتھیوں سے جا ملوں گا۔ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں دیکھ کر فرمایا: تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح جانے سے کیوں ٹھہر گئے؟ انہوں نے عرض کیا: میں نے چاہا کہ آپ کے ساتھ جمعہ پڑھ لوں پھر ان سے جا ملوں گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اگر تم زمین میں جو کچھ ہے سب کا سب خرچ کر دو تو بھی صبح کے وقت جانے والے ساتھیوں کے برابر ثواب حاصل نہیں کر سکو گے۔

۱۶ نہجِ نبوّت ۴۳

بذاتِ خود جا کر دعوت دینا:

(۱) دعوت یہ ہے کہ آپ خود مدعو کے پاس جائیں ، اِس سے ایک ایک مسلمان کی اہمیت پیدا ہوگی کہ آپ اُس کے دروازہ کے پاس جاکر اُس کو لارہے ہیں، یہ نہیں کہ ڈاکیہ کی طرح صرف خطوط ڈال دیئے جائیں کہ مدعو پڑھے یا نہ پڑھے۔(۱)

(۲) قرآن میں ہے: اَلَمۡ يَأۡتِكُمۡ نَذِيرٌ [الملک: ۸] (کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والے نہیں آئے) سے پتہ چلا کہ ''اتیان'' (لوگوں کے پاس جانا) نبی کی ذمہ داری ہے۔

(۳) یحییٰ علیہ السلام سے اللہ تعالی نے کہا کہ بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں جمع کرکے پانچ باتیں اُنہیں پہنچادو۔ اللہ تعالی کے ساتھ شریک نہ کریں کسی کو، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، رمضان کے روزے رکھیں، اللہ تعالی کا ذکر کریں۔ یہ پانچ باتیں پہنچانا یحییٰ علیہ السلام کے ذمہ کیا۔

---

(۱) حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرماتے ہیں: ڈاکیوں (خط پہنچانے والوں) کی اور وسائط (خطوط وغیرہ) کی دوڑ دھوپ ہرگز اپنی ذاتی مشقت کا بدل نہیں ہوسکتی۔ مکاتب مولانا الیاس، ص: ۳۲

یحییٰ علیہ السلام کو تاخیر کا اندیشہ ہوا کہ شاید اِس کام میں دیر ہو جائے، عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے یحییٰ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا اگر آپ نہیں جا رہے ہیں تو مَیں جاتا ہوں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے عیسیٰ! ہرگز مَت جانا، اگر تم چلے گئے اور مَیں نہ گیا تو اللہ تعالیٰ مجھے زمین دھنسا دیں گے۔ آج مجھے بتایئے کیا کسی مسلمان کو اِس کا خیال ہے؟(۱)

ہر ایک کو دعوت دینا:

۴ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفرِ ہجرت میں ڈاکوؤں کو دعوت دینے کیلئے مامون راستہ چھوڑ کر اُس راستہ کو اختیار کیا جس پر ڈاکو رہتے تھے۔(۲)

---

(۱) إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَ يَحْيَى بْنَ زَكَرِيَّا بِخَمْسِ كَلِماتٍ أَنْ يَعْمَلَ بِهَا وَيَأْمُرَ بني إسرائيل أَنْ يَعْمَلُوا بِهَا، وَإِنَّهُ كَادَ أَنْ يُبْطِئَ بِهَا، فَقَالَ عِيسَى: إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَكَ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ لِتَعْمَلَ بِهَا وَتَأْمُرَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يَعْمَلُوا بِهَا، فَإِمَّا أَنْ تَأْمُرَهُمْ، وَإِمَّا أَنَا آمُرُهُمْ، فَقَالَ يَحْيَى: أَخْشَى إِنْ سَبَقْتَنِي بِهَا أَنْ يُخْسَفَ بِي أَوْ أُعَذَّبَ. فَجَمَعَ النَّاسَ فِي بَيْتِ المَقْدِسِ، فَامْتَلأَ الْمَسْجِدُ وَقَعَدُوا عَلَى الشُّرَفِ۔۔۔۔۔ ترمذي، رقم: ۲۸۶۳

(۲) وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَرَادَ الِاخْتِصَارَ فِي الطَّرِيقِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ: هَذَا الْغَائِرُ مِنْ رَكُوبَةَ وَبِهِ لِصَّانِ مِنْ أَسْلَمَ، يُقَالُ لَهُمَا: الْمُهَانَانِ. فَإِنْ شِئْتَ أَخَذْنَا عَلَيْهِمَا. فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: خُذْ بِنَا عَلَيْهِمَا. قَالَ سَعْدٌ: فَخَرَجْنَا حَتَّى إِذَا أَشْرَفْنَا، إِذَا أَحَدُهُمَا يَقُولُ لِصَاحِبِهِ: هَذَا الْيَمَانِيُّ. فَدَعَاهُمَا رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَعَرَضَ عَلَيْهِمَا الْإِسْلَامَ، فَأَسْلَمَا ثُمَّ سَأَلَهُمَا عَنْ أَسْمَائِهِمَا، فَقَالَا: نَحْنُ الْمُهَانَانِ. فَقَالَ: بَلْ أَنْتُمَا الْمُكْرَمَانِ. وَأَمَرَهُمَا أَنْ يَقْدَمَا عَلَيْهِ الْمَدِينَةَ، البداية و النهاية: ۴/ ۴۸۴، دیکھئے حیاۃ الصحابہ اردو، ۱/ ۱۲۰

۵ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کسی انسان کا درجہ اِس سے کم نہیں سمجھتے تھے کہ آپ اُس کو دعوت دیں۔(۱)

ہر حال میں دعوت دینا:

۶ آج کل ساتھیوں کا مزاج کچھ ایسا بن گیا ہے کوئی بات رائے کے خلاف ہوجائے کوئی فیصلہ اپنی چاہت کے خلاف ہوجائے یا ساتھیوں میں آپس میں ذرا اختلاف ہوجائے تو کام چھوڑ کر ایسے بیٹھ جاتے ہیں جیسے کوئی دنیا کا معمولی کام تھا جس کو چھوڑ دیا گیا ہے۔اِس لیے میں تاکید سے عرض کررہا ہوں کہ بیعت کا ایک بنیادی مقصد یہ ہے کہ ہمیں ہر حال میں دعوت کے کام کو موت تک اجتماعیت کے ساتھ اتباعِ سنت کے ساتھ استقامت کے ساتھ کرنا ہے۔

۷ طائف کے باغ میں آپ ﷺ (زخموں سے چور ہیں) نے انگور کھاتے وقت بسم اللہ کہہ کر عملی دعوت پیش کی تو عدّاس (باغ کا خادم) متأثر ہوا (اور اسلام قبول کیا)۔(۲)

۸ مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے: استقامت ایک مدت تک کام کرنے کو نہیں بلکہ کام پر مرنے کو کہتے ہیں۔

---

(۱) يَدْعُو مَنْ لَقِيَهُ مِنْ حُرٍّ وَعَبْدٍ، وَضَعِيفٍ وَقَوِيٍّ، وَغَنِيٍّ وَفَقِيرٍ، جَمِيعُ الْخَلْقِ فِي ذَلِكَ عِنْدَهُ سَوَاءٌ. البداية والنهاية: ۴/ ۱۰۳

(۲) اَشْهَدُ اَنَّكَ عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ عدّاس کی یہ شہادت حافظ عسقلانیؒ نے بحوالہ سیرتِ سلیمان تیمی، اِصابہ، ۲/ ۲۶٦ ترجمۂ عدّاس میں اِس کا ذکر کیا ہے۔(سیرتِ مصطفی ۱/ ۲۷۷)

داعی کی طبیعت میں نرمی ہو:

(۹) ہمارے کام میں غلطی کرنے والوں سے مذاکرہ ہے، مؤاخذہ (پکڑ) نہیں ہے۔ (جیسے مسجد میں پیشاب کرنے والے شخص سے مذاکرہ ہوا نہ کہ مؤاخذہ)۔(۱)

عفوودرگزر کا مزاج ہو، انتقام کا جذبہ نہ ہو:

(۱۰) اللہ تعالیٰ سے جو معافی کا طلبگار ہو گا وہ مخلوق کو معاف کرے گا۔ (۲)

(۱۱) ہم لوگ کسی کی ایک غلطی سے اُس کے ہر کام کو غلط جانتے ہیں، ہمارے سامنے اُس کی ایک بے اُصولی ہے، لیکن اللہ تعالی کے سامنے اُس کے نہ جانے کتنے نیک اعمال ہیں۔

(۱۲) انتقام (بدلہ لینے) کے جذبے سے آدمی اِس راستہ میں چل نہیں سکتا۔

داعی عیب جو نہ ہو:

(۱۳) مسلمانوں کی عیب جوئی (عیب تلاش کرنا) کرنا یہ راستہ تربیت کا نہیں بلکہ یہ راستہ فساد کا ہے۔(۳)

---

(۱) عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَالَ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَامَ إِلَيْهِ بَعْضُ الْقَوْمِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لَا تُزْرِمُوهُ، فَلَمَّا فَرَغَ دَعَا بِدَلْوٍ مِنْ مَاءٍ، فَصَبَّهُ عَلَيْهِ. سنن النسائي، رقم:۳۲۹

(۲) وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ، النور:۲۲

(۳) عَنْ مُعَاوِيَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُوْلُ: إِنَّكَ إِنِ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ الْمُسْلِمِينَ أَفْسَدْتَهُمْ، أَوْ كِدْتَ أَنْ تُفْسِدَهُمْ. أبو داود، رقم:۴۸۸۸.

(۱۴) کسی مسلمان کا عیب ظاہر کرنا ایسا ہے جیسے سونے والے کا سَتر کھل جائے تو دوسروں کو بلا کر دکھانا۔

(۱۵) اللہ تعالیٰ یہ کام اُن لوگوں سے لیتے ہیں جو مسلمانوں کا عیب دیکھ کر بُھلا دیں۔

ہر وقت نگاہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو:

(۱۶) دُعا نہ کرنے والا اپنے آپ کو فاعل (میں کرنے والا ہوں) سمجھتا ہے عاجز نہیں سمجھتا۔

(۱۷) اللہ تعالیٰ کے یہاں محنت کو قبول کراؤ، اخلاص کے ذریعہ اور دُعاؤں کے ذریعہ جس کے لیے کیا جا رہا ہے وہ اس سے مستغنی ہے، اس کے لیے اپنی محتاجگی کو ظاہر کرنا ضروری ہے۔

داعی مردم شناس ہو:

(۱۸) ہر ایک کو اُس کی اِستعداد اُس کی صلاحیت کے اعتبار سے استعمال کرنا یہ اُس کا اکرام ہے۔(۱)

(۱۹) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے عیسائی کی اسلام اور ہدایت کی دُعاء کرتے تھے جو حساب میں ماہر تھا۔ اپنے بیت المال کے حساب کی جانچ کے لیے ایک CA کی ہدایت کی تمنا تھی کہ کاش! وہ مسلمان ہوتا تو میں اُسے رکھ لیتا۔ جو ایک انتظامی کام کے لیے ایک عیسائی محاسب کی ہدایت

(۱) أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ. أبو داود، رقم: ۴۸۴۲
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر شخص کو اس کے مرتبے پر رکھو

چاہ رہے ہیں، آپ اِس سے اندازہ کرلیجئے کہ ایک صلاحیت والے آدمی کو دین کے کام کے لیے استعمال کرنے کی کتنی حرص ہونی چاہیے۔(۱)

داعی مخلص ہو:

(۲۰) مخلص وہ ہوتا ہے جو محنت کرکے کام کرنے والوں سے کسی قسم کی شاباشی یا کم ازکم پرانوں سے قرب (نزدیکی) کا طالب نہ ہو۔

(۲۱) یہ کام (دعوت کا) اجتماعی ہے اور جو کام اجتماعی ہوتے ہیں اُن میں ریا (دکھلاوا) کا اندیشہ (زیادہ ہوتا ہے؛ اِس لئے استحضار رہے (ذہن میں رہے) کہ میں کیوں کررہا ہوں۔

(۲۲) محنت کے بعد میرا کام کرنے والوں میں کیا درجہ بنا؟ (سوچنا) بس یہیں سے عمل میں ریاء شروع ہوتا ہے۔

داعی متقی ہو:

(۲۳) ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا﴾[الطلاق:۲] جو تقویٰ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کے لیے راستہ بنائیں گے۔ مخرج کا مطلب صرف یہ نہیں کہ اگر قرض ہو تو ادا ہوجائے، مقدمہ ہو تو بری ہوجائے،

---

(۱) عَنْ أُسّق قَالَ: كُنْتُ مَمْلُوْكًا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَأَنَا نَصْرَانِيٌّ، فَكَانَ يَعْرِضُ عَلَيَّ الإِسْلَامَ وَيَقُوْلُ: إِنَّكَ إِنْ أَسْلَمْتَ اسْتَعَنْتُ بِکَ عَلَى أَمَانَتِيْ، فَإِنَّهٗ لَا يَحِلُّ لِيْ أَنْ أَسْتَعِيْنَ بِکَ عَلَى أَمَانَةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَلَسْتَ عَلَى دِيْنِهِمْ، فَأَبَيْتُ عَلَيْهِ. فَقَالَ: لَا إِكْرَاهَ فِيْ الدِّيْنِ، فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ أَعْتَقَنِيْ وَأَنَا نَصْرَانِيٌّ وَقَالَ: اِذْهَبْ حَيْثُ شِئْتَ. كنز العمال، رقم:۲۵۶۸۰

یہ تو مخرج کی ادنیٰ قسم ہے، مخرج کا مطلب دین کا کام کرنے والوں پر جوڑ کاوٹیں پیش آئیں وہ اُن سے بچ کر نکلیں۔

۲۴ تقوی کے بغیر صبر کرنا ایسا ہے۔ جیسا چوروں کا صبر کرنا پولیس والوں کی پٹائی پر۔ جو حالات گناہوں کی وجہ سے آتے ہیں وہ صبر کرنے سے ختم نہیں ہوتے۔

۲۵ اب کہاں وہ مدرّسین اور طلبہ؟ اگر مدرسہ کا گھاس اُستاذ کی بکری نے کھالیا تو کہتے تھے: آج بکری کا دودھ مدرسہ میں بھیج دیا جائے۔

داعی متواضع ہو:

۲۶ اِس کام کی روح تواضع (عاجزی) اور عبدیت (بندگی) ہے جو اتباع سنت (سنتوں کی پیروی) کے بغیر ممکن نہیں۔

۲۷ جو بھی آدمی عمل کرے گا اُس میں دو چیزوں میں سے کوئی ایک چیز پیدا ہو سکتی ہے؛ ایک عجب وتکبر اور دوسرے تواضع۔ اللہ تعالی نے اِمتحان لیا فرشتوں کا کہ اب تک کی عبادت سے اِن کے اندر کتنا تواضع پیدا ہوا ہے، تو حکم دیا کہ سجدہ کیجئے آدم کو؛ فرشتوں نے سجدہ کیا، شیطان نے کہا کہ میں سجدہ نہیں کروں گا' اِس کے علاوہ کوئی اَمر ہو تو بتایئے۔(۱)

---

(۱) وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ [الأعراف:11]
اور ہم نے تم کو پیدا کیا، پھر تمہاری صورتیں بنائیں، پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو چنانچہ ابلیس جو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہیں ہوا کے سوا سب کے سب سجدہ ریز ہو گئے۔

داعی متبع سنت ہو:

(۲۸) مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے: میرے کام کا مقصد احیائے سنت (سنتوں کو زندہ کرنا) ہے۔

(۲۹) اتباعِ سنت دعوت، عبادت اور عادت تینوں میں ہے۔

(۳۰) بات پہنچانے کے رواجی طریقہ (جیسے واٹس ایپ چینل وغیرہ) غیر مسنون ہونے کی وجہ سے غیر مؤثر ہیں۔

داعی میں اکرام کا جذبہ ہو:

(۳۱) اکرام یہ ہے کہ اپنا حق معاف کردیں، دوسروں کا حق ادا کردینا یہ اکرام کی اعلیٰ سطح نہیں ہے، یہ تو وہ اکرام ہے کہ اگر نہ کیا گیا تو پکڑ ہوگی۔

(۳۲) اکرام کی مشق نئے لوگوں کے ساتھ چلنے میں ہے۔(۱)

(۳۳) ساتھوں کو اُن کی خطاوں کے باوجود اُنہیں بے وزن مت کرو۔(۲)

داعی کے مزاج میں قربانی ہو:

(۳۴) اِس کام میں قبولیت کے دوسبب ہیں، اخلاص، اور قربانی۔

---

(۱) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِأَكْثَمَ بْنِ الْجَوْنِ الْخُزَاعِيِّ: يَا أَكْثَمُ، اغْزُ مَعَ غَيْرِ قَوْمِكَ يَحْسُنْ خُلُقُكَ. سنن بن ماجه، رقم: ۲۸۲۷

(۲) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ، فَقَدْ كَفَرَ. قَالَ: وَمَا يُدْرِيكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ: اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ، فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ. المعجم الأوسط: ۲۶۴۷

۳۵ مولانا الیاس صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہماری جانوں کے قیمتی ہونے نے اللہ تعالیٰ کے دین کو پھیلنے سے روکے رکھا ہے اور جب ہم اللہ تعالیٰ کے دین پر اپنی جانوں کو قربان کریں گے تب ہی دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دین تمام ادیان باطلہ پر غالب آئے گا۔

داعی مایوس نہ ہو:

۳۶ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے: ہر لمحہ پُرامید رہو؛ ورنہ شیطان اُسی لمحہ مایوسی پیدا کرے گا۔

۳۷ جتنا کام کررہے ہو اگر اِس کی اجتماعی کارگزاری نہ ہوگی تو شیطان آسانی سے مایوسی کی طرف لے جائے گا۔(کہ اب کام ختم ہوگیا سو سال ہوگئے ہیں، یا کام پہلے جیسا نہیں رہا)۔

داعی کے دل میں حب جاہ وحب مال نہ ہو:

۳۸ میں یقینی بات بتارہا ہوں کہ باطل تمہیں مال پیش کرے گا کام کے نام سے تم قبول کروگے، کام کے تقاضوں سے، اور اِس کو اللہ تعالیٰ کی نصرت سمجھوگے، یہ نصرت نہیں مصیبت ہے۔

۳۹ مال کی محبّت اور عزّت کی چاہت جس میں یہ دو چیزیں ہوں گی اغلب (یقین کے قریب) ہے کہ وہ مُداہن (دورخا، چاپلوس) ہوگا۔

۴۰ جس کے دل میں مال کی حِرص ہو اُس پر حکمتیں نہیں کھلتیں۔

۴۱ ایک بڑے مالدار صاحب تھے، اُنہوں نے چاہا کہ یہاں (مرکز نظام الدین) کے مقیمین کو ہدیہ پیش کروں اُنہوں نے مفتی زین العابدین

صاحبؒ سے مشورہ کیا لیکن وہاں ایسا عملہ تھا جو ذمہ دار کو باپ سے کم نہیں سمجھتا تھا، مفتی صاحبؒ نے اُن صاحب سے کہا کہ یہ مولانا جو بیٹھے ہیں نا! وہ ہمارے باپ ہیں اور باپ سے پوچھے بغیر اولاد کو کچھ دینا اولاد کو بگاڑنا ہے، اِس لیے مَیں حضرتؒ سے پوچھ لیتا ہوں اور جب حضرت مولانا یوسف صاحبؒ سے پوچھا تو حضرتؒ نے منع فرمایا اور پھر فرمایا یہ بات ساتھیوں کے علم میں آگئی ہے اور جب بھی یہ آدمی آئے گا تو ساتھی انتظار کریں گے کہ ہمارے لیے یہ کچھ لے کر آیا ہے۔ مَیں نہیں چاہتا کہ ساتھیوں کی نظر اللہ تعالی سے ہٹ جائے۔

داعی معمولات کا پابند ہو:

۴۲ اگر کام کرنے والوں کو کام کی وجہ سے ذکر کا وقت نہیں ملتا تو کام تنظیم کی طرف جائے گا، انفرادی اعمال اجتماعی تقاضوں سے مؤخر تو ہو سکتے ہیں، لیکن چھوڑے نہیں جاسکتے۔(۱)

۴۳ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزانہ تہائی رات میں عشاء کے بعد وفود کے پاس جاتے تھے، ایک دفعہ تاخیر سے پہنچنے کی وجہ بتلائی کہ میں اوراد پورے کررہا تھا۔ (۲)

(۱) جب تک ۲۴ گھنٹے میں کوئی وقت ذکر کا مقرر نہیں کریں گے یہ تبلیغ جڑ نہیں پکڑ سکتی۔(ارشادات و مکتوبات مولانا الیاس صاحبؒ، ص:۹۱)
نوافل کے اندر تک کی مداومت (پابندی) بھی اللہ کے یہاں بندے کی محبوبیت کی شان پیدا کرتی ہے۔(ملفوظات مولانا الیاس صاحبؒ، ص:۴۲)

(۲) مسند أبي داؤد الطيالسي، رقم: ۱۲۰۴

۱۷ انفرادی دعوت ۲۲

(۱) انفرادی دعوت آپ ﷺ کا اصل معمول تھا۔(۱)

(۲) اجتماعی دعوت (بیان) سے بسا اوقات جو عجب (خود پسندی) پیدا ہوتا ہے اُس کا علاج انفرادی دعوت ہے۔

(۳) انفرادی دعوت سب سے زیادہ ترقی کا باعث ہے۔

(۴) انفرادی دعوت امتیازی شان پیدا ہونے نہیں دیتی۔

---

(۱) وَالْمَقْصُودُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ اسْتَمَرَّ يَدْعُو إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى لَيْلًا وَنَهَارًا، وَسِرًّا وَجِهَارًا، لَا يَصْرِفُهُ عَنْ ذَلِكَ صَارِفٌ، وَلَا يَرُدُّهُ عَنْ ذَلِكَ رَادٌّ، وَلَا يَصُدُّهُ عَنْ ذَلِكَ صَادٌّ، يَتْبَعُ النَّاسَ فِي أَنْدِيَتِهِمْ وَمَجَامِعِهِمْ وَمَحَافِلِهِمْ، وَفِي الْمَوَاسِمِ، وَمَوَاقِفِ الْحَجِّ يَدْعُو مَنْ لَقِيَهُ مِنْ حُرٍّ وَعَبْدٍ، وَضَعِيفٍ وَقَوِيٍّ، وَغَنِيٍّ وَفَقِيرٍ، جَمِيعُ الْخَلْقِ فِي ذَلِكَ عِنْدَهُ سَوَاءٌ. البداية والنهاية: ۱۰۳/۴

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کے دین کی طرف دعوت میں مصروف ہوگئے، اور رات دن بس یہی مشغلہ تھا، برملا اور پوشیدہ ایک یہی دھن تھی، آپ ﷺ کو اس فرضِ منصبی سے کوئی خواہش وآرزو پھیرنے والی نہ تھی اور نہ کوئی اس تبلیغ سے مانع تھا، آپ ﷺ بلا روک ٹوک لوگوں کی مجلسوں میں یہ دعوت پیش کرتے، عمومی مجمعوں، مجالس اور محافل میں تشریف لے جاتے، موسم حج میں لوگوں کو یہ دعوت پیش کرتے، بلاتمیز ہر آزاد وغلام، کمزور اور طاقتور، امیر وفقیر کو وعظ ونصیحت کرتے۔

(۵) تمام اجتماعی جوڑ انفرادی دعوت کی آمدنی ہے۔

(۶) انفرادی دعوت کے ساتھ غیبی نصرتیں ہیں۔ (۱)

(۷) آپ کو سیرت میں اجتماعات اتنے ملیں گے کہ آپ اُن کو انگلیوں پر گن سکتے ہیں، لیکن انفرادی دعوت اور نقل وحرکت بے شمار ملے گی۔

(۸) کام کی مصروفیت نے انفرادی دعوت کو ہلکا کر دیا ہے، انفرادی دعوت ہم آدھا گھنٹہ دیتے ہیں اور کبھی مشورہ تین گھنٹے کرتے ہیں۔

(۹) انفرادی دعوت چھوٹ جانے سے داعی کو اپنے نظر میں مطلوب بنائے گا، پھر عجب (خود کو اچھا سمجھنا) پیدا ہوگا۔

---

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، سامنے سے ایک دیہاتی آیا، جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچا تو اس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا اپنے گھر جارہا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم کوئی بھلی بات لینا چاہتے ہو؟ اس نے کہا وہ بھلی بات کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم کلمہ شہادت أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ پڑھ لو۔ اس نے کہا جو بات آپ کہہ رہے ہیں کیا اس پر کوئی گواہ ہے؟ آپ نے فرمایا یہ درخت گواہ ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس درخت کو بلایا اور وہ درخت وادی کے کنارے پر تھا، وہ درخت زمین کو پھاڑتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے تین مرتبہ گواہی طلب فرمائی، اس نے تین مرتبہ گواہی دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے فرمارہے ہیں بات ویسے ہی ہے۔ پھر وہ درخت اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ وہ دیہاتی اپنی قوم کے پاس واپس چلا گیا اور جاتے ہوئے اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ عرض کیا کہ اگر میری قوم والوں نے میری بات مان لی تو میں ان سب کو آپ کے پاس لے آؤں گا ورنہ میں خود آپ کے پاس واپس آجاؤں گا، اور آپ کے ساتھ رہا کروں گا۔ المعجم الکبیر للطبراني، رقم: ۱۳۵۸۲

۱۰ نبوت کے ۱۳ رسال انفرادی دعوت کے ہیں، تیرہ سال کے بعد جو اجتماعات شروع ہوئے اُن میں انفرادی دعوت غالب رہی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو ساری رات دعوت دی فتح مکہ کے موقع پر۔(۱)

۱۱ سارے فتنوں کا علاج انفرادی دعوت ہے، لوگ انفرادی دعوت کو ہلکا سمجھتے ہیں، منبر اور کرسی کو اہمیت دیتے ہیں۔

۱۲ انفرادی دعوت سے اجتماعی دعوت (بیان) میں اثر پیدا ہوتا ہے۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”عباس! اس (ابوسفیان) کو اپنی رہائش گاہ پر لے جاؤ، صبح کے وقت دوبارہ لے آنا۔“ پس میں اس کو اپنی رہائش گاہ میں لے گیا، اس نے میرے پاس رات گزاری، جب صبح ہوئی تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھ کر فرمایا: ”ابوسفیان! تو ہلاک ہوجائے، کیا وہ وقت قریب آگیا ہے کہ تجھے بھی اللہ تعالیٰ کے معبود برحق ہونے کا علم ہوجائے اس نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کتنے معزز ہیں، کتنے بردبار ہیں اور کتنے صلہ رحمی کرنے والے ہیں! اللہ کی قسم! میرا خیال ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور معبود ہوتا تو وہ مجھے کفایت کر چکا ہوتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”ابوسفیان! تو ہلاک ہوجائے، کیا وہ وقت قریب آچکا ہے کہ تجھے بھی میری رسالت کے برحق ہونے کا علم ہوجائے؟ اس نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کتنے بردبار ہیں، کتنے معزز ہیں اور کتنے صلہ رحمی کرنے والے ہیں! اللہ کی قسم! اس وقت تک تو میرے دل میں کچھ نہ کچھ ہچکچاہٹ تھی۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ابوسفیان! تو ہلاک ہوجائے! اسلام قبول کر اور اللہ تعالیٰ کے معبود برحق ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی گواہی دے، قبل اس کے کہ تیری گردن اتار دی جائے۔ پس اس نے شہادت حقہ کا اقرار کیا اور اسلام قبول کر لیا۔ فقه السيرة النبوية، ۵۵۷

۱۳ انفرادی دعوت ایسا بنیادی عمل ہے کہ (دعوت دیتے ہی) دشمنانِ دین کے چہروں کو بدل دیتا تھا۔(۱)

۱۴ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ دین کی دعوت کا اہتمام میرے نزدیک اِس وقت اتنا ضروری ہے کہ اگر ایک شخص (نفل) نماز میں مشغول ہو اور ایک نیا آدمی آئے اور واپس جانے لگے اور پھر اُس کے ہاتھ آنے کی توقع (اُمید) نہ ہو تو میرے نزدیک نماز کو درمیان میں توڑے اُس سے دینی بات کر لینی چاہئے اور اُس سے بات کر کے یا اُس کو روک کے اپنی نماز پھر سے پڑھنی چاہئے۔ (۲)

۱۵ استقبال کے زمانے میں انفرادی دعوت دینے کی فرصت نہیں ہوتی۔

۱۶ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے زیادہ تھکنا دو چیزوں میں ہوا کرتا تھا' ایک انفرادی دعوت، ایک انفرادی عبادت۔ ہمارے ماحول میں اللہ تعالی مجھے معاف فرمائے! پُرانوں میں اِن دو چیزوں کی کمی معلوم ہوتی ہے، اگر خدانہ کرے دعوت سمٹ گئی منبروں پر تو دعوت ایک ایسا منصب بن جائے گا کہ اگر اِس کا موقع ملا تو لوگ کام کریں گے اور اگر اِس کا موقع نہ ملا تو وہ کام چھوڑ دیں گے۔

---

(۱) فكَلَّمَهُ مُصْعَبٌ بِالإسلامِ، وَقَرأَ عَلَيْهِ القُرْانَ. فَقَالَا -أَيْ مُصْعَبٌ وَأَسْعَدُ بنُ زُرَارَةَ: وَاللّٰهِ لَعَرَفْنَا فِي وَجْهِهِ الإسلامَ قَبْلَ أَنْ يَتَكَلَّمَ بِهِ فِي إِشْرَاقِهِ وَتَسَهُّلِهِ، ثُمَّ قَالَ أُسَيْدٌ: مَا أَحسَنَ هذا الكَلَامَ وَأَجْمَلَهُ! كَيْفَ تَصْنَعُونَ إِذَا أَرَدْتُم أَنْ تَدْخُلُوا فِي هَذَا الدِّينِ؟ سیرۃ بن ھشام: ۱/۴۳۶، دیکھئے اردو حیاۃ الصحابہ، ج ۱ ص، ۲۰۶

(۲) ملفوظات حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحب، ص: ۱۶۹

۱۷ صحابہؓ میں لوگوں کو جمع کر کے بیان کرنا کم ملتا ہے اور فرداً فرداً دعوت دینا زیادہ ملے گا۔

۱۸ اگر آپ انفرادی دعوت پر قائم ہیں تو پھر باطل یا تو حق کو قبول کرے گا یا راستے سے ہٹ جائے گا۔

۱۹ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر یہ سارے پرانے انفرادی دعوت میں لگ جائیں، تو سارے فتنوں سے بچ جائیں ورنہ فتنوں میں پڑیں گے، ایک دوسرے کی اصلاح کی فکر نے ہمیں اُمت سے غافل کر دیا ہے، انفرادی دعوت کا چھوڑنا فتنوں کا دروازہ ہے۔

۲۰ جب ہم رائے ونڈ گئے تو مفتی زین العابدین صاحبؒ مجھ سے فرمانے لگے کہ میں تجھے اپنا قصہ سناؤں کہ جس دن مجھ پر حضرت کی ڈانٹ پڑی۔ مفتی زین العابدین صاحبؒ، مولانا سعید احمد خان صاحبؒ اور مولانا عبید اللہ صاحبؒ ہم تینوں کے ذمہ تھا آنے والوں کا استقبال، حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے مجھے استقبال کے لئے بٹھایا دروازہ پر سردی کا زمانہ تھا اور کوئی آنے والا بھی نہیں تھا، میں نے اوابین کی نیت باندھی، اُدھر میں نے نماز شروع کی اِدھر حضرتؒ کی چیخنے کی آواز آنے لگی ارے کوئی ہے اِس آنے والے سے بات کرنے کے لئے، میں نماز مکمل کر کے حضرتؒ کے پاس گیا، حضرتؒ سخت غصہ میں تھے، میں نے کہا: حضرت کیا ہوا؟ حضرتؒ نے فرمایا: ایک آدمی میری مسجد میں داخل ہوا اور پانی پی کر چلا گیا، کسی نے بیٹھ کر اُس کو دعوت نہیں دی، تم کہاں تھے؟

میں نے کہا، اوّابین پڑھ رہا تھا، حضرتؒ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: قیامت کے دن یہی آدمی پیش کیا جائے گا اور اللہ تعالی پوچھیں گے میں نے ایک آدمی کو تمہاری طرف متوجہ کیا تھا، تم نے کیا کیا؟ مجھ سے اور تم سے سوال ہوگا تو کیا جواب دو گے؟

(۲۱) استقبال کا زمانہ انفرادی دعوت کا ہلکا پن پیدا کرتا ہے، خواص اِس سے مستغنی ہوجاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمارا کام صرف بیان اور مشورہ ہے۔

(۲۲) حضرت جی مولانا یوسف صاحب ؒ ایک صاحب کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے جو حضرت جی مولانا الیاس صاحبؒ کے زمانے کے لوگوں میں سے تھے، بیمار ہو گئے تھے، فالج پڑ گیا تھا، بستر سے حرکت نہیں کر سکتے تھے، حضرت ؒ نے جا کر اُن کی عیادت کی، اور اُن سے سوال کیا کہ کیا آپ دعوت کا کام بھی کر رہے ہیں؟ اُنہوں نے کہا: حضرت! آپ میرا حال دیکھ رہے ہیں کہ کیسا ہے۔ اس پر حضرتؒ نے پوچھا کیا تم پڑے پڑے نماز نہیں پڑھ رہے ہو؟ انہوں نے کہا: جی پڑھ رہا ہوں، فرمایا: اگر تم پڑے پڑے نماز کا فریضہ ادا کر رہے ہو تو تمہارے ذمہ ہے کہ تم لیٹے لیٹے آنے والوں کو دعوت دیتے رہو۔ پھر حضرتؒ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ تم سے قیامت میں یہ پوچھ لیں کہ جو لوگ تمہارے پاس عیادت کے لیے آئے تھے کیا تم نے اُن کو دعوت دی تھی؟ تو کیا جواب دو گے۔

۱۸ پیدل جماعتیں ۱۱

۱ اللہ تعالیٰ کے غصّہ کو ٹھنڈا کرنے والے دو عمل ہیں: پیدل جماعتیں اور مسجد کی آبادی کی محنت۔ (۱)

۲ اللہ تعالیٰ کے راستہ کا غبار جنّت میں خوشبو کا کام کرے گا۔ (۲)

۳ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ جہاں جہاں سے تمہاری جماعتیں گزریں گی وہاں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو آباد کریں گے۔

---

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں زمین والوں پر عذاب کا ارادہ کرتا ہوں پھر جب میں اپنے گھروں یعنی مسجدوں کے آباد کرنے والوں کو، میری رضا کے لئے آپس میں محبت کرنے والوں کو اور سحری کے وقت استغفار کرنے والوں کو دیکھتا ہوں تو اُن پر عذاب کو ہٹا دیتا ہوں ۔ کنز العمال، رقم: ۲۰۳۴۳۔

مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ، البخاری، رقم: ۹۰۷

(۲) ربیع بن زیادؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لشکر لے کر تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ نے ایک قریشی نوجوان کو راستے سے ہٹ کر چلتے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیا یہ فلاں نوجوان نہیں ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا جی ہاں یہ وہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسے بلاؤ۔ جب وہ حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم راستے سے ہٹ کر کیوں چل رہے ہو۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول! میں غبار کو پسند نہیں کرتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے نوجوان، اس غبار سے نہ بچو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ تو جنت کا عطر ہے۔ المعجم الکبیر للطبرانی رقم: ۴۶۰۸

۴ پہلے لوگ ایسے علاقوں میں تشکیل کراتے تھے جہاں کوئی سواری نہیں ہوتی تھی۔

۵ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِس راستہ میں پیدل چلنا جہنّم کی آگ کو حرام کر دیتا ہے، جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنی تو سارے صحابہ رضی اللہ عنہم سواری سے نیچے اُتر گئے اُس دن سے زیادہ پیدل چلنے والے کبھی نہیں دیکھے گئے۔ (۱)

۶ پیدل جماعتوں کی عمومی تشکیل ہو اور ترغیب ہو۔

۷ اِس راہ میں پیدل چلنا جہنّم سے آزادی کو یقینی بناتا ہے۔ (۲)

(۱) ابو المصبح المقرائی فرماتے ہیں کہ ہمارا لشکر حضرت مالک بن عبداللہ خثعمی رحمہ اللہ کی قیادت میں رومیوں کی طرف جا رہا تھا۔ امیر لشکر نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ اپنے خچر سے اتر کر پیدل چلتے ہوئے جا رہے ہیں، حضرت مالک نے کہا اللہ تعالی نے آپ کو سواری دی ہے، اس پر سوار ہو جایئے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اپنی سواری کو راحت دے رہا ہوں اا ور اپنی قوم سے مستغنی ہوں اور میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ جس شخص کے دونوں قدم اللہ تعالیٰ کے راستے میں غبار آلود ہوں، اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ کو حرام فرمادے گا۔ حضرت مالک وہاں سے چل کر ایسی جگہ آئے جہاں سے ان کی آواز پورا لشکر سن سکتا تھا، انہوں نے وہاں سے بلند آواز میں لوگوں کو سنانے کے لئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو پھر فرمایا، اے ابو عبداللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو سواری دی ہے آپ اس پر سوار ہو جائے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ امیر لشکر پورے لشکر کو غبار کی فضیلت والی حدیث سنوانا چاہتے ہیں چنانچہ انہوں نے پہلے جیسا جواب دیا اور حدیث بھی سنائی لوگوں نے جب یہ حدیث سنی تو سواریوں سے کود کر اتر گئے۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے اس دن سے زیادہ لوگوں کو کبھی اتنا پیدل چلتے ہوئی نہیں دیکھا۔ فَتَوَاثَبَ النَّاسُ عَنْ دَوَابِّهِمْ، فَمَا رَأَيْنَا يَوْمًا أَكْثَرَ مَاشِيًا مِنْهُ. صحیح ابن حبان: ۴۶۰۴

(۲) مَنْ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ. البخاری، رقم: ۹۰۷

(۸) مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے: خروج میں سست سواری اختیار کرو، تاکہ قدیم مجاہدہ کی صفت باقی رہے۔

(۹) اِس زمانے میں سوار زیادہ اور چلنے والے کم ہیں، پہلے زمانہ میں سواریاں کم اور راہِ خُدا میں پیدل چلنے والے زیادہ تھے۔

(۱۰) (پیدل چلنے کی اہمیت کو بتلاتے ہوئے فرمایا) کہ قرآن میں پیدل حج کو آنے والوں کا ذکر پہلے ہے اور سوار ہو کر آنے والوں کا بعد میں۔(۱)

(۱۱) اللہ تعالیٰ کے راستہ میں پیدل چلنے کے فضائل پر تشکیل کرو۔(۲)

---

(۱) ﴿وَاَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ یَاۡتُوۡكَ رِجَالًا وَّ عَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاۡتِیۡنَ مِنۡ کُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ﴾ [الحج:۲۷] اور لوگوں میں حج کا اعلان بھی کر دو، تمہارے پاس لوگ پیدل اور اونٹنیوں پر دور دراز راستے سے پہنچیں گے۔

(۲) حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے انتقال کے بعد دو تین سال کے اندر کام ہندوستان میں چاروں طرف پھیل گیا، مختلف مقامات پر بڑے بڑے اجتماعات ہونے لگے اور سواری کے ذریعہ جماعتوں کی مسلسل نقل و حرکت ہونے لگی لیکن پیدل جماعتوں کی آمد و رفت بہت محدود تھی، جو زیادہ تر میوات میں ہوئی تھی جس کو ''پنج کوسہ'' کہا جاتا تھا۔ مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے کام کی وسعت کے پیشِ نظر پیدل جماعتوں کی اہمیت و ضرورت کو شدت سے محسوس کیا اور اِن کو رواج دیا، اِن کا نظام بنایا اور ملک کے سارے حصوں میں اِن کی نقل و حرکت کی شکلوں کو بروئے کار لائے۔ یہ جماعتیں راستے کے سارے علاقوں میں ٹھہر ٹھہر کر کام کرتیں۔ وہ جب کہیں رکتیں تو اُن کے مختلف ٹکڑے ہو جاتے اور گاؤں اور قصبات میں کام کر کے ایک جگہ اجتماع کرتیں اور لوگوں کو ساتھ چلنے کی ترغیب دیتیں، جو حضرات تیار ہو جاتے تو وہ دوسرے دن پیدل ساتھ چلتے۔ اِس کے ساتھ ہی مولانا جماعت کے سفر کے دوران درمیان میں پڑنے والے سارے مراکز کو خطوط لکھتے کہ جماعت اِس راستے سے گذر رہی ہے وہ جماعت کی

نصرت کریں، اِس سلسلہ کا ایک مکتوب درج کیا جارہا ہے جس میں کلکتہ جانے والی پیدل جماعت کی نصرت کی ترغیب ہے، وہ مکتوب لکھنؤ کے کام کرنے والوں کے نام ہے۔

''ہماری جماعت جو کلکتہ کی جانب جاری ہے کل کا جمعہ گڑھی پڑھے گی وہ لکھنو سے تقریباً ۲۰/۲۲ میل آگے ہے، لکھنو سے موٹر تانگے جاتے ہیں وہاں پہنچ کر جماعت کا پتہ چل جائے گا۔ اِس کے تعاون کی سخت ضرورت ہے، اِس میں آدمی بہت کم رہ گئے ہیں۔ آپ اپنے یہاں سے ہفتہ وار بھی اگر آدمی بھیجتے رہیں تو بہت بڑی مدد ہو جائے گی۔ ان دو ماہ میں جبکہ عرب میں کام کے لئے آدمی گئے ہوئے ہیں۔ ہندوستان کے کام کو خوب بڑھانے کی ضرورت ہے۔ یہاں کے کام کا اثر عرب کے کام پر پڑے گا، لہذا کثرت سے جماعتیں نکالنے کی ضرورت ہے۔

تقسیم ہند سے پہلے پشاور، کراچی، بمبئی جماعتیں ایک ساتھ روانہ کی گئیں، دہلی کو چار منطقوں (حصوں) میں تقسیم کیا گیا، ہر منطقہ کے لوگ ہر ہفتہ جاکر اُن جماعتوں میں شریک ہوتے اور اُن کی نصرت کرتے۔ یہ سلسلہ کراچی اور پشاور تک جاری رہا۔ رمضان المبارک میں پیدل جماعتوں کی روانگی کا خاص انتظام ہوتا، اور بعد میں ہر بڑے اجتماع سے خصوصاً بھوپال کے اجتماع سے پیدل جماعتیں نکلیں، اور دور دراز علاقوں کے لئے تشکیلیں ہوتیں، ۱۹۵۱ء میں بھوپال، میرٹھ، حیدرآباد، بمبئی سے پیدل جماعتیں مدراس گئیں، جن کا ایک خاص اور اہم اجتماع ستمبر ۱۹۵۱ء کو مسجد والا جاہی ترمل گری میں ہوا، اِس اجتماع سے مدراس میں کام کو بڑی تقویت پہنچی اور مدراس سے کام میں وقت لگانے والوں کی مرکز نظام الدین میں آمد و رفت بڑھی۔ ایک ایسی جماعت جو ۲۰ محرم الحرام ۱۳۶۴ھ کو بستی نظام الدین سے روانہ ہوئی، مراد آباد والوں کو اُس میں شریک ہونے کی ترغیب دیتے ہوئے مولانا تحریر فرماتے ہیں: کل یہاں سے ایک جماعت آپ کی جانب روانہ کی جا چکی ہے، جو امروہہ تک گاڑی سے جائے گی، وہاں سے پیادہ پا تبلیغ کرتی ہوئی مراد آباد پہنچے گی، لہٰذا! اِس راستہ کے تمام احباب و مبلغین کو آپ بذریعہ تحریر و تقریر اِس پر آمادہ کریں کہ وہ سب اِس جماعت کے ساتھ پورا پورا تعاون کرتے ہوئے شریک عمل ہوں۔ (سوانح یوسفی ص ۵۵۷ تا ۵۵۹)

ارتداد

۱۹ ۱۰

(۱) اُمّت کے صلحاء کو نے سنبھال لیں گے تو اُمّت میں ارتداد آئے گا۔ (۱)
(۲) اعمالِ دعوت کا استخفاف (ہلکا پن) یہ ارتداد کا اصل سبب ہے۔
(۳) جو ذمہ داری دین کی محنت کی مردوں کی ہے وہ عورتوں کی بھی ہے، ایسا نہیں کریں گے تو ارتداد عام ہوگا۔
(۴) غربت (۲)، جہالت اور فراغت ارتداد کے اسباب ہیں۔
(۵) ارتداد کا ایک بڑا سبب ترک صلوٰۃ بھی ہے۔ (۳)

---

(۱) إِنَّ الْأُسْتَاذَ أَبَا إِسْحَاق قَالَ لِعُبَّادِ جَبَلِ لُبْنَانَ: يَا أَكَلَةَ الْحَشِيْشِ تَرَكْتُمْ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وآله وسلم فِي أَيْدِ الْمُبْتَدِعَةِ وَاشْتَغَلْتُمْ هٰهُنَا بِأَكْلِ الْحَشِيْشِ؟ قَالُوْا إِنَّا لَا نَقْوىٰ عَلَى صُحْبَةِ النَّاسِ وَإِنَّمَا أَعْطَاكَ اللّٰهُ قُوَّةً فَلَزِمَ ذٰلِكَ فَصَنَّفَ بَعْدَهُ كِتَابَهُ الْجَامِعَ بَيْنَ الْجَلِيِّ وَالْخَفِيِّ، فيض القدير ۱/۱۰۴

(۲) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم: كَادَ الْفَقْرُ أَنْ يَكُونَ كُفْرًا، وَكَادَ الْحَسَدُ أَنْ يَغْلِبَ الْقَدَرَ. حلية الأولياء وطبقات الأصفياء: ۱۰۹/۳

(۳) لَا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَإِنْ قُطِّعْتُمْ أَوْ حُرِّقْتُمْ أَوْ صُلِّبْتُمْ، وَلَا تَتْرُكُوْا الصَّلَاةَ مُتَعَمِّدًا فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ خَرَجَ عَنِ الْمِلَّةِ. كنز العمال، رقم: ۴۴۰۵۰

(۶) دورِ رسالت میں دعوت کی عمومیت نے لوگوں کے اسلام میں آنے کا راستہ کھولا ہوا تھا، اسلام سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

(۷) صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں جماعتیں ارتداد کے رخ پر جاتی تھیں، حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کی جماعت جہاں جہاں جاتی تھی وہاں ارتداد ختم ہوجاتا تھا۔ (۱)

(۸) ارتداد (کی روک تھام کے لئے) نفر (راہِ خدا میں نکلنے) کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے۔ (۱)

(۱) ۲۶ رصفر المظفر یوم دوشنبہ ۱۱ھ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رومیوں کے مقابلہ کے لئے مقام اُبنیٰ کی طرف لشکر کشی کا حکم دیا، یہ وہ مقام ہے جہاں غزوۂ موتہ واقع ہوا، اور جس میں حضرت اُسامہؓ کے والد حضرت زید بن حارثہؓ، حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ وغیرہم شہید ہوئے۔ یہ آخری سریہ تھا اور آپ کی فرستادہ فوجوں کی آخری فوج تھی، اُسامہ بن زید بن حارثہؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لشکر کا امیر اور سردار مقرر کیا اور اس لشکر میں مہاجرین اولین اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کو روانگی کا حکم دیا۔

چہار شنبہ سے آپ کی علالت کا سلسلہ شروع ہوگیا، پنجشنبہ کے روز باوجود علالت کے آپ نے خود اپنے دست مبارک سے نشان بنا کر اُسامہ کو دیا اور یہ فرمایا۔ اُغْزُ بِاسْمِ اللّٰهِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَاتِلْ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ اللہ کے نام پر اللہ کی راہ میں جہاد کر اور اللہ سے کفر کرنے والوں سے مقابلہ اور مقاتلہ کر۔ حضرت اُسامہ نشان لے کر باہر تشریف لائے کہ باہر تشریف لائے اور بریدہ اسلمی کے سپرد کیا اور قوم کو مقام جرف میں جمع کیا اور تمام جلیل القدر مہاجرین وانصار بسرعت وہاں آکر جمع ہوگئے۔ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ تو آپ کی تیمارداری کی غرض سے مدینہ واپس آگئے اور ابوبکر وعمر اُسامہ سے اجازت لیکر آپ کو دیکھنے کے لئے آتے تھے۔ جمعرات کے روز جب مرض میں شدت ہوئی اور آپ عشاء کی نماز کے لئے مسجد میں تشریف نہ لاسکے تو ابوبکر صدیق کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور اپنی جگہ ان کو امام مقرر کیا فوج مقام جرف میں جمع تھی جو مدینہ سے ایک کوس کے فاصلہ پر ہے۔ دوشنبہ کی صبح کو جب آپ کو سکون ہوا اور صحابہ سمجھے کہ حضور پرنور اچھے ہوگئے۔ تو حضرت اُسامہؓ نے روانگی کا قصد کیا، اسی تیاری میں تھے کہ حضرت اُسامہ کی والدہ ام ایمن نے آدمی بھیجا ـــــ

(۹) ہم عمل کے ماحول میں رہ کر سمجھتے ہیں کہ بہت عمل ہے، بہت دین ہے، نہیں۔ بے دینی کے ماحول میں جاؤ گے تو پتہ چلے گا دین کتنا ہے!۔تم غفلت کے ماحول میں جاؤ گے تو پتہ چلے گا کہ ذکر کتنا ہے!۔تم اِرتداد کے ماحول میں جاؤ گے تو پتہ چلے گا کہ مسلمان کتنے ہیں!

(۱۰) ارتداد کا کوئی موسم نہیں ہے جبکہ اِس کی روک تھام کے لئے ہم نے ہمارے نکلنے کا موسم طے کیا ہے۔ (۱)

کہ آپ حالت نزع میں ہیں، کچھ دیر نہ گزری تھی کہ یہ خبر قیامت اثر کانوں میں پہنچی کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔تمام مدینہ میں تہلکہ پڑ گیا اور سب افتاں و خیزاں مدینہ واپس آئے، بریدہ نے نشان لا کر حجرہ مبارکہ کے دروازہ پر نصب کر دیا، آپ کی وفات کے بعد جب صدیق اکبر خلیفہ ہوئے تو پہلا کام یہ کیا کہ باوجود مخالفت کے جیش اسامہ کو روانہ کیا اور جرف تک خود مشایعت کے لئے گئے۔(سیرت مصطفی ۳/۱۵۴)

حضرت اُسامہؓ اپنے لشکر کی کمان کرتے ہوئے شام کی سرحد میں داخل ہوئے، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق قبائل قضاعہ میں اپنے گھوڑسواروں کو پھیلا دیا، پھر آبل پر حملہ کیا‘ جس میں وہ کامیاب رہے اور مالِ غنیمت ہاتھ آیا، ان کے آنے جانے کا یہ سفر چالیس روز کا تھا۔

ہرقل کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات اور اس کی سرزمین پر اُسامہؓ کے حملے کی اطلاع دونوں باتیں ایک ہی وقت میں پہنچی تھیں۔ یہ سن کر رومیوں نے تعجب و حیرانی سے کہا کہ یہ کیسے لوگ ہیں، جن کا سربراہ وفات پا گیا ہے اور اس کے باوجود یہ ہماری سرزمین پر حملہ آور ہو گئے ہیں۔قبائل عرب پکار اُٹھے: اگر یہ طاقت ور نہ ہوتے تو فوج نہ بھیجتے۔اتنی بڑی فوج اُن کے طاقت ور ہونے کی دلیل ہے۔اس طرح وہ ان بہت سی کارروائیوں سے رک گئے جو وہ مسلمانوں کے خلاف کرنے کا ارادہ کر چکے تھے۔ (لشکرِ اُسامہ کی روانگی ص:۲۶)

(۱) **ارتداد کا معنی و مطلب**: ارتداد کے معنی لغت میں پھر جانے اور لوٹ جانے کے ہیں، اور شرعی اصطلاح میں ایمان واسلام سے پھر جانے کو ارتداد اور پھرنے والے کو مُرتَدّ کہتے ہیں۔

ارتداد کی پہلی صورت: ارتداد کی دوصورتیں ہیں، ایک یہ کہ کوئی صاف طور پر مذہب بدل کر

اسلام سے پھر جائے جیسے دوسرا مذہب اختیار کرے یا خداوند عالم کے وجود یا توحید کا منکر ہو جائے، یا آنحضرت ﷺ کی رسالت کا انکار کر دے (العیاذ باللہ تعالیٰ)

دوسری صورت: دوسری صورت یہ ہے کہ اِس طرح صاف طور پر مذہب اور توحید ورسالت سے انکار نہ کرے لیکن کچھ اعمال یا اقوال یا عقائد ایسے اختیار کرے جو قرآن مجید یا رسالت کے انکار کے برابر ہوں۔ مثلاً اسلام کے کسی ایسے ضروری وقطعی حکم کا انکار کر بیٹھے جس کا ثبوت قرآن مجید کی نص صریح سے ہو یا آنحضرت ﷺ سے بطریق تواتر ثابت ہوا ہو۔

یہ صورت بھی باجماع امت ارتداد میں داخل ہے اگر چہ اِس ایک حکم کے سوا تمام احکام اسلامیہ پر سختی کے ساتھ عمل کرتا ہو۔ ارتداد کی اِس دوسری صورت میں اکثر مسلمان غلطی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اور ایسے لوگوں کو مسلمان سمجھتے ہیں، اور یہ اگر چہ بظاہر ایک سطحی اور معمولی غلطی ہے لیکن اگر اِس کے ہولناک نتائج پر نظر کی جائے تو اسلام اور مسلمان کے لیے اِس سے زیادہ کوئی چیز نقصان پہنچانے والی نہیں، کیونکہ اِس صورت میں کفر واسلام کی حدود میں کوئی فرق نہیں رہتا، کافر ومومن میں کوئی امتیاز نہیں رہتا، اسلام کے چالاک دشمن اسلامی برادری کے ارکان بن کر مسلمانوں کے لیے ’’مار آستین‘‘ (آستین کے سانپ) بن سکتے ہیں اور دوستی کے لباس میں دُشمنی کی ہر قرارداد کو مسلمانوں میں نافذ کر سکتے ہیں۔ (جواہر الفقہ ۱/۱۳۰)

کفر وارتداد کا ایک اہم اصول:

اِس جگہ دو باتیں قابلِ خیال ہیں، اول تو یہ کہ کفر وارتداد اُس صورت میں عائد ہوتا ہے جب کہ حکمِ قطعی کے تسلیم کرنے سے انکار اور روگردانی کرے اور اُس حکم پر عمل کے واجب ہونے کا عقیدہ نہ رکھے، لیکن اگر کوئی شخص حکم کو تو ضروری اور واجب سمجھتا ہے مگر غفلت یا شرارت کی وجہ سے اُس پر عمل نہیں کرتا، تو اُس کو کفر وارتداد نہ کہا جائے گا، اگر چہ ساری عمر میں ایک دفعہ بھی اُس حکم پر عمل کرنے کی نوبت نہ آئے، بلکہ اُس شخص کو مسلمان ہی سمجھا جائے گا، اور پہلی صورت میں کہ کسی حکمِ قطعی پر عمل کو واجب ہی نہیں جانتا، اگر چہ کسی وجہ سے وہ ساری عمر اُس پر عمل بھی کرتا رہے، تو بھی کافر ومرتد قرار دیا جائے گا، مثلاً ایک شخص پانچوں وقت کی نماز کا سختی کے ساتھ پابند مگر (نماز کو) فرض اور

واجب نہیں جانتا تو یہ کافر ہے اور دوسرا شخص جو فرض جانتا ہے مگر کبھی نہیں پڑھتا وہ مسلمان ہے، اگرچہ فاسق وفاجر اور سخت گناہ گار ہے۔(جواہر الفقہ ۱/ ۱۱۲)

مُرتَد کا حکم: مرتد کے متعلق قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:﴿وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾[البقرة:۲۱۷] (ترجمہ) تم میں سے جو شخص اپنے دین (اسلام) سے پھر جائے پھر کفر کی حالت میں مرجائے تو ایسے لوگوں کے سب (نیک) اعمال دنیا اور آخرت میں برباد ہوجاتے ہیں اور ایسے لوگ دوزخی ہیں (اور) یہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ اسلامی حکومت ہو تو ایسے شخص کو قتل کرنا واجب ہوتا ہے۔

کفر وایمان پر خاتمہ کے اعتبار سے انسانوں کی چار قسمیں ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سنو! انسان پیدائش کے اعتبار سے مختلف قسموں پر ہے۔

(۱) کچھ وہ ہیں جو ایمان کی حالت میں پیدا ہوتے ہیں اور ایمان کے ساتھ وہ زندگی گزارتے ہیں اور ایمان ہی کی حالت میں اُن کو مرنا نصیب ہوتا ہے۔

(۲) کچھ وہ ہیں جو کفر کی حالت میں پیدا ہوتے ہیں اور کفر ہی کی حالت میں زندگی گزارتے ہیں اور کفر ہی کی حالت میں وہ مرجاتے ہیں۔

(۳) کچھ وہ لوگ ہیں جو ایمان کے ساتھ تو پیدا ہوتے ہیں اور زندگی بھی ایمان کے ساتھ گزارتے ہیں لیکن کفر کی حالت میں مرتے ہیں۔

(۴) اور کچھ وہ لوگ ہیں جو کفر کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں اور کفر ہی کے ساتھ زندگی بھی گزارتے ہیں لیکن موت اُن کو ایمان کی حالت میں نصیب ہوتی ہے الترمذی، ۲۱۹۱۔

انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی کے ایمان کے باقی رہنے کی کوئی گارنٹی نہیں:

اِس حدیث مبارک سے بالکل واضح ہوگیا کہ کسی بھی ایمان والے کے ایمان پر مرنے کی کوئی گارنٹی نہیں ہے، لہٰذا! جن لوگوں کو اللہ تعالی کے فضل وکرم سے ایمان جیسی عظیم الشان دولت ونعمت حاصل ہے جو تمام نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ہے، اُن لوگوں پر اِس دولت کو بچانے کی فکر وکوشش کرنا لازم وضروری ہے، کیونکہ اگر اِس دولت کی حفاظت کی فکر وکوشش نہ کی جائے تو یہ دولت سلب اور ختم بھی ہوسکتی ہے، ایمان کے

مل جانے کے بعد کوئی ضروری نہیں ہے کہ مرتے دم تک ایمان صحیح سالم باقی بھی رہ جائے اور ایمان پر خاتمہ بھی نصیب ہو جائے نہیں، ایسا ہرگز نہیں، انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے علاوہ کسی کے ایمان کے باقی رہنے کی کوئی گارنٹی نہیں، بہت سارے کام، باتیں اور خیالات وعقائد ایسے ہیں کہ اگر ایمان والے کے اندر پائے جائیں تو اُن سے ایمان سلب اور ختم ہو جاتا ہے۔ اِسی طرح کسی کافر کے کفر پر مرنے کی بھی کوئی گارنٹی نہیں، ہو سکتا ہے کہ مرنے سے پہلے وہ کلمہ پڑھ لے اور ایمان کی حالت میں اُس کو موت نصیب ہو، اِسی لئے کفر سے تو نفرت کا حکم دیا گیا لیکن کسی کافر کو حقیر سمجھنے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ ہمیں نہیں معلوم کہ اُس کا خاتمہ کس حالت میں ہوگا؟

کفر و نفاق سے نہ ڈرنا منافق ہونے کی نشانی ہے:

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جو ایمان والا ہوگا وہ ہمیشہ اپنے ایمان کے بارے میں ڈرتا رہے گا، اور جو منافق ہوگا وہ اپنے ایمان کے بارے میں بالکل مطمئن ہوگا۔ (بخاری، کتاب الایمان، باب خوف المومن الخ)

امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کا کفر و ارتداد سے ڈرنا اور پناہ مانگنا:

سارے نبیوں کے امام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی اپنے دین و ایمان کی سلامتی اور حسنِ خاتمہ کے بارے میں حد درجہ فکر مند رہتے تھے اور سوءِ خاتمہ (بغیر ایمان کی موت) سے ہر وقت ڈرتے رہتے تھے، حالانکہ آپ ﷺ کا ایمان پر خاتمہ یقینی تھا، سینکڑوں احادیثِ مبارکہ سے نبی کریم ﷺ کا دین و ایمان پر استقامت و ثابت قدمی کی دُعاء مانگنا اور کفر و ارتداد اور نفاق سے کثرت سے پناہ مانگنا ثابت ہے، سب سے زیادہ جو دُعاء نبی کریم ﷺ مانگتے تھے وہ اللہ تعالیٰ سے دین پر استقامت کی دُعاء مانگتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت نوّاس بن سَمعانؓ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ، حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرتِ اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے حدیث کی کئی کتابوں میں یہ حدیث مروی ہے۔ حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی

روایت کے الفاظ یہ ہیں: عن شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ: قُلْتُ لِأُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ! ما كان أَكْثَرُ دُعَاءِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِذَا كَانَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ: كَانَ أَكْثَرُ دُعَائِهِ: يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ. قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَا لأَكْثَرِ دُعَائِكَ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ؟ قَالَ: يَا أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا إِنَّهُ لَيْسَ آدَمِي إِلَّا وَقَلْبُهُ بَيْنَ أُصْبُعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ اللّٰهِ فَمَنْ شَاءَ أَقَامَ وَمَنْ شَاءَ أَزَاغَ .الترمذی، رقم: ۳۵۲۲

حضرت شہر بن حوشب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اُمُّ المومنین حضرتِ اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب آپ کے پاس ہوتے تھے تو کونسی دُعاء زیادہ مانگا کرتے تھے؟ تو اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ تر یہ دُعاء مانگا کرتے تھے: يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ اے دلوں کو پھیر دینے والے! میرے دل کو اپنے دین پر مضبوطی کے ساتھ جمادے، حضرتِ اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا: اللہ کے رسول! کیا وجہ ہے کہ آپ اکثر یہ دعاء مانگا کرتے ہیں؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا: اُمِّ سلمہؓ، ہر آدمی کا دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے، اللہ جس کے دل کو چاہتا ہے دین پر باقی رکھتا ہے اور جس کے دل کو چاہتا ہے دین سے پھیر دیتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کفر وارتداد سے ڈرنا:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ایمان پر مطمئن نہیں رہتے تھے بلکہ ہر وقت اپنے دین وایمان کے بارے میں ڈرتے رہتے تھے۔ حضراتِ صحابہ کرامؓ کفر وارتداد اور سوءِ خاتمہ سے کتنا ڈرتے تھے کہ جب حضرت حنظلہؓ اپنے بارے میں نفاق کا ڈر محسوس کرکے اپنے گھر سے اکیلے چلے تھے، راستے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ ملے، اور اُن کو اپنا حال بتایا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اُن کو اطمینان دلانے کے بجائے خود ڈر گئے کہ اگر اِس حالت کا نام نفاق ہے تو یہ تو میری بھی حالت ہے، میں بھی اِس سے محفوظ نہیں ہوں۔

....

حضرت سفیان ثوریؒ کا سلب ایمان سے ڈرنا:

عبدالرحمٰن بن مہدیؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سفیان ثوریؒ کی وفات کا وقت قریب آیا اور بیماری سخت ہوگئی تو رونے لگے، ایک صاحب نے اُن سے کہا: کیا آپ اپنے کو بہت زیادہ گنہگار پا رہے ہیں؟ تو آپؒ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور زمین سے تھوڑی سی مٹی لے کر فرمایا کہ اللہ کی قسم! میرے سارے گناہ میری نظر میں اس مٹی سے بھی زیادہ ہلکے ہیں (مجھے اپنے گناہوں کا ڈر نہیں) بلکہ میں تو اِس بات سے ڈر رہا ہوں کہ کہیں مرنے سے پہلے میرے ایمان کو سلب نہ کر لیا جائے۔(الزواجر عن اقتراف الکبائر، ۱/ ۲۳)

فتنۂ ارتداد سے زیادہ خطرناک ونقصان دہ کوئی فتنہ نہیں ہوسکتا:

قیامت کے قریب مسلمانوں پر جو سخت حالات اور مصیبتیں آنے والی ہیں، اگر اِن تمام حالات اور مصیبتوں کا قرآن واحادیث کی روشنی میں جائزہ لیا جائے اور یہ معلوم کیا جائے کہ اِن سخت حالات میں سب سے زیادہ سخت حالت اور ہولناک وخطرناک اور سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والا فتنہ کونسا ہے، تو قرآن واحادیث پر غور کرنے سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ کفر وارتداد کا جو فتنہ ہے وہ سب سے زیادہ خطرناک اور سنگین فتنہ ہے، کیونکہ سارے فتنوں اور تکلیفوں کا زیادہ سے زیادہ جو آخری انجام ہوسکتا ہے وہ موت ہے کہ اِن تکلیفوں اور مصیبتوں کو برداشت نہ کرسکنے کی وجہ سے آدمی مرجائے گا، مرنا تو ایک اٹل حقیقت ہے ؎

موت سے کس کو رستگاری ہے　　　　آج وہ کل ہماری باری ہے

اگر ایمان کے ساتھ موت نصیب ہوگئی تو یہ سب سے بڑی کامیابی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ﴿فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾[آل عمران:۱۸۵] (اگر آدمی جہنم سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کردیا گیا تو بس وہ کامیاب ہوگیا) اور اگر خدانخواستہ! ہزار بار اللہ تعالیٰ کی پناہ! ایمان کی دولت ہی ہاتھ سے چھوٹ گئی اور کفر

پر موت واقع ہوئی تو ساری دنیا کی تمام مادی نعمتیں اور دوستیں کس کام کیں، مرتے ہی ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ کا ایندھن بننے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہوگا۔ اگر دین وایمان ہی باقی نہ رہے تو اِس سے زیادہ ہلاکت اور بربادی کا تصور نہیں کیا جاسکتا﴿خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ﴾ [الحج: ۱۱] دنیا بھی برباد اور آخرت بھی تباہ وبرباد یہ بالکل کھلی ہوئی تباہی وبربادی ہے۔

مسلمانوں کے خلاف تمام سازشوں کا بنیادی مقصد اُن کو مرتد بنانا ہے:

سچی بات یہ ہے کہ تمام گمراہ مذاہب والوں اور تمام شیطانی وطاغوتی طاقتوں کی طرف سے مسلمانوں پر ظلم وتشدد، اور اُن کا قتل وغارت گری اور مختلف طریقوں سے اللہ تعالی کی وسیع زمین کو اُن کیلئے تنگ کرنے کا سب سے بڑا ٹارگیٹ اور مقصد مسلمانوں کو مذہب سے بیزار کر کے اُن کو مرتد بنانا ہے، اُن کی بنیادی کوشش یہ ہے کہ مسلمان دین اسلام کو چھوڑ دیں، چاہے کوئی بھی دھرم قبول کرلیں، بس مسلمان نہ رہیں، اگر مسلمان اپنا دین چھوڑ دیں تو اُن سے کوئی شکایت نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن لوگوں کی مسلمانوں سے دشمنی اور اُن کے خلاف سازشوں کا مقصد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوْا﴾ [البقرۃ: ۲۱۷] (اور یہ کافر تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر اِن کا بس چلے تو تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں گے) ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَاءً﴾ [النساء: ۸۹] (اُن کی خواہش یہ ہے کہ تم بھی کافر بن جاؤ جیسا کہ یہ کافر ہیں تاکہ تم سب برابر ہو جاؤ) یہودیوں اور عیسائیوں کے بارے میں فرمایا: ﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصَارٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ﴾ [البقرۃ: ۱۲۰] (یہ یہودی اور عیسائی تم سے خوش نہیں ہوں گے جب تک کہ تم اُن کے دین کی پیروی نہ کرنے لگو) ایک دوسری جگہ یہودیوں اور عیسائیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ إِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ

←

مِّنْ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ﴾۔ [البقرۃ:۱۰۹] (اہلِ کتاب (یہودیوں اور عیسائیوں) میں سے اکثر و بیشتر لوگ اِس بات کی خواہش کرتے ہیں کہ تم کو تمہارے ایمان لانے کے بعد کفر کی طرف لوٹا دیں، حسد کی وجہ سے جواُن کے دلوں میں ہے، بعد اِس کے کہ اُن پر حق خوب واضح ہو چکا ہے) ایک اور جگہ اہل کتاب کے بارے میں فرمایا:

﴿یَاأَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا إِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًامِنَ الَّذِیْنَ أُوْتُوا الْکِتَابَ یَرُدُّوْکُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ کَافِرِیْنَ﴾ [آل عمران:۱۰۰] (اے ایمان والو! اگر تم یہود و نصاری کی جماعت کی اتباع کرو گے تو یہ تمہارے ایمان لانے کے بعد تم کو کافر بنا ڈالیں گے)۔

مسلمانوں کو مختلف کاموں کے کرنے پر جو مجبور کیا جاتا ہے اِس کے پیچھے یہی مسلمانوں کو مرتد بنانے کی ایک بڑی بھیانک، ناپاک اور گھناؤنی سازش چھپی ہوئی ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ حالات کی خطرناکی و سنگینی کو سمجھ کر دین و ایمان کی سلامتی کے لئے جو تدابیر اختیار کرنا ضروری ہیں اُن کو اختیار کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دورِ مبارک میں ارتداد:

یوں تو ارتداد ہر زمانہ میں واقع ہوا ہے، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک دور میں بھی کچھ بد بخت بدقسمت لوگ گزرے ہیں، اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے اور بعد میں وہ مرتد ہو گئے۔ علّامہ ابنِ حجر عسقلانیؒ ارتداد کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قاضی عیاضؒ وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ مبارک میں مرتد ہونے والے لوگ تین قسموں پر تھے:

(۱) پہلی قسم اُن لوگوں کی تھی جنہوں نے دوبارہ بتوں کی عبادت کرنی شروع کر دی تھی۔

(۲) دوسری قسم اُن لوگوں کی تھی جنہوں نے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کی پیروی کی۔ اور اِن دونوں میں سے ہر ایک نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے پہلے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، اور مسیلمہ کذاب کی تصدیق اہلِ یمامہ اور اُن کے علاوہ چند دوسرے لوگوں نے کی۔ اور اسود عنسی کی تصدیق صنعاء والوں نے اور اُن کے علاوہ کچھ دوسرے لوگوں نے

کی، پھر اسود عنسی کو تو نبی کریم ﷺ کی وفات سے پہلے ہی قتل کر دیا گیا تھا اور اُس پر ایمان لانے والوں میں سے جو لوگ بچ گئے تھے وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں صاف کر دیئے گئے، البتہ مسیلمہ کذاب ابھی تک باقی رہ گیا تھا، حضرت ابوبکرؓ نے اُس کا قلع قمع کرنے کے لئے ایک لشکر تیار کیا، اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو اُن کا امیر بنایا، چنانچہ اُن لوگوں نے اُس کا بھی صفایا کر دیا۔

(۳) تیسری قسم اُن لوگوں کی تھی جو اسلام پر تو باقی تھے لیکن اُنھوں نے زکوۃ دینے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے زمانے تک خاص تھی، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اُن سے بھی جہاد کیا۔ (فَتْحُ الْبَارِیْ لِابْنِ حَجَرٍ، کِتَابُ اسْتِتَابَةِ الْمُرْتَدِّیْنَ بَابُ قَتْلِ مَنْ أَبٰی قَبُوْلَ الْفَرَائِضِ، ۱۹۷/۲۲)

پھر نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد تو عرب کے اندر بڑی تعداد میں مختلف شکلوں میں لوگوں کا مرتد ہونا مشہور و معروف ہے اور مستند کتابوں میں اُن کی تفصیلات موجود ہیں، چنانچہ علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں صحیح ابن خزیمہؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ لَمَّا تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ارْتَدَّ عَامَّةُ الْعَرَبِ جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو عرب میں ارتداد کی عام وباء پھیل گئی تھی۔ (حوالۂ بالا)

قربِ قیامت میں ارتداد کا سیلاب اور اُس کی تیز رفتاری:

قُربِ قیامت میں ارتداد بہت ہی زیادہ واقع ہوگا اور ارتداد کی ہوا اور لہر اتنی زیادہ تیز رفتار ہوگی کہ لوگوں کے کافر و مرتد ہونے میں زیادہ لمبی مدت نہیں لگے گی، بلکہ انتہائی مختصر وقت میں لوگوں کی حالت بدل جائے گی، چنانچہ بہت سے لوگوں کا حال ایسا ہوگا کہ صبح کے وقت جو حالت تھی شام کے وقت وہ حالت بدل چکی ہوگی، اِسی طرح شام کے وقت جو حالت تھی صبح ہوتے ہوتے وہ حالت بدل چکی ہوگی، آدمی گھر سے باہر نکلے گا تو جو حالت گھر میں ہوگی وہ باہر نکل کر بدل چکی ہوگی اور اِتنی مختصر سی مدت میں بہت سے لوگ دائرۂ ایمان سے نکل کر ارتداد کے منہ میں جا چکے ہوں گے۔

←

اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثِ مبارک ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: بَادِرُوا بِالأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا أَوْيُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا، يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا . مسلم، رقم: ۳۱۳.

جماعت کی جماعت اور خاندان کے خاندان مرتد بنیں گے:

قربِ قیامت میں جو ارتداد کی ہوا چلے گی، وہ اتنی زیادہ خطرناک ہوگی کہ لوگ صرف اکیلے اکیلے اور انفرادی طور پر ارتداد کا شکار نہیں ہوں گے، بلکہ پورا پورا خاندان اور پوری پوری جماعت ارتداد کا شکار ہوگی، کیونکہ حالات اِتنے زیادہ سخت اور سنگین ہوں گے اور دین وایمان کو بچانے کیلئے اِتنی زیادہ تکلیفیں اور مصیبتیں جھیلنی پڑیں گی کہ اِن تکلیفوں اور آزمائشوں کو برداشت نہ کرسکنے کی وجہ سے جماعت کی جماعت اور خاندان کے خاندان مرتد ہوجائیں گے، اِسی طرح نفسانی خواہشات کا ایسا غلبہ ہوگا اور دین و ایمان کی لوگوں کی نگاہ میں ایسی ناقدری ہوگی کہ نفسانی خواہشات کو آزادی کے ساتھ پورے طور پر حاصل کرنے کیلئے دین وایمان کی رسی گردن سے اتار پھینکیں گے، اللہ تعالی کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف احادیث میں اِن حالات سے اپنی امت کو باخبر کردیا ہے تاکہ لوگ چوکنا ہوجائیں اور اپنے دین وایمان کی حفاظت کی فکر کریں۔

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لَيَخْرُجُنَّ مِنْهُ أَفْوَاجًا كَمَادَخَلُوافِيهِ أَفْوَاجًا. مستدرك الحاكم، رقم: ۸۵۱۸.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا (جب اللہ تعالی کی مدد آئے گی اور مکہ فتح ہو جائے گا اور لوگ فوج درفوج اللہ کے دین میں داخل ہوں گے) اِس آیت کی تلاوت فرمائی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح لوگ اِس (دین میں) فوج درفوج داخل

....

ہوئے اسی طرح فوج درفوج جماعتوں کی شکل میں لوگ اِس دین سے ضرور نکلیں گے۔

(۲) حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنِ الْأَوْزَاعِي حدّثني أَبُوْ عَمَّارٍ حدّثني جَارٌ لِجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَدِمْتُ مِنْ سَفَرٍ فَجَاءَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ يُسَلِّمُ عَلَّى فَجَعَلْتُ أُحَدِثُهُ عَنْ افْتِرَاقِ النَّاسِ وَ مَا أَحْدَثُوا فَجَعَلَ جَابِرٌ يَبْكِي ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: إِنَّ النَّاسَ دَخَلُوا فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا وَسَيَخْرُجُونَ مِنْهُ أَفْوَاجًا. مجمع الزوائد، رقم: ۱۲۲۱۲۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کے ایک پڑوسی فرماتے ہیں کہ میں ایک سفر سے واپس آیا تو حضرت جابر بن عبداللہؓ مجھ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے، تو لوگوں کے آپسی اختلافات اور دین میں جو نئی نئی چیزیں لوگوں نے ایجاد کر رکھی ہیں اُن کے بارے میں میں نے اُن کو بتایا تو حضرت جابرؓ رونے لگے، پھر فرمایا کہ میں نے اللہ تعالی کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگ دینِ اسلام میں فوج درفوج داخل ہوئے اور آنے والے زمانے میں لوگ فوج درفوج دین اسلام سے نکلیں گے۔

(۳) عَنْ حُذَيْفَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَوِ اعْتَرَضْتَهُمْ فِي الْجُمُعَةِ بِنَبْلٍ مَا أَصَابَتْ إِلَّا كَافِرًا. مصنف ابن ابی شیبة، ۱/ ۱۷۵. حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اگر تم جمعہ کی نماز میں تیر پھینکو گے تو وہ جس کو بھی لگے گا وہ کافر ہی ہوگا۔ اِن تمام احادیث کا خلاصہ اور نچوڑ یہی ہے کہ قربِ قیامت میں ظاہری دینداری رکھنے والے بھی بڑی تعداد میں فتنہ ارتداد کا شکار ہوں گے، اِس لئے اپنے آپ کو دھوکے کی دینداری سے نکال کر حقیقی معنی میں دین دار بنانے کی فکر و کوشش کرنی چاہئے، ورنہ آج کل زیادہ تر جو دین داری پائی جاتی ہے وہ صرف چند ظاہری اعمال تک محدود ہوتی ہے، اور معاملات، معاشرت و اخلاق وغیرہ دوسرے دین کے شعبوں سے زندگی بالکل خالی ہوتی ہے، یہ بڑی خطرناک صورت حال ہے۔

←

عرب کے لوگ بھی ارتداد کا شکار ہوں گے:

فتنۂ ارتداد اِتنا زیادہ تیز رفتار اور اُس کا دائرہ اِتنا زیادہ وسیع ہوگا کہ وہ جزیرۃ العرب کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیگا، اور وہاں بھی بڑی تعداد میں لوگ ارتداد کا شکار ہوں گے، انفرادی طور پر بھی ہوں گے اور قبیلوں اور جماعتوں کی شکل میں بھی، اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرب کے بعض قبیلوں کا نام لے کر پیشین گوئی فرمائی کہ فلاں فلاں قبیلہ کے لوگ مرتد بنیں گے۔ بخاری، رقم: ۶۱۱۷۔

ذہنی ارتداد:

ارتداد کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم یہ ہے کہ کوئی مسلمان کھلم کھلا اعلانیہ طور پر اسلام سے نکل جائے، دوسری قسم یہ ہے کہ کوئی مسلمان اپنے آپ کو مسلمان تو کہے لیکن کوئی ایسا کام کرے یا کوئی ایسی بات کہے یا کوئی ایسا عقیدہ اختیار کرے جو سچ مچ کافر بنا دینے والا ہو تو وہ کافر ہو جائے گا۔ کافر بنا دینے والے عقیدے کی خرابی کو ذہنی ارتداد یا فکری ارتداد یا ذہنی وفکری الحاد وغیرہ بھی کہتے ہیں۔

ارتداد کے چند بنیادی اسباب:

(۱) مسلمانوں کو مرتد بنانے کی بھیانک عالمی سازش (۲) غربت و افلاس فقر و فاقہ (۳) نفسانی خواہشات کی اتباع (۴) کفریہ کلمات سے جہالت و ناواقفیت (۵) یہود و نصاریٰ سے دوستی۔

ایمان کی حفاظت کے چند بنیادی اسباب:

(۱) ارتداد کے مذکورہ اسباب سے بچنا (۲) دعوت الی اللہ کی محنت میں شریک ہونا (۳) حفاظتِ ایمان کیلئے دُعاء کی کثرت (۴) علما و مشائخ کی صحبت اختیار کرنا (۵) اولاد کی تعلیم و تربیت کا بہتر انتظام کرنا (۶) جس جگہ ایمان خطرہ میں ہو اُس کو چھوڑ کر اطمینان کی جگہ قیام کرنا (۷) ایمان پر حملہ کرنے والے مضامین و بیانات سے بچنا۔ (خلاصہ از: کفر وارتداد کا زمانہ اور امت مسلمہ کی غفلت اور بے حسی)

٢٠ مشورہ ٦٨

١ مشورہ کے آداب کام کرنے والوں میں سے تیزی کے ساتھ نکل رہے ہیں اور مشورہ سیاستِ (مروّجہ) کی طرف جارہا ہے، اِس لیے مشورہ کے آداب واحکام کو اچھی طرح پڑھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔(١)

---

(١) حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے ہیں: ● کام کے تقاضوں کو سوچنے ● اُن کی ترتیب قائم کرنے ● اور اُن تقاضوں کو پورا کرنے کی شکلیں بنانے میں ● اور جو احباب اوقات فارغ کریں اُن کی مناسب تشکیل میں ● اور جو مسائل ہوں اُن کیلئے احباب کو مشورہ میں جوڑا جائے ● اللہ جل ّشانُہٗ کے دھیان ● اور فکر کے ساتھ ● دُعائیں مانگ کر مشورہ میں بیٹھیں ● مشورہ میں اپنی رائے پر اصرار اور عمل کرانے کا جذبہ نہ ہو، اِس سے اللہ تعالیٰ کی مددیں ہٹ جاتی ہیں ● جب رائے طلب کی جائے، امانت سمجھ کر جو بات اپنے دل میں ہو کہہ دی جائے ● رائے رکھنے میں نرمی ہو، کسی ساتھی کی رائے سے تقابل کا طرز نہ ہو ● میری رائے میں میرے نفس کے شرور شامل ہیں یہ دل کے اندر خیال ہو ● اگر فیصلہ کسی دوسری رائے پر ہوگیا تو اِس کی خوشی ہو کہ میرے شرور سے حفاظت ہوگئی ● اور اگر اپنی رائے پر فیصلہ ہو جائے تو خوف اور زیادہ دعائیں مانگی جائیں ● ہمارے یہاں فیصلے کی بنیاد کثرت رائے نہیں ہے ● اور ہر معاملہ میں ہر ایک سے رائے لینا بھی ضروری نہیں ہے، دل جوئی سب کی ضروری ہے ● امیر کو اِس بات کا یقین ہو کہ اِن احباب کی فکر اور مل کر بیٹھنے کی برکت سے اللہ جل شانُہٗ صحیح بات کھول دیں

....

گے ● امیر اپنے آپ کو مشورہ کا محتاج سمجھے رائے لینے کے بعد غور وفکر سے جو مناسب سمجھ میں آتا ہو وہ کہہ دے ● بات اِس طرح رکھے کہ کسی کی رائے کا استخفاف (ہلکا پن) نہ ہو ● اگر طبیعتیں مختلف ہوں تو اِس بات پر شوق اور رغبت کے ساتھ آمادہ کرلے ● اور ساتھی امیر کی بات پر ایسے شوق سے چلیں جیسا کہ اُن کی ہی رائے طے پائی ہے، اِسی میں تربیت ہے ● اگر اِس کے بعد عملاً ایسی شکل نظر آئے کہ ہماری رائے ہی زیادہ مناسب تھی پھر بھی ہرگز طعنہ نہ دیا جائے، یا اشارہ کنایہ بھی نہ کیا جائے، اِسی میں خیر کا یقین کیا جائے ● جو امیروں کو طعنہ دے اُس کے لئے سخت وعید آئی ہے۔ (سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ ص: ۷۷۷)

حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ فرماتے ہیں:

جو اپنے معاملات میں مشورہ کا اہتمام کرتے ہیں، وہ اللہ تعالی کے مقرب ترین لوگ ہیں، اور جو لوگ اپنے معاملات میں مشورہ کا اہتمام نہیں کرتے وہ بہت جلد شیطان کے جال میں پھنس جاتے ہیں، مشورہ کے آداب دقیق و پُرخطر ہیں جن کی کما حقہ رعایت وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اِس مبارک محنت کی متعدد صفات سے متصف ہوں۔ (مشورہ کے اصول و آداب ص ۱۲)

حضرت مفتی زین العابدین صاحبؒ فرماتے ہیں:

بعض لوگ محنت کے لئے غیر معمولی استعداد کے مالک ہوتے ہیں، وہ یہ چاہتے ہیں کہ مشورہ میں حاضر ہوئے بغیر ہی مشورہ والے اُن کے لئے اعمال طئے فرمائیں، اُن کے سامنے محنت کی صحیح شکل اور اُس کا عالمی معیار مستحضر نہیں ہوتا ہے تو اُن کے لئے مشورہ میں بیٹھنا ضروری ہے، تاکہ اُن کا مزاج معیار محنت سے مانوس ہو جائے، اور وہ اِس کے لئے تیار ہو جائیں۔ (مشورہ کے اصول و آداب، ص: ۱۷)

(۲) جس طرح دین کا اہم رکن نماز ہے اِسی طرح دعوت کا اہم رکن مشورہ ہے۔(۱)

(۳) مشورے میں بڑی بڑی برکتیں چھپی ہوئی ہیں۔(۲)

(۴) مشورے کو اللہ تعالیٰ نے رحمت بنایا۔(۳)

(۵) اگر مشورہ بگڑے گا تو دعوت کے تمام شعبے بگڑیں گے، اگر مشورہ اپنے آداب کے ساتھ ہوگا تو مشورے کی خیر ملے گی۔

---

(۱) وقوله تعالى: ﴿وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوْا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ يَدُلُّ عَلَى جَلَالَةِ مَوْقِعِ الْمَشُوْرَةِ لِذِكْرِهِ لَهَا مَعَ الْإِيْمَانِ، وَإِقَامَةِ الصَّلَاةِ، وَيَدُلُّ عَلَى أَنَّا مَأْمُوْرُوْنَ بِهَا. أحكام القران، ۳/۵۱۰۔

(۲) فَمَنْ تَرَكَ الِاسْتِخَارَةَ وَالِاسْتِشَارَةَ يُخَافُ عَلَيْهِ مِنَ التَّعَبِ فِيمَا أَخَذَ بِسَبِيلِهِ لِدُخُولِهِ فِي الْأَشْيَاءِ بِنَفْسِهِ دُونَ الِامْتِثَالِ لِلسُّنَّةِ الْمُطَهَّرَةِ وَمَا أَحْكَمَتْه فِي ذٰلِكَ إِذْ إِنَّهَا لَا تُسْتَعْمَلُ فِيْ شَيْءٍ إِلَّا عَمَّتْهُ الْبَرَكَاتُ وَلَا تُتْرَكُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَصَلَ فِيهِ ضِدُّ ذٰلِكَ.
المدخل لابن الحاج، ۴/۴۵

(۳) عنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ الآيَةَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم أَمَا إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ غَنِيَّانِ عَنْهَا لٰكِنْ جَعَلَهَا اللّٰهُ رَحْمَةً لِأُمَّتِي فَمَنْ شَاوَرَ مِنْهُمْ لَمْ يَعْدِمْ رُشْدًا، وَمَنْ تَرَكَ الْمَشُورَةَ مِنْهُمْ لَمْ يَعْدِمْ غَنًى. حضرت بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی ''وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ'' اور اُن سے اہم کاموں میں مشورہ کرتے رہا کیجیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی اور اُس کے رسول کو تو مشورہ کی ضرورت نہیں ہے البتہ اللہ تعالی نے اِسکو میری اُمت کے لیے رحمت کی چیز بنادیا ہے، چنانچہ میری اُمت میں سے جو شخص مشورہ کرتا ہے وہ سیدھی راہ پر رہتا ہے اور میری اُمت میں سے جو مشورہ نہیں کرتا وہ پریشان ہی رہتا ہے (بیہقی ۶/۷۶)

٦ جس طرح نماز کا امام بندھن (جس کے ذریعہ کسی چیز کو باندھا جائے) ہے پوری جماعت کا، (کہ اُس کی وجہ سے پوری جماعت میں اتحاد (جوڑ) ہوتا ہے اِسی طرح مشورے میں امیر بندھن ہے اجتماعیت (آپسی جوڑ) کا اُس کی وجہ سے ساتھیوں میں اتحاد پیدا ہوتا ہے۔(۱)

٧ کام کرنے والوں کی آپس کی محبّت کے ظاہر ہونے کی جگہ اور موقع مشورہ ہے۔(۲)

٨ ساری اجتماعیت اس وقت ٹوٹتی ہے جب مشورہ نہج سے ہٹتا ہے۔

٩ مشورے میں علماء کو مقدّم (آگے) رکھو تاکہ مشورہ شریعت کے مطابق ہو۔(۳)

---

(۱) مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ''امارت کی برکتیں احاطے سے باہر ہیں، ہمیں حکم ہے کہ اگر دو بھی باہر نکلیں تو ایک کو امیر بنالیں'' (ارشادات ومکتوبات، ص:۲۷) مولانا سعید احمد خان صاحبؒ فرماتے ہیں: ''جب کسی قوم کا امیر نہ ہو اور قوم کسی کے فیصلے پر راضی نہ ہو تو وہ قوم سخت خطرے میں آجاتی ہے۔ بغیر امارت کے حق غالب نہیں آسکتا اور حق والوں میں اتفاق نہیں ہوسکتا۔ امارت سے امت پن پیدا ہوتا ہے۔ (مکاتیب: ۳۸۷/۴)

(۲) فَالشُّوْرَى أُلْفَةٌ لِلْجَمَاعَةِ وَمِسْبَارٌ لِلْعُقُولِ وَسَبَبٌ إِلَى الصَّوَابِ. احکام القرآن لابن العربي ۹۱/۴: مشورہ کا عمل جماعت میں اُلفت ومحبت کا ذریعہ ہے، اور عقلوں کی گہرائی معلوم کرنے کا ذریعہ ہے اور دُرست راستہ کا سبب ہے۔

(۳) لِيَلِيَنِي مِنْكُمْ أُولُوا الْأَحْلَامِ وَالنُّهٰى (چاہئے کہ مجھ سے قریب کھڑے رہیں جو دانشمند اور سمجھدار ہیں) الترمذي، رقم: ۲۲۸

(۱۰) سیاسی لوگوں کے طریقے (مثلاً اکثریت یا اقلیت کی بنیاد پر امور طئے کرنا مجلس میں شور و شغب کرنا رائے قبول نہ کرنے کی صورت میں مجلس چھوڑ کر چلے جانا وغیرہ) اختیار کرنے سے مشورہ کا وقار (سنجیدگی) ختم ہوجاتا ہے۔

(۱۱) ہمارے مشورے کا وقار رائے پر رائے دینے اور آواز بلند کرنے سے ختم ہوا ہے، ہمارے یہاں مطالبہ نہیں ہے ورنہ اِس کے پورا کرنے پر لڑیں گے۔

(۱۲) ہم رائیونڈ میں تھے' ایک ملک کی شوریٰ بنی تھی، کسی نے کہا کہ اپنی رائے پرچہ میں لکھ کر ڈبے میں ڈال دو، ہم بعد میں غور کر کے فیصلہ کریں گے، مَیں اُٹھ کر کھڑا ہوگیا کہ اِس کام میں الیکشن کب سے شروع ہوگیا ہے، یہ تو سیاست کا طریقہ ہے، حاجی صاحبؒ اور مفتی زین العابدین صاحبؒ کے پاس گیا اور کہا کہ یہ تو ہمارے کام میں نہیں ہے اور جن سے آپ واقف نہیں اور نظام الدین والے واقف نہیں اُن کو کیسے ذمہ دار بنائیں گے۔ آپ یہ دیکھیں کہ اِن میں کون ہیں جنہوں نے رائیونڈ میں وقت دیا ہے اور ہم دیکھیں گے کہ نظام الدین میں کن حضرات کا وقت گزرا ہے اُن کو منتخب کریں اور کام کے ماحول میں اُن کا وقت لگوائیں، اِس انتخاب کا کام سے کیا تعلق ہے اور آپ کی ذات سے کیا تعلق ہے تو حاجی صاحبؒ اور مفتی صاحبؒ دونوں نے کہا: بات تو بالکل درست ہے اور ایسے ہی ہونا چاہیے۔

۱۳ اجتماعیت کو قائم کرنے کے لئے مشورہ میں اتنی وسعت رکھی گئی ہے کہ جب تک امیر صریح کُفر کا حکم نہ دے اُس کی اطاعت کرو۔(۱)

۱۴ شخصی مسائل (مثلاً کاروبار نکاح خرید وفروخت وغیرہ) میں انفرادی مشورہ ہے (کہ کسی جان کار سے رائے لی جائے)، اِس کام (دعوت کی محنت) میں اجتماعی مشورہ ہے۔(کیونکہ یہ کام اجتماعی ہے)۔

۱۵ کچھ لوگ مشورے سے پہلے اپنے ذہن کے ساتھی تیار کرکے مشورہ میں لاتے ہیں اور کہتے ہیں یوں ہونا چاہیے، اِس سے مشورہ کا وقار ختم ہوتا ہے۔

۱۶ ہمارے ہر طبقہ کا تعلق پورے مشورے سے ہے، کسی طبقہ (مثلاً بیرون، مستورات، دینی طلبہ اور عصری طلبہ وغیرہ) کے کام کیلئے کوئی جماعت مقصود نہیں ہے اور نہ کوئی ذمہ دار، اِن میں محنت کیلئے بھی مسجد وار جماعت ہے۔

۱۷ ہمارے مشورہ کی بنیاد دین کے مٹنے کا غم پیدا کرنا ہے، صرف اُمور طئے کرنا نہیں۔

۱۸ جس طرح دین میں اُس کا کوئی حصہ نہیں جو نماز کا پابند نہیں، ٹھیک اِسی طرح دعوت کی محنت میں اُس کا کوئی حصہ نہیں جو مشورے کا پابند نہیں۔

---

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم لوگوں کو بلایا اور ہم نے آپ کی بیعت کی، آپ نے جن باتوں کی ہم سے بیعت لی وہ یہ تھیں، کہ ہم بیعت کرتے ہیں اس بات پر ہم اپنی خوشی اور اپنے غم میں اور تنگدستی اور خوشحالی اور اپنے اوپر ترجیح دیئے جانے کی صورت میں سنیں گے اور اطاعت کریں گے اور حکومت کے لئے حاکموں سے نزاع نہیں کریں گے لیکن اعلانیہ کفر پر، جس پر اللہ کی طرف سے دلیل ہو۔ البخاري، رقم: ۷۰۵۶

۱۹ اسلام کے قلعہ کی مضبوطی وحدتِ کلمہ پر ہے اور وحدتِ کلمہ یہ ہے کہ جو بات مشورے سے طئے ہوجائے ساتھی وہی بات کریں اور اُسی پر جمے رہیں۔(۱)

۲۰ اُس زمانے کا باطل مسلمانوں کا مشورہ دیکھ کر روتا تھا، اور آج کا باطل مسلمانوں کے افتراق (آپسی پھوٹ) کو دیکھ کر ہنستا ہے اگر آج مشورہ صحیح رخ پر آجائے تو مشورہ کا وہی رعب لوٹ کر آئے گا۔

---

(۱) قریش نے ابوسفیان کو حدیبیہ کے معاہدہ کی تجدید کے لیے مدینہ بھیجا، انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جاکر کہا کہ ہم حدیبیہ کے موقع پر موجود نہ تھے، اس لیے چاہتے ہیں کہ تم دوبارہ ہمارے سامنے اس معاہدہ کی تجدید کردو، اور اس کی مدت میں بھی اضافہ کردو، آپ نے پوچھا کیا تم مخصوص اسی کے واسطے آئے ہو، انھوں نے کہا ہاں، فرمایا: اس درمیان میں کوئی جدید واقعہ تو نہیں پیش آیا، ابوسفیان نے کہا پناہ بخدا ہم لوگ سابق معاہدہ پر قائم ہیں، اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصل حقیقت سے واقف تھے، اس لیے تجدید معاہدہ پر راضی نہ ہوئے؛ لیکن ابوسفیان کسی نہ کسی طرح قریش کی غلطی کی تلافی چاہتا تھا، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جواب پانے کے بعد حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو درمیان میں ڈالنا چاہا، لیکن ان دونوں بزرگوں نے انکار کیا، ان کے انکار کے بعد وہ حضرت فاطمہؓ کے پاس گیا اور ان سے کہا اگر اس وقت حسن درمیان میں پڑ کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہہ دے تو ہمیشہ کے لیے عرب کا سردار کہلائیگا، لیکن اس پر فاطمہ زہراؓ رضا مند نہ ہوئیں، ان سب سے مایوس ہوکر مہاجرین و انصار کے پاس جاکر کہا، لیکن سب نے صاف انکار کردیا، ہر جگہ مایوسی ہونے کے بعد آخر میں حضرت علیؓ کے مشورہ سے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کھڑے ہوکر خود سے تجدید معاہدہ کا اعلان کرکے مکہ لوٹ گیا۔ شرح معاني الآثار، رقم: ۵۴۴۴

(۲۱) مشورہ کوئی کمپنی نہیں کہ جس کے ممبر ہوں اور سب سے رائے لینا اور سب کو متفق کرنا ضروری ہو۔(۱)

(۲۲) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انفرادی مسئلوں میں رائے دیتے تھے، فیصلہ نہیں کرتے تھے۔(۲)

(۲۳) مشورے سے غائب رہنا ساتھیوں کے درمیان غلط وسوسے پیدا ہونے کا ذریعہ ہے۔

رائے دینے والوں کے لیے ہدایات

(۲۴) ہمیشہ رائے دینے سے پہلے یہ دُعاء اللہ تعالیٰ سے مانگنی چاہیے کہ اے اللہ! میری رائے تیرے دین کی نصرت اور تیرے دین کے تقاضے پورے ہونے کے قابل ہو، اگر یہ عمل نہیں کروگے تو رائے یا تو ذاتی رائے کی بنیاد پر یا کسی فائدے کی بنیاد پر یا کسی رشتہ داری کی بنیاد پر دوگے تو اِس سے کام کی ترقی نہیں ہوگی اور یہ دین کی نصرت نہیں ہے۔

(۲۵) رائے دینے والا یہ یقین کرے کہ قیامت کے دن اُس سے پوچھا جائے گا کہ یہ رائے کیوں دیتی تھی؟ (۳)

---

(۱) مجلسِ شوریٰ کے قیام کے لئے یہ ضروری نہیں کہ رائے عامہ سے ممبر منتخب کئے جائیں بلکہ اِس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ امیر مملکت ملک کے چیدہ افراد کو اپنی نظر میں رکھے اور جب ضرورت پڑے بلا کر اُن سے مشورہ کرلے (دستورِ اسلام، ص:۵۸)

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بریرہ سے فرمایا کاش! تو اسے (مغیث کو) لوٹا لے، یعنی رجوع کرلے اس نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا (نہیں بلکہ) میں تو صرف سفارش کررہا ہوں، بریرہ نے کہا تو پھر مجھے اس کی ضرورت نہیں، بخاری، رقم:۵۲۸۳

(۳) قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ. سنن ابن ماجہ:۳۷۴۵

(۲۶) جس طرح نماز میں لقمہ دینے کے لیے دینی سمجھ بوجھ کی ضرورت ہے اِسی طرح مشورے میں رائے دینے کے لیے سمجھ بوجھ کی ضرورت ہے۔(۱)

(۲۷) کچھ لوگ مشورے سے پہلے اپنے ذہن کے ساتھی تیار کر کے مشورے میں لاتے ہیں اور کہتے ہیں یوں ہونا چاہیے! اِس سے مشورہ کا وقار ختم ہو گیا۔

(۲۸) بعض لوگ مشورے میں حقیقت کو بدل کر اِس طرح گھما پھرا کر بات رکھتے ہیں؛ حدیث میں ہے کہ اگر ہم اِن کے بارے میں فیصلہ کر دیں؛ لیکن وہ سمجھ لیں کہ ہم نے اُنہیں جہنّم کا ایک ٹکڑا کاٹ کر دے دیا وہ خوش نہ ہو کہ بات چل گئی۔(۲)

(۲۹) اپنی رائے کو حق سمجھنا سیاست ہے (کیونکہ وہاں ووٹ سب کا حق ہوتا ہے)۔

---

(۱) حضرت موسیٰ بن طلحہ سے مروی ہے کہ اُن کے والد حضرت طلحہؓ نے فرمایا: لَا تُشَاوِرْ بَخِيلًا فِي صِلَةٍ وَلَا جُبَانًا فِي حَرْبٍ وَلَا شَابًّا فِي جَارِيَةٍ بخیل آدمی سے صلۂ رحمی (رشتہ داری) اور ضرورت مندوں کا مالی تعاون کرنے کے بارے میں مشورہ نہ کیجئے اور نہ ہی جنگ کے بارے میں بزدل سے مشورہ کیجئے اور نہ ہی نوجوان آدمی سے باندی کے بارے میں مشورہ کیجئے۔ مکارم الاخلاق للخرائطی، رقم: ۷۷۵
اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ جس قسم کے معاملات میں مشورہ کیا جائے مشورہ دینے والے میں اُن معاملات کی اہلیت وصلاحیت اور تجربہ ومہارت کو دیکھنا چاہیے۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو صرف انسان ہوں تم میرے پاس مقدمہ لے کر آتے ہو بہت ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی شخص دلیل پیش کرنے میں دوسرے سے زیادہ فصیح البیان ہو اور میں اس کے حق میں فیصلہ کر دوں اس کی بات سن کر، اس لئے جس کے موافق اس کے بھائی کے حق میں سے کسی چیز کا فیصلہ کروں تو وہ نہ لے کہ میں نے اس کے لئے آگ کا ایک ٹکڑا الگ کر دیا۔ البخاری، رقم: ۶۵۶۶

(۳۰) ہم دُنیوی کام میں مشغول ہوتے ہیں اور اچانک مشورہ میں آجاتے ہیں، مشورہ سے پہلے ایسا کوئی عمل بھی نہیں ہوتا، جس سے اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل ہوتا، جس کا کام کر رہے ہیں اُس سے تعلق کے بغیر کام کر رہے ہیں، ہمارے مشوروں کے سارے جھگڑے اِسی لیے ہو رہے ہیں۔

(۳۱) جو لوگ دُنیوی تقاضوں کو دبا کر مشورے میں آتے ہیں اُن پر مشورے کے اُمور کھلتے ہیں۔ ہم کو بہت معمولی تقاضے مشورہ سے روک دیتے ہیں۔

(۳۲) مشورے میں بات صاف صاف رکھ دو یہ مت سوچو کہ یہ بات اِس طرح رکھی گئی تو ہمارے حق میں فیصلہ نہیں ہوگا، اِس طرح رکھی گئی تو فیصلہ ہو جائے گا۔

(۳۳) دوسروں کی رائے مت کاٹو توقف کے بعد (تھوڑی دیر بعد) رائے دو؛ ورنہ وہ سمجھے گا کہ میری رائے کاٹ رہا ہے۔

(۳۴) صحابہؓ صحیح رائے دے کر ڈرتے تھے اور ہم غلط رائے پر مصر ہوتے ہیں۔

(۳۵) جن کی رائے میں ذاتی فائدے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کی رائے سے ذمہ داروں کو بے رغبت کر دیتے ہیں۔

(۳۶) مشورے میں رائے قوّت کے ساتھ نہیں؛ بلکہ درخواست کے انداز میں پیش کریں۔ (اور اصرار کی علامت رائے دیتے وقت آواز بلند کرنا، اپنی رائے کو بار بار دہرانا اور اپنی رائے کے فائدے بتانا ہے)۔

(۳۷) جہاں رائے پر اصرار ہوگا وہاں افتراق ہوگا۔

(۳۸) اپنی رائے پر اصرار کرنا (اَڑ جانا) یہ آدمی کو جماعت سے الگ کردیتا ہے۔(۱)

(۳۹) مشورے میں فیصلہ ہوجائے تو اپنی رائے بھول جائیں۔(۲)

(۴۰) مشورہ کا ادب کرو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے رائے دیتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہنا پڑتا کہ آواز بلند کرو۔(۳)

(۴۱) نماز میں دیکھو! کتنا سکون ہوتا ہے؛ ایسے ہی سکون مشورے میں ہو۔

(۴۲) مشورے میں رفیق بن کر آؤ، فریق بن کر نہ آؤ کیونکہ عدالت میں ہی فریق بن کر آتے ہیں۔

(۴۳) مشورہ بے ادبی سے ٹوٹتا ہے۔

---

(۱) وَهُنَاكَ تَمَرَّدَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ الْمُنَافِقُ فَانْسَحَبَ بِنَحْوِ ثُلُثِ الْعَسْكَرِ ثَلَاثِ مِائَةِ مُقَاتِلٍ قَائِلًا: مَا نَدْرِيْ عَلَامَ نَقْتُلُ أَنْفُسَنَا؟ وَمُتَظَاهِرًا بِالاحْتِجَاجِ بِأَنَّ الرَّسُوْلَ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تَرَكَ رَأْيَهُ وَأَطَاعَ غَيْرَهُ. الرحيق المختوم مع الزيادات ص ۱۸۶

(۲) فیصلے اور نفاذ کے بعد تو امیر وسربراہ کی اطاعت ہی ہے۔ (ملفوظات حکیم الاُمّت ۲/ ۸۲، ماخوذاز: تحفۃ العلماء ۱/ ۴۸، مشورہ واستخارہ کے فضائل واحکام ص:۷۶)

(۳) اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: اللہ کے رسول! آپ انہیں ان کی اپنی قوم پر عامل بنادیجئے، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! آپ انہیں عامل نہ بنایئے، ان دونوں حضرات نے آپ کی موجودگی میں آپس میں تو تو میں میں کی، ان کی آوازیں بلند ہوگئیں، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کو تو بس ہماری مخالفت ہی کرنی ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کی مخالفت نہیں کرتا، چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی يا أيها الذين آمنوا لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النبي رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنی آواز بلند نہ کرو، اس واقعہ کے بعد عمر رضی اللہ عنہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کرتے تو اتنے دھیرے بولتے کہ بات سنائی نہیں پڑتی، سامع کو ان سے پوچھنا پڑ جاتا۔ الترمذي، رقم: ۳۲۶۶

(۴۴) اپنے اُمور کو مشورے کی طرف اجتماعی طور پر لاؤ(۱)، ملکوں میں صوبوں میں ضلعوں میں اور علاقوں میں اختلاف کی اصل وجہ یہ ہے کہ ساتھی امور کو چھپا کر پیش کرتے ہیں کہ چلو ہم ذمہ دار سے ملتے ہیں۔

(۴۵) شور مچانا کافروں کا مزاج ہے۔(۲)

(۴۶) فیصلہ کے بعد اپنی رائے پر اَڑ جانا یہ نفاق کا مزاج ہے، ایمان کا نہیں۔(۳)

(۴۷) ایک مشورے کو دوسرے مشورے سے تبدیل کیا جاسکتا ہے۔(۴)

---

(۱) ﴿وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ﴾ [النساء:۸۳]

(۲) ﴿قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ﴾ فصلت:۲۶

(۳) طلوع فجر سے کچھ پہلے آپ چل پڑے اور مقام ''شوط'' پہنچ کر فجر کی نماز پڑھی، اب آپ دشمن کے بالکل قریب تھے، اور دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے، یہاں پہنچ کر عبداللہ بن ابی منافق نے بغاوت کردی، اور کوئی ایک تہائی لشکر یعنی تین سو افراد کو لیکر یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا کہ ہم نہیں سمجھتے کہ کیوں خواہ مخواہ اپنی جان دیں، اس نے اس بات پر بھی احتجاج کا مظاہرہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی بات نہیں مانی (کہ دشمن سے مقابلہ مدینہ میں رہ کر کریں)، اور دوسروں کی بات مان لی۔ یہ واقعہ جنگ احد کے موقع پر پیش آیا۔ الرحیق المختوم ص:۳۴۵

(۴) رسول اللہ جب بدر کے مقام پر اترے تو حضرت حباب ؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا یہ حکم الٰہی ہے یا آپ کی ذاتی رائے ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ذاتی رائے ہے تو حضرت حباب ؓ نے عرض کی کہ یہ جگہ درست نہیں ہے، ہمیں پانی کے پاس اُترنا چاہیے اور تمام کنوؤں پر قبضہ کر کے ایک حوض بنالینا چاہیے، تاکہ ہمارے لشکر میں پانی کی قلت نہ ہو اور دشمن تنگی سے پریشان ہوجائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: حباب صحیح کہتے ہیں اور تمام لشکر کو لے کر بدر کے کنوئیں پر ڈیرہ ڈال دیا۔ الطبقات الکبری:۳/۵۶۷

(۴۸) جس طرح امام کولقمہ بازار اور اخبار میں نہیں دیا جاتا اِسی طرح امیر کو رائے بازار اور فون پر نہیں دی جاتی۔

(۴۹) اِس کام میں احتجاج کے لیے اِتنا کافی ہے کہ آپ مشورہ میں شریک نہ ہوں یہ کہہ کر کہ ہماری کوئی سنتا ہی نہیں۔

(۵۰) رائے دیتے وقت ضروری لازمی، ایسا کرنا فرض اور واجب جیسے کلمات سے مکمل احتیاط کریں۔

امیر کے لیے ہدایات

(۵۱) صرف ہم خیال لوگوں سے مشورہ لینا سیاست ہے۔

(۵۲) حضرت علیؓ نے ایک بڑے میاں سے فرمایا: تمھیں میرے ساتھ چلنا ہے، بڑے میاں نے کہا: نہیں، میرا بیٹا جائے گا، حضرت علیؓ نے فرمایا: بڑے کی رائے میرے لیے اہم ہے جوَان کے ساتھ چلنے سے۔(۱)

(۵۳) جو ذمہ دار میدان میں رہتا ہے (یعنی مقامی کام اور وقت پابندی کے ساتھ لگاتا ہے) تو اُس کے لیے اُمور کے طئے کرنے میں آسانی ہوتی ہے اور جو میدان میں نہیں رہتا تو وہ فیصلے کے وقت اقلیت اور اکثریت کو دیکھتا ہے اور یہ جمہوریت ہے۔

(۵۴) جو امیر ساتھیوں سے نہیں پوچھے گا وہ بگڑے گا۔

---

(۱) عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ أَنَّ رَجُلًا أَتَى عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِابْنٍ لَهُ بَدِيلًا، فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: رَأْيُ الشَّيْخِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ مَشْهَدِ الشَّابِّ، السنن الکبری: ۱۰/ ۱۹۳

(۵۵) اگر مشورہ میں کوئی ساتھی رائے نہیں دیتا بلکہ خاموش بیٹھا ہوا ہے تو اُس سے پوچھو؛ ورنہ وہ مشورہ کے باہر رائے دے گا اور اُسی سے فتنہ ہوگا۔

(۵۶) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آنے والوں کی طرف خود متوجّہ ہوتے تھے، معاملات خود دیکھا کرو، کبھی عملہ غلط رپورٹ پہنچا دیتا ہے تو غلط فیصلہ ہوجاتا ہے۔(۱)

(۵۷) ساتھیوں سے رائے لیے بغیر فیصلہ نہ کرو اگر کروگے تو تمہارے فیصلے کے بعد تمہارا عملہ ٹوٹے گا، اگر رائے لے کر فیصلہ کردوگے تو تمہارے کام میں مدد کرے گا۔

(۵۸) ساتھیوں کی رائے کا احترام کرو، اِس لیے کہ بعض قلوب (دلوں) پر رائے اِلہام کی جاتی ہے۔

(۵۹) ساتھیوں کے ساتھ ایسے رہو کہ وہ کھل کر رائے دے سکیں، صحابہؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھل کر رائے دیتے تھے۔

(۶۰) کمزور مشورہ وہ ہے جس کی وجہ سے ساتھیوں میں اختلاف پیدا ہو اور ساتھی کام چھوڑ دیں۔

---

(۱) خلاد بن یحیی، عبدالواحد بن ایمن اپنے والد ایمن سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں جابر بن عبداللہؓ کے پاس آیا، انہوں نے فرمایا ہم خندق کھود رہے تھے کہ اتنے میں ایک سخت پتھر نکلا ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ ایک سخت پتھر خندق میں نکل آیا، کیا کرنا چاہیے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ٹھہرو میں خود خندق میں اترتا ہوں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیٹ سے پتھر بندھا ہوا تھا اور تین دن بھوکے پیاسے تھے، ہم لوگوں نے بھی تین دن سے کچھ نہ کھایا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کدال ہاتھ میں لے کر اس پتھر کے سخت قطعہ پر ماری، پتھر ریتی کی طرح بہنے لگا یعنی ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ بخاری، رقم: ۴۱۰۱

(۶۱) جب امیر مامور کے تابع ہوجائے گا تو عزم جاتا رہے گا، اور سہولیات کا مطالبہ شروع ہوکر مجاہدہ کا مطالبہ اُمّت سے ختم ہوجائے گا۔(۱)

(۶۲) اگر (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی) سیرت سے مشورہ کے آداب نہیں نکالوگے تو تمہارا مشورہ جمہوریت (غیر اسلامی طرزِ حکومت) کی طرف جائے گا۔(۲)

---

(۱) **مشورہ لینے کے بعد نفاذ اور عزم صرف امیر کا معتبر ہے:**
فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ آیتِ مذکورہ میں غور فرمایئے، اِس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشورہ کا حکم دینے کے بعد فرمایا گیا ہے: فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ، یعنی مشورہ کے بعد آپ جب کسی جانب کو طے کر کے عزم کرلیں تو پھر اللہ تعالی پر بھروسہ کیجئے، اِس میں عَزَمْتُ کے لفظ میں عزم یعنی نفاذ حکم کا پختہ ارادہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا۔ عَزَمْتُمْ نہیں فرمایا جس سے عزم وتنفیذ میں صحابہ کی شرکت معلوم ہوتی، اِس اشارہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مشورہ لینے کے بعد نفاذ اور عزم صرف امیر کا معتبر ہے، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بعض وقت دلائل کے لحاظ سے اگر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے زیادہ مضبوط ہوتی تھی تو اُن کی رائے پر فیصلہ نافذ فرماتے تھے، حالانکہ مجلس میں اکثر ایسے صحابہ موجود ہوتے تھے، جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عمر، علم اور تعداد میں زیادہ ہوتے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت مرتبہ حضراتِ شیخین صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے کو جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں ترجیح دی ہے، حتی کہ یہ سمجھا جانے لگا کہ آیتِ مذکورہ صرف اِن دونوں حضرات سے مشورہ لینے کیلئے نازل ہوئی ہے۔(معارف القرآن، ۲/۲۲۵)

(۲) **کتاب دستورِ اسلام میں مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:**
مشورہ کے معنی:

←

....

لفظِ مشورہ اور لفظِ شوریٰ عربی زبان میں ''شُرْتُ الْعَسَلَ شَوْرًا'' سے ماخوذ ہے، جس کے معنی چھتہ میں سے شہد نکالنے کے ہیں، گویا مجلسِ شوریٰ بمنزلۂ شہد کے چھتہ کے ہے، جس سے مقصود ایسی عمدہ رائے کا معلوم کرنا ہے کہ جو بمنزلۂ شہد کے ہو اور جس طرح شہد شفاء امراض میں کام دیتا ہے اُسی طرح یہ عمدہ رائے بھی مہلکات اور مشکلات سے نجات دیتی ہے اور تردد اور اضطراب اور پریشانی اور پشیمانی سے عافیت بخشتی ہے۔

نظامِ سلطنت کا دارومدار تین خصلتوں پر ہے:

شیخ عارف باللہ ابو بکر طرطوشی مالکیؒ لکھتے ہیں کہ نظامِ سلطنت کا دارومدار تین خصلتوں پر ہے:

اوّل: لین وترک فظاظت یعنی نرمی اور ملاطفت۔

دوّم: مشاورت۔

سوّم: یہ کہ ایسے شخص کو عہدہ اور منصب نہ دیا جائے جو اُس کا طالب اور اُس میں راغب ہو۔ یہ تین خصلتیں سلطنت کی بنیاد اور جڑ ہیں۔

پہلی دو باتوں کا ذکر قرآن کریم کی اِس آیت میں ہے: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ کیونکہ دُرشتی اور سختی مؤجبِ نفرت ہے اور مشورہ منبعِ خیرات وبرکات ہے، اور تیسری خصلت کا ذکر حدیث میں ہے، ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھ کو فلاں علاقہ کا عامل اور حاکم بنا دیجیے!! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ہم اُس شخص کو عامل اور والی مقرر نہیں کرتے جو اُس کا طلبگار ہو۔ (بخاری ومسلم) وجہ اُس کی یہ ہے کہ عہدہ کی طلب اور رغبت اُس کی حرص اور طمع پر دلالت کرتی ہے اور منصب ایک امانت ہے، جو حریص اور طامع کو سپرد نہیں کی جاسکتی، حریص اور طامع سے خیانت کا اندیشہ ہے۔ (سراجُ الملوک، ص: ۴۴)

مشورہ کے فائدے:

←

مشورہ کا فائدہ یہ ہے کہ مسئلہ کے تمام پہلو مفید اور مضرّ روشن ہو کر سب کے سامنے آجائیں اور بعد میں کسی ایک جانب کو علی بصیرۃ متعین کرلیا جائے اور اُسی ایک جانب کی تعین کا نام عزم ہے؛ کما قال تعالیٰ: وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ سے اُمورِ مہمہ (اہم کاموں) میں مشورہ کریں، لیکن جب کسی ایک جانب کا پختہ عزم کرلیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجیے، اللہ تعالیٰ توکُّل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے، حق تعالیٰ نے عزم کے بعد توکّل کا حکم اس لیے دیا کہ لوگ اسباب اور تدبیر کو مؤثرِ حقیقی نہ سمجھیں، اِس لئے کہ مشورہ بھی ایک قسم کی تدبیر اور ایک قسم کا سبب ہے، شریعت نے نہ تو بالکل ترکِ اسباب (یعنی ترکِ مشورہ) کا حکم دیا اور نہ بالکلیہ اسباب اور تدابیر یعنی مشورہ پر بھروسہ اور اعتماد کا حکم دیا ہے، بلکہ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ کے ساتھ توکل کا بھی حکم دیا ہے، فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ یہ اسلامی تعلیم ہے جو بالکل صحیح ہے، جس پر مسلمانوں کو ناز ہے کہ نہ تو اسبابِ ظاہرہ کو بے کار سمجھتے ہیں اور نہ اسبابِ ظاہرہ کو مؤثرِ حقیقی اور منجی سمجھتے ہیں، وَخَيْرُ الْأُمُورِ أَوْسَطُهَا۔

تنہا رائے بسا اوقات لغزش کھاجاتی ہے:

کسی حکیم اور دانا کا قول ہے ’’مِنْ حَقِّ الْعَاقِلِ أَنْ يُضِيفَ إِلَى رَأْيِهِ آرَاءَ الْعُقَلَاءِ وَيَجْمَعَ إِلَى عَقْلِهِ عُقُولَ الْحُكَمَاءِ، فَإِنَّ الرَّائِيَ الْفَذَّ رُبَّمَا زَلَّ وَالْعَقْلُ الْفَرْدُ رُبَّمَا ضَلَّ‘‘ عاقل اور دانا کا فرض یہ ہے کہ اپنی رائے کے ساتھ دوسرے عقلاء کی رایوں کو بھی ملائے اور اپنی عقل کے ساتھ حکماء کی عقلوں کو بھی جمع کرے کیونکہ تنہا رائے بسا اوقات لغزش کھا جاتی ہے اور تنہا عقل بسا اوقات گمراہ ہوجاتی ہے۔ (ادب الدنیا والدین، ص: ۴۰۰)

آدمی کتنا ہی صاحبِ فِراست کیوں نہ ہو؛ مگر بہرحال اُس کی عقل محدود ہے، تمام حالات اور احتمالات کا احاطہ تقریباً ناممکن ہے، مشورہ کے بعد اگر غلطی بھی ہوتی تو اوّل تو عقلاء کی تمام جماعت سے خطا کا صدور بعید از عقل ہے، دوّم یہ کہ اُس کو ندامت نہ ہوگی بلکہ ساری جماعت کی ہمدردی اُس کے ساتھ ہوگی۔

←

....

اِس کا ایک چہرہ ہے مگر اُس میں ہزار آنکھیں ہیں:

''وَصَفَ رَجُلٌ عِضُدَ الدَّوْلَةِ فَقَالَ: لَهُ وَجْهٌ فِيْهِ أَلْفُ عَيْنٍ وَفَمٌ فِيْهِ أَلْفُ لِسَانٍ وَصَدْرٌ فِيْهِ أَلْفُ قَلْبٍ'' ایک شخص نے عِضدُ الدولہ کی تعریف میں کہا کہ اِس کا ایک چہرہ ہے مگر اُس میں ہزار آنکھیں ہیں اور اِس کا ایک منہ ہے جس میں ہزار زبانیں ہیں اور اِس کا ایک سینہ ہے جس میں ہزار دل ہیں، یعنی وہ ایک آنکھ سے نہیں دیکھتا اور نہ ایک زبان سے بولتا ہے اور نہ ایک دل سے سوچتا ہے بلکہ ہزار آنکھوں سے دیکھتا ہے اور ہزار زبانوں سے بولتا ہے اور ایک ہزار دلوں سے سوچتا ہے مطلب یہ ہے کہ ایک ہزار عقلاء سے مشورہ کرتا ہے، ہر عقل بمنزلہ چراغ اور قندیل ہے اور ظاہر ہے کہ ایک چراغ کی روشنی تھوڑی ہوتی ہے اور جب بہت سے چراغ مل جائیں گے تو روشنی دور تک پہنچ جائے گی اور اطراف وجوانب کی چھوٹی بڑی چیزیں نظر آجائیں گی۔

حدیث میں ہے: اَلْمَشْوَرَةُ حِصْنٌ مِنَ النَّدَامَةِ وَأَمَانٌ مِنَ الْمَلَامَةِ مشورہ ندامت اور پشیمانی سے محفوظ رہنے کا ایک قلعہ ہے اور لوگوں کی ملامت سے امن ہے، (ادب الدنیا والدین، ۱/۳۰۰)

✦ نیز ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا: لَقِّحُوْا عُقُوْلَكُمْ بِالْمُذَاكَرَةِ وَاسْتَعِيْنُوْا عَلٰى أُمُوْرِكُمْ بِالْمُشَاوَرَةِ یعنی اپنی عقلوں کو باہمی مذاکرہ سے بارآور اور ثمر دار بناؤ، اُمورِ مہمہ اور مشکلات میں باہمی مشاورت سے مدد لو۔ (ادب الدنیا والدین، ۱/۳۰۳)

✦ کہا جاتا ہے: ''مَنْ أُعْجِبَ بِرَأْيِهِ ضَلَّ وَمَنْ اسْتَغْنٰى بِعَقْلِهِ زَلَّ'' جس شخص نے اپنی رائے پر ناز کیا وہ گمراہ ہوا اور جو شخص اپنی عقل سے دوسری عقلوں سے بے نیاز ہوا اُس نے ٹھوکر کھائی۔ (الاخلاق الزکیہ فی آداب الطالب المرضیۃ، ۱/۶۶)

✦ اور حدیث میں ہے: ''مَا خَابَ مَنِ اسْتَخَارَ وَلَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ'' جس نے حق تعالٰی سے استخارہ کیا وہ ناکام نہیں ہوا، اور جس نے مشورہ کر کے کام کیا وہ شرمندہ اور نادم

نہیں ہوا۔(المعجم الاوسط،رقم:۶۶۲۷)

✦ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں:''نِعْمَ الْمُوَازَرَۃُ الْمُشَاوَرَۃُ وَبِئْسَ الْاِسْتِبْدَادُالِاِبَاءُ'' باہمی مشورہ بہترین باہمی امداد ہے اور استبداد یعنی خود رآئی بدترین عادت ہے۔(المدخل لابن الحاج،۴/۴۱)

✦ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں:''مَا تَشَاوَرَ قَوْمٌ قَطُّ اِلَّا ھُدُوْا رُشْدَھُمْ ثُمَّ تَلَا وَ أَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ'' جو قوم مشورہ کرتی ہے تو اُس کو بہترین بات کی ہدایت ہوتی ہے اور اِس کی تائید کیلئے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ حق جلّ شانہ نے اِس آیت میں اور اِس سے پہلی آیتوں میں مؤمنین کی مدح فرمائی اور اُن کے اوصاف بیان کیے اور منجملہ اوصاف یہ وصف بیان کیا کہ وہ اپنے معاملات میں مشورہ کرتے ہیں اور خودآرائی سے کام نہیں لیتے۔(الدر المنثور،۷/۳۵۷)

قابلِ مشورہ کون سے اُمور ہیں:

قابلِ مشورہ وہ اُمور ہیں کہ جن میں شریعت یا عقل یا تجربہ کے لحاظ سے نفع اور ضرر کی جہت متعین نہ ہو جہت متعین کرنے کیلئے مشورہ کیا جاتا ہے اور جن اُمور میں شریعت نے کوئی جہت متعین کردی ہو اُن میں مشورہ جائز نہیں۔جیسا کہ حضرت علیؓ کی حدیث گزر چکی ہے۔

ارکانِ شوریٰ کے دس اہم اوصاف:

ارکانِ شوریٰ کیلئے یہ ضروری ہے کہ اُن میں مشورہ کی اہلیت موجود ہو اور اہلیت کیلئے حسبِ ذیل اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔

۱ **عقلِ کامل رکھتا ہو،** ناقص العقل سے مشورہ کرنا باتفاقِ عقلاء حماقت ہے۔عَنْ أَبِیْ ھُرَیْرَۃَ مَرْفُوْعًا اِسْتَرْشِدُوْا الْعَاقِلَ تَرْشُدُوْا وَلَا تَعْصُوْہُ فَتَنْدَمُوْا رواہ الخطیب (ادب الدنیا والدین،ص:۲۶۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عاقل سے مشورہ کر کے سیدھی راہ تلاش کرو، اِس

....

طرح سے تم کو سیدھی راہ نظر آئے گی، عاقل اور دانشمند کے خلاف مت کرو پچھتاؤ گے۔

۲ تجربہ کار ہو، تجربہ سے عقل مکمل ہو جاتی ہے، کسی حکیم کا قول ہے کُلُّ شَیْءٍ یَحْتَاجُ إِلَی الْعَقْلِ وَالْعَقْلُ یَحْتَاجُ إِلَی التَّجَارِبِ وَلِذٰلِکَ قِیْلَ :اَلْأَیَّامُ تَھْتِکُ لَکَ مِنَ الْأَسْتَارِ الْکَامِنَۃِ۔ (ادب الدنیا والدین، ص:۲۶۱) ہر چیز عقل کی محتاج ہے اور عقل تجربوں کی محتاج ہے اِس وجہ سے کہا گیا ہے کہ زمانہ کے تجربے پوشیدہ اُمور سے پردے اُٹھا دیتے ہیں۔

۳ مشورہ دینے والا مسلمان ہو، غیر مسلم مسلم کی خیر خواہی نہیں کر سکتا، اِس لیے شوریٰ کے لئے مسلمان کا انتخاب از بس ضروری ہے۔

۴ حکومت اور عامۂ مخلوق کا خیر خواہ اور ہمدرد ہو، اِس لیے کہ مشورہ میں مشورہ لینے والے کی خیر خواہی کو ملحوظ نہ رکھنا دناءت اور کمینہ پن ہے اور کمینہ آدمی قابلِ مشورہ نہیں۔

۵ امین اور دیانتدار ہو یعنی خائن اور خودغرض نہ ہو، اپنی غرض کو ملحوظ رکھ کر مشورہ نہ دے خودغرض کا مشورہ لائقِ اعتماد نہیں۔

۶ بلکہ خودغرضی کا واہمہ بھی نہ ہو، اِسی وجہ سے شریعت نے باپ کی شہادت کو اولاد کے حق میں اور اولاد کی شہادت کو باپ کے حق معتبر قرار نہیں دیا اور زوجین کی شہادت کو ایک دوسرے کے حق میں معتبر نہیں مانا اِس لیے کہ اغراض اور منافع باہم مشترک ہیں باپ کا نفع بیٹے کا نفع ہے اور یہ شہادت خودغرضی کے شبہ اور شائبہ سے خالی نہیں۔

۷ عالم اور دیندار اور متقی اور پرہیز گار ہو جو شخص علم سے عاری ہو اور اُس کے دل میں خوفِ خدا نہ ہو اُس سے صحیح مشورہ کی توقع نادانی ہے۔ (ادب الدنیا والدین، ص:۲۶۱)

۸ مشورہ دینے والا مرد ہو عورت نہ ہو، بلکہ حکماء نے کہا ہے کہ جو شخص عورتوں کے پاس زیادہ بیٹھتا ہے اُس سے بھی مشورہ نہ لینا چاہیے، ایسا شخص ظاہراً اگرچہ مرد ہے مگر مزاج اُس کا زنانہ ہے، کسی حکیم کا قول ہے: لَا تُشَاوِرْ إِلَّا الْحَازِمَ غَیْرَ الْحَسُوْدِ وَ اللَّبِیْبَ غَیْرَ الْحَقُوْدِ وَ إِیَّاکَ وَ مُشَاوَرَۃَ النِّسَاءِ فَإِنَّ رَأْیَھُنَّ إِلَی الْأَفْنِ وَ عَزْمَھُنَّ إِلَی

الْوَهْنِ (ادب الدنیاوالدین،ص:۲۶۱)ایسے محتاط اور صاحبِ حزم سے مشورہ کر جو حاسد نہ ہواور ایسے دانشمند سے مشورہ کر جو کینہ پرور نہ ہواور عورتوں کے مشورہ سے قطعاً پرہیز کرنا کیونکہ اُن کی رائے کا میلان فساد اور بربادی کی طرف ہوتا ہے اوران کا عزم سُستی کی طرف ہوتا ہے،

✦ اور حدیثِ شریف میں ہے إِذَا كَانَ أُمَرَاءُكُمْ خِيَارَكُمْ وَأَغْنِيَاءُكُمْ أَسْخِيَاءَكُمْ وَأَمْرُكُمْ شُوْرٰى بَيْنَكُمْ فَظَهْرُ الْأَرْضِ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ بَطْنِهَا وَإِذَا كَانَ أُمَرَاءُكُمْ شِرَارَكُمْ وَأَغْنِيَاءُكُمْ بُخَلَاءَكُمْ وَأُمُوْرُكُمْ إِلَى نِسَاءِكُمْ فَبَطْنُ الْأَرْضِ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ ظَهْرِهَا. الترمذي، رقم:۲۲۶۶ جب تمہارے حاکم اور امیر تم میں کے بہتر اور پسندیدہ لوگ ہوں اورتمہارے مال دار لوگ سخی اور کریم ہوں اورتمہارے کام باہمی مشورے سے طے ہوتے ہوں تو پھر زمین کے اوپر رہنا اُس کے اندر دفن ہونے سے بہتر ہے اور جب معاملہ برعکس ہوجائے کہ تمہارے امیر اور حاکم بدترین اورشریر ہوں اور مال داربخیل اور کنجوس ہوں اور تمھارا معاملہ تمہاری عورتوں کے ہاتھ میں ہوتو پھر زمین میں دفن ہوجانا زمین پر زندہ رہنے سے بہتر ہے۔

✦ نیز ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ارشادفرمایا۔ لَا يَفْعَلَنَّ أَحَدُكُمْ أَمْرًا حَتّٰى يَسْتَشِيْرَ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ مَنْ يُسْتَشِيْرُ فَلْيَسْتَشِرِ الْأُمَرَاءَ ثُمَّ لِيُخَالِفْهَا،فَإِنَّ فِيْ خِلَافِهَا الْبَرَكَةُ. رواه الديلمي عن انس فيض القدير، ۳۵۶/۶۔ آدمی کوئی کام بغیر مشورہ کے نہ کرے اور اگر مشورہ کیلئے کوئی نہ ملے تو کسی عورت سے مشورہ کرے پھر اُس کے خلاف کرے ،اُس کے خلاف میں خیر و برکت ہے، اِس حدیث کوابن عدی نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے

✦ حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ عورتوں کے خلاف کرو،اُن کے خلاف میں برکت ہے کیونکہ عورتیں سراپا نفس ہیں اورصواب اندیش اوردوراندیش عقل سے وہ دورہیں، اِس لئے اُن کی مخالفت مؤجبِ خیروبَرَکت ہوئی عورتوں کی بےعقلی اور بےتدبیری اورعدم

تآل اندیشی اور اُن کی حرص وطمع اور جلد بازی اور بدگمانی اور بدزُبانی حکماء عالم کے نزدیک مسلّم اور ضرب المثل ہے، ایسی جنس سے مشورہ کرنے کی عقل اجازت نہیں دیتی۔ ✦ حدیث میں ہے کہ طَاعَۃُ النِّسَاءِ نَدَامَۃٌ رَوَاہُ ابْنُ عَسَاکِرٍ یعنی عورتوں کی اطاعت اوراُن کے کہنے پر چلنا موجب ندامت اور باعث شرمساری ہے۔

✦ اور ایک روایت میں ہے کہ طَاعَۃُ الْمَرْأَۃِ نَدَامَۃٌ رَوَاہُ ابْنُ عَدِیٍّ دیکھو! فیض القدیر لشیخ عبدالرؤوف المناوی، ۲۶۲/۴

✦ اور معجم طبرانی کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: هَلَکَتِ الرِّجَالُ حِیْنَ أَطَاعَتِ النِّسَاءَ مرد جب عورتوں کے کہنے پر چلنے لگیں گے تو ہلاک ہوجائیں گے۔ علّامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ اِس حدیث کی اسناد حَسن ہے۔(فیض القدیر، ۳۵۶/۶)۔ کیونکہ عورتوں کی عقل اور دین کا ناقص ہونا احادیثِ صحیحہ سے ثابت اور ناقص العقل کی اطاعت عقلاً نقصان عقل کی دلیل ہے۔ اکثر سلطنتوں کی تباہی اور خرابی عورتوں کی اطاعت کے باعث ہی ہوئی ہے۔

✦ اِس بناء پر حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے خَالِفُوْا النِّسَاءَ فَإِنَّ فِيْ خِلَافِهِنَّ الْبَرَکَۃَ عورتوں کے خلاف کرو کیونکہ عورتوں کی مخالفت میں برکت ہے۔ دیکھو! فیض القدیر لشیخ عبدالرؤف المناوي، ۲۶۳/۴)

حکماءِ عُقلاء اور اُدباء نے عورتوں کے نقصانِ عقل اور اُن کے دیگر نقائص اور خصائص پر مستقل کتابیں لکھی ہیں پنجاب یونیورسٹی کے مولوی فاضل کے نصاب میں دیوانِ حماسہ داخل نصاب ہے، جو اب سے تقریباً ایک ہزار سال قبل کی تالیف ہے، اس کتاب کا آخری باب بَابُ نَدَمَۃِ النِّسَاءِ ہے، اِس کو پڑھ لیا جائے، اِس باب میں عورتوں کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔

نصیحت:

خلیفہ عمر بن عبد العزیزؒ فرماتے ہیں لَا تَخْلُوَنَّ بِامْرَأَۃٍ وَإِنْ أَقْرَأْتَهَا الْقُرْآنَ عورت سے

خلوت اور تنہائی ہرگز نہ کرا اگرچہ تنہائی میں تو اُس کو قرآن پڑھائے۔ (مستطرف ص ۸۹ ج ۱،) شریعت میں غیر عورت کو قرآن پڑھانا سننا قطعاً حرام ہے البتہ اپنی بیوی کو قرآن پڑھانا اور اُس کا قرآن سننا جائز ہے اور شریعت میں باجماعِ اُمّت عورت کو اذان دینا ناجائز ہے؛ پس! جب عورت کی اذان ناجائز ہوئی تو جلسہ میں اُس کی تقریر بدرجۂ اولی حرام ہوگی۔

امام رازیؒ نے تصریح کی ہے کہ عورتیں بہت سے احکام شرعیہ میں مردوں کے تابع کی گئی ہیں، براہِ راست اُن سے خطاب نہیں کیا، تبعًا وہ احکام میں شامل کی گئی ہیں، اِس عمل کا راز یہی ہے کہ عورتیں خود مختار نہیں بلکہ اُن کے اختیار کی باگ مردوں کے ہاتھ میں ہے البتہ عبادات میں عورتیں خود مختار ہیں اِس لئے عبادات کا اختیار ہر شخص کو علیحدہ ہوتا ہے۔

۹ مشورہ دینے والا ایسا شخص ہونا چاہیئے کہ اُس کا دل و دماغ ہجومِ افکار کی وجہ سے پریشان اور پراگندہ نہ ہو ایسا شخص باوجود کامل تدیّن (مکمل دین داری)، تقوی اور ہمدردی کے، صحیح مشورہ دینے سے قاصر اور عاجز رہتا ہے جو خود پریشان اور پَراگندہ دل ہے وہ دوسرے کی رہنمائی کیا کرے گا۔

۱۰ ارکان شوری میں باہم تنافس اور تحاسد نہ ہو، اِس لئے کہ حسد اور تنافس کی صورت میں ایک دوسرے کی رائے قبول نہ کرے گا اور مشاورت کا نتیجہ سوائے منازعت اور منافرت کے کچھ نہ ہوگا۔ یہ دس اوصاف ہیں جن کے ساتھ موصوف ہونے سے آدمی مشورہ کا اہل ہوجاتا ہے۔

مشیر کے فرائض اور آداب:

ا مشیر کا پہلے فرض یہ ہے کہ اگر اُس کو مشورہ کے لئے بلایا جائے تو سب سے پہلے اپنے اندر غور کرے کہ مجھ میں اہلیت مشورہ کی ہے یا نہیں یعنی اوصاف مذکورہ اُس میں پائے جاتے ہیں یا نہیں اگر وہ اوصاف اپنے میں نہ پائے تو اِس امانت کے تحمل سے فوراً انکار کردے اور خوامخواہ دوسروں پر بوجھ نہ بنے، راحت اور عزت اِسی میں ہے کہ جس

چیز کا اہل نہیں اُس میں دخل نہ دے۔

۲ مستشیر (مشورہ طلب کرنے والے) کی خیر خواہی اور اخلاص میں دقیقہ نہ اٹھا رکھے جس نے اپنے معاملہ کا دارو مدار آپ کی رائے اور مشورہ پر رکھا ہے صدقِ نیت کے ساتھ اُس کو مشورہ دینا چاہیے، یہ بڑی ہی دناءت اور کمینہ پن ہے کہ مشورہ میں اُس کی خیر خواہی کو نظر انداز کرے اور یہ صریح ظلم ہے کہ ایک شخص تم پر اعتماد کر کے مشورہ طلب کرتا ہے اور تم اُس کو غلط مشورہ دے کر اُس کی امیدوں پر پانی پھیرتے ہو حدیث میں ہے اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ (کنز العمال، رقم: ۴۱۹۰) جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہے اور امین کے لئے امانت میں خیانت جائز نہیں۔

۳ جس امر میں اُس سے مشورہ لیا جائے اُس کو کھول کر صاف اور واضح بیان کرے گول مول نہ کہے کما قال تعالی فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ [الحجر: ۹۴]

۴ جس طرح مجلسِ مشاورت میں اپنی رائے کا اظہار آزادی کے ساتھ ضروری ہے اِسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ دوسرے ارکانِ شوریٰ کی رائے اور اُن کے دلائل کو بغور سنے اور اُن کی طرف پوری توجہ کرے، عجب نہیں کہ دوسری رائے اُس کی رائے سے بہتر ہو اور دل میں یہ پختہ نیت رکھے کہ جس کی زبان سے حق ظاہر ہوگا اُس کو قبول کروں گا، اور اُسی کا اتباع کروں گا، عزت حق کی اتّباع (پیروی) میں ہے، سخن پروری میں عزت نہیں۔ آدابِ مجلس کے خلاف ہے کہ دوسرا شخص اپنی رائے پیش کرے اور یہ اُس کی طرف متوجہ نہ ہو خود اپنے اوپر قیاس کرو کہ اگر تم گفتگو کرو اور دوسرا تمہاری طرف متوجہ نہ ہو تو تم پر کیا گزرتی ہے۔

✦ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ لِجَلِيْسِيْ عَلَيَّ ثَلَاثٌ أَنْ أَرْمِيَهُ بِطَرْفِيْ إِذَا أَقْبَلَ وَأُوَسِّعَ لَهُ إِذَا جَلَسَ وَأُصْغِيَ إِلَيْهِ إِذَا تَحَدَّثَ ہم نشین کے لئے مجھ پر تین حق ہیں؛ ایک یہ کہ جب وہ میری طرف متوجہ ہو تو میں اپنی نگاہ اُس کی طرف کروں، دوسرے یہ کہ جب وہ بیٹھے تو اُس کے لئے جگہ چھوڑ دوں تیسرے یہ کہ جب وہ

گفتگو کرے تو میں اُس کی طرف کان لگاؤں (مستطرف،۱/۱۰۹)

✦ اور حق جلّ شانہٗ نے مومنین کی مدح میں اِس وصف کو خاص طور پر ذکر فرمایا ہے الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ [الزمر:۱۸] جو لوگ بات کو توجہ سے سنتے ہیں پھر اُس میں سے جو بات بہتر ہوتی ہے اُس کا اتباع کرتے ہیں۔

مجلسِ شوری میں اپنے رائے کے اظہار میں پیش قدمی نہ کرے بلکہ اپنے سے زیادہ عاقلوں اور تجربہ کاروں کو موقع دے تا کہ اُن کی رائے سن کر بہتر رائے قائم کرنے کا موقع مل جائے۔ اظہارِ رائے میں عجلت (جلد بازی) کا انجام سوائے ندامت وخجالت یا رائے کی کمزوری ظاہر ہونے کے کچھ نہیں۔ ابن عبیرہ نے اپنے بیٹے کو وصیت کی لَاتَکُنْ اَوَّلَ مُشِیْرٍ، تو سب سے پہلے مشورہ دینے والا نہ بن۔ (العقد الفرید،۱/۵۹)

مجلسِ شوریٰ کا قیام:

یہ تو ثابت ہو گیا کہ امیرِ مملکت کے لئے ایک مجلسِ شوریٰ کا ہونا ضروری ہے کہ جن کے مشورہ سے حکومت کا کارخانہ چلے لیکن مجلسِ شوری کے قیام کیلئے یہ ضروری نہیں کہ رائے عامہ سے ممبر منتخب کئے جائیں بلکہ اِس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ امیرِ مملکت ملک کے چیدہ افراد کو اپنی نظر میں رکھے اور جب ضرورت پڑے بلا کر اُن سے مشورہ کر لے۔

✦ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی حیاتِ طیبہ میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرماتے، اور خلفاء راشدینؓ کا طریقہ یہ رہا کہ جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو اکابرِ مہاجرین اور اکابرِ انصار کو بلا کر مشورہ فرماتے، خلفاء راشدینؓ کے دورِ حکومت میں الیکشن کے ذریعہ کوئی مجلسِ شوریٰ قائم نہیں کی گئی، خلفاء راشدینؓ علماء اور صلحاء اور عقلاء کو بلا کر مشورہ کر لیتے اور اُس کے مطابق حکم جاری فرما دیتے، اِس کا تمام تر دارومدار امیرِ مملکت کی فہم وفراست اور اُس کی امانت و دیانت پر ہے، اگر امیرِ مملکت سمجھدار اور دیانتدار اور امانتدار ہے تو خیر وبرکت ہے اور اگر اُس کے دل میں کھوٹ ہے تو پھر مجلسِ شوریٰ سے بھی کوئی فائدہ نہیں۔

اِس زمانہ میں جو ہو رہا ہے وہ ہو رہا ہے اور دنیا دیکھ رہی ہے کوئی انگشت بدنداں ہے اور کوئی سر بگریبان حیرت ہے اور کوئی ہنس رہا ہے اور کوئی زبان سے کچھ کہہ رہا ہے۔ اے اللہ! تو مسلمانوں کی مجلسِ شوریٰ کو ہر ذلّت اور ندامت اور نقصانِ مایہ اور شماتتِ ہمسایہ سے محفوظ رکھ۔ آمین یارب العالمین۔

مشورہ کا طریقہ:

اگر کسی معاملہ میں ایک جماعت سے مشورہ کرنا ہے تو اس کے دو طریقے ہیں:

ا ایک یہ کہ ہر ایک سے جداگانہ اور علیحدہ علیحدہ مشورہ کرے تاکہ ہر شخص پوری قوت اور ہمت کے ساتھ دل کھول کر اپنی رائے دے سکے۔

۲ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مجلسِ مشاورت منعقد کرے اور سب کو ایک جگہ جمع کر کے معاملہ کو پیش کرے اور رائے لے تاکہ مجلس میں ہر شخص اپنی رائے کو بلا تردد اور بلا تکلف ظاہر کر دے تاکہ مجلس میں معاملہ کے تمام پہلو روشن ہو کر نظروں کے سامنے آجائیں۔

اہلِ فارس مشاورت کے لئے انعقادِ مجلس کو پسند کرتے تھے، اور اہلِ فارس کے علاوہ دوسری قومیں تنہائی اور خلوت میں جدا جدا مشورہ کرنے کو پسند کرتی تھیں۔

امام ابوالحسن ماوردیؒ ان دونوں مذہبوں کو نقل کر کے فیصلہ فرماتے ہیں کہ علی الاطلاق حکم لگانا مناسب نہیں، بلکہ سب سے اول یہ دیکھنا چاہیئے کہ مشورہ کس قسم کی بات میں ہے اگر وہ بات معلوم اور معیّن ہے لیکن تردّد اس میں ہے کہ وہ حق اور صواب ہے یا باطل اور خطا ہے، تو اس کے لئے بحالتِ اجتماعی مشورہ کرنا مفید اور انفع ہے تاکہ مجمعِ عام میں رد وقدح ہو کر اُس کا حسن وقبح واضح ہو جائے اور حق و باطل کا فرق مناظرہ سے خوب واضح ہوتا ہے۔

اور اگر مشورہ ایسے امر میں ہے جو ایسا مبہم اور مشکل ہے کہ اُس کے حل کے طریقے بھی معلوم نہیں ہوئے اور اُس میں جس قدر احتمالات اور امکانات ہیں، وہ ابھی تک معیّن اور مشخّص نہیں، تو ایسی صورت میں ہر شخص کو جداگانہ غور وفکر کا موقع دیا جائے تاکہ خلوت و

تنہائی میں زور فکر لگا کر اُس کے احتمالات اور امکانات کو کرید کرید کر نکالا جا سکے اور یہ بات مجمعِ عام میں حاصل نہیں ہو سکتی۔

خلاصہ یہ کہ بعض حالات میں مشورہ کے لئے انعقادِ مجلس بہتر ہے اور بعض حالات میں ہر ایک سے جدا جدا مشورہ کرنا بہتر ہے۔ دیکھو ادب الدنیا والدین ص ۲۶۳ اور اس کی شرح منہاج الیقین ص ۴۹۴

یہ امام ابوالحسن ماوردیؒ کا فیصلہ ہے کہ کسی حالت میں کس طرح مشورہ بہتر ہے یہ نہایت عمدہ فیصلہ ہے، امیرِ مملکت جس طریقہ کو مناسب سمجھے اُس کو اختیار کرے اور سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ اول جداگانہ رائیں حاصل کر لی جائیں اور پھر مجلسِ شوری میں پیش کر کے اُن پر بحث مباحثہ کر کے ایک جانب کو معیّن کر لیا جائے۔

مشورہ کی ایک دوسری تقسیم:

ہر ایک شخص سے تحریری رائے حاصل کی جائے اور پھر اُن کو مجلسِ شوریٰ میں پیش کر دیا جائے یا ہر ایک سے زبانی رائے لی جائے اور پھر مجلسِ شوری میں تمام رایوں کو زبانی بیان کر کے اُس پر بحث کی جائے۔

نصیحت:

مشورہ کے بعد فوراً اُس رائے کو قابلِ اعتماد نہ سمجھنا چاہئے تاوقتیکہ اُس پر کئی مرتبہ غور نہ کر لیا جائے اُس پر عمل نہ کیا جائے۔ احتیاط سے کام لیا جائے جلدی نہ کی جائے۔ مشورہ کے بارے میں حکماءِ عالَم اور علماءِ اسلام کا یہی مشورہ اور نصیحت ہے۔

اختلافِ رائے کی صورت میں فیصلہ کی کیا صورت ہو:

مشاورت کے لئے اختلافِ رائے ضروری ہے اب قابلِ غور یہ امر ہے کہ اختلافِ رائے کی صورت میں فیصلہ کی کیا صورت ہوگی، ایسی صورت میں کس رائے کو قابلِ عمل اور قابلِ قبول قرار دیا جائے اور کس رائے کو ردّ کیا جائے، احتمالِ عقلی صرف دو ہیں: قوتِ دلیل اور کثرتِ آراء کہ کس کو ترجیح دی جائے لیکن جب عقل کے ترازو میں تولتے

....

ہیں تو روزِ روشن کی طرح یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اصل ترجیح اور فیصلہ کا دار و مدار قوتِ دلیل پر ہے، کثرتِ رائے کو فی ذاتہ صحت اور صواب میں اُمور فیصلہ اور ترجیح میں کوئی دخل نہیں، البتہ اشتباہ کی حالت میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ کثرتِ رائے قوتِ دلیل کی ایک علامت اور نشانی ہے، کثرتِ رائے کو حسنِ ظن کی بناء پر قوتِ دلیل کی نشانی کہا جاسکتا ہے عینِ دلیل نہیں کہا جاسکتا۔

جاننا چاہیے کہ کثرتِ رائے قوتِ دلیل کی علامت اُس جگہ ہے کہ مشورہ دینے والے ایسے ہوشیار، سمجھدار، تجربہ کار، پختہ کار، دیانتدار اور امانتدار ہوں اور لوگوں کو اُن کی عقل اور اُن کی فہم وفراست اور امانت و دِیانت پر اعتماد ہو ایسے لوگوں کی کثرتِ رائے تو قوتِ دلیل کی علامت ہے اور باقی حُمقاء (بے وقوف) جہلاء (جاہل) نادان، ناتجربہ کار اور خودغرض افراد کی رائے کا نہ کوئی اعتبار ہے اور نہ کوئی وقعت، اور نہ اُن کی قلت اور کثرت کی کوئی حقیقت ہے اور نہ کوئی اِس کا وزن ہے۔

گفتگو عقلاء کی قلت اور کثرت میں ہے اور بلا دلیل محض کثرتِ رائے ایک شور وغوغاء ہے خاص کر جس کثرت کے نیچے خودغرضی اور چالاکی مضمر ہو تو ایسی کثرت قلت کی ہم پلہ ہی نہیں بلکہ عدم کے ہم وزن ہے۔

موجودہ زمانہ کی اسمبلیوں میں اگرچہ عقل اور امانت اور دیانت شرط نہیں مگر شریعتِ مطہّرہ کی نظر میں تو فیصلہ کا دار و مدار قوتِ دلیل پر ہے اور اگر عقلاء میں بھی اختلاف ہو اور دلائل میں بھی اختلاف ہو اور فیصلہ کن دلائل سامنے نہ ہوں تو پھر ایسی صورت میں عقلاء کی کثرتِ رائے پر فیصلہ کر دیا جائے گا اور عقلاء کی کثرت قوتِ دلیل کی علامت سمجھی جائے گی اور یہ سمجھا جائے گا کہ اصل فیصلہ قوتِ دلیل پر ہوا جو عینِ مقتضائے عقل ہے اور دلیل کی قوت کو عددی کثرت پر ترجیح دی جائے گی، مگر شرط یہ ہے کہ وہ عقلاء ایسے عقلاء ہوں کہ ملک کے عقلاء بھی اُن کو عقلاء اور قابلِ اتباع سمجھتے ہوں اور اُن کی رائے اور طریقہ پر چلنے کو اپنے لئے باعثِ فخر اور مُوجبِ فلاح جانتے ہوں اگرچہ وہ کسی

....

اسمبلی کے ممبر نہ ہوں۔

اِس زمانہ میں بہت سے لوگ ایسے دیکھنے میں آتے ہیں کہ وہ اسمبلی کا ممبر بننے پہلے خود اپنے کو عاقلوں کے زمرہ میں شمار نہیں کرتے تھے مگر جب وہ ووٹ اور نوٹ کے ذریعہ سے اسمبلی کے ممبر بن گئے تو وہ اپنے آپ کو حقیقتا عاقل سمجھنے لگے اللہ تعالی اِس بے خبر بندہ کو اپنی بے خبری کی بھی خبر نہیں۔ خدا تعالی اُس پر رحم کرے اور اُسے عقل دے اور درحقیقت کسی رائے کے صائب اور مفید ہونے کا قلت اور کثرت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کثرتِ رائے اکثر غیر مفید بلکہ مُضر جانب پر ہوا کرتی ہے، باتفاقِ عقلاء دنیا میں اچھی چیزیں کم ہیں اور بُری زیادہ ہیں اگر باعتبارِ عقل کے مردم شماری کی جائے تو دنیا میں جاہلوں اور بے وقوفوں اور خودغرضوں کی ایسی غالب اکثریت نظر آئیگی کہ بمشکل ہزار میں ایک سمجھدار اور امانتدار ملے گا، کیونکہ خاص کر اِس زمانہ میں عقل اور فراست، امانت اور دیانت کا قحط ہے اور بیوقوفی، خودغرضی اور چالاکی کی ارزانی اور فراوانی ہے، لہذا کثرتِ رائے کا فیصلہ اکثر حماقت اور بے وقوفی اور خودغرضی کے فیصلہ کے مرادف اور ہم معنی ہوگا اور بہ قاعدۂ اکثریت اِس زمانہ کی جمہوریت حماقت اور جہالت کی جمہوریت ہوگی۔

معلوم ہوا کہ محض کثرتِ رائے حق اور صواب کا معیار نہیں اور قلت و کثرت کو عقلاً حق اور باطل ہونے میں کوئی دخل نہیں، بسا اوقات ایک زیرک، ماہر اور تجربہ کار انسان کی تنہا رائے ایسے سینکڑوں انسانوں کے مقابلہ میں قابلِ ترجیح ہوتی ہے جن کو مہارت اور تجربہ نہیں۔

البتہ کثرتِ رائے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اِس سے بظاہر نزاع ختم ہوجاتا ہے اور کسی کو یہ کہنے کی گنجائش نہیں رہتی کہ امیرِ مملکت نے فلاں فریق کی جانب داری کی ۔ کثرت رائے کی مثال قرعہ جیسی ہے کہ قرعہ سے ایک حدتک نزاع ختم ہوجاتا ہے مگر وضوحِ حق اور ظہورِ حقیقت کو اِس سے کوئی تعلق نہیں، معلوم ہوا کہ اصل دارومدار قوت دلیل پر ہے۔

←

مشورہ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل:

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں بہت سے امور میں مشورہ کیا گیا، مگر مشورہ کے بعد موجودہ طرز پر ووٹ لینا اور آراء کو شمار کر کے اُن کی کثرت پر فیصلہ کر دینا کہیں ثابت نہیں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب کوئی ایسا امر پیش آتا کہ جس میں کوئی حکمِ خداوندی موجود نہ ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہؓ سے مشورہ کرتے اور سب کی رائیں سنتے، سننے کے بعد جدھر قلبِ مبارک مائل ہوتا اُس کو ترجیح دیتے،

اسیرانِ بدر کے بارے میں صحابہؓ سے مشورہ کیا، اکثر کی رائے یہ تھی کہ اُن کو قتل کیا جائے، صدیقِ اکبرؓ کی رائے یہ تھی کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس کے موافق فیصلہ فرما دیا اور موجودہ ارکانِ مجلس کو شمار کر کے کثرتِ رائے سے فیصلہ نہیں فرمایا، اس مجلسِ مشاورت میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثریت کی پروا نہیں کی بلکہ قوتِ دلیل پر اعتماد کر کے صدیقِ اکبرؓ کی رائے کو ترجیح دی کہ در پردہ باعتبارِ دلیل کے ابو بکرؓ کی رائے بہت قوی ہے، قوتِ دلیل کے مقابلہ میں کثرتِ رائے کو نظر انداز فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ قوتِ دلیل کی بنا پر کثرتِ رائے کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے اور یہ مطلب نہیں کہ بلا دلیل کے کثرت کو نظر انداز کر دیا جائے، بلا دلیل کے کثرتِ رائے کو نظر انداز کرنا بھی جائز نہیں۔

ایک شبہ اور اُس کا ازالہ:

شبہ یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسیرانِ بدر کے بارے میں اکثریت کو نظر انداز کر کے ابو بکرؓ کی رائے پر عمل کیا۔ پس اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل جائز اور درست تھا تو پھر اِس پر عتاب کیوں نازل ہوا؟

جواب:

جواب یہ ہے کہ فدیہ لینے پر جو عتاب نازل ہوا اُس کی وجہ یہ نہ تھی کہ اکثریت کے مقابلہ میں ابو بکرؓ کی رائے کو کیوں ترجیح دی بلکہ اِس کی وجہ دوسری تھی جس کی طرف

تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا[الانفال:۶۷] میں اشارہ فرمایا کہ تمہاری نظر سامانِ دنیا کی طرف ہے اِس لئے تم نے فدیہ لینے کا مشورہ دیا،صدیقِ اکبرؓ نے جو فدیہ لینے کی رائے دی تھی اُس کا منشا یہ تھا کہ شاید آئندہ چل کر ہدایت کی دولت حاصل کرلیں ،اِس طرح سے اسلام کے عدد اور مدد میں اضافہ ہوجائے اور یہ اور اُن کی اولاد وا تباع ہمارے دست و بازو بنیں اور جو مال بالفعل ہاتھ آئے اُس سے جہاد وغیرہ دینی کاموں میں سہارا لگے،

صدیقِ اکبرؓ نے جو فدیہ کی رائے دی اُس کا منشاء یہ تھا اور عجب نہیں کہ اُن کو نورِفہم سے یہ محسوس ہوا ہو کہ اسیرانِ جنگ کی ایک بڑی جماعت آئندہ چل کر مسلمان ہوجا ئیگی اور اسلام کے دست و بازو بنے گی مگر فدیہ کی رائے دینے والوں میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جن کا زیادہ مقصود مالی فائدہ تھا،جس کا منشاء حبِّ دنیا ہے،اگر چہ وہ دنیائے حلال ہی کیوں نہ ہو، اِس پر بارگاہِ خداوندی سے عتاب آیا تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا وَاللّٰهُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَةَ یعنی تم دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ تعالی تمہارے لئے آخرت چاہتا ہے، عتاب اِس بات پر آیا کہ تم جیسے مقرّ بین کی شانِ عالی اور منصبِ جلیل کے مناسب نہیں تھا کہ تم کسی درجہ میں مالی فائدہ پر نظر کرو، اگر چہ وہ حلال ہی کیوں نہ ہو۔

پس آیت میں اِس عتاب کے اصل مخاطب وہی لوگ ہیں کہ جنہوں نے دینوی فائدہ کو ملحوظ رکھ کر مشورہ دیا تھا،صدیقِ اکبرؓ فی الحقیقت اِس عتاب میں داخل نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محض رحم دلی ،صلہ رحمی اور دینی مصلحت کی بناء پر ابو بکرؓ کی رائے کو پسند کیا اور تا کہ دوسروں کو مالی فائدہ پہنچ جائے اور دوسروں کو مالی نفع پہنچانے کا تصوّر جود وکرم ہے اور غایت درجہ محمود ہے اور اپنے لئے مالی فائدہ کو ملحوظ رکھنا یہ ناپسندیدہ ہے، پس یہ عتاب اِسی اجتہادی لغزش پر تھا عتاب کی وجہ یہ نہ تھی کہ کثرتِ رائے کا اتباع کیوں نہ کیا،اور نہ یہ وجہ تھی کہ یہ رائے فی نفسہ غلط تھی اور یہی وجہ ہے کہ عتاب کے بعد بھی یہی حکم باقی رہا،عتاب نازل ہونے کے بعد صحابہؓ ڈر گئے کہ مالِ غنیمت جس میں فدیۂ اسیرانِ بدر بھی شامل ہے اب اِس کو ہاتھ بھی نہ لگانا چاہیے تو اِس پر تسلی کے لئے

آیت نازل ہوئی فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا کہ جو مال تم کو غنیمت میں ملا ہے وہ حلال اور طیّب ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، اِس کو خوشی سے کھاؤ۔

خلاصۂ کلام:

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ آیت میں عتاب کی وجہ یہ نہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کثرتِ رائے کو چھوڑ کر اقلیت کو کیوں ترجیح دی، الغرض یہ عتاب ایک عارضی امر کی وجہ سے ہوا، اور جو فیصلہ صدیقِ اکبرؓ کی رائے پر کیا گیا تھا، اُس کو برقرار رکھا گیا۔

اِس لئے مسئلہ یہ ہے کہ اگر مجلس شوریٰ میں اختلاف ہوا ہے تو اِس کا فیصلہ امیر کی رائے پر ہے وہ اپنی خدا داد فہم وفراست سے اور اپنی ذاتی امانت و دیانت سے جس رائے کو باعتبارِ دلیل کے قوی سمجھے اُس کو نافذ کردے۔

خلفائے راشدین کا عمل:

مشورہ کے بارے میں خلفائے راشدین کا بھی یہی طریقہ رہا کہ جب کوئی اہم مسئلہ پیش آتا جس میں حکمِ شرعی واضح اور منصوص نہ ہوتا تو مہاجرین اور انصار کو بلاتے اور مشورہ کرتے اور طرفین کے دلائل سنتے اگر ایک مرتبہ میں حق واضح نہ ہوتا تو دوبارہ اور سہ بارہ مشورہ کرتے، یہاں تک کہ جب نورِ بصیرت سے اُن کو کسی جانب میں حق نظر آجاتا اور شرحِ صدر ہوجاتا کہ یہی امر باعتبارِ دلیل کے قوی ہے اور باعتبارِ ثمرہ کے مفید اور نافع ہے تو اُسی کے مطابق حکم صادر فرمادیتے اور قلت اور کثرت کی طرف نظر نہ فرماتے اور نہ رایوں کو شمار کرتے، فاروق اعظم کے زمانہ میں جب شام اور عراق فتح ہوئے تو اُن کی زمینوں کی بابت اختلاف ہوا کہ مجاہدین پر تقسیم کی جائیں یا مصالحِ مسلمین اور مصالحِ ملکی کے لئے اُن کو وقف کردیا جائے آپ نے قوتِ دلیل کی بناء پر وقف کی صورت کو ترجیح دی جس کی پوری تفصیل ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہؒ میں مذکور ہے۔

←

خلاصۂ کلام یہ کہ اسمبلی میں وہ مسئلہ پیش ہوسکتا ہے جس کا حکم کتاب وسنت اور خلافت راشدہ میں صراحتاً موجود نہ ہو اور ایسا مسئلہ کہ جس کا حکم شریعت میں صراحتاً موجود ہو وہ اسمبلی میں مشورہ کیلئے پیش نہیں ہوتا وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا[الاحزاب:۳۶]

پس اگر اسمبلی میں ایسا مسئلہ پیش ہو جس کا حکم کتاب وسنت میں صراحتاً موجود نہ ہو اور ارکانِ شوری کی رائیں اُس میں مختلف ہوں تو امیرِ مملکت کو چاہیے کہ جس جانب میں سمجھداروں اور دیانتداروں کی کثرت ہو اُس کے موافق فیصلہ کرے اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ عاقلوں کی کثرت پر نظر کی جائے اور عقل سے قطع نظر کر کے محض کثرتِ عددی پر نظر کرنا یہ بے عقلی کی دلیل ہے اور اگر طرفین کے دلائل عقلیہ متعارض ہوں اور مختلف ہوں اور ہر طرف عقلی دلیل بھی ہو مگر وہ فیصلہ کن نہ ہو تو ایسی صورت میں امیرِ مملکت اپنی صوابدید سے جس جانب کو دیانتاً دلیل کے اعتبار سے قوی سمجھے اللہ تعالی پر بھروسہ کر کے اُس کے موافق فیصلہ کر دے۔

اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ امیرِ مملکت اپنے دل کو خود غرضی اور جانب داری سے پاک کر لے اور دل سے اِس بات کا عزم بالجزم کر لے کہ جس جانب حق ہوگا اُس کو قبول کروں گا اور اُسی کے موافق فیصلہ کروں گا اور اگر خدانخواستہ امیرِ مملکت کے دل میں بھی کوئی غرض مُضمر (پوشیدہ) ہے تو پھر وہ بھی خود غرضوں کے گروہ کا ایک فرد ہے اور خود غرض کا فیصلہ عقلاً وشرعاً معتبر نہیں اور امیدِ واثق بلکہ یقین کامل ہے کہ اگر امیرِ مملکت صاحبِ فہم وفراست ہو اور امانت اور دیانت اُس کا نصب العین ہو تو مجلسِ شوری کے تمام ارکان موافق اور مخالف سب اُس کے فیصلہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کریں گے اور دل سے اُس کے فیصلہ کو قبول کریں گے اور حق کے اتباع ہی میں دین و دنیا کی عزت ہے اور اِسی میں خیر و برکت ہے، امیر مملکت کو چاہئے کہ خود غرضوں کا معین اور مددگار نہ بنے رَبِّ بِمَا اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَکُوْنَ ظَھِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ[القصص:۱۷]

(دستورِ اسلام ص ۵۰ تا ۶۴)

(٦٣) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دین کے کاموں میں اور دین کی ذمہ داریوں میں اپنے تعلق کی وجہ سے کسی کو آگے بڑھائے گا تو اللہ تعالیٰ نہ اُس کے فرض قبول کریں گے، نہ اُس کی نفلیں قبول کریں گے اور اللہ تعالیٰ اُس پر لعنت کریں گے' اور اُس کو جہنم میں ڈال دیں گے۔(١)

(٦٤) مشوروں میں جھگڑے اِس بات کی علامت ہے کہ تعلق مع اللہ میں کمی ہے۔

(٦٥) جب تک مشورہ کے اُمور کو مشورہ میں پیش کیا جاتا رہے گا اجتماعیت باقی رہے گی۔

(٦٦) ذمہ داروں میں سے اگر کوئی غائب ہو' مشورے میں حاضر نہ ہو تو کسی خاص معاملہ کا فیصلہ اُسی مشورے میں ضروری نہیں بلکہ اُس معاملہ کو دوسرے وقت کے لیے مؤخر کیا جا سکتا ہے۔

(٦٧) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذاتی اُمور میں فیصلہ نہیں فرماتے تھے بلکہ رائے کا اظہار فرماتے تھے۔

(٦٨) مشورے کے بعد یا فیصلہ کے بعد اگر کوئی کمی یا نقصان پیش آتا ہے اور کوئی یوں کہے کہ دیکھو جی یہ نقصان اس لیے ہوا ہے کیوں کہ ہماری رائے نہیں قبول کی گئی تو یہ منافقین کی صفت ہے اور ایمان والوں کا مزاج یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں قَدَّرَ اللّٰهُ مَا شَاءَ فَعَلَ اللہ نے جو چاہا کر دکھایا ہے۔

---

(١) يَا يَزِيدُ! إِنَّ لَكَ قَرَابَةً عَسَيْتَ أَنْ تُؤْثِرَهُمْ بِالْإِمَارَةِ ذَلِكَ أَكْثَرُ مَا أَخَافُ عَلَيْكَ، فَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم: مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ شَيْئًا فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أَحَدًا مُحَابَاةً فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا حَتَّى يُدْخِلَهُ جَهَنَّمَ، كنز العمال، رقم: ١٤١٦٨

۲۱ مسجد کی آبادی کی محنت ۴۶

① سارے عالم کی مساجد کو ایمان کی مجالس سے آباد کرنا کام کا بنیادی مقصد ہے۔(۱)

(۱) مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مسجدیں مسجدِ نبوی کی بیٹیاں ہیں؛ اِس لئے اُن میں وہ سب کام ہونے چاہئیں جو حضور ﷺ کی مسجد میں ہوتے تھے، حضور ﷺ کی مسجد میں نماز کے علاوہ تعلیم وتربیت کا کام بھی ہوتا تھا اور دین کی دعوت کے سلسلہ کے سب کام بھی مسجد ہی سے ہوتے تھے، دین کی تبلیغ یا تعلیم کے لئے وفود کی روانگی بھی مسجد ہی سے ہوتی تھی، یہاں تک کہ عساکر کا نظم بھی مسجد ہی سے ہوتا تھا، ہم چاہتے ہیں کہ ہماری مسجدوں میں بھی اِسی طریقہ پر یہ سب کام ہونے لگیں۔ (ملفوظات مولانا الیاس صاحبؒ، ص:۱۶۸-۲۰۷)

اب ہم یہاں تحفۃ الائمہ ص ۲۷۶ تا ۲۹۷ سے قرونِ اولیٰ کی مساجد کے حالات اور اُن میں ہونے والی سرگرمیاں نقل کر رہے ہیں:

اگر ہم مساجد کی تاریخ اور مساجد کا معاشرے کی اصلاح میں کردار، اور مساجد کے ذریعے ہر مرد وعورت (چاہے وہ عمر کی کسی بھی منزل میں ہو) تک علمِ دین کس طرح پہنچا، اِس پر غور کریں تو یہ بات ہم پر واضح ہوجائے گی کہ قرونِ اولیٰ میں مساجد فجر سے لے کر عشاء تک تعلیمی حلقوں سے آباد تھیں۔ محلے کا ہر فرد جس طرح کھانا پینا اپنے ذمے سمجھتا تھا، اِسی طرح مسجد سے اپنی روحانی غذا اِن تعلیمی حلقوں میں بیٹھ کر حاصل کرنا

....

ضروری سمجھتا تھا،جس کے نتیجے میں اِس امت کا ہر فرد شرک کے گناہ سے بچتا تھا،اِس لیے کہ تعلیمی حلقوں کے ذریعہ اُس کے عقائد کی اتنی اصلاح ہوجاتی تھی کہ وہ قبر پرستی، شخصیت پرستی، باطل کے تمام حَربوں اور چالوں سے بچنے کے لیے اِن تعلیمی حلقوں کے ذریعہ اپنی حفاظت کر لیتا کاش! ائمہ حضرات دوبارہ اپنی اپنی مساجد میں ایسی ترتیب بنالیں کہ محلّہ کا ہر شخص اِن تعلیمی حلقوں میں بیٹھے اور ہماری مسجدیں دوبارہ اِن تعلیمی حلقوں سے آباد ہوجائیں اور مساجد پر کسی وقت بھی تالا نہ لگے۔لہٰذا! ائمۂ کرام کی خدمت میں نہایت ہی ادب سے عاجزانہ گزارش ہے کہ اپنی مساجد میں صبح تا شام تعلیمی حلقے قائم کریں۔مساجد میں تعلیمی حلقے قائم کرنے سے معاشرے کی بہت سی بُرائیاں ختم ہوجائیں گی۔آپ کے محلّہ میں امن وامان قائم ہوگا۔رحمت وبرکت کی فضاء قائم ہوگی۔آپس میں تعاون، اخوت (بھائی چارہ) قائم ہوگی۔احادیث سے مساجد کے اندر تعلیم وتعلّم کے حلقے قائم کرنے کی اہمیت واضح ہوتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہتمام سے اِن حلقوں کو قائم فرما کر گئے، اِس میں بیٹھنے اور بٹھانے کے فضائل ارشاد فرمائے، نہ بیٹھنے والوں اور نہ سیکھنے والوں اور نہ سکھانے والوں کے لیے وعیدیں ارشاد فرمائیں۔ اِس سلسلہ میں اہلِ علم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کی مساجد اور صحابہؓ وتابعینؒ کے زمانہ کی مساجد میں تعلیم وتعلّم کے حلقوں کے قیام کی اہمیت پر کتابیں لکھی ہیں؛ جن میں اِن حلقوں کے دلائل، اور فوائد لکھے ہیں اور مساجد کو نمازوں کے بعد تالے لگوانے یا اُن میں علمی حلقے نہ لگوانے کے نقصانات اور اُس پر وعیدیں جمع کی ہیں۔عہدِ نبویؐ اور بعد میں بھی دین کے سیکھنے اور سکھانے کا مرکز مسجدیں تھیں۔مساجد میں سیکھنے اور سکھانے کا سلسلہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں رہا، اور اِسی طرح بعد کے زمانہ میں بھی رہا۔

ذیل میں ہم ۱۷/ اقتباسات اور ۳۰/ احادیثِ مبارکہ دلیل میں ذکر کرتے ہیں:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز فجر کے بعد ستونِ ابولبابہ کے پاس تشریف لاتے تھے: اور

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اِس طرح حلقہ باندھ کر بیٹھ جاتے تھے کہ سب کا چہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مبارک کی طرف ہوتا تھا، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مجلس اور حلقہ کا بھی یہی طریقہ تھا اور وہ مسجد کے ستونوں کے پاس عام طور سے بیٹھتے تھے، اور ہر ستون کے پاس حلقہ قائم ہوتا تھا۔

(۲) مسجدِ نبویؐ میں مجلسوں اور حلقوں کا ذکر بڑے فصیح وبلیغ اور والہانہ انداز میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک شاگرد نے یوں کیا ہے:

عَهْدِی بِهَذَا الْمَسْجِدِ وَأَنَّهُ كَمِثْلِ الرَّوْضَةِ إِخْتَرْ مِنْهَا حَيْثُ شِئْتَ، المحدث الفاصل: ۱۷۰

ترجمہ: اِس مسجد میں میرا وہ دور گزرا ہے جب یہ باغیچہ کے مانند تھی تم اِس کے جس حصہ میں چاہو بیٹھ جاؤ۔

دوسرے شہروں میں بھی عام طور سے تعلیمی مجالس مساجد میں منعقد ہوتی تھیں اور بعض حضرات اپنے یہاں تعلیم دیتے تھے۔ شیوخ واساتذہ عام طور سے سریر (تخت) پر بیٹھتے تھے، اصحاب وتلامیذ اُس کے قریب نیچے حلقہ بنا کر بیٹھتے تھے، جس میں اعیان واشراف، عوام وخواص، مقامی بیرونی اور عجمی وعربی سب طلبہ بَرابر بَرابر بیٹھتے تھے، شیوخ بعض طلبہ کو اُن کے مقام ومرتبہ یا قرأت کی وجہ سے اپنے تخت پر یا اپنے قریب بٹھاتے تھے، طلبہ کی کثرت کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مجلس میں ابو جمرہ خاص طور سے مجمع میں آواز پہنچانے اور عربی سے فارسی میں ترجمہ کے لیے رکھے گئے تھے، اساتذہ کے احترام وادب کا لحاظ کرتے ہوئے طلبہ سوال کرتے تھے اور کافی وشافی جواب پاتے تھے، اساتذہ نشاط میں ہوتے تو طلبہ سے خود سوال کرنے کی فرمائش کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن عباسؓ سے ایسے واقعات منقول ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ مجلس میں نوجوان طلبہ کے سوالات کے جوابات دینے کے بعد اِس قدر زیادہ

....

حدیث بیان کی کہ وہ سب گھبرا گئے۔کبھی کبھی اہلِ مجلس میں نشاط پیدا کرنے کے لیے مجلس کا رنگ بدل جاتا تھا، شعروشاعری ہونے لگتی تھی زمانۂ جاہلیت کی جنگوں کے تذکرے ہونے لگتے تھے، ذاتی باتیں بھی ہوتی تھیں مگر شیوخ ومجالس کا وقار وادب ہر حال میں باقی رکھا جاتا تھا۔

(۳) حضرت ابوالاحوص رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اہلِ علم کو دیکھا ہے کہ اُن کی مجالس مسجدوں میں منعقد ہوتی تھیں۔(الفقیہ والمتفقہ: ۱۲۹/۲)

(۴) حضرت خطیب بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب الفقہ والمتفقہ میں فصل تدریس الفقہ في المساجد قائم کیا ہے اور اِس باب میں بہت سے واقعات اِس سلسلہ میں لکھے ہیں۔(المحدّث الفاصل: ۶۰۳)

(۵) اِسی طرح حضرت جندب بن عبداللہ بجلیؒ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں مدینۂ منورہ گیا۔مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں جاکر دیکھا تو لوگ آپس میں حدیث کے سیکھنے اور سکھانے میں مشغول ہیں۔(طبقات بن سعد: ۵۰۰/۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک شخص نے جہاد میں شرکت کے لیے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ میں تم کو اِس سے اچھی بات نہ بتاؤں؟ تم مسجد بناؤ! اور اُس میں فرائض، سُنّت اور تَفَقُّہٌ فِيْ الدِّیْنِ کی تعلیم دو۔(جامع بیان العلم: ۲۱/۱)

حضرت ابوادریس خولانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اَلْمَسَاجِدُ مَجَالِسُ الْکِرَامِ یعنی مسجدیں اعیان واشراف کی مجالس ہیں۔(حلیۃ الاولیاء: ۱۴۱/۵، رقم: ۶۶۲۱)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے علماء کو حکم دیا تھا کہ اپنی مسجدوں میں علم کی نشرو اشاعت کریں، (مساجد میں تعلیم وتعلّم والی) سُنّت مٹ رہی ہے، چنانچہ اُنہوں نے اپنے عامل جعفر بن یرقان کو لکھا کہ تم اہلِ علم وفقہ کو حکم دو کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو جو علم دیا ہے اُس کی اشاعت اپنی مجالس اور مساجد میں کریں۔امام بخاریؒ نے بَاب ذِکْرِ الْعِلْمِ وَالْفُتْیَا فِي الْمَسَاجِدِ قائم کیا ہے، قاضی ابن خلاد رامہرمزیؒ نے اَلْمُحدث

الْفَاصِلُ بَيْنَ الرَّاوِي وَالدَّاعِي میں عَقْدُ الْمَجَالِسِ فِي الْمَسَاجِدِ کا باب باندھا ہے۔
عہدِ صحابہؓ میں مسجدِ نبویؐ میں جگہ جگہ تعلیمی حلقے قائم ہوتے تھے، جن میں مقامی اور بیرونی طلبہ کی کثرت ہوتی تھی۔ علّامہ ابن الحاج ''المدخل'' میں فرماتے ہیں: أَخْذُ الدَّرْسِ فِي الْمَسْجِدِ أَفْضَلُ، لِأَجَلِ كَثْرَةِ الإِنْتِفَاعِ بِالْعِلْمِ لِمَنْ قَصَدَهُ وَمَنْ لَمْ يَقْصِدْهُ، بِخِلَافِ الْمَدْرَسَةِ فَإِنَّهُ لَا يَأْتِي إِلَيْهَا إِلَّا مَنْ قَصَدَ الْعِلْمَ أَوِالإِسْتِفْتَاءَ فَأَخْذُهُ فِي الْمَدْرَسَةِ أَقَلُّ رُتْبَةً فِي الإِنْتِشَارِ مِنْهُ فِي الْمَسْجِدِ. (المدخل: ۱/۲۰۲)
ترجمہ: مسجد میں تعلیم کا حلقہ لگنا افضل ہے، کیونکہ اُس میں طلبِ علم کا قصد کرنے والے اور نہ قصد کرنے والوں دونوں کے حق میں زیادہ فائدہ ہے، بخلاف مدرسہ کے کہ وہاں صرف علم کا طالب یا استفتاء کرنے والا ہی آئے گا۔ اِس لیے مسجد کے بجائے مدرسہ میں تحصیلِ علم سے اُس کی اشاعت کم ہوگی۔
موجودہ طرز کے مدارس کی ابتداء چوتھی صدی میں ہوئی۔ اِس سے پہلے اِس کا کوئی وجود نہیں تھا، اس سلسلہ میں علّامہ مقریزی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں: إِنَّ الْمَدَارِسَ مِمَّا حُدِثَ فِي الإِسْلَامِ، وَلَمْ تَكُنْ تُعْرَفُ فِي زَمَنِ الصَّحَابَةِ، وَلَا التَّابِعِينَ، وَإِنَّمَا حُدِثَ عَمَلُهَا بَعْدَ الْأَرْبَعِ مِائَةٍ مِنْ سَنَةٍ بَعْدَ الْهِجْرَةِ، وَأَوَّلُ مَنْ حُفِظَ عَنْهُ أَنَّهُ بَنَى فِي الإِسْلَامِ أَهْلُ نِيسَابُورَ فَبُنِيَتِ الْمَدْرَسَةُ الْبَيْهَقِيَّةُ . كتاب الحفظ والآثار: ۲/ ۳۶۲۔
ترجمہ: مدارسِ اسلام بعد میں بنائے گئے ہیں۔ صحابہؓ اور تابعینؒ کے زمانے میں اِس کا کوئی پتہ نہیں چلتا ہے۔ اِن کی تعمیر چوتھی صدی ہجری کے بعد آئی ہے اور اہلِ نیشاپور نے سب سے پہلا مدرسہ بنایا اور مدرسۂ بیہقیہ کی تعمیر کی گئی۔ مدینہ منوّرہ میں آپ ﷺ کی مسجدِ نبویؐ جس میں اصحابِ صفّہ، ضعفاء، وسائلینِ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور باہر سے آئے ہوئے وفود ہوتے تھے۔
(٦) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نمازِ فجر

....

ادا فرما لیتے تو ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھ جاتے۔ ہم میں کوئی آپ سے قرآن کے بارے میں سوال کرتا، کوئی فرائض کے بارے میں، اور کوئی خواب کی تعبیر معلوم کرتا ہے۔ (جمع الفوائد: ۱/۴۱، رقم: ۲۷۶)

اِس سلسلہ میں مولانا حکیم عبدالحئی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہمارے پیر و مرشد روحی فداہ نے خاک پاکِ مدینہ میں جو پہلی عمارت بنائی تھی اور جس کو مسجدِ نبوی کہتے ہیں وہ ہمارا پہلا مدرسہ تھا، اِس کے بعد جتنی مسجدیں دنیا میں تیار ہوئیں اُن ہی کو آپ مدارس سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ تعلیم کا پُرانا طریقہ یہ تھا کہ اُستاذ مسجد میں آ کر بیٹھ جاتا اور اُس کے اردگرد شاگردوں کا حلقہ بن جاتا، اساتذہ خالصاً لوجہ اللہ تعلیم دیتے اور اُن کے شاگرد چٹائیوں پر بیٹھ کر اور چراغ جلا کر تحصیلِ علم کرتے تھے، بڑے بڑے شہزادوں کو بھی علم کا ذوق ہوتا تھا تو وہ مسجدوں میں جا کر اور اساتذہ کے سامنے زانوئے ادب تہ کر کے بیٹھتے تھے۔ یہی طریقہ چوتھی صدی ہجری تک علی العموم جاری رہا۔ ہندوستان کی بعض مساجد سے بھی یہ کام لیا جاتا تھا۔ اُن میں جونپور میں اٹالہ کی مسجد، لاہور میں وزیر خان کی مسجد، نئی دہلی میں ماہم بیگم کی مسجد، پُرانی دہلی میں مسجدِ فتح پوری اور سورت میں مرجان شامی مسجد کا خصوصیت سے اِس سلسلہ میں نام لیا جاتا ہے۔ (یادِ ایام: ۳۶ تا ۳۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بھی مسجدِ نبوی علمِ دین کے سیکھنے سکھانے کا مرکز بنی رہی، بے شمار صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ اور اسلافِ اُمّت نے مسجدِ نبوی کو تعلیمِ دین کے لیے مرکز بنایا۔ وہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ جنہوں نے مسجدِ نبوی ہی کو اپنی تعلیم کے لیے مرکز بنا لیا تھا اُن میں سے چند کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

⑦ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: كَانَ لِجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ حَلْقَةٌ فِي الْمَسْجِدِ يَعْنِي النَّبَوِي يُؤْخَذُ عَنْهُ الْعِلْمُ. الإصابة في تمييز الصحابة: ۱/ ۲۱۳، رقم: ۱۰۲۵۔

←

....
ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی للہ تعالیٰ عنہ کا حلقہ مسجدِ نبویؐ میں قائم ہوتا تھا، اُن سے علمِ دین حاصل کیا جاتا تھا۔

(۸) زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی تعلیمی حلقہ مسجدِ نبویؐ میں لگتا تھا اور اُن کے حلقہ کے بارے میں صاحبِ ''تذکرۃ الحفاظ'' نے زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد ثابت بن عبید رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول نقل کیا ہے: مَارَأَيْتُ رَجُلاً أَفْكَهُ فِي بَيْتِهٖ وَلَا أَوْقَرَ فِي مَجْلِسِهٖ مِنْ زيدٍ. الإصابة في تمييز الصحابة: ۵۶۱/۱، رقم: ۲۸۸۔

ترجمہ: میں نے کسی شخص کو اپنے گھر میں حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ ہنسی مزاح کرنے والا اور مجلس میں اُن سے زیادہ باوقار نہیں دیکھا۔

(۹) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مسجدِ نبویؐ میں ہی بیٹھ کر درس دیتے تھے۔ اُن کے بارے میں عمرو بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مَا رَأَيْتُ مَجْلِسًا أَجْمَعَ لِكُلِّ خَيْرٍ مِنْ مَجْلِسِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَلْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَالْعَرَبِيَّةِ. ذخائر العقبى في مناقب ذوى القربى: ۲۳۰/۱۔ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مجلس سے زیادہ باوقار مجلس کوئی اور نہیں دیکھی، اُن کی مجلس حلال وحرام کے احکام، عربی فصاحت، انساب اور اشعار سے معمور رہتی تھی۔

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی مسجدِ نبویؐ کو اپنے اشاعتِ علم کا مرکز بنایا تھا۔ وہ صبح سے چاشت تک مسجدِ نبویؐ میں قبلہ رو بیٹھ کر احادیث کا درس دیتے تھے۔ اُن کے بارے میں اُن کے غلام وشاگرد حضرت نافع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنَّهٗ كَانَ يَجْلِسُ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى يَرْتَفِعَ الضحى، وَلَا يُصَلِّي، ثُمَّ يَنْطَلِقُ إِلَى السُّوْقِ فَيَقْضِي حَوَائِجَهٗ، ثُمَّ يَجِيءُ إِلَى أَهْلِهٖ فَيَبْدَأُ بِالْمَسْجِدِ، فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ يَدْخُلُ بَيْتَهٗ. ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مسجدِ نبویؐ میں چاشت کے وقت تک بیٹھتے تھے، اُس وقت نماز (چاشت) نہیں پڑھتے تھے (بلکہ درس دیتے رہتے) پھر اُٹھ کر بازار جاتے اور اپنی ضروریات پوری کر کے

←

واپس مسجدِ نبویؐ میں آکر دو رکعت نماز پڑھتے، اُس کے بعد پھر اپنے گھر میں داخل ہوتے۔

⑪ عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی تھے اُن کی بھی مجلسِ علم مسجدِ نبویؐ میں منعقد ہوتی تھی، اُن کے بارے میں بھی حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَكَانَ النَّاسُ يَأْخُذُونَ ذٰلِكَ عَنْهُ بِمَسْجِدِ الْمَدِينَةِ. ترجمہ: اُن سے لوگ یہ باتیں مسجدِ مدینہ (مسجدِ نبوی) میں حاصل کرتے تھے۔

⑫ اسلم عدوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد اُن کے بیٹے زید بن اسلم عدوی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۳۶ھ نے مجلسِ علم کو باقی رکھا۔ علّامہ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ اُن کے بارے میں فرماتے ہیں: وكَانَتْ لَهُ حَلَقَةٌ لِلْعِلْمِ بِالْمَسْجِدِ النَّبَوِي ترجمہ: اُن کا حلقۂ علم مسجدِ نبویؐ میں قائم ہوتا تھا۔

⑬ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے شاگرد حضرت نافع رحمہ اللہ تعالیٰ کی بھی ابتداء مجلسِ علم مسجدِ نبوی میں لگتی تھی، مگر جب وہ آنکھوں سے معذور ہوگئے تو اپنے گھر میں جو جنت البقیع کے قریب تھا وہیں درس دیتے تھے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ تذکرۃ الحفاظ میں امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: كُنتُ اٰتِي نَافِعًا وَأَنَا غُلَامٌ حَدِيثُ السِّنِّ، مَعِيَ غُلَامٌ فَيَنْزِلُ، وَيُحَدِّثُنِي، وَكَانَ يَجْلِسُ بَعْدَ الصُّبْحِ فِي الْمَسْجِدِ لَا يَكَادُ يَأْتِيهِ أَحَدٌ فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامَ، وَكَانَ فِي حَيَاةِ سَالِمٍ لَا يُفْتِي ترجمہ: میں نافع رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہاں آتا تھا اُس وقت میں نوعمر لڑکا تھا۔ میرے ساتھ خادم ہوتا تھا۔ وہ اوپر سے اُتر کر مجھ سے حدیث بیان کرتے تھے۔ اور صبح کے بعد مسجدِ نبوی میں بیٹھا کرتے تھے، اُس وقت اُن کے پاس کوئی شخص نہیں آتا تھا اور سورج نکلنے کے بعد اُٹھ جاتے تھے۔ سالم بن عبد اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی زندگی میں فتویٰ نہیں دیتے تھے۔

⑭ تین بھائی حضرت موسیٰ بن عقبہ، حضرت ابراہیم بن عقبہ، اور حضرت محمد بن عقبہ

رحمہم اللہ تعالیٰ یہ تینوں علم کی اشاعت کے لیے مسجدِ نبوی میں بیٹھا کرتے تھے: كَانَ لِإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَمُحَمَّدِ بْنِ عُقْبَةَ حَلْقَةٌ فِي مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم وَكَانُوا كُلُّهُمْ فُقَهَاءَ وَمُحَدِّثِينَ وَكَانَ مُوسَى يُفْتِي: حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ اور حضرت محمد رحمہم اللہ کا حلقہ بھی مسجدِ نبوی میں قائم تھا اور یہ سب کے سب فقیہ اور محدّث تھے اور موسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ فتویٰ بھی دیتے تھے۔

(۱۵) حضرت محمد بن عجلان رحمہ اللہ تعالیٰ کی بھی مجلسِ علم مسجدِ نبوی میں منعقد ہوتی تھی۔ اُن کے بارے میں علّامہ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَكَانَ مُفْتِيًا، فَقِيهًا، عَالِمًا عَابِدًا، رَبَّانِيًّا كَبِيرَ الْقَدْرِ لَهُ حَلْقَةٌ كَبِيرَةٌ فِي مَسْجِدِ النَّبَوِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم ترجمہ: وہ مفتی، فقیہ، عالم، عابد، ربانی بڑی قدر و منزلت والے تھے۔ مسجدِ نبویؐ میں اُن کا بڑا حلقہ تھا۔

(۱۶) حضرت عبد الرحمن بن ہرمز رحمہ اللہ تعالیٰ کا حلقۂ درس مسجدِ نبویؐ اور اُن کے مکان میں دونوں جگہ قائم ہوتا تھا۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سات سال تک اُن کے حلقۂ درس میں بیٹھتے تھے۔ اِس درمیان کسی اور درسگاہ میں نہیں گئے۔

یہ چند مثالیں ہیں جن سے معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور بعد کے لوگوں نے مسجدِ نبوی کے اندر بیٹھ کر تعلیم اور اشاعتِ علم کا کام کیا۔ اِسی طرح صحابہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اسلافِ اُمّت جہاں جہاں گئے اُنہوں نے وہاں کی مسجد میں ہی بیٹھ کر اشاعتِ علم کا علم بلند کیا۔ مثلاً:

(۱۷) جب حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالی عنہ دمشق تشریف لے گئے تو وہاں اُنہوں نے جا کر جامع مسجد دمشق میں اپنا مسکن اور ٹھکانہ بنایا۔ عبد القادر مغربی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجر کے بعد جامعِ مسجد دمشق میں بیٹھتے تھے، طلبہ قرآن پڑھنے کے لیے اُن کو گھیر لیا کرتے تھے، حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دس دس طلبہ کی جماعت بنا کر اُن میں ایک نگران مقرر فرما کر خود محراب میں بیٹھ جاتے اور طلبہ کی نگرانی فرماتے۔ ایک دن حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طلبہ کا شمار کیا تو اُن کی تعداد سولہ سو نکلی۔

←

....

اب چند احادیث مساجد میں مجالسِ علم کی فضیلت کے بارے میں بیان کی جاتی ہیں:

احادیثِ مبارکہ:

۱ رَوَى الْبُخَارِيُّ عَنْ أَبِي وَاقِدِ اللَّيْثِي رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَهُ، إِذْ أَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ، فَأَقْبَلَ إِثْنَانِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَذَهَبَ وَاحِدٌ قَالَ: فَوَقَفَا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا: فَرَأَى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيهَا، وَأَمَّا الْآخَرُ: فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ، وَأَمَّا الثَّالِثُ فَأَدْبَرَ ذَاهِبًا فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ: أَمَّا أَحَدُهُمْ: فَأَوَى إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَأَوَاهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ وَأَمَّا الْآخَرُ: فَاسْتَحْيَا فَاسْتَحْيَا اللّٰهُ مِنْهُ وَأَمَّا الْآخَرُ. فَأَعْرَضَ فَاعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ

تُرجمہ: امامِ بخاری نے اپنی سند کے ساتھ ابوواقد اللیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور دوسرے لوگ بھی موجود تھے اِتنے میں تین آدمی آئے اُن میں سے دو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب متوجّہ ہوئے اور ایک واپس چلا گیا، وہ دو کھڑے رہے ایک نے تھوڑی سی جگہ کشادہ پائی تو وہیں بیٹھ گیا اور اُس کا ساتھی اُس کے پیچھے بیٹھ گیا اور جو تیسرا شخص اُن کے ساتھ آیا تھا وہ واپس چلا گیا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں بتلاوں اِن تین آدمیوں کے بارے میں؟ اِن میں ایک وہ تھا جس نے اللہ عزّ وجلّ سے جگہ مانگی، اللہ رب العزت نے اسے جگہ عنایت فرمائی اور دوسرا وہ تھا جس نے اللہ رب العزت سے شرم رکھی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اُس سے شرم رکھی۔ اور جو تیسرا ہے تو اُس نے اللہ تعالیٰ سے اعراض کیا (منہ موڑا) تو اللہ تعالی نے بھی اُس سے اعراض فرمایا۔

۲ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ بِمَجْلِسَيْنِ فِي مَسْجِدِهِ، وَأَحَدُ الْمَجْلِسَيْنِ يَدْعُونَ اللّٰهَ وَيَرْغَبُونَ إِلَيْهِ وَالْآخَرُ يَتَعَلَّمُونَ الْفِقْهَ وَيُعَلِّمُوْنَهُ. فَقَالَ ﷺ: كِلَا الْمَجْلِسَيْنِ عَلَى خَيْرٍ وَأَحَدُهُمَا أَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهِ. أَمَّا هَؤُلَاءِ فَيَدْعُونَ اللّٰهَ وَيَرْغَبُوْنَ إِلَيْهِ فَإِنْ شَاءَ أَعْطَاهُمْ، وَ إِنْ شَاءَ مَنَعَهُمْ وَأَمَّا هَؤُلَاءِ فَيَتَعَلَّمُونَ الْعِلْمَ لَهُ وَيُعَلِّمُونَ الْجَاهِلَ فَهُمْ أَفْضَلُ. وَإِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا ثُمَّ جَلَسَ مَعَهُمْ.

....

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی مسجد میں دو مجلسوں پر سے گزرے، ایک مجلس والے اللہ تعالیٰ سے دُعاء کررہے تھے اور اُس کی جانب متوجّہ تھے اور دوسری مجلس والے مسائل سیکھ رہے تھے اور سکھا رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: دونوں مجالس خیر پر ہیں، لیکن اِن دونوں میں سے ایک مجلس والے افضل ہیں (آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ذکر والی مجلس کی طرف اشارہ فرمایا کہ (یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو پکار رہے ہیں اور اُسی کی جانب متوجّہ ہیں، پس اللہ تعالیٰ اگر چاہیں تو اُنہیں عطاء کردیں اور چاہیں تو منع فرمادیں، اور یہ دوسری مجلس والے تو خود سیکھ بھی رہے ہیں اور دوسروں کو سکھا بھی رہے ہیں اور مجھے تو معلّم بنا کر ہی بھیجا گیا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی ایک سیکھنے سکھانے والی جماعت کے ساتھ تشریف فرما ہو گئے۔

۳ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وَنَحْنُ فِي الصُّفَّةِ فَقَالَ: أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنْ يَغْدُوَ كُلَّ يَوْمٍ إِلَى بُطْحَانَ، أَوْ إِلَى الْعَقِيقِ فَيَأْتِيَ مِنْهُ بِنَاقَتَيْنِ كَوْمَاوَيْنِ فِي غَيْرِ إِثْمٍ وَلَا قَطْعِ رَحِمٍ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ! نُحِبُّ ذٰلِكَ. قَالَ: أَفَلَا يَغْدُوْ أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَيَعْلَمُ أَوْ يَقْرَأُ آيَتَيْنِ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ نَاقَتَيْنِ وَثَلَاثٌ خَيْرٌ لَهُ مِنْ ثَلَاثٍ وَأَرْبَعٌ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَرْبَعٍ وَمِنْ أَعْدَادِهِنَّ مِنَ الْإِبِلِ.

ترجمہ: امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے، ہم صفہ میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ ہر روز بطحان یا عقیق جائے اور وہاں سے دو اونٹنیاں اونچے کوہان والی بغیر کسی گناہ اور قطعِ رحمی کیے ہوئے لے کر آئے؟ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ہر شخص اِس کو پسند کرتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے ہر ایک مسجد نہیں جاتا، پس! وہاں جا کر قرآن کی دو آیتیں سیکھ لے یا پڑھ لے یہ اُس کے لیے دو اونٹنیوں سے بہتر ہیں، اور تین آیتیں تین اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور چار آیتیں چار اونٹنیوں سے، اِسی طرح آیات کی تعداد سے اونٹنیوں کا حساب ہے۔

اِس سلسلے میں شیخ صالح بن غانم السدلان کی کتاب اَلْمَسْجِدُ وَدَوْرُهُ فِي التَّرْبِيَةِ وَالتَّوْجِيْهِ وَعَلَاقَتُهُ بِالْمُؤَسَّسَاتِ الدَّعْوِيَّةِ فِي الْمُجْتَمَعِ قابلِ مطالعہ ہے۔

(۲) اُمّت کے مسائل کا تعلق مسجد سے ختم ہو گیا ہے، حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ یقین نہیں ہے' اِس لیے بھوک ہڑتال کر کے غیروں سے اپنے اُمور کا مطالبہ کرتے ہیں، اگر یقین صحیح ہوتا تو روزہ رکھ کر مسجد میں بیٹھ جاتے کہ اے اللہ! جب تک تو یہ کام نہ کر دے میں تیرے گھر میں روزے کے ساتھ اور دُعاؤں کے ساتھ پڑا رہوں گا۔

(۳) مسجد کے ماحول کا کوئی متبادل نہیں ہے۔

(۴) ملاقاتیں برائے ملاقات نہیں ہیں، بلکہ مسجد کے ماحول میں لانے کیلئے ہیں

(۵) پانچ کام صرف مسجد کی جماعت کے نہیں ہیں؛ بلکہ پورے محلے کے لئے ہے، مسلمانوں کو اپنی دعوت میں لے لو۔

(۶) ہم نے ملاقاتوں کے ذریعہ ایمان والوں کو مسجد کی طرف بلایا تو سمجھ لو کہ اُن کے لئے ہدایت کا دروازہ کھل گیا؛ کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ جو میری طرف چل کر آتا ہے میں اُس کی طرف دَوڑ کر آتا ہوں۔(۱)

(۷) صحابہؓ مساجد کی طرف ایسے چل کر آتے تھے گویا وہاں اُن کی حاجتوں کا پورا ہونا اُنہیں یقین کے ساتھ نظر آ رہا ہے۔(۲)

(۸) پانچ کام مسجد کے کام کی ابتداء ہے، انتہاء نہیں۔

(۹) حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے جو اپنے ماحول سے نکل کر باہر نہیں آیا وہ ایمان اور یقین کے ماحول سے کیسے متأثر ہو جائے گا۔

---

(۱) ۔۔۔وَإِذَا أَتَانِي مَشْيًا أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً، البخاری، رقم: ۷۵۳۶

(۲) حضرت ابوامامہؓ کا مقروض ہونے پر مسجد آنا، ابوداؤد، ۲/۲۷۰

(۱۰) مسجد کو آباد کرنے والوں کے لئے یہ وعدے ہیں: اللہ تعالی اُن پر رحمت نازل کرتے ہیں۔ اُن کو راحت دیتے ہیں۔ اُن سے راضی ہوتے ہیں۔

(۱۱) اُن کو پل صراط سے بجلی کی طرح گزار دیں گے۔ جنت میں داخل فرمائیں گے۔ فرشتے غائب ہونے پر اُن کو تلاش کرتے ہیں۔ بیمار ہونے پر عیادت کرتے ہیں۔ دنیوی کام میں ہوں تو مدد کرتے ہیں۔(۱)

(۱۲) مسجدِ نبویؐ ۲۴ / گھنٹے اعمال سے آباد تھی (۲)، ہر آنے والے کو اپنی ضرورت کا دین سکھانے والے مل جایا کرتے تھے۔

(۱۳) زمین اور آسمان کے درمیان ہر آفت کے پیش آنے کا ایک سبب مساجد سے اُمّت کا بے تعلق ہونا ہے۔

---

(۱) عَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: الْمَسْجِدُ بَيْتُ كُلِّ تَقِيٍّ وَتَكَفَّلَ اللّٰهُ لِمَنْ كَانَ الْمَسْجِدُ بَيْتَهُ بِالرَّوْحِ وَالرَّحْمَةِ وَالْجَوَازِ عَلَى الصِّرَاطِ إِلَى رِضْوَانِ اللّٰهِ إِلَى الْجَنَّةِ. مجمع الزوائد، رقم: ۲۰۲۶، وفي حديث آخر: إِنْ غَابُوْا يَفْتَقِدُوْنَهُمْ وَإِنْ مَرِضُوْا عَادُوْهُمْ، وَإِنْ كَانُوْا فِيْ حَاجَةٍ أَعَانُوْهُمْ. أحمد: ۲/ ۴۱۷۔

(۲) جن روایات کے اندر حضرت بلالؓ کا اذان دینا قبل الوقت (فجر میں) اور حضرت ام مکتوم کا بعد الوقت آیا ہے وہاں ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت بلالؓ کی اذان نماز کے لئے نہیں ہوتی تھی، بلکہ وہ ایک غرض کے لئے ہوتی تھی کہ جو لوگ سو رہے ہیں وہ بیدار ہو جائیں، اور جو تہجد کے اندر مشغول ہیں وہ فارغ ہو جائیں، باب التاذين للفجر أي وقت هو، شرح معاني الآثار

(۱۴) لوگوں کو مسجد میں لانے کا داعیہ (جذبہ) نہیں ایک ایک گھنٹہ گھر پر بات کرتے ہیں اور لوگوں کا بھی یہ ذہن بن گیا ہے کہ ہم سے ہمارے ماحول میں بات کرو۔(۱)

(۱۵) حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ سے دہلی والوں نے کہا تھا: باہر پارکوں، ہوٹلوں میں لوگ بیٹھے رہتے ہیں، اجازت ہو تو وہاں کام شروع کردیں، حضرت ٹیک لگائے تھے، بیٹھ گئے اور فرمایا: ہم تو مسجد کی دعوت دیتے ہیں۔

---

(۱) حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کے مکاتیب میں بھی یہ لکھا ہے کہ خروج کے ایام میں ہر فردِ امت کو مسجد میں لانے کی مشق کرنی ہے۔ آپ علیہ السلام کے زمانہ میں تشکیل مسجد سے ہوتی تھی۔ اللہ تعالی کے ذکر کی مجلس بھی مسجد میں لگتی تھی۔ ہر شخص مسجد آتا اور اپنا دین مسجد سے لے کر اپنے کام پر جاری کرتا تھا۔ پھر فرمایا کہ خروج کے بعد مقام پر آکر اِسی مشق پر قائم رہے۔(مکاتیب مولانا یوسف صاحبؒ، خط نمبر ۷۱ ارحجازِ مقدّس جانے والی جماعت کے نام، ص: ۱۶۵)
لیکن اِس ترتیب پر باقاعدہ عمل کم سے کم تر تھا یا بالکل ہی نہیں تھا۔ پھر ۱۹۹۹ء میں پُرانے کام کرنے والے جمع ہوئے (مفتی زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، بھائی افضل صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حاجی عبدالوہاب صاحبؒ پڑوس ملک کے، اور مولانا زُبیر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم قابلِ ذکر ہیں) اور باقاعدہ اِس ترتیب کو قابو میں لانے کا مشورہ ہوا۔ اور ایک تحریر تیار کی گئی اُس میں یہ ہے کہ مسجد کی آبادی اور مقامی محنت میں ملاقات کر کے مسجد میں لانے کی محنت کی جائے۔(اظہارِ حق از مرتب)

(۱۶) حضور پاک ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا عام معمول تھا کہ کوئی بات پیش آئی تو فوراً مسجد کی طرف دوڑتے۔(۱)

(۱) سورج گرہن ہو یا چاند گرہن ہو یا سخت آندھی ہو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد کی طرف جاتے تھے۔مسند الشامیین للطبرانی، رقم:۵٦۸

آگ بجھانا ہو؛ إطَاعَةُ النَّارِ لِتَمِيْمِ الدَّارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (حیاۃ الصحابہؓ ۳/ ۸۴۹

ہواؤں کے ذریعہ پیغام پہنچانا ہو؛ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے ایک لشکر روانہ کیا اور ان کا امیر ایک آدمی کو بنایا جنہیں ساریہ کہا جاتا تھا، ایک دفعہ حضرت عمرؓ جمعہ کا خطبہ دے رہے کہ ایک دم انہوں نے تین مرتبہ پکار کر کہا، اے ساریہ لشکر لے کر پہاڑ کی طرف ہو جاؤ، پھر اس لشکر کا قاصد آیا۔حضرت عمرؓ نے اس سے حالات پوچھے، اس نے کہا اے امیر المؤمنین! ہمیں شکست ہو رہی تھی کہ اتنے میں ہم نے ایک بلند آواز تین مرتبہ سنی، اے ساریہ پہاڑ کی طرف ہو جاؤ، چنانچہ ہم نے اپنی پشتیں پہاڑ کی طرف کر دیں، جس پر اللہ نے کفار کو شکست دے دی، پھر لوگوں نے حضرت عمرؓ سے کہا، آپ ہی نے تو بلند آواز سے یہ کہا تھا۔ حیاۃ الصحابہؓ، ۳/ ۷۲۴

خشک سالی ہو یا بارش کی زیادتی ہو؛ بخاری میں ہے کہ حضرت انس فرماتے ہیں ایک دفعہ جمعہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے، منبر کے ساتھ ایک دروازہ تھا، اس سے ایک آدمی داخل ہوا اور آکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا، یا رسول اللہ! سارے جانور ہلاک ہو گئے (کیونکہ بہت دنوں سے بارش نہیں ہوئی) اور خشک سالی اور پانی کی کمی کی وجہ سے سارے راستے بند ہو گئے، لوگوں نے سفر کرنا چھوڑ دیا، اس لئے آپ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ ہمیں بارش دے دے، آپ ﷺ نے اسی وقت دعا فرمائی، اے اللہ ہمیں بارش دے دے، اے اللہ! ہمیں بارش دے دے۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں، اللہ کی قسم! ہمیں آسمان میں بادل وغیرہ کچھ نظر نہیں آرہا تھا اور ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان کوئی مکان یا گھر وغیرہ بھی نہیں تھا

←

....

یعنی مطلع نظر آنے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی اور مطلع بالکل صاف تھا کہ اتنے میں سلع پہاڑ کے پیچھے سے ڈھال جتنا ایک بادل نمودار ہوا جو آسمان کے بیچ میں پہنچ کر پھیل گیا اور برسنے لگا اور پھر مسلسل بارش ہوتی رہی، اللہ کی قسم ہم نے چھ دن تک سورج ہی نہیں دیکھا یہاں تک کہ اگلا جمعہ آ گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے اسی دروازے سے ایک آدمی داخل ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگا یارسول اللہ! بارش اتنی زیادہ ہوگئی ہے کہ سارے جانور ہلاک ہو گئے۔ سارے راستے بند ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ سے دعا کریں کہ وہ بارش روک لے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی، اے اللہ! اردگرد بارش ہو ہم پر بارش نہ ہو، اے اللہ! ٹیلوں، پہاڑیوں، پہاڑوں، درخت اور گھاس کے اگنے کی جگہ بارش ہو، چنانچہ اس وقت بارش رک گئی اور مسجد سے باہر نکلے تو ہم دھوپ میں چل رہے تھے۔ حیاۃ الصحابہؓ، ۳/ ۹۲ ۷

● یا قرض کا بوجھ ہو۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن مسجد میں تشریف لائے تو اچانک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر ایک انصاری شخص پر پڑی جنہیں ابوامامہ کہا جاتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوامامہ! کا بات ہے تم آج مسجد میں نماز کے وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں بیٹھے ہوئے ہو۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! غموں اور قرضوں نے مجھے گھیر لیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسا کلام نہ سکھاؤں کہ جب تم اسے کہو گے تو اللہ تمہارا غم دور کر دیں گے اور قرض اتروا دیں گے۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ضرور سکھا دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صبح اور شام یہ دُعاء پڑھا کرو: اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنَ الۡھَمِّ وَالۡحَزَنِ اَعُوۡذُبِکَ مِنَ الۡعَجۡزِ وَالۡکَسَلِ وَاَعُوۡذُبِکَ مِنَ الۡجُبۡنِ وَالۡبُخۡلِ وَاَعُوۡذُبِکَ مِنۡ غَلَبَۃِ الدَّیۡنِ وَقَھۡرِ الرِّجَالِ۔ ترجمہ: ”اے اللہ! میں ہر فکر و غم سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور عاجز ہو جانے اور سستی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور بزدلی اور کنجوسی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور قرضہ کے غلبہ اور لوگوں کے میرے اوپر دباؤ سے تیری پناہ چاہتا ہوں“۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایسا کیا تو اللہ نے میرے غم بھی دور کر دیئے اور میرا قرضہ بھی سارا ادا کر دیا۔ (ابوداؤد: ۲/ ۳۷۰)

۱۷ مسجد سے بے تعلق ہونا یہ اللہ تعالی سے بے تعلق ہونے کی نشانی ہے۔(۱)

۱۸ مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ ساری کائنات کے نظام کو مسجد کے ذریعہ کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔

۱۹ مسجدوں کو آباد کرنے والوں سے جو عذاب مُقَدَّر (طئے) ہوتا ہے وہ ہٹایا جاتا ہے۔(۲)

۲۰ اعمالِ مسجد (دعوت، عبادت، خدمت وغیرہ) اعمالِ نبوّت (نبیوں کے لائے ہوئے اعمال) اعمالِ ہدایت (جن سے لوگوں کو ہدایت ملتی ہے) اور اعمالِ تربیت (جن سے لوگوں کی اصلاح وتربیت ہوتی ہے) ہیں۔

۲۱ مسجد کے باہر دعوت دینے سے انکار نہیں؛ لیکن کوشش یہ ہو کہ مسجد میں ہو۔ بازار کے ماحول سے مسجد کا ماحول لاکھ گنا بہتر ہے۔

۲۲ صحابہؓ کے زمانہ میں جس علم کا اعلان مسجد سے ہوتا تھا، لوگوں کا اُس پر عمل کے لیے آمادہ ہونا آسان ہوتا تھا۔

۲۳ اگر مسجدیں رات میں آباد نہ ہوں تو لوگوں کا وقت بُرائیوں میں کٹے گا۔

۲۴ گھر پر بات کرنے سے انکار نہیں مختصر بات کرکے سہولت سے مسجد کیلئے وقت لو۔ باہر کی جگہوں پر محنت کرکے اُن کو مسجد کے ماحول میں لانے کی کوشش کرو۔

---

(۱) مَنْ أَلِفَ الْمَسْجِدَ أَلِفَهُ اللّٰهُ. مجمع الزوائد: ۲/ ۱۲۵۔

(۲) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ میں زمین والوں پر عذاب کا ارادہ کرتا ہوں پھر جب میں اپنے گھروں یعنی مسجدوں کے آباد کرنے والوں کو، میری رضا کے لئے آپس میں محبت کرنے والوں کو اور سحری کے وقت استغفار کرنے والوں کو دیکھتا ہوں تو اُن پر عذاب کو ہٹا دیتا ہوں ۔ کنز العمال، رقم: ۲۰۳۴۳۔

(۲۵) ضدی کافر بھی مسجد آ کر متأثر ہوتے تھے اور اسلام قبول کرتے تھے۔(۱)

(۲۶) دلوں کے پلٹنے کی اصل جگہ مسجد ہے۔(۲)

(۲۷) شیطان کے حملہ سے بچنے کے لیے حدیث میں تین کام بتائے گئے ہیں: عوام کے درمیان رہنا، جماعت کے ساتھ چمٹے رہنا، مسجد کو آباد کرنے کی فکر کرنا۔(۳)

(۲۸) **تجارت چھڑانا مقصود نہیں بلکہ مسجد کے لیے زائد وقت مانگا جا رہا ہے۔**

---

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجد کی طرف کچھ سوار بھیجے، وہ قبیلہ بنو حنیفہ کے (سرداروں میں سے) ایک شخص ثمامہ بن اثال نامی کو پکڑ کر لائے اور مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے اور پوچھا ثمامہ تو کیا سمجھتا ہے؟ (میں تیرے ساتھ کیا کروں گا؟) انہوں نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے پاس خیر ہے (اس کے باوجود) اگر آپ مجھے قتل کر دیں تو آپ ایک شخص کو قتل کریں گے جو خونی ہے، اس نے جنگ میں مسلمانوں کو مارا اور اگر آپ مجھ پر احسان کریں گے تو ایک ایسے شخص پر احسان کریں گے جو احسان کرنے والے کا شکر ادا کرتا ہے لیکن اگر آپ کو مال مطلوب ہے تو جتنا چاہیں مجھ سے مال طلب کر سکتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے چلے آئے، دوسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر پوچھا: ثمامہ اب تو کیا سمجھتا ہے؟ انہوں نے کہا، وہی جو میں پہلے کہہ چکا ہوں، کہ اگر آپ نے احسان کیا تو ایک ایسے شخص پر احسان کریں گے جو شکر ادا کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر چلے گئے، تیسرے دن پھر آپ نے ان سے پوچھا: اب تو کیا سمجھتا ہے ثمامہ؟ انہوں نے کہا کہ وہی جو میں آپ سے پہلے کہہ چکا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو، رسی کھول دی گئی، تو وہ مسجد نبوی سے قریب ایک باغ میں گئے اور غسل کر کے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور پڑھا ’’أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ‘‘۔ البخاری، رقم: ۴۶۲۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفد ثقیف کو مسجد میں ٹھرایا تا کہ اُن کے دل نرم ہوں۔ مسند أحمد، رقم: ۱۷۹۱۳۔ (۳) مسند أحمد بن حنبل، رقم: ۲۲۰۲۹۔

۲۹ ہم چاہتے ہیں کہ ۲۴ رگھنٹوں میں کسی بھی وقت آنے والے کو مسجد میں تربیت اور علم وایمان کا حلقہ ملے۔

۳۰ جو اللہ تعالی اور آخرت پر ایمان رکھے وہ مسجد وار جماعت کا ساتھی ہے، ہم نے شرطیں لگائیں ہیں کہ وہ چلہ والا ہو یا چار ماہ والا ہو۔(۱)

۳۱ گھروں پر باتیں کرنے کا رُخ عام ہوگیا ہے، فتنوں کا دور ہے گھروں پر لمبی باتیں کرنا مناسب نہیں۔

۳۲ ہم کام کرنے والے یہاں تک پہنچے ہیں کہ مسجد میں کام کرنے والوں کو پہنچانتے ہیں، مسلمانوں کو نہیں پہچانتے۔

۳۳ مولانا الیاسؒ فرماتے تھے کہ کان میں بات ڈالنا تبلیغ نہیں؛ بلکہ دل میں اُتارنا تبلیغ ہے، دل میں اُتارنے کا سبب مسجد کا ماحول اور اُس کے اعمال ہیں۔

۳۴ محلّہ کی دین داری اور بے دینی کا معیار مساجد ہیں، اگر مساجد اعمال سے آباد ہیں تو اُس علاقہ میں دین داری ہے اور اگر مساجد آباد نہیں تو علاقہ میں دین داری نہیں ہے۔

۳۵ صحابہؓ تمام مسائل کے لئے مسجد کی طرف دوڑتے تھے اب ہم مسجد سے دوڑ رہے ہیں، شکلوں سے پہلے اللہ کی طرف دوڑو۔

۳۶ مسلمان کو مسجد سے جوڑنا ہی اللہ تعالیٰ سے جوڑنا ہے۔

۳۷ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ اپنے ۲۴ رگھنٹوں کو تین حصوں پر تقسیم کرو، آٹھ گھنٹے کمائی کے، آٹھ گھنٹے اپنے بیوی بچّوں کے ساتھ اور آٹھ گھنٹے اللہ تعالیٰ کے لیے۔

---

(۱) إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ الخ [التوبة:۱۸]

(۳۸) جب ایک کافر کا دل مسجد کے ماحول سے اسلام کے لیے نرم ہوسکتا ہے تو ایک مسلمان کا دل مسجد کے ماحول سے دین کے لیے کیسے تیار نہیں ہوسکتا۔ مسجد کی جماعت مسجد میں جمع ہوکر وہ تمام تقاضے جو مسجد وار جماعت کے سامنے ہیں اُن کو پورا کریں جیسے گھر گھر کی ملاقاتیں، مریض کی عیادت، آنے والی جماعتوں کی نصرت، نکلنے والی جماعتوں کی وصولیابی وغیرہ کو پورا کرتے ہوئے مسلمانوں کو اِس کی دعوت دیں کہ مسجد میں ایمان اور تعلیم کا حلقہ چل رہا ہے، مسجد میں تشریف لے چلیں۔

(۳۹) اب ہمارا عقیدہ بجائے عمل پر آنے کے عمل کرنے والوں پر آ گیا ہے، اگر عمل پر یقین آئے تو پھر یہ اللہ تعالی کی طرف چلے گا، اگر یقین عمل کرنے والوں پر آئے تو پھر اللہ کے غیر کی طرف جائے گا۔

(۴۰) آپ لوگ اپنے علاقہ میں اِس بات کو عام کردو کہ ہر کام کے لئے مسجد میں جانے والے بن جائیں، اِس پر کیا ہوگا اِس امت کے پہلوں کے ساتھ جو مددیں ہوئیں وہ پلٹ کر آئیں گی، اگر تم اپنی مسجدوں کو اعمال سے آباد کروگے تو اِس کے اثرات سارے محلے پر پڑیں گے۔

(۴۱) دورِ صحابہ میں لوگ اپنے مسائل کو لے کر مسجد میں آیا کرتے تھے، یہ عام مزاج تھا اُس زمانہ میں، تم دیکھو گے جن پر قرضہ ہو وہ تلاش کرتے ہیں بزرگوں کو کہ کوئی اللہ والا مل جائے جس سے قرض کی ادائیگی کی دعاء کروالیں، لوگ دعاؤں کی قبولیت کے اسباب کو چھوڑ کر صرف اُن بزرگوں کی تلاش میں رہتے ہیں جن کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں،

حالانکہ جو آدمی اپنے عمل سے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دے گا وہ دوسرے کے عمل سے کیسے فائدہ اٹھائے گا۔

(۴۲) اللہ کی شان! جو طفیل بن عمرو مسجد کے باہر کانوں میں روئی ٹھوسے ہوئے تھے، اُنھوں نے مسجد میں آکر بات سنی اسلام لائے ؛قبیلۂ دوس کے اسّی خاندان ان کے ذریعہ اسلام میں داخل ہوئے۔(۱)

(۴۳) مسجد کی آبادی میں مسائل کا حلقہ بنیادی فریضہ ہے، یہ فریضہ بیان وتقریر سے ادا نہ ہوگا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان چھوڑ کر ایک آنے والے کو اسلام کے فرائض کی دعوت دی۔(۲)

---

(۱) قَالَ: فَوَاللّٰهِ مَا زَالُوْا بِيْ حَتّٰى أَجْمَعْتُ عَلَى أَنْ لَا أَسْمَعَ مِنْهُ شَيْئًا وَلَا أُكَلِّمَهُ، حَتّٰى حَشَوْتُ أُذُنَيَّ حِيْنَ غَدَوْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ كُرْسُفًا فَرَقًا مِنْ أَنْ يَبْلُغَنِيْ مِنْ قَوْلِهِ وَأَنَا لَا أُرِيْدُ أَنْ أَسْمَعَهُ.....فَرَجَعْتُ فَلَمْ أَزَلْ بِأَرْضِ دَوْسٍ أَدْعُوْهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ حَتّٰى هَاجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم إِلَى الْمَدِيْنَةِ وَقَضَى بَدْرًا وَأُحُدًا وَالْخَنْدَقَ. ثُمَّ قَدِمْتُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم بِمَنْ أَسْلَمَ مَعِيَ مِنْ قَوْمِيْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم بِخَيْبَرَ، حَتّٰى نَزَلْتُ الْمَدِيْنَةَ بِسَبْعِيْنَ أَوْ ثَمَانِيْنَ بَيْتًا مِنْ دَوْسٍ، حياة الصحابة:۱/۲۳۶، تفصیل کے لئے دیکھئے حیاۃ الصحابہ اردو:۱/۲۵۵

(۲) ابو رفاعہ فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اِس حال میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ؛ میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مسافر آدمی ہے، وہ اپنے دین کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے وہ نہیں جانتا کہ اس کا دین کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ چھوڑ دیا اور میری طرف متوجہ ہوئے پھر ایک کرسی لائی گئی، میرا گمان ہے کہ اُس کے پائے لوہے کے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کرسی پر بیٹھ گئے اور مجھے علوم سکھانے لگے جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سکھلائے، پھر آئے اور آخر تک اپنا خطبہ پورا کیا۔ مسلم، رقم:۸۷۶

(۴۴) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشاء کی نماز کے بعد انصار سے ملاقاتوں میں جاتے تھے۔ جب یہاں مرکز نظام الدین میں ۲۴ر گھنٹہ کی آبادی میں رات میں ملاقاتوں کے لیے کہا گیا تو ایک صاحب نے کہا: چھوڑو یہ تو آرام کا وقت ہے۔ یہ نیا کام مت شروع کرو۔ میں نے کہا یہ اُن لوگوں پر محنت کا وقت ہے جو رات کی تنہائی کو غنیمت جان کر گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں (۱)۔

(۴۵) اعمالِ مسجد مسجد میں قائم کرتے ہوئے باہر کی ملاقاتوں کے ذریعہ لوگوں کو مسجد میں لے کر آنا یہ مسجد کی آبادی کا خلاصہ ہے۔

(۴۶) جو کہتے تھے کہ ۳ر سال تک ہم بت نہیں توڑیں گے وغیرہ ؛اعمالِ مسجد نے ۳ر دن میں ان کے کُفر کو توڑ دیا (۲)۔

---

(۱) فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، احْتَبَسْتَ عَنَّا اللَّيْلَةَ عَنِ الْوَقْتِ الَّذِي كُنْتَ تَأْتِينَا فِيهِ! فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم: إِنَّهُ طَرَأَ عَلَيَّ حِزْبٌ مِنَ الْقُرْآنِ فَأَحْبَبْتُ أَنْ لَا أَخْرُجَ حَتَّى أَقْرَأَهُ. مسند أبي داود الطيالسي، رقم: ۱۲۰۴

(۲) جب وفد ثقیف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو ان کے لئے مسجد میں خیمہ لگایا گیا،۔۔۔اسلام قبول کرنے کے لئے انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ نماز نہیں پڑھا کریں گے، اور اپنے ہاتوں سے اپنے بتوں کو نہیں گرائیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس بات کو تو ہم مان لیتے ہیں کہ تم اپنے ہاتھ اپنے دونوں بتوں کو نہ توڑو (ہم اپنے آدمی بھیج کر تڑوا دیں گے) لیکن تم نماز نہ پڑھو یہ بات نہیں مان سکتے کیونکہ اس دین میں کوئی خیر نہیں جس میں نماز نہ ہو، انہوں نے کہا، اچھا ہم نماز پڑھ لیان گے، ہے تو یہ ویسے گھٹیا عمل۔ حیاۃ الصحابۃ۔ ۱ر ۲۳۴

(۲۲) مسجد کے آداب (۹)

(۱) جب اُمت سے مسجد کا دین نکل جائے گا تو باہر کا دین بھی نکل جائے گا، اِس لئے کہ مسجد کے باہر کے تمام شعبوں کا دین وہ مسجد کے دین پر موقوف ہے۔

(۲) جو شخص اللہ تعالیٰ کا احترام اللہ تعالیٰ کے گھر میں نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ کے اَوامر (حکموں) کا احترام مسجد کے باہر کیسے کرے گا؟۔

(۳) لوگوں نے مسجد کے ماحول اور مسجد کے باہر کے ماحول کو برابر سمجھ لیا۔

(۴) صحابہؓ کے زمانہ میں بازاروں کا ماحول بھی مسجد کے ماحول کی طرح ہوتا تھا، کہ جس طرح وہ مسجد میں احکام کی پابندی کرتے تھے، اُسی طرح مسجد کے باہر بھی احکام کے پابند ہوتے تھے، اِس زمانہ میں لوگوں نے مسجدوں کے ماحول کو بازار کی طرح بنایا ہے (مسجد کے آداب کو پامال کر کے)۔

(۵) مسجدوں میں آوازیں بلند کرنا اتنا بُرا سمجھا جاتا تھا کہ حضرت عمرؓ طائف کے رہنے والے دو شخصوں کے بارے میں فرمایا جو مسجد نبوی میں آواز بلند کر رہے تھے، اگر تم دونوں اس شہر کے ہوتے تو دردناک سزا دیتا۔(۱)

(۶) آج کل لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مسجد میں شور ہنگامہ کروتا کہ لوگ ہماری

---

(۱) بخاری، رقم: ۴۷۰؛ نوٹ: مسجد کے دیگر آداب روانگی کی سرخی کے تحت دیکھئے۔

طرف متوجہ ہوجائیں، جب اللہ تعالیٰ ہی ناراض ہوجائیں تو یہ کس کی حمایت میں ہوں گے۔

(۷) حضرت عمرؓ نے مسجد کے باہر ایک چبوترہ بنایا تھا، فرماتے تھے: جس کو دنیوی بات کرنی ہو یا آواز بلند کرنی ہو وہ وہاں چلا جائے۔(۱)

(۸) سارا گانا بجانا ان موبائلوں کے ذریعہ مسجدوں میں آگیا ہے، حالانکہ ایسے آدمی کو چاہئے کہ نماز توڑ دے اور موبائل کو بند کرے ورنہ دوسروں کی نماز میں خلل ہوگا۔(۲)

(۹) ان آلات نے عبادات کے نور کو سلب کرلیا ہے (چھین لیا ہے)۔

(۱) عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضي الله عنه بَنَى إِلَى جَانِبِ الْمَسْجِدِ رَحَبَةً، فَسَمَّاهَا الْبُطَيْحَاءَ فَكَانَ يَقُوْلُ: مَنْ أَرَادَ أَنْ يَلْغَطَ، أَوْ يُنْشِدَ شِعْرًا، أَوْ يَرْفَعَ صَوْتًا، فَلْيَخْرُجْ إِلَى هٰذِهِ الرَّحَبَةِ. السنن الكبرى، رقم: ۲۰۲۶۶

(۲) آدمی کو چاہیے کہ جب مسجد پہنچے تو موبائل سوئچ آف کرلے یا کم از کم سائلنٹ کرلے، گھنٹی میں نہ رکھے؛ تاکہ نماز کے دوران گھنٹی بجنے سے نمازیوں کی نماز میں خلل واقع نہ ہو۔ اور اگر کوئی شخص نماز سے پہلے موبائل سوئچ آف یا سائلنٹ کرنا بھول جائے اور اچانک نماز کے دوران موبائل کی گھنٹی بجنے لگے تو جیب میں ایک ہاتھ ڈال کر موبائل سوئچ آف کردے یا گھنٹی بند کردے، اس کے لیے عام حالات میں نماز توڑ کر موبائل بند کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اور اگر نماز توڑے بغیر کام نہ چلے اور موبائل کی گھنٹی بار بار بج رہی ہو، جس کی وجہ سے نمازیوں بہت زیادہ زحمت اور تکلیف ہورہی ہو اور خود کو بھی کوفت ہورہی ہو کہ لوگ نماز کے بعد ٹوکیں گے تو ایسی صورت میں نماز توڑ کر موبائل بند کردے، عام حالات میں موبائل بند کرنے کے لیے نماز نہ توڑے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم، دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند) Fatwa:599-477/N=6/1439

٢٣ فضائل کی تعلیم ٢٣

(١) حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ اِس تعلیم کا موضوع نہ معلومات کو بڑھانا ہے اور نہ اپنی معلومات پر اعتماد (بھروسہ) ہے؛ بلکہ تعلیم کے حلقوں سے احتساب بڑھانا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اعمال پر کیا دینے والے ہیں؟۔ (١)

---

(١) مثلاً نیچے دیئے گئے اعمال کو کرنے سے پہلے اُن پر ملنے والے اجر وثواب کا استحضار کیا جائے۔

اعمال کا ثواب: (١) علم کا ثواب (٢) علماء کی فضیلت (٣) تعلیم وتعلّم کا ثواب (۴) علم اور دیگر امور میں لڑائی جھگڑا نہ کرنے کا ثواب (٥) تعلیم دینے اور تصنیف وتالیف کرنے کا ثواب (٦) کتاب وسنت پر عمل کرنے کا ثواب۔

طہارت و پاکیزگی: (٧) وضو کا ثواب اور اُسے بہتر طور سے کرنے کا ثواب (٨) سخت سردی کے موسم میں مکمل وضو کرنے کا ثواب (٩) مسواک کرنے کا ثواب (١٠) وضو کا خیال رکھنے کا ثواب (١١) وضو کرنے کے بعد دعاء پڑھنے کی فضیلت (١٢) وضو کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کا ثواب۔

کتاب الصلوٰۃ: (١٣) اذان کہنے والے کا ثواب (١۴) مؤذن کے جواب میں مسنون دعاء پڑھنے کا ثواب (١٥) اذان کے بعد دعاء پڑھنے کا ثواب (١٦) نماز کی تکبیر کے وقت دعاء کرنے کا ثواب (١٧) نماز کا ثواب۔

←

۲ تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ ۲۴ رگھنٹوں میں کس وقت کا کونسا عمل ہے اوراُس کا کیا اجر ہے، اُس کا دھیان ہو، ورنہ اِن مواقع سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھاسکتا اورغفلت سے سارے مواقع گزرجائیں گے۔

....

رکوع اور سجدے کا بیان: (۱۸)فرض نمازوں کی پابندی کا ثواب (۱۹)اول وقت میں نماز ادا کرنے کا ثواب (۲۰)نماز کے افتتاحی کلمات کا ثواب (۲۱)رکوع کے بعد پڑھی جانے والی دُعاء کا ثواب (۲۲)جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کا ثواب (۲۳)عشاء اور صبح کی نمازیں باجماعت ادا کرنے کا ثواب (۲۴)اُس شخص کا ثواب جو نماز باجماعت کی نیت سے گیا لیکن جماعت ہوچکی ہو(۲۵)اُس امام کا ثواب جو اچھے انداز میں نماز پڑھائے اور مقتدی اُس سے خوش ہوں (۲۶)آمین کہنے اور نمازی کی آمین کے فرشتے کی آمین کے مطابق ہونے کا ثواب (۲۷)پہلی صف میں نماز پڑھنے کا ثواب (۲۸)صفوں کی دائیں طرف نماز پڑھنے کا ثواب (۲۹)صف ملانے یا خلاختم کرنے کا ثواب (۳۰)مسجدِحرام اور مسجدِنبوی میں نماز ادا کرنے کا ثواب (۳۱)مسجد بیت المقدس میں نماز پڑھنے کا ثواب (۳۲)مسجدِقباء میں نماز پڑھنے کا ثواب (۳۳)عورتوں کیلئے گھر میں نماز پڑھنے کا ثواب (۳۴)اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے مسجد بنانے کا ثواب (۳۴)مسجد میں جھاڑو دینا اور صاف کرنے کا ثواب (۳۵)نماز کے لئے مسجد میں پیدل جانے کا ثواب (۳۶)اندھیرے میں مسجد کی طرف جانے کا ثواب (۳۷)مسجد میں نیکی کی نیت سے بیٹھنے کا ثواب (۳۸)مسجد میں نماز کے انتظار کے لئے بیٹھنے کا ثواب (۳۹)نمازِفجر کے بعد طلوع آفتاب تک اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے نماز کی جگہ بیٹھے رہنے کا ثواب (۴۰)نمازِعصر کے بعد غروب آفتاب تک بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کا ثواب (۴۱)نمازِفجر،عصر اور مغرب کے بعد ذکر کرنے کا ثواب

←

(۳) مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ فضائل کی تعلیم سے یہ چاہا جارہا ہے کہ اُمّت کا یقین اسباب سے اللہ تعالیٰ کے اوامر (حکموں) کی طرف پھر جائے۔ (کہ پہلے حکم اپنایا جائے گا، پھر سبب)۔

(۴۲) گھر میں نفل نماز پڑھنے کا ثواب (۴۳) شب وروز میں بارہ رکعتوں کی پابندی کرنے کا ثواب (۴۴) فجر کی دو رکعتوں کا ثواب (۴۵) ظہر سے پہلے اور بعد میں چار رکعت پڑھنے کا ثواب (۴۶) عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھنے کا ثواب (۴۷) مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھنے اور مغرب وعشاء کے درمیان عبادت کرنے کا ثواب (۴۸) عشاء کے بعد چار رکعت پڑھنے کا ثواب (۴۹) نمازِ وتر پڑھنے کا ثواب (۵۰) باوضو حالت میں سونے کا ثواب (۵۱) تہجد اور قیام اللیل کا ثواب (۵۲) رات کو تہجد کی نیت سے سونے اور اُٹھ نہ سکنے کا ثواب (۵۳) نیند کی وجہ سے رات کی نماز ادا نہ کرسکنے پر اُس کی قضاء پر ثواب (۵۴) نمازِ ضحیٰ (چاشت) پڑھنے اور اُس کی باقاعدگی کرنے کا ثواب (۵۵) نمازِ تسبیح کا ثواب (۵۶) نمازِ حاجت کا ثواب۔

جمعہ کا بیان: (۵۷) جمعہ کے دن غسل کا ثواب (۵۸) نمازِ جمعہ کا ثواب اور جمعہ کے دن اور گھڑی کا ثواب (۵۹) جمعہ کے لئے کوشش کر کے جانے خوشبو لگانے اور دیگر کاموں کا ثواب (۶۰) جمعہ کے دن جلدی جانے کا ثواب (۶۱) جمعہ کے دن سورۂ آل عمران پڑھنے کا ثواب (۶۲) جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھنے کا ثواب (۶۳) جمعہ کے دن سورۂ یٰسین پڑھنے کا ثواب (۶۴) جمعہ کی رات سورۂ دُخان پڑھنے کا ثواب۔

جنازہ اور اُس کے متعلقات: (۶۵) وصیت کر لینے کے بعد موت کا ثواب (۶۶) اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرنے کا ثواب (۶۷) آخری کلام لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہونے کا ثواب (۶۸) کسی شخص کی وفات کے موقع پر آنے اور جنازہ یا دفن کیے جانے تک موجود رہنے کا ثواب (۶۹) نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد چالیس یا سو یا تین صفیں ہوجانے کا ثواب

←

۴ فضائل کی تعلیم سے مقصود یہ ہے کہ اُمّت میں حرام کاموں کی نفرت اور حکم خدا کی رغبت پیدا ہو جائے۔

(۷۰) مرنے کے بعد لوگوں کی طرف سے تعریفی کلمات کا ثواب (۷۱) مصیبت زدہ کے ساتھ اظہارِ افسوس کا ثواب (۷۲) پسماندگانِ میت کی زبان پر آمدہ الفاظ کا ثواب (۷۳) اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے میت کو نہلانے، اُسے کفن پہنانے اور اُس کے لئے قبر کھودنے کا ثواب (۷۴) سفر کی حالت میں فوت ہونے کا ثواب (۷۵) طاعون کی بیماری سے مرنے والے کا ثواب (۷٦) پیٹ کی بیماری سے مرنے والے غرق ہونے والے اور عمارت سے گر کر مرنے والے کا ثواب (۷۷) آگ میں جل کر مرنے والے اور اُس عورت کا ثواب جس کا بچہ پیٹ میں مرجائے (۷۸) جان و مال دین اور اہل خانہ کی حفاظت کی خاطر مرنے کا ثواب (۷۹) تین نابالغ بچے فوت ہو جانے کا ثواب (۸۰) دو بچے فوت ہو جانے کا ثواب (۸۱) ایک بچہ فوت ہو جانے کا ثواب (۸۲) حمل گر جانے کا ثواب (۸۳) دوست یا رشتہ دار کی وفات پر صبر کرنے کا اجر و ثواب (۸۴) صدقات و خیرات زکوۃ ادا کرنے کا ثواب (۸۵) خوش دلی کے ساتھ زکوۃ ادا کرنے کا ثواب (۸٦) امانت دار خزانچی اور صدقہ جمع کرنے والے کا ثواب (۸۷) صدقہ کرنے کا ثواب اور فضیلت (۸۸) تنگ دست کے صدقے کا ثواب (۸۹) خفیہ صدقہ کرنے کا ثواب (۹۰) بمشکل گزارہ کرنے والے قناعت پسند آدمی کا ثواب (۹۱) جو اللہ تعالی پر توکل و اعتماد کرتے ہوئے کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا (۹۲) ضرورت مند کو لباس دینے کا ثواب (۹۳) اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کھانا کھلانے کا ثواب (۹۴) کسی آدمی یا جانور کو پانی پلانے اور کنواں لگوانے کا ثواب (۹۵) نیک نیت کے ساتھ کھیتی باڑی کرنے اور پھل دار درخت لگانے کا ثواب (۹٦) اللہ تعالیٰ پر توکل اور اعتماد کرتے ہوئے نیک کاموں میں خرچ کرنے کا ثواب

←

۵ **اگر فضائل کے استحضار (دھیان) کے ساتھ ہر عمل کو کرنے کی عادت نہ بنائی تو یہ عبادات عادات بن جائیں گی، حالانکہ عادات کو عبادات بنانا ہے۔**

(۹۷)عورت کو خاوند کی اجازت کے ساتھ اُس کے گھر سے صدقہ کرنے کا ثواب(۹۸) تنگ دست کے لیے آسانی پیدا کرنے یا اُس کو مہلت دینے یا اُسے معاف کر دینے کا ثواب(۹۹)ادھار دینے کا ثواب(۱۰۰)واپس کرنے کی نیت سے قرض لینا(ثواب)

روزے کے ابواب:(۱۰۱) روزے کا ثواب (۱۰۲)ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے رمضان المبارک کے روزوں کا ثواب(۱۰۳)ایمان واخلاص کے ساتھ نماز تراویح پڑھنے کا ثواب (۱۰۴)ایمان اور اخلاص کے ساتھ لیلۃ القدر کا قیام کرنے کا ثواب (۱۰۵)سحری کھانے کا ثواب (۱۰۶)روزہ جلدی افطار کرنے کا ثواب (۱۰۷)روزہ افطار کرنے کا ثواب(۱۰۸)روزہ دار کے پاس کھانا کھانے والوں کی وجہ سے روزہ دار کا ثواب (۱۰۹)صدقۂ فطر کا ثواب(۱۱۰)عیدین کی راتوں میں عبادت کرنے کا ثواب (۱۱۱)اعتکاف کرنے کا ثواب (۱۱۲)رمضان المبارک کے بعد شوّال کے چھ روزوں کا ثواب(۱۱۳) یومِ عَرفہ کے روزے کا ثواب(۱۱۴) ماہِ محرم کے روزوں کا ثواب(۱۱۵) یومِ عاشوراء کے روزے کا ثواب(۱۱۶) شعبان کے روزوں کا ثواب(۱۱۷)اور اُس کی پندرھویں رات کی فضیلت (۱۱۸)ایامِ بیض کے روزے رکھنے کا ثواب(۱۱۹) ہر ماہ تین روزے رکھنے کا ثواب(۱۲۰) پیر اور جمعرات کے روزے کا ثواب اور فضیلت (۱۲۱) بدھ جمعرات اور جمعہ کے روزے کا ثواب(۱۲۲) ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کا ثواب۔

حج کے ابواب:(۱۲۳) حج کا ثواب(۱۲۴) مکہ سے پیدل چل کر حج کرنے کا ثواب(۱۲۵) عمرہ کرنے کا ثواب(۱۲۶) رمضان المبارک میں عمرہ کرنے کا ثواب(۱۲۷) حج یا عمرے کی نیت سے جانے والے کی وفات کا ثواب(۱۲۸) حج وعمرہ کے لیے خرچ کرنے کا ثواب

۶ ہماری تعلیم کا یہ حال ہے کہ ہم تعلیم کے اثر کو تعلیم کے حلقے میں ہی چھوڑ کر جاتے ہیں۔

(۱۲۹) تلبیہ (لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ) کہنے کا ثواب (۱۳۰) مسجدِ اقصیٰ سے احرام باندھنے کا ثواب (۱۳۱) بیت اللہ کا طواف کرنے اور حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کو ہاتھ لگانے کا ثواب (۱۳۲) بیت اللہ میں داخل ہونے کا ثواب (۱۳۳) عشرۂ ذُوالحجہ میں نیکی کرنے کا ثواب (۱۳۴) میدانِ عرفات میں دوران حج وقوف کرنے کا ثواب (۱۳۵) عرفہ کے دن کان اور آنکھ کو بُرائی سے محفوظ رکھنے کا ثواب (۱۳۶) جمرات کو کنکریاں مارنے کا ثواب (۱۳۷) سر منڈانے کا ثواب (۱۳۸) قُربانی کرنے کا ثواب (۱۳۹) آبِ زم زم پینے کا ثواب (۱۴۰) مدینۂ منورہ میں رہائش کا ثواب (۱۴۱) مدینہ یا مکہ میں فوت ہونے اور قبرِ نبویؐ کی زیارت کا ثواب۔

راہِ خدا میں نکلنا: (۱۴۲) صدق دل سے شہادت کی دعاء کرنے کا ثواب (۱۴۳) راہِ خدا کے لیے خرچ کرنے کا ثواب (۱۴۴) راہِ خدا کے مسافر کو سامان دینے یا اس کے بعد گھر میں محافظ بننے یا اسے الوداع کہنے کا ثواب (۱۴۵) راہِ خدا میں ایک دفعہ جانے یا آنے کا ثواب (۱۴۶) راہِ خدا میں چلنے اور غبار آلود ہونے کا ثواب (۱۴۷) راہِ خدا کے لیے جانے والے کی وفات کا ثواب (۱۴۸) راہِ خدا میں بحری سفر کرنے کا ثواب (۱۴۹) راہِ خدا میں مورچہ لگانے چوکس رہنے اور پہرا دینے کا ثواب (۱۵۰) مورچہ بند ہونے کی حالت میں فوت ہو جانے کا ثواب (۱۵۱) اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہرا دینے کا ثواب (۱۵۲) راہِ خدا میں خوف زدہ ہونے کا ثواب (۱۵۳) راہِ خدا کے لیے گھوڑے کو پالنے کا ثواب (۱۵۴) راہِ خدا کے لیے نشانہ بازی کا ثواب (۱۵۵) راہِ خدا کے دوران روزہ رکھنے اور دیگر نیک کام کرنے کا ثواب (۱۵۶) اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلنے کا ثواب (۱۵۷) راہِ خدا کی صف میں کھڑا ہونے کا ثواب (۱۵۸) دشمن سے مقابلے کے وقت دعاء کرنے کا ثواب (۱۵۹) اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی ہونے کا ثواب (۱۶۰) اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے والے کا ثواب۔ یہ فہرست علامہ دمیاطی کی کتاب المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح کی ہے۔

(۷) حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے یہاں تعلیم کے حلقے میں بیٹھنا بیان سننے سے اہم تھا۔

(۸) رحمتیں، برکتیں اور اُسی پر مسائل کا حل ہونا یہ سب چیزیں تعلیم کے ساتھ ملنے والی چیزیں ہیں، اُس کے مقاصد نہیں ہیں۔

(۹) حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کا معمول تھا کہ علماء کو بھی مسجد کی تعلیم کے حلقے میں بٹھاتے تھے۔

(۱۰) حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ (مقام پر) فضائل کی تعلیم کم سے کم ایک گھنٹہ، زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ گھنٹہ ہو۔

(۱۱) مقام پر ایک دن فضائل کی اور ایک دن منتخب احادیث (مؤلفہ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ) کی تعلیم ہو اور خروج کے زمانے میں ایک وقت (صبح) منتخب احادیث کی تعلیم ہو اور ایک وقت (دوپہر میں) فضائل (اعمال اوّل، دوّم) کی تعلیم ہو۔

(۱۲) خروج کے زمانہ میں اور گھروں میں روزانہ کی تعلیم کا لازمی جزء صفات کا مذاکرہ ہے۔

(۱۳) تعلیم کرانے والا ہی حدیث کو دُہرائے مجمع حدیث کو نہ دہرائے کیونکہ کتاب اُن کے سامنے نہ ہونے کی وجہ سے غلطی کا قوی امکان ہے۔

(۱۴) تعلیم کے دوران تعلیمی گشت کے ذریعے لوگوں سے ملاقات کر کے اُنہیں مسجد میں لائیں۔ (۱)

---

(۱) فَقَالَ لَهُمْ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: وَيْحَكُمْ فَذَاكَ مِيرَاثُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ.
المعجم الأوسط، رقم: ۱۴۲۹

(۱۵) صحابہ رضی اللہ عنہم دعوت اور عبادت پر جو وعدے ہیں اُنہیں سن کر فوراً عمل کرتے تھے، عمیر بن الحمام رضی اللہ عنہ کھجوریں پھینک کر فوراً شہید ہوئے کہ مجھ سے جنّت کا وعدہ کیا جا رہا ہے۔(۱)

(۱۶) تعلیم کرانے والا تعلیم کرائے اگر لوگ کچھ دیر کے بعد اُٹھ کر جانا چاہیں تو تعلیم کرنے والا یہ کہہ دے کہ اگر آپ جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں تعلیم کا عمل تو جاری رہے گا۔

(۱۷) تعلیم کرانے والے عالم ہوں تو عربی عبارت ایک مرتبہ پڑھیں تا کہ حدیث کا نور ملے اور ترجمہ تین مرتبہ۔

(۱۸) تعلیم میں باوضو اور باادب ہو کر بیٹھو؛ کیونکہ جتنا ادب ہوگا اُتنا ہی حدیث کا نور ملے گا۔

(۱۹) تعلیم کرنے والا ایک حدیث کو دو بار یا تین بار حسبِ ضرورت پڑھے، تعلیم کے دوران مجمع کو متوجّہ کرتا رہے کہ بھائی! بات سمجھ میں آ رہی ہے دیکھے بھائی! آپ نے سنا نماز چھوڑنے پر کتنی سخت وعید ہے دیکھو! نماز پڑھنے پر کتنا بڑا وعدہ ہے؟۔ (۲)

---

(۱) ثُمَّ قَالَ: لَئِنْ أَنَا حَيِيتُ حَتّٰى آكُلَ تَمَرَاتِيْ هٰذِهِ إِنَّهَا لَحَيَاةٌ طَوِيْلَةٌ، قَالَ: فَرَمٰى بِمَا كَانَ مَعَهُ مِنَ التَّمرِ، ثُمَّ قَاتَلَهُمْ حَتّٰى قُتِلَ. مسلم، رقم:۱۹۰۱۔

(۲) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِس طرح حدیث بیان کرتے تھے کہ اگر شمار کرنے والا چاہتا تو شمار کر لیتا۔ ابوداؤد، باب فی سرد الحدیث، ص:۱۵۸۔

(۲۰) فضائلِ اعمال وصدقات ایک محدثِ اعظم کی پوری زندگی کے مطالعہ کا نچوڑ ہے۔(۱)

(۲۱) ہرایک کے پاس اپنی الگ الگ کتاب ہونی ضروری ہے تاکہ تنہائیوں میں ہم اُس کا مطالعہ کرتے رہیں۔ (۲)

(۲۲) آج (ہمارا حال یہ ہے کہ) صبح کی تعلیم شام کو یاد نہیں رہتی اور شام کی تعلیم صبح کو یاد نہیں رہتی، حکومت وعدہ کرے تو وہ وعدہ یاد رہتا ہے اور وہ وعدہ پورا نہ ہوتو شکایت ہوتی ہے۔

(۲۳) فضائلِ اعمال اور فضائلِ صدقات کی احادیث کے ضمن میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جو فوائد لکھے ہیں اُن کے بارے میں فرمایا: فوائد دھیان سے پڑھا کرو، اُنہیں ہلکا سمجھ کر نہ چھوڑو، فوائد کے اندر بہت تربیت ہے۔ احادیث کے ذیل میں حضرتؒ کے جو مضامین ہیں وہ واقعی پڑھنے والوں اور سننے والوں کے اندر دین کی کمی کا احساس پیدا کرنے کی قوت رکھتے ہیں۔

---

(۱) محدّثِ اعظم سے مراد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ متوفی ۱۹۸۲ء ہیں، آپؒ اپنے زمانہ کے مشہور ومعروف محدّث ومصنّف، شیخِ طریقت اور مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے شیخ الحدیث، (مولانا الیاس رحمہ اللہ کے بھتیجے، شاگرد اور داماد) تھے۔

(۲) حضرت جی مولانا الیاس صاحبؒ نے فرمایا: تبلیغ کی لائن میں قدم دھرنے (رکھنے) والے تین طرزوں (طریقوں) کے ساتھ بہت اشتغال (مشغولی) رکھیں، قلیل (تھوڑا) وقت ہو مگر مداومت (پابندی) ہو، اول: تبلیغ کے نکلے ہوئے زمانہ میں تنہائی میں (انفرادی طور پر) دیکھنا (طئے شدہ کتابیں پڑھنا) دوّم: مجمعوں میں اِن مضامین کی (سنی ہوئی باتوں) کی دعوت دینا، سوم: مجمعوں میں اور خصوصی تذکروں میں اِن مضامین کا اپنے غیروں سے سننا۔ (مکاتب مولانا الیاس صاحبؒ، ص:۴۰)

(۲۴) گھر کی تعلیم (۱۱)

(۱) گھر کی تعلیم کو ہم معمولی سمجھتے ہیں جبکہ گھر کی تعلیم میں قلوب (دلوں) کا تزکیہ (صفائی) ہے، روزانہ گھر کی تعلیم میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں جانے کی ترغیب دو۔

(۲) باہر کتنا ہی بڑا شوریٰ کا ساتھی ہو؛ لیکن گھر کی تعلیم میں اُس کی شرکت اِس یقین کے ساتھ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِن اعمال (تعلیم، تلاوت، ذکر وغیرہ) میں تمام صفات کا پیدا کرنا اور ہر طرح کی گندگیوں اور گناہوں سے دور کرنا رکھا ہے۔(۱)

---

(۱) ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا﴾ [الاحزاب: ۳۴] ترجمہ: اور تمہارے گھروں میں جو تلاوت کی جاتی ہیں اِن آیات کو اور حکمت کو یاد کرو، بلاشبہ اللہ تعالی مہربان ہے باخبر ہے۔
آیات اللہ سے قرآن حکیم اور حکمت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات اور سنتیں مراد ہیں، جیسا کہ مفسرین نے تفسیر کی ہے، اور وَاذْكُرْنَ کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ اُن چیزوں کو خود یاد رکھنا جن پر عمل کرنا ہے، دوسرے یہ کہ جو کچھ قرآن اُن کے گھروں میں اُن کے سامنے نازل ہو یا جو تعلیمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو دیں اُس کا ذکر امت کے دوسرے لوگوں سے کریں اور اُن کو پہنچائیں۔ ←

۳ گھر میں قرآن کی تصحیح کا حلقہ حضرت عمرؓ کی ہدایت کا بنیادی سبب ہے۔(۱)

جس طرح قرآن حکیم کی تعلیم اور تدریس لازم ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اقوال کی تحدیث اور تبلیغ بھی ضروری ہے کیونکہ قرآنِ مجید کے مُجمل احکام کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی احادیث سے تشریح اور توضیح ہوتی ہے۔(انوار البیان ۷/ ۲۱۲)

یہ سب ہدایات ازواجِ مطہرات کے لئے مخصوص نہیں بلکہ تمام ہی مسلمان عورتیں ان کی مامور ہیں، مگر یہاں ازواجِ مطہرات کو خصوصی خطاب کر کے اس پر متوجہ کیا ہے کہ یہ اعمال واحکام جو سب مسلمان عورتوں کے لئے لازم وواجب ہیں آپ کو ان کا اہتمام دوسروں سے زیادہ کرنا چاہئے۔(معارف القرآن ۷/ ۱۳۹)

قرآن کا حلقہ تو ایسا عمل ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ نے تزکیہ کا مکمل وعدہ فرمایا ہے خصوصاً اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہراتؓ کو پانچ احکام دیئے:(۱) ایک یہ کہ وہ گھر میں ٹھہری رہیں، (۲) دوسرا یہ کہ وہ بنا پردہ کے زیب وزینت کے ساتھ گھر سے باہر نہ نکلیں، (۳) تیسرا یہ کہ نماز قائم کریں، (۴) چوتھا یہ کہ زکوٰۃ ادا کریں، (۵) اور پانچواں یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کریں ﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَأَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ یہ پانچ بنیادی باتیں ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِن پانچوں احکامات پر عمل کرنے کے لیے علم شرط ہے جو دو چیزوں پر موقوف ہے، ایک قرآن اور دوسری حدیث۔

اِس بات کا حکم اللہ تعالیٰ نے ایک آیت چھوڑ کر دیا ہے ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ اِس کے دو ترجمے مفسرین نے لکھے ہیں ایک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور حکمت کا تذکرہ ہو، حکمت سے مراد سنّت ہے یعنی قرآن وحدیث دونوں کے تذکرے ہوتے رہنے چاہیے گھر کے اندر، اِن کو یاد رکھنا چاہیے تا کہ اِن کے ذریعہ سے اِن پانچوں اعمال پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔

(۱) الطبقات الکبریٰ ۳/ ۲۶۸

۴ مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے گھر کا جو فرد حق پر عمل نہیں کرے گا اُسی کے راستے باطل گھروں میں داخل ہوگا۔

۵ حضرت عائشہؓ نے گھر کی تعلیم سے وہ علم حاصل کیا کہ بڑے بڑے صحابہؓ مشکل مسائل میں حضرت عائشہؓ سے رجوع کرتے تھے۔(۱)

۶ گھروں میں تعلیم ایک دن منتخب احادیث سے اور ایک دن فضائلِ اعمال مع صدقات سے ہو۔

۷ اپنے گھروں کے اندر تعلیم کا حلقہ قائم کریں (جس میں پانچ اعمال ہوں: قرآن کا حلقہ، کتابی تعلیم، چھ صفات کا مذاکرہ، تشکیل اور مشورہ ہو کہ آئندہ کل قرآن کا حلقہ کس کے ذمہ ہو، کتابی تعلیم کس کے ذمہ ہو اور چھ صفات کا مذاکرہ اور تشکیل کس کے ذمہ ہو۔)

۸ اپنی مسجد کے مشورے کی کارگزاری گھر والوں کو سنائیں اِس سے تمہارے گھر والے تمہارے دینی کاموں میں تمہارے مددگار بنیں گے۔

۹ دعوت کی محنت مردوں عورتوں اور بچوں سب کے لئے ہے، تاکہ اعمالِ دعوت کی مشغولی اِن کو باطل کی دعوت قبول کرنے سے روک دے۔

---

(۱) مَا أَشْكَلَ عَلَيْنَا أَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم حَدِيْثٌ قَطُّ فَسَأَلْنَا عَائِشَةَ إِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْمًا. سنن الترمذی، رقم: ۳۸۸۳

ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ ہم اصحاب رسول اللہ پر جب بھی کوئی حدیث مشکل ہوتی اور ہم نے اُس کے بارے میں عائشہؓ سے پوچھا تو ہمیں ان کے پاس اُس کے بارے میں کوئی جانکاری ضرور ملی۔ ترمذی، رقم: ۳۸۸۳

(۱۰) جس طرح ہم مردوں کی ایک ایک جماعت سے ایک ایک مسجد کو مسجد نبوی کے طرز پر لیکر آنا چاہتے ہیں، اسی طرح مستورات کی جماعتوں کی نقل وحرکت کے ذریعہ ایک ایک گھر کو آپ ﷺ کے معمولات پر لانا چاہتے ہیں۔(۱)

(۱) **گھر کی مسجد:** قرآن وحدیث میں اس کی خاص طور پر تاکید کی گئی ہے کہ انسان اچھے ماحول میں رہے، نیز ہجرت کے حکم کا بنیادی سبب یہی تھا کہ لوگوں کو ایک معیاری دینی ماحول ملے نیز آپ ﷺ نے فرمایا: فرض نمازوں کے علاوہ دوسری نمازیں گھروں میں پڑھو بظاہر اُس کی وجہ یہی سمجھ میں آتی ہے کہ اس کی وجہ سے گھر کا ماحول دینی بنے گا، نیز فرمایا اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ بلکہ اُس میں تلاوت کیا کرو۔ اسی طرح اس بات کو بہتر قرار دیا گیا ہے کہ گھر میں کوئی جگہ نماز کے لئے مخصوص کر لی جائے، اگر گھر میں نماز پڑھنی ہو تو وہیں نماز پڑھی جائے، اس کو حدیث وفقہ کی کتابوں میں ''مسجد البیت'' سے تعبیر کیا گیا ہے، جس میں جائے نمازیں، قرآن مجید، دینی کتابیں، نماز کے اوقات کا نقشہ اور تسبیح وغیرہ موجود ہوں، اس کے کئی فائدے ہیں: گھر کی خواتین کو نماز کی ادائیگی میں آسانی رہے گی ورنہ تو بڑی مشکل پیش آتی ہے، جائے نماز ڈھونڈو پھر جگہ ڈھونڈو، بچے ماؤں کو نماز پڑھتے دیکھیں گے تو انہیں نماز پڑھنے کی عادت بنے گی، خواتین اُس جگہ اعتکاف کے لئے بھی بیٹھ سکتی ہیں۔

نوٹ: اس مخصوص کمرہ کی وجہ سے محلہ کی مسجد میں فرض نماز چھوڑنا سخت گناہ ہوگا، البتہ یہ مردوں کے لئے نوافل وتلاوت اور ذکر کی جگہ ہوگی، اور عورتیں اپنی مکمل نماز اسی میں ادا کریں۔ اس مخصوص مسجد کا حکم محلہ کی مسجد جیسا نہیں ہوگا لہذا وہ ذاتی ضرورت کے لئے بھی استعمال ہوسکتا ہے، عورتیں حالت حیض میں اس میں داخل ہوسکتی ہیں۔ تحفۃ الائمہ ص: ۳۰۷

وضوء کے آداب میں سے یہ ہے کہ وضو کرنے والا شخص اونچی جگہ قبلہ رخ ہو کر بیٹھے۔ (حلبی کبیر: ۳۱/۱) اس لئے گھروں میں بھی ایسا وضوء خانہ بنایا جائے جس میں آداب کی رعایت کے ساتھ ساتھ وضوء کرنے والوں کے لئے سہولت بھی ہو۔

(۱۱) اگر ہم نے اپنے بچوں کو دین دار نہ بنایا تو یہ باطل کے آلے بنیں گے۔(۱)

(۱) **تربیت اولاد میں ہونے والی چند بڑی غلطیاں اور کوتاہیاں:**
(۱)فضول چیزوں کا دل میں ڈر اور خوف بٹھا دینا(۲)سرکش اور زبان دراز بنادینا(۳)بہت زیادہ ناز ونعم کا عادی بنادینا(۴)ہر خواہش پوری کرنا(۵)رونے پر ہر بات مان لینا(۶) چھوٹے بچے کو سائیکل اور گاڑی وغیرہ دینا(۷)ضرورت سے زیادہ سختی کرنا(۸)محبت وشفقت سے محروم رکھنا(۹)بچوں پر خرچ کرنے میں بخل کرنا(۱۰)بچوں سے بہت زیادہ اچھا گمان رکھنا(۱۱)بچوں سے بے جابد گمانی رکھنا(۱۲)اولاد کے درمیان تفریق کرنا (۱۳)ضرورت کے باوجود اولاد کی شادی نہ کرنا(۱۴)لڑکیوں کی شادی میں تاخیر کرنا اور اُن کی کمائی کھانا(۱۵)اولاد کے لئے غیر مناسب رشتہ کا انتخاب کرنا(۱۶)برے اور نامناسب نام رکھنا(۱۷)ماں باپ کا زیادہ تر گھر سے باہر رہنا(۱۸)جھنجھلاہٹ میں بددُعائیہ جملے کہنا(۱۹)نامناسب باتیں اور حرکتیں سکھانا(۲۰)اولاد کے سامنے غلط کاموں کا ارتکاب کرنا(۲۱)غلط چیزیں گھر میں لانا(۲۲)بچوں کا بستر الگ نہ کرنا(۲۳)ماں باپ کے درمیان بہت زیادہ ناچاقی کا ہونا(۲۴)ماں باپ کی بات اور عمل میں دورخی ہونا(۲۵)آیا(خادمہ) کے انتخاب میں غلطی کرنا(۲۶)لڑکیوں کو بغیر محرم کے باہر نکلنے کی اجازت دینا(۲۷)فون اور موبائل کے سلسلہ میں بے احتیاطی برتنا(۲۸)زیرِ مطالعہ کتابوں کے سلسلہ میں غفلت برتنا(۲۹)بچوں کی توہین کرنا اور اُن کو ہمت نہ دلانا(۳۰)ذمہ داری اٹھانے کی تربیت نہ دینا(۳۱)اولاد کی نفسیات(دلی کیفیات یا جذبات، ذہنی خصوصیات، نفسی میلانات) کو نہ سمجھنا(۳۲)عمر کی رعایت نہ کرنا(۳۳)تربیت اولاد میں ناکام لوگوں کو برا بھلا کہنا(۳۴)تعلیم نہ دینا(۳۵)دینی تعلیم نہ دینا(۳۶)تعلیم گاہ(اسکول، مدرسہ) کے انتخاب میں لاپرواہی برتنا(۳۷)بچوں کے گھر کے تعلیمی کاموں میں مدد نہیں کرنا(۳۸)بچوں کی موجودگی میں اُن کی غلطیوں کا دفاع کرنا(طرف داری کرنا)۔(اولاد کی تربیت کوتاہیاں اور رہنما اصول، ص: ۲۳ تا ۵۰)

۱۹ گشت ۲۵

۱ گشت کا کوئی بدل نہیں۔(۱)

۲ گشت میں ذرا بھی کمی آئی تو کام معطل (بے کار) ہوگا، جس طرح ریڑھ کی ہڈّی خراب ہونے سے اعضاء(ہاتھ، پیروغیرہ)معطّل ہوجاتے ہیں۔

۳ اُمّت کو جہنم سے بچانے کا غم نہ ہوتو گشت برائے نام ہوگی۔

---

(۱) **گشت کی اہمیت:**

حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے ہیں: گشت کا عمل اِس کام میں ریڑھ کی ہڈی کی سی اہمیت رکھتا ہے، اگر یہ عمل صحیح ہوگا، قبول ہوگا، دعوت قبول ہوگی، دعاء قبول ہوگی، ہدایت آئے گی اور گشت قبول نہ ہوا تو دعوت قبول نہ ہوگی، دعوت قبول نہ ہوئی تو دعاء قبول نہ ہوگی، دعاء قبول نہ ہوئی تو ہدایت نہیں آئے گی۔

گشت کا موضوع:

گشت کا موضوع یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے ہماری دنیا اور آخرت کے مسائل کا حل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقہ پر زندگی گزارنے میں رکھا ہے، اُن کے طریقے ہماری زندگیوں میں آجائیں، اِس کے لئے محنت کی ضرورت ہے، اِس محنت پر بستی والوں کو آمادہ کرنے کے لئے گشت کے لئے مسجد میں جمع کرنا ہے، نماز کے بعد اعلان کرکے لوگوں کو روکا جائے۔

←

۴ گشت بہت بڑی طاقت ہے، گشت باطل کی جڑوں کو کاٹنے والا عمل ہے۔

۵ گشت سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو کھینچنے والا کوئی عمل نہیں۔

۶ بعض عمومی امراض گشت سے ختم ہو جاتے ہیں۔

۷ مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ ایسے گشت کرو جیسے بھڑکتی ہوئی آگ میں سے لوگوں کو بچا کر نکالنا چاہتے ہو۔

۸ گشت کے دن خاص طور سے اپنے آپ کو بداعمالیوں سے بچاؤ، گشت کے بعد دعائیں کرو، دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

اعلان کون کرے:

اعلان کوئی بستی کا بااثر آدمی یا امام صاحب کریں تو زیادہ مناسب ہے وہ ہم کو کہیں تو ہمارے ساتھی کر دیں،

آدابِ گشت میں پہلے کیا بتایا جائے:

پھر گشت کی اہمیت، ضرورت اور قیمت بتائی جائے، اِس کے لئے آمادہ کیا جائے جو تیار ہوں اُن کو اچھی طرح آداب سمجھائے جائیں (درمیانی بات والے، دعاء ذکر والے، استقبال والے، امیر، رہبر اور متکلم طئے ہوں، اُن کی ذمہ داریاں بتا کر عمومی آداب بیان کئے جائیں) اور (۱) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے چلنا ہے، (۲) نگاہیں نیچی ہوں۔ (۳) یہ ہمارے تمام مسائل کا تعلق اللہ جل شانہ کی ذات سے ہے، ان بازاروں میں پھیلی ہوئی چیزوں سے کسی مسئلہ کا تعلق نہیں، چیزوں پر نگاہ نہ پڑے، دھیان نہ جائے، اگر نگاہ پڑ جائے تو مٹی کے ڈلے معلوم ہوں، ہمارا دل اگر ان چیزوں طرف پھر گیا تو پھر ہم جن کے پاس جارہے ہیں اُن کا دل اِن چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی طرف کیسے پھرے گا، (۴) قبر کا داخلہ سامنے ہو اِسی زمین کے نیچے جانا ہے، (۵) مل جل کر چلیں ایک آدمی بات کرے۔

۹ گشتوں میں اور ملاقاتوں میں توحید کو بیان کرنا ہمارا موضوع ہے۔

۱۰ (گشت میں) جب متکلم بات کرے تو اپنا ذکر چھوڑ کر متکلم کی بات سننا چاہیے۔ اُس وقت کا ذکر متکلم کی بات کو سننا ہے۔

گشت میں کیا بات کی جائے:

کامیاب ہے وہ بات کرنے والا جو مختصر بات کر کے آدمی کو مسجد میں بھیج دے، بھائی ہم مسلمان ہیں ہم نے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا ہے، ہمارا یقین ہے اللہ تعالی پالنے والے ہیں، نفع ونقصان عزّت وذلّت اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے، اگر ہم اللہ تعالی کے حکم پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقے پر زندگی گزاریں گے اللہ تعالی راضی ہو کر ہماری زندگی بنا دیں گے، ہم سب کی زندگی اللہ جل شانہٗ کے حکم کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقے پر آ جائے، اِس کے لئے بھائی مسجد میں کچھ فکر کی بات ہو رہی ہے، نماز پڑھ چکے ہوں تو بھی اٹھا کر مسجد میں بھیج دیں، ضرورت ہو تو آگے کی نماز کو بھی مسجد میں فوری جانے کا عنوان بنالیں، اللہ تعالی کا سب سے بڑا حکم نماز ہے، نماز پڑھیں گے، اللہ تعالی روزی میں برکت دیں گے، گناہوں کو معاف کر دیں گے، دعاؤں کو قبول فرمالیں گے، بشارتیں سنائی جائیں، وعیدیں نہیں، نماز کا وقت جا رہا ہے مسجد میں چلئے، (۶) امیر کی اطاعت کرنا ہے، (۷) واپسی میں استغفار کرتے ہوئے آنا ہے، (۸) اب آداب کا مذاکرہ کرنے کے بعد دعاء مانگ کر چلیں، (مثلاً ہم کمزور ہیں، ہماری مدد فرمائیے، اپنی اپنی ذمہ داریوں کو صحیح نبھانے کی توفیق عطا فرمائیے، ہدایت کی ہواؤں کو عام فرمائیے، گمراہی کے راستوں کو بند فرمائیے) (۹) گشت میں (زیادہ سے زیادہ) دس آدمی جائیں، مسجد کے قریب مکانات پر گشت کرلیں، مکانات نہ ہوں تو بازار میں کرلیں، جماعت میں زیادہ آدمی ایسے ہوں جو گشت میں اُصولوں کی پابندی کرتے ہوں، مسجد میں دو تین آدمی چھوڑ دیں، نئے آدمی زیادہ تیار ہو جائیں تو اُن کو بھی سمجھا کر مسجد میں مشغول کر دیں، (رہبر لگا کر مسجد میں بھیج دیں) نئے آدمی تین چار ساتھ ہوں،

۱۱ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: ہم گشت کے ذریعہ اُمّت کو گناہوں اور غفلتوں کے ماحول سے نکالنا چاہتے ہیں۔

۱۲ تبلیغ میں گشت کا موضوع ملاقات نہیں ہے، بلکہ لوگوں کو اُن کے ماحول سے نکالنا ہے۔

۱۳ ہمارے گشت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے گشت میں یہ فرق ہے کہ وہ گشت کرتے تھے، ماحول (مسجد) میں لانے کے لئے اور ہم گشت کرتے ہیں لوگوں تک اُن کے ماحول (بازار گھر وغیرہ) میں بات پہنچانے کے لئے۔

۱۴ (ماحول میں لاکر بات نہ کرنے کی وجہ سے گشت) ایک معمول بن گیا ہے جو پورا ہو رہا ہے لیکن تربیت اور ترقی نہیں ہے۔

دعاء وذکر کروانے والے شخص کی ذمہ داری:

مسجد میں ایک ساتھی اللہ جل شانہ کی طرف متوجہ ہو کر ذکر ودعاء میں مشغول رہے (کہ گشت قبول ہو ہدایت عام ہو)، ایک آنے والوں کا استقبال کرے، ضرورت ہو تو وضو کروا کر نماز پڑھوا دیں۔

درمیانی بات کرنے والے کی ذمہ داری:

اور ایک ساتھی آنے والوں کو نماز تک مشغول رکھے، اپنی زندگی کا مقصد سمجھائے پون گھنٹہ گشت ہو، نماز سے سات آٹھ منٹ پہلے گشت ختم کر دے، سب تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ نماز میں شریک ہوں۔ (حضرت جی مولانا محمد یوسف علیہ الرحمۃ کا ایک اہم مکتوب، ص:۱۰-۱۲)

حضرت جی مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے: گشت میں ایسے نکلو جیسے کھوئی ہوئی چیز کی تلاش میں نکلا کرتے ہو۔ (ارشادات ومکتوبات ص:۳۹)

(۱۵) صحابہؓ کا گشت صحابہ رضی اللہ عنہم پر اُنہیں مسجد کے ماحول میں لانے کے لئے ہوتا تھا، اب ہمارے گشت کا مقصد محض بات پہنچا دینا بن کر رہ گیا ہے۔(۱)

(۱۶) متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم گشتوں میں (ماحول میں لانے کیلئے) خوشامد کرتے تھے۔ (۲)
مسجد سے جانے والی جماعت ساتھیوں کو مسجد میں لائے، غوطہ خور پانی میں

(۱۷) ڈوبنے والوں کو بچا کر لاتے ہیں، غوطہ خور ڈوبنے والے کو نہیں پوچھتا کہ بڑی حماقت (بیوقوفی) کی آپ نے، جب تیرنا نہیں آتا تو گرے کیوں؟

(۱۸) تعلیمی گشت صرف خروج کے زمانہ میں نہیں ہے بلکہ مقام پر بھی ہے (مسجد کی آبادی والی محنت میں)۔

(۱۹) رات کا قیام اور عمومی گشت ان دو موقعوں پر اللہ تعالیٰ کی خاص توجّہ ہوتی ہے۔ (۳)

---

(۱) وَيحكمْ فَذَاكَ مِيرَاثُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. المعجم الأوسط، ۱۴۲۹:

(۲) كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ رضی اللہ عنہ يَأْخُذُ بِيَدِي فَيَقُوْلُ: تَعَالَ نُؤْمِنْ سَاعَةً، إِنَّ الْقَلْبَ أَسْرَعُ تَقَلُّبًا من القِدْرِ إِذَا اسْتَجْمَعَتْ غَلَيَانُهَا، كنز العمال ۲۹۷/۱

(۳) اَلَّذِیْ یَرٰاکَ حِیْنَ تَقُوْمُ ● وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ (الشعراء: ۲۱۸/ ۲۱۹)
بیضاویؒ نے لکھا ہے: روایت میں آیا ہے کہ جب شب کی نماز کی فرضیت منسوخ کر دی گئی تو اسی رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مکان سے برآمد ہو کر صحابہؓ کے مکانوں کی طرف تشریف لے گئے تا کہ یہ معلوم کر سکیں کہ صحابہ رات کو گھروں کے اندر کیا کرتے ہیں کیونکہ آپ کو صحابہ کا عبادت میں مشغول ہونا بہت زیادہ مرغوب تھا۔ صحابہ کو ذکر خدا اور تلاوت میں مشغول پایا، اُن کی آوازوں کی بھن بھناہٹ بھڑوں (یا شہد کی مکھیوں) کی بھن بھناہٹ کی طرح محسوس ہو رہی تھی۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال خاص بہت تھے یہاں صرف آپ کے تقلب فی الصحابہ کا ذکر اس لئے کیا کہ آپ کا یہ عمل رحمت کا سبب تھا۔ تفسیر مظہری: ۸/ ۳۷۳

۲۶ مستورات کا کام ۱۷

۱ جس طرح عورت کو اُمّت ہونے کے رشتے سے کاٹا نہیں جاسکتا اِسی طرح عورت کو دعوت کی ذمہ داری میں مرد کی ذمہ داری سے کم نہیں سمجھا جاسکتا۔(۱)

۲ کتنی عورتیں ہیں جو مردوں کے اسلام میں داخل ہونے کا سبب بنیں۔ (۲)

---

(۱) ﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ، يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيعُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ﴾[التوبة: ۷۱]
مسلمان مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے خیر خواہ ہیں، وہ بھلائی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں، نماز کی پابندی کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔

(۲) مثلاً: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنی ہمشیرہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت خطاب رضی اللہ عنہ کے زیر اثر اسلام لائے۔ الطبقات الکبریٰ ۳/ ۲۷۸
حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ اپنی بیوی ام حکیم کی تبلیغی مساعی کے ذریعے راہِ حق کے مسافر بنے۔ کنز العمال: ۳۷۴۲۰
حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کی کوششوں سے دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ السنن الکبریٰ: ۷/ ۲۷۸

(۳) یہ خیال کہ جو تقاضے دعوت کے مرد پورے کر سکتے ہیں، یہ سطح عورتوں کی نہیں ہے یہ خیال غلط ہے۔(۱)

---

(۱) **بانئ تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور مستورات کی پہلی جماعت:**

مولانا داؤد میواتی صاحبؒ کا خط رائے ونڈ حاجی بشیر احمد صاحبؒ (والد بزرگوار حضرت مولانا احسان صاحب) کے نام:

مکرم! بندہ جناب بھائی الحاج محمد بشیر احمد صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاجِ گرامی بعافیت ہوں گے، یہاں بھی خیریت سے ہے، دو سال سے گھٹنوں میں ورم اور درد ہے، دُعاؤں کی ضرورت ہے، اچھا مستورات کے کام کی ابتداء، ۳۸/۳۶ میں بالکل نہیں ہوئی، بندہ ۱۹۴۰ء میں مدرسہ سے فارغ ہوا، اور ۱۹۴۱ء میں غالباً میں نظام الدین حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، بندہ مدرسہ سبحانیہ میں پڑھتا تھا، حضرت مولانا سبحان صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ اور آپ کی گھر والی، ہم اُنہیں اماں جی! کہا کرتے تھے، بہت محبت کرتی تھیں، اماں جی دہلی کی مختلف جگہوں میں کتابیں سنایا کرتی تھیں، بندہ اُن کی کارگزاری حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کو سناتا تھا اور حضرت کی ہدایات اُن کو بتلایا کرتا تھا۔

مردوں کی جماعت بھیجتے ہیں تو عورتوں کی کیوں نہیں بھیجتے؟

ایک دن اماں جی نے کہا کہ حضرت جی سے کہو کہ حضرت! مردوں کی جماعت بھیجتے ہیں تو عورتوں کی کیوں نہیں بھیجتے؟ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ اماں جی یوں کہتی ہیں کہ حضرت! عورتوں کی جماعت کیوں نہیں بھیجتے؟ حضرت یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور بے شمار دُعائیں دیں،

←

(۴) دعوت کا کام اُمّت کا ہے اِس میں مردوں اور عورتوں کی تقسیم نہیں ہے۔

....

پھر مجھے کہا کہ تم اِن تینوں سے مشورہ لو، کہ مستورات کی جماعت بھیجنا چاہتے ہیں، آپ کی کیا رائے ہے:

پھر مجھے کہا کہ تم اِن تینوں سے مشورہ لو، کہ مستورات کی جماعت بھیجنا چاہتے ہیں، آپ کی کیا رائے ہے، بندہ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ العالی کے پاس گیا کہ حضرت مستورات کی جماعت بھیجنا چاہتے ہیں آپ کی کیا رائے ہے، حضرت جی مدظلہ العالی کے الفاظ تو مجھے یاد نہیں مطلب یہ تھا کہ ابھی تو مردوں کا نکلنا ہی علماء کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے تو عورتوں کا نکلنا کیسے مان لیں گے، اِس لیے یہ میری رائے نہیں ہے، یہی قاری داؤد صاحب مرحوم نے بھی فرمایا، پھر میں حضرت مولانا شاہ محمد یوسف صاحب نوّراللہ مرقدہٗ کی خدمت میں گیا، آپ مسجد کے برابر اوپر کے مکتب میں رہا کرتے تھے، جہاں آج کل حافظہ کا مکتب ہے' جب میں نے رائے لی تو یوں فرمایا کہ میری رائے نہیں ہے، اگر چہ ایک عورت کے ساتھ دو محرم ہوں اور اُس کا باپ بھی ہو اور خاوند بھی ہو' جب بھی میری رائے نہیں ہے، بس جیسے اِن تینوں حضرات نے اپنی اپنی رائے دی تھی' میں نے ویسے ویسے ہی حضرت جی سے عرض کر دیا کہ فلاں نے یوں فرمایا، فلاں نے یوں فرمایا۔ **حضرت شاہ محمد یوسف صاحب نوّراللہ مرقدہٗ کی بات سن کر غصہ فرمایا اور مجھے فرمایا کہ جو عورتیں جماعت میں جانے کے لیے تیار ہیں تو اُن کو دہلی میں جا کر ایک گھر میں جمع کر کے بات شروع کر دے۔**

پہاڑ گنج، دہلی کی جماعت تیار تھی؛ کچھ عورتیں اماں جی کے ساتھ تھیں' میں نے اُن کو پہاڑ گنج ملتانی ڈھاندا میں ایک گھر میں جمع کر کے بات شروع کر دی، ظہر کی نماز کے بعد حضرت نور اللہ مرقدہ مولوی نور محمد صاحب مرحوم کو لیکر پہاڑ گنج پہنچ گئے اور مولوی نور محمد صاحب مرحوم نے بیان شروع کیا، دورانِ بیان مولوی صاحب نے فرمایا کہ دین سیکھنے کے لیے عورتوں کا بھی نکلنا ضروری ہے، مگر عورتیں بغیر محرم نہیں جاسکتی،

←

⑤ یہ بات عقل سے دور ہے کہ عورتیں تو اُمّت کا بنیادی حصہ ہوں اور عورتیں دعوت سے دور ہوں۔

⑥ آج کل میاں بیوی دونوں بچوں کو خادمہ کے حوالے کر کے کمانے کے لئے نکلتے ہیں، بچوں کی فطری تربیت کا نظام ختم ہو رہا ہے؛ بلکہ ختم کیا جا رہا ہے۔

....

بیان کے ختم کے بعد حضرت جی نے مولوی نور محمد صاحب کو ڈانٹا کہ تجھے مفتی کس نے بنایا تھا، جو تم نے بغیر محرم نکلنے کو منع کر دیا، یعنی پہلی جماعت ہے ابھی سے مسائل پر زور مت دو، خالی نکلنے کی ترغیب دو، یہاں تو یہ ہوا

یوسف تو ہی مسلمان ہے میں مسلمان نہیں ہوں تو نے کیسے کہا کہ عورتوں کو تبلیغ میں نہیں جانا چاہئے:

اور جب بڑے حضرت نے مجھے دہلی بھیج دیا تو حضرت مولانا محمد یوسفؒ کے پاس گئے اور فرمایا کہ یوسف تو ہی مسلمان ہے میں مسلمان نہیں ہوں تو نے کیسے کہا کہ عورتوں کو تبلیغ میں نہیں جانا چاہئے یہ عورتیں کہاں نہیں جاتیں، یہ شادیوں میں جاتی ہیں، غمی میں جاتی ہیں، دہلی کی عورتیں (مہرولی) جاتی ہیں، سیر کرنے کو (اوکھلا) جاتی ہیں، پھر تم نے کیسے کہا کہ میری رائے نہیں ہے، جب بڑے حضرت، مولانا محمد یوسف صاحبؒ سے خفا ہو کر آئے تو مولانا محمد یوسفؒ میرے اوپر خفا ہوئے کہ داؤد تو نے ابا جی کو کیا کہہ دیا، مغرب کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف نے دولڑکے حوض پر بٹھا دئے کہ جب داؤد دہلی سے آوے تو میرے پاس پکڑ کر لاؤ، ہم دہلی سے عشا پڑھ کر آئے گرمیوں کے دن تھے، یہ لڑکے مجھے حضرت مولانا محمد یوسف کے پاس لے گئے، حضرت نے فرمایا تم نے ابا جی سے کیا کہا تھا میں نے عرض کیا کہ حضرت جو آپ نے فرمایا تھا میں نے وہی نقل کیا تھا تو یوں فرمایا کہ میرے اوپر کبھی اِتنے خفا نہیں ہوئے اور صرف اِتنی کسر رہی کہ لکڑی سے نہیں مارا، ورنہ زبان سے بہت کچھ کہا، تو تقریباً آدھا اشکال تو مولانا محمد یوسف کا حضرت کی خفگی سے نکل گیا۔ ←

⑦ عورت کی صلاحیت کا استعمال اگر اعمالِ دعوت (تعلیم، خروج وغیرہ) کے لئے نہ ہو تو باطل اسے استعمال کرے گا۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ مفتیٔ اعظم ہند کو عورتوں کا نکلنا معلوم ہوا تو بہت خفا ہوئے:

اور میوات کو بار بار جماعتیں جانے لگیں تو حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ مفتیٔ اعظم ہند کو عورتوں کا نکلنا معلوم ہوا تو بہت خفا ہوئے کہ یہ مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے کیا کیا، تو مولانا محمد یوسف اور دوسرے حضرات کو جو خطرہ تھا وہ سامنے آ گیا تو مفتی صاحب کے خفا ہونے کا کسی نے بڑے حضرت کو آ کر کہا تو بڑے حضرت ٹانگہ لیکر مدرسہ امینیہ تشریف لے گئے اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے سامنے عورتوں کے نکلنے کے فائدے بتلانے کے ساتھ ساتھ عورتوں کے نکلنے کا اہتمام پیش کیا کہ (۱) جب مستورات کی جماعت نکالی جاتی ہے تو ہر عورت کو محرم کے ساتھ نکالا جاتا ہے، اول تو خاوند ہو یا باپ ہو یا بیٹا ہو یا بھائی ہو، اگر کوئی عورت بغیر محرم آ گئی اور کہا کہ میرا محرم کل یا پرسوں آئے گا تو اُس عورت کو واپس کر دیا جاتا ہے۔ (۲) اور جہاں جماعت جا رہی ہے اُن کو پہلے اطلاع کر دی جاتی ہے، تا کہ وہ مکان طے کر کے خالی کرا لیں جس مکان میں عورتیں ٹھہرتی ہیں، وہ اُسی مکان میں رہتی ہیں گاؤں والی عورتیں جماعت کے پاس آتی ہیں، (۳) گشت عورتوں کے محرم اور مقامی مرد مل کر کرتے ہیں، یہ مرد مردوں سے بات کرتے ہیں کہ اپنی مستورات کو فلاں صاحب کے گھر میں جماعت کے پاس بھیجو (۴) یہ جماعت کی عورتیں کہیں نہیں جاتیں، (۵) پردے کا پورا اہتمام کیا جاتا ہے، وغیرہ وغیرہ، تو حضرت مفتی صاحب مرحوم کو پورا اطمینان ہو گیا، کہ اگر اتنا اہتمام کرتے ہیں تو کوئی حرج نہیں، پھر جو جماعت مستورات کی کام کر کے آتی تو حضرت مولانا محمد یوسف کو کارگزاری سناتی، اِن تمام باتوں سے حضرت مولانا محمد یوسفؒ کا اشکال آہستہ آہستہ ختم ہو گیا،

←

⑧ اپنی مستورات کو صحابیات کے مزاج (قربانی، ایثار، راہِ خدا کی محنت اور تربیتِ اولاد) پر تیار کرنا ہے۔

سب سے پہلی جماعت ''گھاسیڑہ'' اور ''نوح'' کے قریب آس پاس میں آٹھ یوم لگا کر آئی:
سب سے پہلی جماعت ''گھاسیڑہ'' اور ''نوح'' کے قریب آس پاس میں آٹھ یوم لگا کر آئی، بندہ جماعت کے ساتھ تھا، جب آٹھ یوم میں واپس آ گئے تو بڑے حضرت خفا ہوئے کہ اِتنی جلدی کیوں آ گئے، میں نے عرض کیا کہ حضرت! عورتیں زیادہ کپڑا لیکر نہیں گئی تھیں؛ تو حضرت نے فرمایا: تو نوح سے نئے کپڑے بنوا دیتا، پیسہ مجھ سے آ کر لیتا، میں نے عرض کیا کہ حضرت! مشورہ والوں نے فرمایا تھا کہ یہ پہلی جماعت ہے، اُن کے جذبات کا خیال رکھنا، اِس لیے جلدی آ گئی، مشورہ سن کر حضرت بہت خوش ہوئے اور بہت دعائیں دیں۔

چودھریوں کے نام خط: جب یہ جماعت مشورہ سے گھاسیڑہ وغیرہ طے ہوئی تو بڑے حضرت نے چودھریوں کے نام خط لکھا کہ میں تمہارے یہاں دہلی کی پردہ نشیں مستورات کو بھیج رہا ہوں، تم اُن کی خوب نصرت کرنا وغیرہ وغیرہ، گھاسیڑہ والوں کو جماعت کا انتظار تھا، سڑک پر استقبال کے لئے آ گئے جب جماعت گھاسیڑہ پہنچی تو گاؤں والوں نے استقبال میں کافی بندوقیں چلائیں اور پُرزور اِستقبال کیا کہ مستورات کی پہلی جماعت ہمارے گاؤں میں آئی ہے، اور ہر گاؤں میں ایسا ہی اِستقبال کیا گیا، پھر تھوڑے تھوڑے وقفہ سے کئی جماعتیں نکلیں، بعد میں میوات سے مستورات کی جماعت کے مطالبے آنے لگے، مستورات کا کام غالباً ۱۹۴۲ء میں شروع ہوا ہے، اِس سے پہلے نہیں اِس لیے کہ بندہ ۱۹۴۱ء میں مرکز آیا تھا، مرکز میں آنے کے بعد مستورات کا کام شروع ہوا ہے، اگر حضرت کے انتقال سے دس سال پہلے شروع ہوتا تو ہندوستان کے کتنے شہروں میں بے شمار مستورات کی جماعتیں پہنچ جاتیں، حضرت جی کی حیات میں میوات کے علاوہ کہیں مستورات کی جماعت نہیں گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ والسلام بندہ محمد داؤد۔

(سبیل الخیرات فی جماعات المتنقبات، ص: ۲۵۰)

(۹) عورتیں پہلے گھروں میں پیش آنے والے حوادث (انتقال وغیرہ) کو مردوں سے چھپاتی تھیں کہ کہیں وہ فورا پریشان نہ ہوں جیسے حضرت ام سُلَیم ؓ نے اپنے لڑکے کے انتقال کی خبر اپنے شوہر کو بہت سلیقے سے بہت دیر بعد دی تھی، اب مردوں کو عورتوں سے حوادث چھپانا پڑتا ہے کہ عورتوں کو اِس کی خبر کون دے گا کہ وہ حادثہ کو برداشت نہیں کرتیں۔(۱)

(۱۰) مستورات کی تشکیل مسنون عمل ہے، آپ ﷺ نے اُمِّ حرام ؓ سے فرمایا: ایک سمندر میں سفر کر کے جماعت جا رہی ہے، اُمِ حرام نے عرض کیا کہ دعاء فرمادیں میں اُسی میں شامل رہوں فرمایا: اُمِّ حرام تم اُس میں شامل ہو۔(۲) یہ نہیں فرمایا کہ خطرناک سفر کرنا تم عورتوں کا کام نہیں ہے۔

---

(۱) بخاری: ۵۴۷۰

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنت ملحان کے پاس تشریف لے گئے اوران کے ہاں تکیہ لگا لیٹ گئے اور (سو گئے) پھر (جب بیدار ہوئے تو) ہنسے، بنت ملحان نے کہا کہ یا رسول اللہ! آپ کیوں ہنس رہے ہیں۔ فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میری امت کے کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں (جہاد کرنے کیلئے) اس دریا میں سوار ہونگے، ان کی حالت مثل تخت نشین بادشاہوں کے ہوگی، بنت ملحان نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے ان لوگوں میں سے کردے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے اللہ بنت ملحان کو انہیں میں سے کردے۔ (بخاری: ۲۸۷۷) چنانچہ حضرت ام حرام ؓ کی خواب کی تعبیر ۲۸ھ میں پوری ہوئی، حضرت امیر معاویہ ؓ کی طرف سے ملک شام کے حاکم تھے، انہوں نے متعدد بار جزائر (قبرص) پر حملہ کرنے کی خواہش ظاہر کی لیکن حضرت عمر ؓ نے اجازت نہیں دی، حضرت عثمان ؓ کے زمانۂ خلافت میں انہوں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو اجازت ملی، انہوں نے جزیزہ قبرص پر حملہ کرنے کے لئے ایک بحری بیڑا تیار کیا، اس حملہ میں بہت سے صحابہ شریک تھے، اُن میں ام حرام بھی اپنے خاوند حضرت عبادہ بن صامت ؓ کے ساتھ شریک تھیں، بیڑا حمص (ملک شام) کے ساحل سے روانہ ہوا،

(۱۱) جس طرح مردوں کا خروج (اللہ تعالی کے راستے میں نکلنا) ضروری ہے عورتوں کا خروج بھی شریعت کی پابندی کے ساتھ مطلوب ہے۔(۱)

اور وہاں سے تقریبا ۲۷، کیلومیٹر پر واقع قبرص فتح ہوگیا، واپسی میں کسی سواری پر یا خچر پر چڑھ رہی تھیں کہ نیچے گر پڑیں اور وفات پا گئیں، (سیر صحابیات، ص:۱۵۶) آپ ؓ کی قبر جزیرۂ قبرص (CYPRUS) کے شہر لارنا کا (LARNAKA) میں ہے، اور اس کے ساتھ ہی ایک مسجد بھی بنائی گئی ہے جو مسجد ہالہ سلطان ٹیک (HALA SULTAN TEKKE) کے نام سے مشہور ہے۔ ام حرام ؓ ملحان ابن خالد کی بیٹی ہیں، قبیلہ بنی نجار سے تعلق رکھتی ہیں، انس ؓ کی خالہ ہیں اور ان کی والدہ ام سلیم ؓ کی بہن ہیں، یہ دونوں یعنی ام حرام ؓ اور ام سلیم ؓ دودھ کے رشتہ سے یا کسی نسبی قرابت سے آپ ﷺ کی خالہ تھیں، امام نووی ؒ نے لکھا ہے کہ تمام علما کا اتفاق ہے کہ ام حرام ؓ آپ ﷺ کی محرم تھیں۔ شرح النووی علی المسلم: ۱۳/ ۵۷

سمندر کے کنارے اس مسجد کے قریب حضرت ام حرام بنت ملحان ؓ مدفون ہیں

(۱) **فتوی دار العلوم دیو بند:** الجواب و باللہ العصمۃ التوفیق حامدًا و مصلیًا و مسلمًا: فتاوی محمودیہ میں ہے تبلیغی جماعت کا مقصد دین سیکھنا اور اُس کو پختہ کرنا ہے، اور دوسروں کو دین سیکھنے اور پختہ کرنے کیلئے آمادہ کرنا ہے اور اس جذبہ کو عام کرنے کیلئے طویل طویل سفر بھی اختیار کئے جاتے ہیں، جس طرح مرد اپنے دین کو سمجھنے اور پختہ کرنے کے محتاج ہیں، عورتیں بھی محتاج ہیں اور گھروں میں عامۃً اِس کا انتظام نہیں ہے، اِس لیے اگر لندن یا کسی اور دور دراز مقام پر محرَم یا شوہر کے ساتھ حدودِ شرع کی پابندی کا لحاظ کرتے ہوئے جائیں تو شرعاً اِس کی اجازت ہے، بلکہ دینی اعتبار سے مفید اور اہم ہے"۔ (ص ۱۰۷-۱۰۸/ ج ۱۴، بعنوان: عورتوں کیلئے تبلیغی سفر)

←

۱۲ **مستورات کا خروج اِس لئے ضروری ہے کہ ہر گھر کے ۲۴ر گھنٹہ کا نظام دعوت وعبادت ذکر وتلاوت پر آ جائے۔**

فتوی جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں (۱) زیادہ سے زیادہ چار پانچ عورتیں اپنے اپنے محارم کے ساتھ تین روز کے لئے اور زیادہ سے زیادہ ۴۰ر روز کے لئے بغیر زیب وزینت وخوشبو کے نکلیں۔ (۲) پردہ کے لئے برقعہ کے ساتھ ساتھ ہاتھ پیر کے موزہ کے انتظام کی بھی کوشش کی جائے۔ (۳) جس گاؤں میں یہ جماعت پہنچے وہاں کی مسجد میں محارم مردوں کا قیام رہتا ہے اور عورتوں کا اُس مسجد کے قریب تر ایسے مکان میں رہتا ہے، جس میں پردہ کے ساتھ ساتھ اندر بشری ضروریات سے فراغت کا معقول انتظام ہو اور وہ مکان کسی پرانے دیندار کا ہو۔ (۴) جتنے روز اُس مکان میں جماعت کا قیام رہتا ہے، اُتنے روز اُس گھر کے بالغین اپنی ضروریات کے سامان کے ساتھ مسجد میں قیام کرتے ہیں۔ (۵) عورتیں گاؤں کے اندر مردوں کی طرح گشت نہیں کرتیں؛ بلکہ مردوں کی جماعت گھر گھر گشت کر کے گاؤں کے مردوں کا ذہن تیار کرتی ہے، تاکہ وہ اپنی اپنی مستورات کو پردہ کے ساتھ وقت مقررہ پر مذکورہ مکان میں بھیج دیں اور خود مسجد میں حاضر ہوں۔ (۶) رات کے اوقات چھوڑ کر موقع محل کے اعتبار سے جو وقت مناسب ہو عموماً ظہر عصر کے بیچ میں اُسی مکان میں عورتوں کو پردہ میں رکھ کر کچھ ایمان، قبر، حشر اور موت کی یاد کی بات کر کے عموماً چھ چیزوں پر زیادہ تاکید کی جاتی ہے: (الف) اپنی ذات سے احکام خداوندی اور سنتوں کی پابندی کرنا (ب) پردہ کی اہمیت۔ (ج) گھر کے محارم مردوں کی تشکیل کر کے اللہ تعالی کے راستہ میں جانے کی ترغیب۔ (د) نابالغ بچوں کی صحیح اسلامی تربیت کی تاکید۔ (ھ) مباح کاموں میں شوہروں کی اطاعت کے ساتھ زندگی سادہ بنانے کی فکر دلانا۔ (و) اِن اعمال کو آسان بنانے کے لئے اپنے گھروں میں روزانہ پندرہ بیس منٹ ’’فضائل اعمال‘‘ کی اجتماعی تعلیم کے ساتھ مسائل کے لئے ’’بہشتی زیور‘‘ کی انفرادی واجتماعی تعلیم کے ساتھ بذریعہ محارم علماء کی طرف رجوع کی تاکید۔ (۷) یہ بات کرنے والا کوئی عمر رسیدہ یا شادی شدہ دیندار ہوتا ہے، جس کے ساتھ صاحبِ مکان اور ایک ساتھی جو مناسب ہو رہتا ہے، اگر مکان دو منزلہ یا گنجائش دار ہو،

(۱۳) ہر گھر میں مع مستورات جماعت کا قیام کرانا ہمارا ہدف (نشانہ، مقصد) ہے۔

(۱۴) بچہ کی فطری تربیت کی جگہ ماں کی گود ہے۔

تو مستورات کو دوسری منزل میں یا دوسرے کمرہ میں بٹھا کر نیچے کی منزل کے کسی کمرہ میں لاؤڈ اسپیکر پر بات کرتا ہے، جس کا بکس عورتوں کی مجلس میں ہوتا ہے۔ اور گنجائش نہ ہونے کی صورت میں صحن، برآمدہ کو گھیر کر اِس میں عورتوں کو پردہ کر کے اُس کے پیچھے مرد بات کرتا ہے، جس میں یہ ہدایت ہوتی ہے کہ ہنسانے والی، رلانے والی یا کوئی بھی باعث فتنہ بات نہ کرے۔ (۸) اگر کسی کو کوئی بات پوچھنی ہو تو وہ بعد میں اپنے محرم کے ذریعہ پوچھے، جس کے لئے اور دوسری خیر خبر لینے کے لئے روزانہ ہر مرد اپنی محرمہ عورت سے بلا واسطہ ملاقات کرتے ہیں، اِس کے لئے بھی ایسا وقت اور جگہ کا انتظام کیا جاتا ہے، جس میں کسی قسم کی بے پردگی اور بے نظمی نہ ہو۔ (۹) دن کے باقی اوقات میں عورتیں مکان کے اندر آپس میں اجتماعی وانفرادی طور پر فضائلِ اعمال کتاب کی تعلیم، ایمان، نماز، علمِ دین، ذکرِ الٰہی، اکرامِ مسلم، اخلاق، اخلاصِ نیت، اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے جان مال واوقات کی قربانی کی اہمیت، فضائل اور طریقہ کا مذاکرہ کے بعد کچھ اوقات قرآنِ کریم کی تصحیح کی محنت، نماز کی عملی مشق اور کچھ موٹے موٹے مسائل کا مذاکرہ وغیرہ اعمال ہوتے ہیں۔ (۱۰) گھر کے اور مسجد کے تمام اعمال کی ترتیب مسجد میں مردوں کے مشورہ سے طے ہوتی ہے، جس کو مکان میں عورتوں کے کام کی ترتیب کاغذ میں لکھ کر بچوں کے ذریعہ یا صاحب مکان کے ذریعہ عورتوں کے پاس پہنچا دیا جاتا ہے، اِن شرائط کے ساتھ عورتوں کا جماعت میں نکلنا جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی: محمد عثمان غنی، مدرسہ مظاہر العلوم کنکپور ریانسکوڑا، آر ایس، مدناپور، بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ، الجواب وباللہ التوفیق: سوال نامہ میں عورتوں کے جماعت میں نکلنے کے لئے جو شرائط نقل کی گئی ہیں، وہ بالکل اسلام اور شریعت کے مطابق ہیں، اور ایسی شرائط کی پابندی کے ساتھ عورتوں کا جماعت میں نکل کر دین سیکھنا بلاتردد جائز، باعثِ اجر وثواب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

(۱۵) اِس پُرفتن دور (ایسا زمانہ جس میں دین پر چلنے کی رکاوٹیں ہوں) میں جبکہ ایک مسلمان کا جذبہ یہ ہے کہ وہ دنیا کے فنون میں اوّل نمبر لاکر دکھلا دے۔ اِن عورتوں میں دین کا شوق وذوق پیدا کرنا یہ علمائے حق کا اخلاص اوراُن کی خدمات کا نتیجہ ہے۔

(۱۶) فتحِ مکہ کا بنیادی سبب حدیبیہ کے موقع پر حضرت اُمِّ سلمہؓ کا وہ مشورہ ہے جس میں انہوں نے آپ ﷺ کو رائے دی تھی کہ آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کو کچھ نہ کہیں اپنا سر منڈھا لیں۔ (۲)

(۱۷) مردوں کی جماعتوں سے زیادہ مع مستورات جماعتیں نکالنا چاہئے، کیونکہ مردوں کی جماعتیں عام طور پر صرف مسجدوں میں کام کر کے آتی ہیں اور عورتوں کی جماعتیں گھروں کا ماحول بدل کر آتی ہیں۔

---

(۱) صلح حدیبیہ کے موقع پر جب یہ بات طئے ہوئی کہ مسلمان اس سال عمرہ کئے بغیر واپس جائیں اور اپنے سر منڈالیں تو صحابہؓ کو یہ بات دشوار گزر رہی تھی، آپ ﷺ خود ام سلمہؓ کے پاس گئے اور ان سے یہ سب پورا واقعہ بیان کیا، جو لوگوں سے آپ ﷺ کو پیش آیا تھا، ام سلمہؓ نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ ﷺ یہ بات چاہتے ہیں، تو اچھا ذرا آپ باہر تشریف لیجائیے اور ان میں سے کسی کے ساتھ کلام نہ کیجئے، یہاں تک کہ آپ اپنے قربانی کے جانوروں کی قربانی کر دیجئے اور سر مونڈنے والے کو بلائیے تاکہ وہ آپ کے سر کے بال صاف کر دے، چناچہ آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور ان میں سے کسی سے کچھ گفتگو نہیں کی، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے سب کچھ پورا کر لیا، یعنی قربانی کے جانور قربان کر دیئے اور اپنا سر بھی مونڈوالیا، صحابہ نے جب یہ دیکھا تو اٹھے اور انہوں نے قربانی کی، ایک نے دوسرے کا سر مونڈ دیا، اژدہام کی وجہ سے عین ممکن تھا کہ ایک دوسرے کو مار ڈالے۔ بخاري: ۲۷۳۱

بیرون

۲۲ ۲۷

(۱) مسلمانوں کا ملکوں میں پھرنا دنیا کمانے اور مال حاصل کرنے کے لئے رہ گیا ہے ورنہ اصل تو دین کی اشاعت (دین پھیلانے) کے لئے ملکوں میں پھرنا تھا۔

(۲) اِس کام کا ایک ایک جزء امانت ہے ملکوں میں پوری بات پہونچانا عملے کی ذمہ داری ہے۔

(۳) بیرون ممالک (دین کی محنت کے لئے) نہ جانا جرم اکبر (بڑا جرم) ہے۔

(۴) ہر جوڑ میں بیرون کی بات کرو۔

(۵) بیرون کی تشکیل کے لئے ملکوں (کی بے دینی) کے حالات (اور نبیوں کے واقعات سنا کر تشکیل کرو۔

(۶) عالم (دنیا) کا حال عملے کے سامنے بیان کرو تا کہ ساتھیوں میں عالمی فکر پیدا ہو۔

(۷) اکثر عملہ ملکوں کے حالات سے بے خبر ہے۔(۱)

(۱) تقریباً ملکوں میں مشترکہ طور پر درج ذیل چیزیں پائی جاتی ہیں: ارتداد، بے حیائی، بے پردگی، دین بیزاری، ذہنی وفکری ارتداد، نشہ آور اشیاء کا استعمال، جہالت، علم وعلما کی کمی، حرام غذا کا استعمال، غربت، مذہبی آزادی، محرم عورتوں سے نکاح وغیرہ)

۸ جتنا عملہ ہندوستان میں وقت لگایا ہوا ہے، اِس اعتبار سے بیرون (جانے والی) جماعتیں کم ہیں۔

۹ بیرون (دوسرے ملکوں) کو اپنا اطراف (آس پاس) سمجھو گے نہیں تو بیرون کی جماعتیں نہیں بن سکتیں۔

۱۰ چار چار ماہ (تین مرتبہ) لگانے کے بعد عالَم (دنیا) میں (ملکوں میں دین کی محنت لے کر) پھرنے کا تقاضہ نہ ہو تو پھر اِس کام سے کوئی مناسبت نہیں۔

۱۱ (ملکوں میں) مقامیوں کا اِس کام میں نہ رہنا (صرف دوسرے ملکوں سے آکر رہنے والوں میں رہنا) کام میں کمزوری کا بنیادی سبب ہے۔

۱۲ کام وہ نہیں جو ہم نے کیا ہے کام وہ ہے جو ابھی باقی ہے کام کے تقاضوں کو پورا کرنا یہ عالمی نبی کے عالمی امتی ہونے کی شان ہے۔

۱۳ بیرون جانا بیرون نہیں ہے بلکہ وہاں کے تقاضوں کو پورکرنا بیرون جانا ہے۔

۱۴ بیرون جانے والی جماعتوں کی دو بنیادی ذمہ داریاں ہیں (۱) اُس ملک والوں کو نقد اٹھا کر کام کے علاقوں میں بھیجنا (۲) کام کو عملی طور پر کر کے دکھلانا۔ ہماری بیرون جانے والی جماعتوں کو پورے ملک کی خبر نہیں، ملک کے کسی ایک کونے میں جا کر آرہی ہیں۔

۱۵ صفِ اول کے لوگ جب تک اِن بیرون کی جماعتوں کو لے کر نہیں چلیں گے اُس وقت تک اُن کے ملکوں کی نوعیت سمجھ میں نہیں آئے گی۔

۱۶ ملکوں کے کام کا معیار بہت آگے جا رہا ہے، اگر جماعتیں ہلکی (کمزور) جائیں گی، تو ملکوں کا اعتماد نظام الدین پر سے ختم ہوگا۔

(۱۷) صوبہ سے بیرون کی جماعتوں کی تعداد بڑھانے کے لئے کمزور ساتھیوں کی تشکیل نہ کریں۔

(۱۸) ملکوں میں جانے والی جماعتوں میں ایسے ساتھی بھیجے جائیں جو اُن کو اُن کی زبان میں بات سمجھانے والے ہوں۔

(۱۹) ملکوں میں کمزور جماعتیں جائیں گی تو ملکوں کے حالات اور تقاضے سامنے نہیں آئیں گے۔

(۲۰) جتنی اندرون وبیرون جانے والی جماعتیں ہیں، وہ نظام الدین کی ترجمان (نمائندگی کرنے والے) ہیں، اور ترجمان مطیع (فرماں بردار) ہوتا ہے۔ ترجمان کو اِس بات کا حق نہیں ہے کہ وہ ترجمہ میں حذف واضافہ کرے۔

(۲۱) دورِ رسالت اور دورِ صحابہ میں باہر ملکوں پر استعمال کرنے کے لئے ساتھیوں کو اپنے پاس مدینہ طیبہ بلا کر کام سمجھایا جاتا تھا، پھر تقاضوں پر روانہ کیا جاتا تھا۔(۱)

(۲۲) اب ایک ایک مسجد سے بیرون کی مکمل جماعت چاہئے، ورنہ بیرون کے تقاضے پورے نہیں ہوں گے۔

---

(۱) جب حضرت ابوبکرؓ نے شام پر لشکر کشی کا ارادہ کیا تو آپؓ نے شاہان یمن، سرداران عرب اور اہل مکہ مکرمہ کے نام یہ مراسلہ بھیجا کہ آپ میں سے جو شخص اس معرکہ آرائی کا ارادہ رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ بلا تاخیر جس قدر جلد ممکن ہو اللہ کے راستے کی تیاری مکمل کرے اور خود کو اللہ کی اطاعت کے لئے فوراً پیش کردے۔ (فتوح الشام: ۴۷)

۲۸ رخ ۵

(۱) صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں جماعتیں ارتداد کے رخ پر جاتی تھیں، حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کی جماعت جہاں جہاں جاتی تھی وہاں ارتداد ختم ہو جاتا تھا۔(۱)

(۲) ہمارے کام کرنے والوں کے تصور میں ہندوستان کے آس پاس کے ممالک (ملیشیا، انڈونیشیا، بنگلہ دیش، سری لنکا وغیرہ) میں چلا جانا بیرون کا عنوان بن کر رہ گیا ہے؛ حالاں کہ یہ تو ہمارے ملک کے مختلف محلے ہیں (قریب ہونے کی وجہ سے) اگر یہاں گئے تو ایسا ہوا کہ تم کمرے سے نکل کر صحن میں آ گئے۔

(۳) گاؤں اور دیہات پر ہماری توجہات کم ہیں، اِس لئے چار چار ماہ پیدل جماعتیں ڈالی جائیں، نشانہ بنا بنا کر ایک جماعت کی واپسی سے پہلے دوسری جماعت بھیجی جائے۔(۲)

---

(۱) فَوَجَّهَ أُسَامَةَ فَجَعَلَ لَا يَمُرُّ بِقَبِيلٍ يُرِيدُونَ الِارْتِدَادَ إِلَّا قَالُوا: لَوْلَا أَنَّ لِهَؤُلَاءِ قُوَّةً مَا خَرَجَ مِثْلُ هَؤُلَاءِ مِنْ عِنْدِهِمْ، وَلَكِنْ نَدَعُهُمْ حَتَّى يَلْقَوْا الرُّومَ. فَلَقُوا الرُّومَ فَهَزَمُوهُمْ وَقَتَلُوهُمْ، وَرَجَعُوا سَالِمِينَ، فَثَبَتُوا عَلَى الْإِسْلَامِ. البداية والنهاية: ۳۳۶/۶

(۲) ہندوستان کے اضلاع و دیہات کی تعداد ملاحظہ فرمائیں:

صوبے	اضلاع	دیہات	صوبے	اضلاع	دیہات
اترپردیش	75	107753	دہلی	11	225
مہاراشٹر	36	44198	جموں وکشمیر	20	6768
بہار	38	45076	اتراکھنڈ	13	16919
مغربی بنگال	23	40996	ہماچل پردیش	12	20752
مدھیہ پردیش	52	55429	تریپورہ	8	901
تمل ناڈو	38	17089	میگھالیہ	12	6861
راجستھان	33	44981	منی پور	16	2639
کرناٹک	31	29736	ناگالینڈ	16	1454
گجرات	33	18676	گوا	2	411
آندھراپردیش	26	28293	اروناچل پردیش	26	5616
اڑیسہ	30	51583	پوڈوچیری	4	101
تلنگانہ	33	10909	میزورم	11	853
کیرلا	14	1553	چندی گڑھ	1	13
جھارکھنڈ	24	32623	سکم	6	460
آسام	35	26637	دادرا ونگرحویلی ودمن دیو	3	98
پنجاب	23	12858	انڈمان ونکوبار	3	560
چھتیس گڑھ	33	20335	لداخ	2	116
ہریانہ	22	7007	لکشادیپ	1	27

(بحوالہ:INDIAN VILLAGE DIRECTORY@VLIST.IN

۴ ایسے ممالک کے تقاضے ہیں (کہ وہاں جماعتیں بھیجی جائیں) جہاں بڑے مصارف کی وجہ سے اب تک جماعتیں نہیں پہنچیں

۵ ایسے ایسے ممالک (بھی) ہیں جہاں کام کا ابھی تک تعارف نہیں ہوا(۱)

(۱) یہاں دنیا کے ممالک کی فہرست دی جارہی ہے ملاحظہ فرمائیے تاکہ دین کی نسبت پر سارے عالم میں پھرنے کا شوق پیدا ہو(بحوالہ ویکیپیڈیا)

ایشیائی ممالک کے نام NAME OF ASIAN COUNTRIES	دارالحکومتوں کے نام NAME OF CAPITALS	دہلی سے ہوائی مسافت FLIGHT DISTANCE FROM DELHI
(افغانستان) AFGANISTAN	KABUL(کابل)	1003 KM
ARMENIA(آرمینیہ)	YEREVAN(ایروان)	3240 KM
(آذربائجان) AZERBAIJAN	BAKU(باکو)	2811 KM
BAHRAIN(بحرین)	MANAMA(منامہ)	2637 KM

←

1425 KM	DHAKA(ڈھاکہ)	(بنگلہ دیش) BANGLADESH
1223 KM	THIMPU(تھمپو)	BHUTAN(بھوٹان)
4768 KM	(بندرسیری) BANDAR SERI	(برونائی) BRUNEI
3438 KM	(پھنوم پنتھ) PHNOM PENH	(کمبوڈیا) CAMBODIA
3776 KM	BEIJING(بیجنگ)	CHINA(چین)
4169 KM	NICOSIA(نکوسیا)	CYPRUS(قبرص)(سپرس)
3258 KM	TBILISI(ٹبلیسی)	GEORGIA(جارجیہ)
	NEW DELHI(نئی دہلی)	INDIA(ہندوستان)
5003 KM	JAKARTA(جکارتہ)	INDONESIA(انڈونیشیا)
2542 KM	TEHRAN(تہران)	IRAN(ایران)
3161 KM	BAGHDAD(بغداد)	IRAQ(عراق)
5840 KM	TOKYO(ٹوکیو)	JAPAN(جاپان)
3956 KM	AMMAN(عمان)	JORDAN(اردن)
2553 KM	ASTANA(آستانہ)	(قزاقستان) KAZAKHSTAN

←

2838 KM	(کویت) KUWAIT CITY	KUWAIT(کویت)
1600 KM	BISHKEK(بشکیک)	(کرغیزستان) KYRGYSTAN
2843 KM	VIENTIANE(ونتیان)	LAOS(لاؤس)
3980 KM	BEIRUT(بیروت)	LEBANON(لبنان)
3066 KM	(کوالالمپور) KUALA LUMPUR	MALAYSIA(ملیشیا)
2748 KM	MALE(مالے)	MALDIVES(مالدیپ)
3354 KM	(الان باٹر) ULAANBAATAR	MONGOLIA(منگولیا)
2160 KM	NAYPYIDAW(نیپیداؤ)	MYANMAR(میانمار)
800 KM	KATHMANDU(کھٹمنڈو)	NEPAL(نیپال)
4573 KM	(پیونگ یانگ) PYONGYANG	(شمالی کوریا) NORTH KOREA
1939 KM	MUSCAT(مسقط)	OMAN(عمان)
690 KM	(اسلام آباد) ISLAMABAD	PAKISTAN(پاکستان)
4027 KM	JERUSALEM(یروشلم)	PALESTINE(فلسطین)

4755 KM	MANILA(منیلا)	PHILIPPINES(فلپائن)
2569 KM	DOHA(دوحہ)	QATAR(قطر)
4341 KM	MOSCOW(ماسکو)	RUSSIA(روس)
3053 KM	RIYADH(ریاض)	(سعودی عربیہ) SAUDI ARABIA
4150 KM	SINGAPORE(سنگاپور)	SINGAPORE(سنگاپور)
4687 KM	SEOUL(سیول)	(جنوبی کوریا) SOUTH KOREA
2428 KM	COLOMBO(کولمبو)	SRILANKA(سری لنکا)
3909 KM	DAMASCUS(دمشق)	SYRIA(شام)
4384 KM	TAIPEI(تائی پی)	TAIWAN(تائیوان)
1351 KM	DUSHANBE(دوشنبہ)	TAJIKISTAN(تاجکستان)
2916 KM	BANGKOK(بینکوک)	THAILAND(تھائی لینڈ)
6632 KM	DILI(دلی)	(مشرقی تیمور) TIMOR-LESTE
4217 KM	ANKARA(انقرہ)	TURKEY(ترکی)
2027 KM	(اشک آباد) ASHGABAT	(ترکمانستان) TURKMENISTAN

2316 KM	(ابوظہبی) ABU DHABI	(متحدہ عرب امارات) UNITED ARAB EMIRATES
1582 KM	(تاشقند) TASHKENT	(ازبکستان) UZBEKISTAN
3002 KM	HANOI(ہنوئی)	VIETNAM(ویتنام)
3693 KM	SANA'A(صنعاء)	YEMEN(یمن)

دہلی سے ہوائی مسافت **FLIGHT DISTANCE FROM DELHI**	دارالحکومتوں کے نام **NAME OF CAPITALS**	افریقی ممالک کے نام **NAME OF AFRICAN COUNTRIES**
6827 KM	ALGIERS(الجزائرشہر)	ALGERIA(الجزائر)
8019 KM	LUANDA(لوآنڈا)	ANGOLA(انگولہ)
8161 KM	(پورٹونوو) PORTO-NOVO	BENIN(بینن)

←

8074 KM	GABORONE(گیبرون)	BOTSWANA(بوتسوانہ)
8265 KM	(اوگاڈوگو) OUAGADOUGOU	(بورکینہ فاسو) BURKINA FASO
6223 KM	(بوجومبرا) BUJUMBURA	BURUNDI(بورنڈی)
7436 KM	YAOUNDE(یاوانڈے)	CAMEROON(کیمرون)
10227 KM	PRAIA(پرایا)	(کیپورڈی) CAPE VERDE
6730KM	BANGUI(بنگوئی)	(جمہوریہ وسط افریقہ) CENTRAL AFRICAN REP
6661 KM	(فورٹ لامی) N'DJAMENA	CHAD(چاڈ)
5782 KM	MORONI(مورونی)	CAMOROS(کومروس)
7551 KM	(برازاویل) BRAZZAVILLE	CONGO(کانگو)
8914 KM	(یاموسوکرو) YAMOUUSSOUKRO	(آئیوری کوسٹ) COTE D LVOIRE

←

7556 KM	(کنشاشا) KINSHASA	(جمہوری جمہوریہ کانگو) DEMOCRATIC REPUBLIC OF CONGO
4008 KM	DJIBOUTI(جیبوتی)	DJIBOUTI(جیبوتی)
4429 KM	CAIRO(قاہرہ)	EGYPT(مصر)
8199 KM	(ملابو) MALABO	(استوائی گنی) EQUATORIAL GUINEA
4192 KM	ASMARA(اسمرہ)	ERITREA(اریٹیریا)
4566 KM	(عدیس ابابا) ADDIA ABABA	ETHIOPIA(ایتھوپیا)
7829 KM	LIBREVILLE(لیبرویل)	GABON(گیبون)
9656 KM	BANJUI(بانجول)	GAMBIA(گمبیا)
8487 KM	ACCRA(عکرہ)	GHANA(گھانا)
9592 KM	CONAKRY(کوناکری)	GUINEA(گینی)
9650 KM	(بساؤ) BISSAU	(گینی بساؤ) GUINEA-BISSAU
5436 KM	NAIROBI(نیروبی)	KENYA(کینیا)

←

8331 KM	MASERU(مسیرو)	LESOTHO(لیسوتھو)
9479 KM	MONROVIA(مانرویا)	LIBERIA(لیبریا)
6041 KM	TRIPOLI(تری پولی)	LIBYA(لیبیا)
6173 KM	(تانوناریو) ANTANANARIVO	(مڈغاسکر) MADAGASCAR
6654 KM	(لی لونگوے) LILONGWE	(ملاوی) MALAWI
8876 KM	BAMAKO(باماکو)	MALI(مالی)
9354 KM	(نواک شوٹ) NOUAKCHOTT	(موریطانیہ) MAURITANIA
5823 KM	(پورٹ لوئس) PORT LOUIS	(موریشیس) MAURITIUS)
7774 KM	RABAT(رباط)	MOROCCO(مراکش)
7719 KM	(ماپوتو) MAPUTO	(موزمبیق) MOZAMBIQUE
8596 KM	WINDHOEK(ونڈھوک)	NAMIBIA(نامیبیا)
7855 KM	NIAMEY(نیامی)	NIGER(نائیجر)
7552 KM	ABUJA(ابوجا)	NIGERIA(نائجیریا)
6063 KM	KIGALI(کگالی)	RWANDA(روانڈا)

←

8092 KM	(ساوتومی) SAO TOME	(ساوتومی برینسیپی) SAO TOME&PRINCIPE
9671 KM	DAKAR(ڈاکر)	SENEGAL(سینگال)
4369 KM	(وکٹوریہ) VICTORIA	(سیشیل) SEYCHELLES
9598 KM	(فری ٹاؤن) FREETOWN	(سیرالیون) SIERRA LEONE
4489 KM	(موگاڈیسو) MOGADISHU	(صومالیہ) SOMALIA
7998 KM	(پریٹوریا) PRETORIA	(جنوبی افریقہ) SOUTH AFRICA
5481 KM	(جوبا) JUBA	(جنوبی سوڈان) SOUTH SUDAN
4794 KM	KHARTOUM(خرطوم)	SUDAN(سوڈان)
7843 KM	MBABANE(امبابانی)	SWAZILAND(سوازیلینڈ)
5889 KM	DODOMA(دارالسلام)	TANZANIA(تنزانیہ)
8316 KM	LOME(لوم)	TOGA(ٹوگو)
6210 KM	TUNIS(تونس)	TUNISIA(تونس)

←

5688 KM	KAMPALA(کمپالا)	UGANDA(یوگینڈا)
7186 KM	LUSAKA(لوساکا)	ZAMBIA(زامبیا)
7161 KM	(ہرارے) HARARE	(زمبابوے) ZIMBABWE

دہلی سے ہوائی مسافت FLIGHT DISTANCE FROM DELHI	دارالحکومتوں کے نام NAME OF CAPITALS	یوروپی ممالک کے نام NAME OF EUROPEAN COUNTRIES
5316 KM	TIRANA(ترانہ)	ALBANIA(البانیہ)
6791 KM	(اندورالاولی) ANDORA LAVELLA	ANDORRA(اندورا)
5564 KM	VIENNA(ویانہ)	AUSTRIA(آسٹریا)
4869 KM	MINSK(منسک)	BELARUS(بیلاروس)
6411 KM	BRUSSELS(بروسیلز)	BELGIUM(بیلجیم)
5416 KM	(سرائیوو) SARAJEVO	BOSNIA (بوسنیا) &HERZIGOVINA
5021 KM	SOFIA(سوفیا)	BULGARIA(بلغاریہ)

5599 KM	ZAGREB(زغریب)	CROATIA(کروشیا)
5706 KM	(پراگ) PRAGUE	(چیک جمہوریہ) CZECH REPUBLIC
5846 KM	(کوپن ہیگن) COPENHAGEN	DENMARK(ڈنمارک)
5219 KM	HELSINKI(ہیلسنکی)	FINLAND(فن لینڈ)
6585 KM	PARIS(پیرس)	FRANCE(فرانس)
5779 KM	BERLIN(برلن)	GERMANY(جرمنی)
5008 KM	ATHENS(ایتھنس)	GREECE(یونان)(گریس)
5919 KM	(واٹیکن سٹی) VATICAN CITY	VATICAN(واٹیکن)
5364 KM	BUDAPEST(بڈاپیسٹ)	HUNGARY(ہنگری)
7590 KM	(رئیکسی ویک) REYKJAVIK	ICELAND(آئیس لینڈ)
7077 KM	DUBLIN(ڈبلن)	IRELAND(آئرلینڈ)
5916 KM	ROME(روم)	ITALY(اٹلی)
5165 KM	(ریگا) RIGA	(لٹویا) LATVIA

6082 KM	(فادوئس) VADUZ	(لختنشٹائن) LIECHTENSTEIN
5033 KM	(ویل نیوس) VILNIUS	(لتھوانیا) LITHUANIA
6302 KM	(لگزم بورگ ولہ) LUXEMBOURG	(لگزم بورگ) LUXEMBOURG
5178 KM	SKOPJE(اسکوپچ)	MACEDONIA(مقدونیہ)
5851 KM	VALLETTA(والیٹا)	MALTA(مالٹا)
4624 KM	(کیشیناو) CHISINAU	(مالدووا) MOLDOVA
6295 KM	MONACO(موناکو)	MONACO(موناکو)
5355 KM	(پودگوریتسا) PODGORICA	(مونٹےنگرو) MONTENEGRO
6356 KM	(ایمسٹرڈم) AMSTERDAM	(نیدرلینڈ) NETHERLANDS
5985 KM	OSLO(اوسلو)	NORWAY(ناروے)
5262 KM	WARSAW(وارسا)	POLAND(پولینڈ)
7775 KM	LISBON(لسبن)	PORTUGAL(پرتگال)
4804KM	BUCHAREST(بخارسٹ)	ROMANIA(رومانیہ)

4341 KM	MOSCOW(ماسکو)	RUSSIA(روس)
5892 KM	(سان مارینو) SAN MARINO	(سان مارینو) SAN MARINO
5251 KM	BELGRADE(بلغریڈ)	SERBIA(سربیا)
5509 KM	(براٹیسلاوا) BRATISLAVA	SLOVAKIA(سلواکیہ)
5712 KM	(لیوبلیانا) LJUBLJANA	SLOVENIA(سلوانیا)
7273 KM	MADRID(میڈرڈ)	SPAIN(اسپین)
5568 KM	(اسٹاک ہوم) STOCKHOLM	SWEDEN(سوئیڈن)
6241 KM	BERN(برن)	(سوئزرلینڈ) SWITZERLAND
4575 KM	(کیوو) KYIV	(یوکرین) UKRAINE
6710 KM	(لندن) LONDON	(مملکتِ متحدہ) UNITED KINGDOM)

←

دہلی سے ہوائی مسافت FLIGHT DISTANCE FROM DELHI	دارالحکومتوں کے نام NAME OF CAPITALS	شمالی امریکہ کے ممالک کے نام NAME OF NORTH AMERICAN COUNTRIES
10176KM	(سینٹ جونز) ST JOHN'S	(اینٹیگوا و باربوڈا) ANTIGUA & BARBUDA
11558KM	NASSAU(ناسو)	BAHAMAS(بھاماس)
12428KM	(برج ٹاؤن) BRIDGETOWN	(بارباڈوس) BARBADOS)
14695KM	BELMPAN(بلموپن)	BELIZE(بیلیز)
11337KM	OTTAWA(اٹاوہ)	CANADA(کینیڈا)
12414KM	SAN JOSE(سان جوس)	COSTA RICA(کوسٹہ ریکا)
12866KM	HAVANA(ہوانا)	CUBA(کیوبا)
11375KM	(روسو) ROSEAU	(ڈومینکا) DOMINICA)

←

13698KM	(سانتاڈومینگو) SANTO DOMINGO	(ڈومنیکن ریپبلک) DOMINICAN REPUBLIC
15086KM	(سینٹ سلواڈور) SAN SALVADOR	ایل سیلواڈور EL SALVADOR
11095KM	(سینٹ جارجز) ST.GEORGE'S	(گریناڈا) GRENEDA
15025KM	(گویتے مالاسٹی) GUATEMALA CITY	(گواٹے مالا) GUATEMALA
13833KM	(پورٹ او پرنس) PORT-AU-PRINCE	HAITI(ہیٹی)
14976KM	(تیگوگی گلپا)	HONDURAS(ہونڈوراس)
14126KM	(کنگ اسٹون) KINGSTON	JAMAICA(جمائیکا)
14656KM	(میکسیکوسٹی) MEXICO CITY	MEXICO(میکسیکو)
15145KM	MANAGUA(مانگوا)	NICARAGUA(نکاراگوا)
15146KM	(پاناماشہر) PANAMA CITY	(پاناما) PANAMA

13336KM	(باسیتیر) BASSETERRE	(سینٹ کیٹز وناویس) SAINT KITTS AND NEVIS
13483KM	(کاستریس) CASTRIES	(سینٹ لوسیا) SAINT LUCIA
13570KM	(کنگز ٹاؤں) KINGSTOWN	(سینٹ وینیسٹ وگریناڈائیز) SAINT VINCENT AND THE GRENADINES
13792KM	(پورٹ آف اسپین) PORT OF SPAIN	(ٹرین ڈاڈاٹوباگو) TRINIDAD & TOBAGO
12045KM	(واشنگٹن) WASHINGTON	(ریاستہائے متحدہ امریکہ) UNITED STATES OF AMERICA

دہلی سے ہوائی مسافت FLIGHT DISTANCE FROM DELHI	دارالحکومتوں کے نام NAME OF CAPITALS	جنوبی امریکہ کے ممالک کے نام NAME OF SOUTH AMERICAN COUNTRIES
15791KM	BUENOS(بیونس آئرز) AIRES	ARGENTINA(ارجنٹینا)
16226KM	(سکرے) SUCRE	BOLIVIA(بولیویا)
14239KM	BRASILIA(برازیلیا)	BRAZIL(برازیل)
16921KM	SANTIAGO(سینٹیاگو)	CHILE(چلی)
15210KM	BOGOTA(بوگوٹا)	COLOMBIA(کولمبیا)
15936KM	QUITO(کیٹو)	ECUADOR(ایکواڈور)
15519KM	(اسٹینلے) STANLEY	(جزائر فاکلینڈ) FALKLAND ISLANDS
13458KM	(کائین) CAYENNE	(فرانسیسی گیانا) FRENCH GUIANA

13821KM	(جارج ٹاؤن) GEORGE TOWN	GUYANA(گیانا)
15551KM	ASUNCION(ایسنشن)	PARAGUAY(پیراگوائے)
16772KM	LIMA(لیما)	PERU(پیرو)
13643KM	(پارامربو) PARAMARIBO	SURINAME(سری نام)
15594KM	(مانٹیویڈیو) MONTEVIDEO	URUGUAY(یوروگوائے)
14203KM	CARACAS(کاراکاس)	VENEZUELA(وینزویلا)

دہلی سے ہوائی مسافت **FLIGHT DISTANCE FROM DELHI**	دارالحکومتوں کے نام **NAME OF CAPITALS**	آسٹریلیا کے ممالک کے نام **NAME OF AUSTRALIAN COUNTRIES**
10353KM	(کین برا) CANBERRA	(آسٹریلیا) AUSTRALIA

←

12025KM	SUVA(سوا)	FIJI(فجی)
10502KM	(تاراوا) TARAWA	(کیری باتی) KIRIBATI
10030KM	(ماجورو) MAJURO	(جزائر مارشل) MARSHALL) ISLANDS
8757KM	(پالی کیر) PALIKIR	(مائکرونیشیا) MICRONESIA
10007KM	(یارن) YAREN	NAURU(ناورو)
12649KM	(ویلنگٹن) WELLINGTON	(نیوزی لینڈ) NEWZEALAND
6439KM	(نگیولموڈ) NGERULMUD	(پلاؤ) PALAU
8610 KM	(پورٹ مورسبی) PORT MORESBY	(پاپوانیوگنی) PAPUA NEW GUINEA
12771KM	(آپیا) APIA	(ساموا) SAMOA

←

9810KM	HONIARA(ہونیارا)	(جزائرسلیمان) SOLOMON ISLANDS
12768KM	NUKU'ALOFA(نوکوالوفا)	TONGA(ٹونگا)
11625KM	(فونافوتی) FUNAFUTI	(تووالو) TUVALU
11045 KM	(پورٹ ولا) PORT VILA	(وانواتو) VANUATU

ہوائی مسافت کا اندازہ اِس ویب سائٹ سے لگایا گیا ہے،

www.DistanceCalculator.net

حجاز مقدس میں کام ۲۹ ۶

① حج کا موقع ابتداء سے دعوت کا میدان رہا ہے۔

② حجازِ مُقدّس (مکہ مکرمہ ، مدینہ منورہ سعودی عرب) کا تقاضہ سارے تقاضوں سے اونچا ہے۔(۱)

③ حاجیوں میں کام زمانۂ جاہلیت کے حج سے ہی شروع ہوا تھا۔(۲)

④ حاجیوں میں محنت سارے عالم میں دین پہنچانے کا ذریعہ ہے۔(۳)

(۱) حجازِ مقدس کے باشندوں سے خطاب کرتے ہوئے مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ایک چیز آپ کے یہاں سے چلی تھی اور ہم تک پہونچی، آپ حضرات اُس وقت بھی اِس کے اہل تھے اور اب بھی اِس کے اہل ہیں، دنیا نے آپ ہی سے دین سیکھا ہے اور اب بھی آپ کو ہی کام کرنا ہے۔(تذکرہ مولانا یوسف ص:۱۲۵ بحوالہ ملفوظات واقتباسات ص:۱۱۹)

(۲) حضرت حارث بن حارث غامدیؓ فرماتے ہیں کہ ہم منی میں ٹھہرے ہوئے تھے، میں نے اپنے والد سے پوچھا، یہ مجمع کیسا ہے؟ انہوں نے کہا یہ سب ایک بے دین آدمی کی وجہ سے جمع ہیں، فرماتے ہیں میں نے گردن اونچی کر کے دیکھا تو نظر آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو اللہ کی وحدانیت کی دعوت دے رہے ہیں اور لوگ آپ کی بات کا انکار کر رہے ہیں۔ الإصابة. ۳۱۲/۳

(۳) حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے ہیں: ''جہاں جہاں حجاج جمع ہو کر روانہ ہوتے ہیں اُن سب جگہوں کے لئے جماعتیں روانہ کریں؛ تا کہ حجاج میں عمومی محنت کے ذریعہ حرمین مبارکین اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و دیگر انبیاءؑ اور صحابہؓ اور اولیاءِ امتؒ کے پھرے ہوئے علاقوں کے فیوض و برکات امت میں عام ہوں۔(دعوت کے اہم اصول، ۵۹)

۵ حج کے موسم کو دعوت کا موسم سمجھا جاتا تھا۔

۶ مولانا یوسف صاحبؒ نے حُجاج کی بندرگاہوں سے حجاج کرام کے ساتھ مستقل جماعتیں روانہ کرنے کا اہتمام کیا ہے۔(۱)

---

(۱) **حجاج میں تبلیغی کام کی اشاعت کو اور اُن کو داعی الی اللہ بنانے کا کارنامہ مولانا یوسف صاحبؒ کے اوّلیت میں شمار کیا جائے تو ذرا بھی مبالغہ نہ ہوگا:**

مولانا محمد یوسف صاحب نے جس وقت سے دینی دعوت کے کام کو اپنے ہاتھ میں لیا عازمین حج کو داعی الی اللہ بنانے اور حج میں روح پیدا کرنے اور اِس سفر کو دعوت الی اللہ اور تبلیغ دین کا مؤثر ذریعہ بنانے کا ارادہ فرمالیا۔ اِس میں شک نہیں کہ سواحل پر اور جہاز میں اور اُس کے بعد حجاز میں حجاج کے اندر تبلیغی کام کرنے کا تخیل تو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے دیا تھا اور ایک سفر میں اِس کی ابتداء بھی فرمادی تھی مگر عملی جامہ پہنانے اور اِس کو بدرجۂ کمال ترقی دینے میں مولانا محمد یوسف صاحب ہی کا مبارک ہاتھ تھا۔ اگر حجاج میں تبلیغی کام کی اشاعت کو اور اُن کو داعی الی اللہ بنانے کا کارنامہ مولانا کے اولیت میں شمار کیا جائے تو ذرا بھی مبالغہ نہ ہوگا، چونکہ حجاز ساری دنیا کے مسلمانوں کا عظیم مرکز ہے اور دنیا کے ہر ہر خطہ سے مسلمان کھنچ کھنچ کر حجازِ مقدس فریضۂ حج ادا کرنے جاتے ہیں اور اِس پاک دیار میں علما و مشائخ عوام و خواص، عمائدِ سلطنت کا اچھا خاصا اجتماع ہو جاتا ہے، اِس لئے اِن میں اگر دینی دعوت کا کام کیا جائے تو اِس کا اثر نہ صرف حجاز بلکہ اِس سے زیادہ دنیا کے تمام ہی خطوں پر پڑ سکتا ہے۔ مولانا کے دل میں شروع ہی سے اِس کا داعیہ پیدا ہوا اور برابر قلب و دماغ پر چھا گیا اور چند ہی سال میں اِس مسئلہ نے مولانا کو مضطرب اور بے قرار کر دیا اور اپنی تقریروں اور مکاتیب کے ذریعہ اِس مسئلہ کی طرف پوری توجہ دی۔

←

مولانا یوسف صاحبؒ کا ایک مکتوب:

اپنے ایک مکتوب میں اس اہمیت کو بتلاتے ہوئے تحریر فرمایا: حج کے فریضہ کا تعلق صرف حج کرنے والوں سے نہیں بلکہ پوری امت کے دین اور محنت کا جائزہ خداوندِ قدوس اپنے گھر پر لیتے ہیں جسکے اثرات پورے نظامِ عالم پر پڑتے ہیں۔ وہاں کی زندگی میں پاک طریقوں کو اختیار کرنے پر سارے عالم پر رحمت و انعامات کے اثرات پڑتے ہیں اور وہاں کی زندگیوں کی خرابیاں سارے عالم پر پریشانیوں کے اثرات ڈلواتی ہیں۔

سب سے پہلی جماعت: اس مبارک سفر میں مبارک کام کرنے کے لیے جو پہلی جماعت تیار ہوئی، اس میں مراد آباد اور دہلی کے کام کرنے والے حضرات تھے جن میں حاجی فضل عظیم مراد آبادی، حافظ مقبول حسن صاحب دہلوی (مجاز بیعت حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ) قابل ذکر ہیں، جنہوں نے بہتے ہوئے دھارے کے خلاف اپنے کو ڈال دیا اور مجاہدے اور ریاضت کے کام کو اپنے ہاتھ میں لیا۔

دوسری جماعت: اس کے بعد مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی کو مولانا نے حجاز میں کام کرنے کے لیے تیار کرنا چاہا، مولانا عبیداللہ صاحب نے عُذر کیا کہ مجھے عربی بولنے کی مشق نہیں ہے۔ مولانا نے اصرار کیا اور فرمایا' اچھا پہلے کراچی جا کر کام کرلو، مولانا عبیداللہ صاحب آمادہ ہوگئے اور ۱۹۴۶ء میں حافظ سلطان دہلوی کے ساتھ ایک جماعت کو لے کر کراچی گئے اور وہاں سے حجاز روانہ ہوگئے۔ ان کے علاوہ جناب محمد شفیع قریشی صاحب، مولانا نور محمد صاحب میواتی، مولوی عبدالملک صاحب مراد آبادی، حاجی عبدالعلیم صاحب میرٹھی، چودھری نواز خاں میواتی بھی حجاز گئے اور ان میں سے بعضوں نے ایک سال قیام کیا، جولائی ۱۹۴۷ء مطابق ۱۰ر شعبان ۶۶ھ کو کراچی سے علوی جہاز سے ایک تیسری جماعت روانہ ہوئی جس کے امیر مولانا سعید خان صاحب تھے۔ اس نے جہاز پر خوب جم کر کام کیا۔ گشت کے لیے اجتماع کیے اور پورے سفر میں حجاج میں حج کا ذوق وشوق، اس کے فضائل، ارکان ومسائل کی تعلیم کی۔

مزید تفصیلات کے لئے دیکھئے (سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ ص ۴۰۵ تا ۴۱۹)

۳۰ شب گزاری ۵

(۱) شب گزاری شب (رات) میں آنسو بہانے کے لئے ہے۔(۱)

(۲) شب گزاری میں کھانے پکانے کی ضرورت نہیں، اگر کوئی جماعت مسجد کے قریب بھی ہو تو نہ بلاؤ۔

(۳) مسجد کی جماعت اپنے کھانے اور بستر کے ساتھ آئے، ورنہ دوسروں کے کھانے پر مجاہدہ ناقص ہوگا اور مدعُو ہو جاؤ گے، اللہ تعالیٰ کے واسطے میری درخواست قبول کرلو۔

(۴) ہر مسجد سے جماعتیں نکلنے کی کوشش ہو رہی ہوگی تو شبِ جمعہ کا اجتماع صحیح نہج پر ہوگا اور کام کے بڑھنے کی شکلیں بنیں گی۔

---

(۱) مولانا الیاس صاحب نے کارکنوں میں ایک دوسرے سے ربط اور کام میں روح اور سرگرمی پیدا کرنے کے لئے جمعہ کی رات نظام الدین میں قیام کرنے کے لئے تجویز کیا، جو لوگ چند بار وہاں رات گزارتے ان کو اکثر اس کام سے روحانی مناسبت پیدا ہو جاتی۔(مولانا الیاس صاحب اور ان کی دینی دعوت، ص:۹۹)

حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے: جو آدمی مسجد کے اعمال میں شریک ہوئے بغیر اسی مسجد کی شب گزاری میں آئے گا وہ شب گزاری اُس کے لئے زیادہ فائدہ مند نہیں ہوگی۔(راوی مولوی یوسف صاحب زید مجدہ ابن حضرت جی رابع دامت برکاتہم)

⑤ شب گزاریوں کی سطح بڑھنی چاہئے ایک ہفتہ کا موقع دے کر مسجدوں پر چار چار ماہ کی جماعتیں بنانے کا تقاضہ ڈالیں۔(۱)

---

(۱) **شب گزاری کے اعمال:**

عصر بعد بیان، مغرب بعد ترغیبی بات اور عزائم، حاضری اور حیاۃ الصحابہ

شب گزاری:

جب محلوں کی مساجد میں ہفتوں کی دوگشتوں کے ذریعہ فی گھر ایک آدمی تین چلے کے لئے نکلنے کی آواز لگ رہی ہوگی، تعلیموں اور تسبیحات پر احباب جڑ رہے ہوں گے، ہر مسجد سے تین دن کے لئے جماعتیں نکالنے کی کوششیں ہو رہی ہوں گی تو شب جمعہ صحیح نہج پر ہوگا اور کام کے بڑھنے کی صورتیں بنیں گی، جمعرات کو عصر کے وقت سے محلوں کی مساجد کے احباب اپنی اپنی جماعتوں کی صورت میں بستر اور کھانا ساتھ لے کر اجتماع کی جگہ پر پہنچیں،

مشورہ سے ایسے احباب سے عموماً دعوت دلوائی جائے جو محنت کے میدان میں ہوں اور جن کی طبعیت پر کام کے تقاضے غالب ہوں:

مشورہ سے ایسے احباب سے عموماً دعوت دلوائی جائے جو محنت کے میدان میں ہوں اور جن کی طبعیت پر کام کے تقاضے غالب ہوں، بہت ہی فکر اور اہتمام سے تشکیلیں کی جائے، اگر اوقات وصول نہ ہوں تو رات کو بھی محنت کی جائے ار رو رو کر مانگا جائے، صبح کو جماعتوں کی تشکیل کر کے ہدایات دے کر روانہ کیا جائے، تین دن کی محلوں سے تیار ہو کر آئی ہوئی جماعتیں عموماً سات آٹھ میل تک بھیجی جائیں،

ہر شب جمعہ سے تین چلوں کی اور چلوں کی جماعتوں کے نکلنے کا رخ پڑھنا چاہئے:

ہر شب جمعہ سے تین چلوں کی اور چلوں کی جماعتوں کے نکلنے کا رخ پڑھنا چاہئے اگر شب جمعہ میں خدانخواستہ سب تقاضے پورے نہ ہو سکے تو سارے ہفتے اپنے محلوں میں پھر اس کے لئے کوشش کی جائے اور آئندہ شب جمعہ میں محلوں سے تقاضوں کے لئے لوگوں کو تیار کر کے لایا جائے۔(سوانح مولانا یوسف صاحب کاندھلویؒ ص:۷۷۸)

(۳۱) کارگزاری (۲۶)

(۱) کارگزاری انبیاء علیہم السلام اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا مُہتَم بِالشَّان (نہایت اہم اور ضروری) عمل ہے۔ (۱)

(۲) کارگزاری لوگوں کے اسلام لانے کا ذریعہ بنی ہے۔ (۲)

---

(۱) حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں غزوۂ خندق کے موقع پر میں گھٹنوں کے بل زمین سے چمٹا بیٹھا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کون ہے، میں نے عرض کیا، حذیفہ، مگر مجھ سے سردی کے مارے اٹھا بھی نہ گیا اور شرم کے مارے زمین سے چمٹ گیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اُٹھ کھڑا ہو، اور دشمنوں کے جتھے میں جا کر ان کی خبر لا کہ کیا ہو رہا ہے، ۔۔۔۔پھر فرمایا کہ کوئی حرکت نہ کر کے آئیو۔۔۔نماز سے فراغت پر میں نے وہاں کا جو منظر دیکھا تھا عرض کر دیا، جاسوس کا قصہ سن کر دندانِ مبارک چمکنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے پاؤں مبارک کے قریب لٹا لیا اور اپنی چادر کا ذرا سا حصہ مجھ پر ڈال دیا۔ (حکایات صحابہ، ص:۱۶۱)

(۲) **ہُدہُد کی کارگزاری:** ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی حاضری لی تو اُس میں ہدہد نظر نہیں آیا، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کی غیر حاضری پر ہم اِس کو سخت سزا دیں گے، یا ذبح کر دیں گے، ورنہ وہ اِس غیر حاضری کی وجہ بیان کرے، تھوڑی دیر بعد ہدہد آ گیا، اُس نے عرض کیا کہ ''سبا'' کے شہر سے بالکل صحیح خبر لے کر آیا ہوں۔ میں نے ایک عورت دیکھی ہے جو وہاں حکومت کرتی ہے، اُس

....

کے پاس ہر طرح کا سامان ہے، اُس کا بہت بڑا تخت ہے، ملکہ اور اُس کی قوم کے لوگ سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے اُن کو سیدھے راستہ سے روک دیا ہے۔ ہد ہد نے بیان ختم کیا تو آپ علیہ السلام نے اُس ملکہ کے نام خط دیا۔ اللہ تعالی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ ہم سے سرکشی نہ کرو اور فرمانبردار ہو کر ہمارے دربار میں حاضر ہو۔ اور فرمایا کہ اِسے سبا کی ملکہ کے پاس لے جاؤ، پھر دیکھو وہاں سے کیا جواب ملتا ہے؟ سبا کی ملکہ نے جس کا نام بلقیس تھا، یہ خط اپنے درباریوں کو پڑھ کر سنایا، اور اُن سے پوچھا کہ تم اِس کی بابت کیا کہتے ہو؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم بڑی طاقت والے اور بڑے لڑنے والے ہیں، ویسے آپ کو اختیار ہے جو حکم دیں، ملکہ نے کہا! بادشاہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اُسے تباہ و برباد کر دیتے ہیں اور ایسا ہی یہ بھی کریں گے میں اُن کے پاس کچھ تحفے بھیج کر دیکھتی ہوں کہ میرے ایلچی کیا جواب لاتے ہیں؟ جب ایلچی (زبانی یا تحریری پیغام پہنچانے والا) تحفے لے کر آئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تمہارے تحفے تم ہی کو مبارک ہوں تم اُنھیں واپس لے جاؤ۔ جب ایلچی نے واپس جا کر بلقیس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی باتیں کہیں تو وہ دربار میں حاضر ہونے کی تیاریاں کرنے لگی، ایلچی کے واپس جانے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباروالوں کو حکم دیا کہ ملکہ کے تخت کو ہمارے پاس لا کر حاضر کرو، ایک بڑا ''دیو'' بولا کہ میں اِس سے پہلے کہ آپ دربار سے جائیں، آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا، مگر ایک شخص اور جس کو اللہ تعالی نے کتاب کا علم دیا تھا، اُس نے کہا کہ میں آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت لے آؤں گا، چنانچہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ میرے اللہ تعالی کا امتحان ہے کہ میں اُس کا شکر ادا کرتا ہوں یا نہیں۔ بہر حال تخت کی صورت بدل کر بچھا دیا گیا اور بلقیس آ گئی تو اس سے پوچھا کہ تمہارا تخت بھی ایسا ہی ہے، بلقیس نے جواب دیا یہ تو بالکل ویسا ہی ہے اور ہم تو پہلے ہی آپ کی شان و شوکت اور

۳ کارگزاری آپس کی اجتماعیت کا بنیادی عمل ہے، اِس سے وحدتِ کلمہ پیدا ہوگا۔ اور وحدتِ کلمہ سے بڑھ کر کُفر کو مایوس کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے۔

۴ کارگزاری سے ملکوں میں (علاقوں میں) کام کی کیا سطح ہے معلوم ہوتی ہے۔

۵ جتنا کام کر رہے ہو اگر اِس کی اجتماعی کارگزاری نہ ہوگی تو شیطان آسانی سے مایوسی کی طرف لے جائے گا۔ (کہ اب کام ختم ہوگیا سو سال ہوگئے ہیں، یا کام پہلے جیسا نہیں رہا)۔

۶ کارگزاری یہ نہیں کہ صرف پرچہ سُنا دیں، بلکہ کام پر نظر ہو۔

۷ ہم نے کتنا کام کیا ہے اِس کو نہیں دیکھنا ہے؛ بلکہ کتنا کام باقی ہے اِس کو دیکھنا ہے۔

قوت و طاقت کو جانتے تھے، اور آپ کو مان گئے تھے، جس چیز کو یہ اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتی تھی اُس نے اِس کو اب تک سلیمان علیہ السلام کے پاس آنے سے روک رکھا تھا۔ پھر بلقیس سے محل میں جانے کو کہا گیا جب اُس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا محل دیکھا جو شیشے کا بنا ہوا تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ پانی سے بھرا ہوا ہے بلقیس نے اِس میں سے گزرنے کیلئے اپنے پائنچے اوپر اُٹھا لیے اور اپنی دونوں پنڈلیاں کھول دیں، حضرت سلیمان علیہ السلام نے دیکھا تو فرمایا یہ محل ہے جس میں شیشے جڑے ہوئے ہیں۔ غرض جب بلقیس کو اپنے مذہب کی غلطی معلوم ہوئی تو پکار اُٹھی، اے اللہ! میں نے جو اتنی مدت تک سورج کی پوجا کی اور میری وجہ سے میری قوم بھی اِس کو پوجتی رہی، تو میں نے اپنے اوپر ظلم کیا، اب میں سلیمان کے ساتھ تمام جہانوں کے پالنے والے پر ایمان لاتی ہوں۔ (سورۂ نمل: ۴۴) (آدم علیہ السلام سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک، ص: ۶۳ تا ۶۵)

(۸) تقاضے وہ لوگ پورے کریں گے جن کے سامنے کارگزاری ہوگی۔

(۹) ایک بھیڑیے نے چرواہے کو دعوت دے کر مدینہ منورہ بھیجا تو حضور ﷺ نے اُس کی کارگزاری سننے کیلئے سارے علاقے والوں کو جمع کیا تھا۔ (۱)

---

(۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ ایک بھیڑیے نے ایک بکری پر حملہ کر کے اُسے پکڑ لیا بکری کا چرواہا بھیڑیئے کے پیچھے بھاگا اور اُس نے زور لگا کر بھیڑیے سے بکری کو چھڑوالیا تو بھیڑیا اپنی دم پر بیٹھ کر کہنے لگا کیا تم اللہ تعالی سے نہیں ڈرتے جو روزی اللہ تعالی نے مجھے پہنچائی وہ تم مجھ سے چھینتے ہو۔ اِس چرواہے نے کہا: کیا عجیب بات ہے کہ بھیڑیا مجھ سے انسانوں کی طرح بات کر رہا ہے۔ بھیڑیئے نے کہا: کیا میں تمھیں اِس سے زیادہ عجیب بات نہ بتاؤں۔ ''یثرب'' میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزشتہ زمانے کی خبریں لوگوں کو بتا رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ چرواہا اپنی بکریاں ہانک کر مدینۂ منورہ پہنچ گیا اور بکریوں کو مدینۂ منورہ کے ایک کونے میں ایک جگہ اکٹھا کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سارا قصہ سنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے پر مدینۂ منورہ میں اعلان کیا گیا کہ آج سب (مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں) نماز اکٹھے پڑھیں (اپنی مسجدوں میں نہ پڑھیں) جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باہر آکر اُس چرواہے سے فرمایا: اِنہیں وہ واقعہ سناؤ۔ اُس نے تمام لوگوں کے سامنے وہ واقعہ بیان کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِس نے سچ کہا ہے اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے۔ اُس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ درندے انسانوں سے باتیں نہ کرنے لگیں اور آدمی سے اُس کے کوڑے کا سرا اور اُس کی جوتی کا تسمہ بات نہ کرنے لگے اُس کے گھر والوں نے اُس کے بعد جو گڑبڑ کی ہے وہ اُسے اُس کی ران نہ بتائے۔ (حیاۃ الصحابہ: ۳/ ۷۷۸)

۱۰ اَعداد وشمار کا علم ہونا مقصود نہیں ہے کہ اتنی جماعتیں نکلیں، اتنے افراد نکلے یہ سوچنا ہے کہ اُمّت اعمالِ صحابہ (مثلاً دعوت، عبادت، خدمت خلق، تعلیم وتعلّم وغیرہ) پر کہاں تک جمع ہوئی ہے۔

۱۱ ہمارا حال کارگزاری میں یہ ہے کہ آپ حضرات جماعتوں میں نکلنے والوں کو گنتے ہیں اور ہم نہ نکلنے والوں کو گنتے ہیں، اللہ ربُّ العزت نے قرآن کریم میں زیادہ ذکر نہ نکلنے والوں کا کیا ہے۔

۱۲ صحیح کارگزاری وہ شخص دے گا جو محنت میں رہے گا۔

۱۳ اپنی مسجد کے مشورہ کی کارگزاری روزانہ اپنے گھر والوں کو سنائیں، گھر والے تمہارے مُعاون (مددگار) بنیں گے۔

۱۴ اگر ملکوں سے کام کرکے واپس آنے والی جماعتوں کی کارگزاری اجتماعی طور پر نہیں ہوگی، تو ملکوں میں جماعتیں کمزور ہوتے ہیں، کیونکہ جماعت بنانے والے تو بہت ہوتے ہیں، لیکن کارگزاری سننے والے بہت کم ہوتے ہیں۔

۱۵ کارگزاری صرف کام کی نہیں ہے، بلکہ وہاں کے احوال کی کارگزاری ہونی چاہیے اور وہاں کیسی جماعتیں جانی چاہیے (یہ پوچھنا چاہیے)۔

۱۶ جولوگ حال پر نظر رکھتے ہیں اُن میں قناعت پیدا ہوتی ہے کہ جو ہورہا ہے وہ کافی ہے؛ بلکہ بعض مرتبہ اگلی سطح سے اُنہیں اختلاف ہوتا ہے۔

۱۷ (کارگزاری کا فائدہ) جو عمل میں آیا ہے وہ کیسے باقی رہے جو باقی ہے وہ کیسے عمل میں آئے۔

(۱۸) حضرت عمرؓ نے ایک لشکر تیار کیا، اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو اُس کا امیر بنایا، اور اُن سے فرمایا: ربیع بن زیادؓ کو اہتمام سے دیکھنا' اگر یہ اپنی بات میں سچا نکلا اُس پر خود بھی عمل کیا، تو وہ اِس امارت کی ذمہ داریوں میں تمہاری خوب مدد کرے گا' اِس لیے اُنہیں بوقتِ ضرورت کسی جماعت کا امیر بنا دینا۔ پھر ہر دس دن کے بعد اُن کے کام کی دیکھ بھال کرتے رہنا اور اُن کے کام کرنے کے طریقہ کو مجھے اِس تفصیل سے لکھنا کہ مجھے یوں لگے کہ جیسے میں نے خود اُن کو امیر بنایا ہو۔ (۱)

(۱۹) جو کہا جائے وہ کر گزرو، کسی کی ملامت کا خوف نہ کرو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: جو کام تمہیں دیا جائے تو اُس کو کرو؛ ورنہ یہود و نصاریٰ تمہاری گردنوں پر سوار ہو جائیں گے۔ (۲)

(۲۰) کارگزاری ایسی سناؤ جیسے مریض ڈاکٹر کو اپنی بیماری سُناتا ہے۔

(۲۱) آپ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نکالنے میں آبادی کی تعداد دیکھیں، جماعت کی تعداد نہ دیکھیں۔

(۲۲) کارگزاری سے کام کی کمیت اور کیفیت دونوں کا اندازہ ہوتا ہے

---

(۱) ثُمَّ لَا يَأْتِيَنَّ عَلَيْكَ عَشَرَةٌ إِلَّا تَعَاهَدْتَ مِنْهُ عَمَلَهُ وَكَتَبْتَ إِلَيَّ بِسِيْرَتِهِ فِي عَمَلِهِ حَتّٰى كَأَنِّيْ أَنَا الَّذِي اسْتَعْمَلْتُهُ، کنز العمال، ۳۶/۷

(۲) عَنْ رَجُلٍ قَالَ: كُنْتُ عَرِيْفًا فِيْ زَمَنِ عَلِيٍّ، فَأَمَرَنَا بِأَمْرٍ فَقَالَ: أَفَعَلْتُمْ مَا أَمَرْتُكُمْ؟ قُلْنَا: لَا، قَالَ: وَاللّٰهِ لَتَفْعَلُنَّ مَا تُؤْمَرُوْنَ بِهِ أَوْ لَتَرْكَبَنَّ أَعْنَاقَكُمُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى.
کنز العمال: ۷۸۰/۵

(۲۳) حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ اگر مَیں تمھیں کوئی کام دے دوں اور میری بتائی ہوئی ہدایات کے مطابق وہ کام کربھی دو تو کیا میری ذمہ داری پوری ہوگئی؟ ساتھیوں نے کہا: امیر المؤمنینؓ! آپ کی ذمہ داری تو پوری ہوگئی، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نہیں! میری ذمہ داری اُس وقت تک پوری نہیں ہوگی، جب تک کہ میں تم سے کارگزاری نہ سُن لوں۔ (۱)

(۲۴) عملہ سے جس چیز کا پوچھنا چھوڑ دیں گے وہ اُس کے بارے میں سوچنا بھی چھوڑ دے گا۔

(۲۵) علاقوں میں کام کر کے آنے والی جماعتیں ذمہ داروں کے سامنے وہاں کی بدحالی کے بارے میں بتلائیں تاکہ نکلنے کا تقاضہ پیدا ہو، تاجر اپنے کام کا نفع نہیں سناتا بلکہ نقصان سناتا ہے، عزائم تو امت کی بدحالی کو دیکھ کر ہوں گے۔

(۲۶) صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین زمانۂ جاہلیت کے قصے آپس میں اظہارِ تشکر کے لیے دُہراتے تھے۔ (کہ اللہ نے ہم کو کفر کی ظلمتوں سے بچا کر اسلام کی روشنی عطاء کی)۔

(۲۷) جو لوگ حال پر نظر رکھتے ہیں اُن میں قناعت پیدا ہوتی ہے؛ جو ہو رہا ہے وہ کافی ہے، بلکہ بعض مرتبہ اگلی سطح سے اُنہیں اختلاف ہوتا ہے۔

---

(۱) أَرَأَيْتُمْ إِنِ اسْتَعْمَلْتُ عَلَيْكُمْ خَيْرَ مَنْ أَعْلَمُ ثُمَّ أَمَرْتُهُ بِالْعَدْلِ أَقَضَيْتُ مَا عَلَيَّ: قَالُوْا: نَعَمْ، قَالَ: لَا حَتَّى أَنْظُرَ فِي عَمَلِهِ أَعَمِلَ بِمَا أَمَرْتُهُ أَمْ لَا ، کنز العمال، رقم: ۱۴۳۲۷

(۲) خیر القرون کی درسگاہیں، ص: ۱۳۵

۳۲ طبقاتی جوڑ و خروج ۱۳

۱ خُروج میں بھی اجتماعات میں بھی تمام طبقات کا اِختلاط (آپسی میل ملاپ) اِس کام کا مقصد ہے۔

۲ کسی طبقہ کے لیے کوئی جماعت مخصوص نہیں، اُن میں محنت کے لیے بھی مسجد وار جماعت ہے، ان تجربوں سے فائدہ وقتی ہے نقصان زیادہ ہے۔

۳ ہمارا کام طبقاتی نہیں، اِس سے تعلقات قائم ہو جاتے ہیں، نہ کہ دعوت۔

۴ طبقاتی طور پر اُمّت کو ہرگز مت جوڑو ملاقاتیں تو (ہر طبقہ سے) ضرور کرو

۵ خروج کا (ایک) مقصد اُمّت کے طبقاتی فرق (کہ فلاں طبقہ اونچا ہے اور فلاں طبقہ گھٹیا) کو ختم کرنا ہے۔

۶ جو طبقہ ابتدائی مراحل میں دعوت میں عوام کے ساتھ نہیں جُڑے گا وہ آگے چل کر بھی نہیں جُڑ سکتا۔

۷ نہ ہم طبقہ ہیں اور نہ طبقہ بنا رہے ہیں ہم تو اُمّت ہیں ہمارا مقصد اُمّت بنانا ہے

۸ اُمّت بنتی ہے دور والوں کو قریب کرنے سے اور طبقہ بنتا ہے ہم خیال لوگوں کو قریب کرنے سے۔

۹ علاقائیت کو میدانِ قتال میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پکڑ لیا، کہ یہ آدمی کہہ رہا ہے کہ میں فلاں علاقہ کا ہوں تو کہیں تقسیم نہیں ہونے دیا اُمت کو۔(۱)

۱۰ ہمارے کام میں طبقاتی جوڑ کا کوئی تصور نہیں؛ کیوں کہ ہمیں اِس کام سے طبقہ نہیں اُمت بنانی ہے۔(۲)

۱۱ مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: جو یہ کہے کہ اِس برادری کی جماعت اُس برادری میں کام کرے گی تو وہ اُمّت کو کاٹنے میں لگا ہوا ہے۔

۱۲ طبقاتی جوڑ پر اُمّت کو جوڑنا گویا اُمّت کو کاٹنا ہے۔

---

(۱) ابوعقبہ رضی اللہ عنہ جو کہ اہل فارس کے غلام تھے کہتے ہیں کہ میں جنگ احد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاضر تھا، میں نے ایک مشرک پر یہ کہتے ہوئے حملہ کیا کہ لے میرا یہ وار، میں فارسی جوان ہوں، اس کی خبر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ لے میرا یہ وار اور میں انصاری نوجوان ہوں، اُبوداوٗد: ۵۱۲۳

(۲) حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرماتے ہیں: ایک ضرورت یہ ہے کہ تبلیغ سے تعلق رکھنے والوں کا یہاں (مرکز نظام الدین) ایسا مخلوط مجمع رہے جس میں ہر طبقہ اور ہر طرح کے لوگ ہوں، علماء بھی ہوں، اہل الذکر بھی ہوں، انگریزی تعلیم یافتہ بھی ہوں، تاجر بھی ہوں، غریب عوام بھی ہوں، اِس سے ہمارے طریقۂ کار کے سمجھنے اور عملاً اِس پر قابو پانے میں بڑی مدد ملے گی اور ہم جو مختلف طبقات کا باہم اختلاط اور تعاون چاہتے ہیں اُس کی بنیاد بھی انشاء اللہ اِس سے پڑ جائے گی۔ ملفوظات مولانا محمد الیاس: ۸۵، ۸۶

مسلمانوں کو اُمّت بننے کی دعوت:

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے اپنے وصال سے تین دن پہلے یعنی ۲۶/ ذی قعدہ (مطابق ۳۰/ مارچ) منگل کے دن، بعد نماز فجر ''رائیونڈ'' میں ایک اہم تقریر فرمائی تھی، یہ آپؒ کی زندگی کی اہم آخری تقریر تھی؛ اُس کے اہم اقتباسات پیشِ خدمت ہیں

آپؒ فرماتے ہیں: یہ اُمّت بڑی مشقت سے بنی ہے، اِس کو اُمّت بنانے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بڑی مشقتیں اٹھائی ہیں اور اُن کے دشمنوں یہود و نصاریٰ نے ہمیشہ اِس کی کوششیں کی ہیں کہ مسلمان ایک اُمّت نہ رہیں، بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہوں۔

اب مسلمان اپنا امّت پنا (یعنی اُمّت ہونے کی صفت) کھو چکے ہیں، جب تک یہ اُمّت بنے ہوئے تھے چند لاکھ ساری دُنیا پر بھاری تھے، اُمّت کسی ایک قوم اور علاقہ کے رہنے والوں کا نام نہیں ہے بلکہ سینکڑوں ہزاروں قوموں اور علاقوں سے جُڑ کر اُمّت بنتی ہے جو کوئی کسی ایک قوم یا ایک علاقہ کو اپنا سمجھتا ہے اور دوسروں کو غیر سمجھتا ہے وہ اُمت کو ذبح کرتا ہے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور صحابہؓ کی محنتوں پر پانی پھیرتا ہے۔ اُمت کو ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پہلے خود ہم نے ذبح کیا ہے۔ یہود و نصاریٰ نے تو اِس کے بعد کٹی کٹائی اُمت کو کاٹا ہے۔ اگر مسلمان اب پھر اُمت بن جائیں تو دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی اُن کا بال بیکا نہیں کر سکیں گی۔ ایٹم بم اور راکٹ اُن کو ختم نہیں کر سکیں گے۔

لیکن اگر وہ قومی اور علاقائی عصبیتوں کی وجہ سے باہم اُمت کے ٹکڑے کرتے رہے تو خدا کی قسم! تمہارے ہتھیار اور تمہاری فوجیں تم کو نہیں بچا سکیں گی۔ یاد رکھو! میری قوم اور میرا علاقہ اور میری برادری یہ سب اُمّت کو توڑنے والی باتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یہ باتیں ناپسند ہیں۔

اب اِس کا اہتمام کرو کہ مختلف قوموں، علاقوں اور طبقوں اور مختلف زبان والوں کو جوڑ جوڑ کر جماعتوں میں بھیجو اور اُصول کی پابندی کراؤ، پھر ان شاء اللہ اُمّت بننے والا کام ہوگا، اور شیطان اور نفس نے چاہا تو کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے۔ اِس کے بعد حضرت مولاناؒ نے دیہات میں محنت کرنے اور فضاء بنانے پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا اور حسبِ معمول دُعاء پر تقریر ختم ہوئی۔ (تذکرۂ حضرت جی مولانا محمد یوسف، ص: ۱۵۰)

۱۳ مالداروں کے ساتھ رہے تو مال کے تذکرے ہوں گے مال دار غریبوں کے ساتھ رہے گا تو اُسے اپنے مال کا مصرف نظر آئے گا، حضرت وائلؓ کی تشکیل غریب شخص حضرت معاویہؓ کے ساتھ کی گئی تھی، نئے کی پرانے کے ساتھ تشکیل ہوگی تو نئے کی تربیت اور پرانے کی ترقی ہوگی۔(۱)

---

(۱) سیدنا وائل بن حجرؓ کہتے ہیں: جب ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظاہر ہونا معلوم ہوا تو میں اپنی قوم کی طرف سے وفد لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدینے آیا۔۔۔پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خوش آمدید کہا اور مجھے اپنے قریب بٹھایا اور میرے لیے اپنی چادر بچھائی اور اس پر مجھے بٹھایا، پھر لوگوں کو بلایا، جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اکٹھے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر چڑھے اور مجھے بھی منبر پر چڑھایا اور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی تعریف کی اور فرمایا: "لوگو! یہ وائل بن حجر ہیں، یہ تمہارے پاس بڑے دور کے شہروں سے آیا ہے، اور یہ اپنی خوشی سے آیا ہے، اسے کسی نے مجبور نہیں کیا، اور یہ بادشاہوں کی بچی ہوئی اولاد میں سے ہیں۔ اے وائل! تجھ میں اور تیری اولاد میں اللہ تعالیٰ برکت ڈال دے۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اتر آئے اور مجھے بھی اتار لیا، اور مجھے مدینے سے دور ایک جگہ میں مہمان رکھا اور سیدنا معاویہ بن ابی سفیانؓ کو حکم دیا کہ وہ مجھے ٹھہرائے، میں نکلا سیدنا معاویہؓ بھی میرے ساتھ تھے، جب ہم کچھ راستہ طے کر چکے تو انہوں نے مجھے کہا: وائل! میرے پاؤں کے اندر تک شدید گرمی پہنچ چکی ہے اس لیے آپ مجھے بھی ساتھ پیچھے بٹھا لیں، میں نے کہا: میں تم پر اس اونٹنی سے بخل نہیں کرتا لیکن میں بادشاہوں کے ارداف سے نہیں، اور میں نہیں چاہتا کہ یہ عار دلایا جاؤں کہ اس پر تجھے بھی سوار کروں۔ پھر سیدنا معاویہؓ نے کہا: مجھے اپنا جوتا ہی دے دو تا کہ میں سورج کی گرمی سے بچ سکوں۔ تو میں نے کہا: میں ان جوتوں سے تجھ سے بخل نہیں کرتا لیکن میں بادشاہوں کا لباس تمہیں پہناؤں تو مجھے عار دلائی جائے گی کہ یہ شاہی لباس گھٹیا لوگوں کو پہنا رہا ہے۔ معجم صغیر طبرانی، رقم: ۹۱۰

بیان

۲۳ ۳۳

① (بیان کرنے والوں سے فرمایا) اُمّت کو جس چیز پر اور جس کام پر لانا ہے وہ کام بیان کرو۔

② انبیاء علیہم السلام کے واقعات بیان کرنا یہ ہمارا موضوع ہے۔

③ اُس سے بات کراؤ جو کام میں یکسو ہو اور کام کی فکر غالب ہو۔

④ اُس سے بیان کرایا کرو جو ایمانیات اور دعوت و توحید کو زیادہ بولتا ہو۔

⑤ جو لوگ کام کرتے ہوئے بولتے ہیں (بیان کرتے ہیں) وہ موقع کی بات کرتے ہیں اور جو کام نہیں کرتے وہ اندھیرے میں تیر چلاتے ہیں۔

⑥ ہمارے بیانات میں ایمانیات کی کمی حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کے بیانات نہ پڑھنے کی وجہ سے ہے۔

⑦ اب جو نئے مقررین پیدا ہو رہے ہیں اُنہوں نے کام کو حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے نہج سے ہٹا دیا ہے (حضرت ایمانیات اور صحابہؓ کے حالات کو خوب بولتے تھے)۔

⑧ حق بات حق طریقہ سے حق نیت سے جب بھی کہی جائے گی تو نقصان دہ نہیں ہوگی۔

۹ اپنے بیانات میں صحابہؓ کے خروج (اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نکلنے) کے واقعات اور فضائل سُناؤ۔

۱۰ یہ ہمارے کام کا نقصان ہے کہ کام تقاروں (تقریر کرنے والوں) کے حوالے ہوگیا (یہ لوگ) مجمع کو معلومات سے اور اپنی لفاظی سے اپنی ذات کی طرف پھیرنا چاہتے ہیں۔ (۱)

---

(۱) **حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ فرماتے ہیں:**

حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو میں نے دیکھا کہ وہ بیان میں کبھی بات کرنے والے کو روک دیتے تھے اور فرماتے تھے: تُم تقریر اور وعظ کہہ رہے ہو، ہماری بات نہیں کہہ رہے ہو اور فرماتے تھے کہ (۱) تواضع کے ساتھ اور سمجھانے کے طریقہ سے کہو (۲) اور کہنے میں سادگی اختیار کرو (۳) لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاؤ، اپنے بیان سے لوگوں کو متاثر کرنے کی کوشش مت کرو (۴) اپنا کہنا ایک بیوہ عورت کا رونا ہے جو اپنے اکلوتے بیٹے کے مرنے پر روتی ہے (۵) اپنی علم دانی مت دکھلاؤ، (۶) ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں سمجھو، اُس کی راہ میں مشقتیں اٹھاؤ، تمہیں اجر مشقت کے بقدر ملے گا جو جان مال کی قربانی اخلاص کے ساتھ دی جائے گی وہ رنگ لائے بغیر نہیں رہے گی، (۷) مسلمانوں کو عار مت دلاؤ، اور ملامت کا پہلو مت اختیار کرو وغیرہ وغیرہ، لیکن کیا کریں، ہمیں نہ اِس طرح کہنا آیا، نہ کرنا آیا، اللہ پاک ہی سکھلا دے۔ (مکاتب مولانا سعید احمد خان صاحب ۱/۹۹)

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری طیب صاحبؒ فرماتے ہیں:

نیز حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری طیب صاحبؒ فرماتے ہیں: بیان میں بے تکلفی بھی ملحوظِ خاطر رہنی چاہیے، کیونکہ سبیلِ رب کی تبلیغ میں تو صرف نقل کی ضرورت ہوسکتی ہے جس میں کسی تکلّف کی قطعاً حاجت نہیں اور غیر سبیل رب میں اختراع وایجاد کی ضرورت

←

ہے جس کی بنیاد ہی تکلّف پر ہے، گو یا بدعت تو بنانی پڑتی ہے' جس کا حاصل تصنع ہے اور سنت بنی بنائی چیز ہے جس کا صرف نقل کر دینا کافی ہے نہ اِس میں تکلف درکار ہے نہ تصنع، پس جو مبلغ حقیقتاً خُدا کا راستہ دکھلائے گا اُس کے مقاصد اور بیانات میں سادگی اور بے تکلفی ہوگی اور جو لوگوں کو بجائے سبیل رب کے اپنی طرف بلائے گا اُسے اپنے بیانات میں یقیناً طرح طرح کے تکلفات، تصنعات اور بناوٹوں کو دخل دینا پڑے گا مثلاً (۱) تقریر کے نِرالے ڈھنگ اختیار کرنا، (۲) آواز میں مصنوعی اُتار چڑھاؤ اور انداز پیدا کرنا، (۳) ہیئت میں خاص خاص بناوٹیں دکھلانا، (۴) اسٹیج پر بن کر آنا، (۵) خاص انداز سے بولنا، (۶) تھیٹر کے سے ڈراموں کی نقلیں اُتارنا، (۷) الفاظ میں قافیہ اور سجع کی رعایت، بتکلّف کرنا وغیرہ وغیرہ، جس سے سامعین کی توجہات اپنی طرف جذب کی جاسکتی ہوں۔ غرض اپنے کو یا اپنے بیان کو بنانا محض تصنع اور بناوٹ ہے اور اِس سادگی کے منافی ہے جو سبیلِ رب کے جملہ سے نکل رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ سب تکلفات آیت کے اِس جملہ سبیلِ رب سے ممنوع اور مذموم ٹھہرتے ہیں اور اِس سے واضح طور پر تبلیغ کے تکلف و تصنع کی نفی نمایاں ہے' جو آج کل کے پیشہ ور واعظوں اور خودرو لیڈروں کا طرۂ امتیاز ہے۔ قرآن کریم نے ایک دوسری جگہ خاص تبلیغ ہی کے سلسلہ میں اس تصنع کی کھلی نفی بھی فرمائی ہے' ارشادِ حق ہے: قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَّمَآ أَنَا۠ مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ. ترجمہ: اے رسول! آپ کہہ دیجئے! کہ میں تم سے اس قرآن کی تبلیغ پر نہ کچھ معاوضہ چاہتا ہوں اور نہ بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں، اِس لیے کہ یہ قرآن تو اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور ذکرِ الٰہی میں بناوٹ کی حاجت ہی نہیں وہ تو بنی بنائی چیز ہے جو اوپر سے اُتار دی گئی ہے۔ (دینی دعوت کے قرآنی اُصول، ص: ۳۶)

(۱۱) ہم صحابہؓ اور نبیوں کی مدد کے واقعات کو خوب بیان کریں۔ (۱)

(۱۲) ہم بیان کے بعد آرام کرتے ہیں، حالانکہ عبادت میں لگنا چاہیے۔ (۲)

(۱۳) ہم چھ نمبر بہت جلد بول لیتے ہیں، بیان گھنٹوں کرتے ہیں، اُس میں چھ باتیں نہیں ہوتیں۔

(۱۴) انبیاء علیہم السلام کی غیبی مددیں بیان کرو، اِس سے دل میں جماؤ پیدا ہوتا ہے۔(۳)

---

(۱) دعوت میں انبیاء علیہم السلام اور صحابہؓ کے ساتھ اللہ تعالیٰ جلّ شانُہ نے جو مددیں فرمائی ہیں وہ تو بیان کریں اور جو ہمارے ساتھ مددیں ہوئیں اُن کو بیان نہ کیا جائے، دعوت میں قضائے حاضرہ کی باتیں نہ کی جائیں، اُمت میں جو ایمانی، عملی، اخلاقی کمزوریاں آچکی ہیں، اُن کے تذکرے سے بہتر ہے کہ اصلی خوبیوں کی طرف یعنی جو بات پیدا ہونی چاہیے اُس کی طرف متوجّہ کریں۔(سوانح حضرت جی مولانا محمد یوسفؒ، ص:۷۷۵)

(۲) فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَإِلَى رَبِّكَ فَارْغَبْ [الانشراح:۷،۸] جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعوت وتبلیغ کے فریضہ سے فارغ ہوگئے تو اب بقیہ اوقات بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگ جائیے اور اس پر خصوصی طور پر توجہ دیجئے؛ تاکہ اللہ کی مخلوق کا بھی حق ادا ہوتا رہے اور خالق کا بھی۔ آسان تفسیر قرآن، ۲/۹۱۸

(۳) ﴿وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ وَجَاءَكَ فِي هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [هود:۱۲۰]
اور انبیاء کے یہ واقعات ہم آپ سے اس لئے بیان کرتے ہیں کہ اس کے ذریعہ ہم آپ کے دل کو تسلی دیں، آپ کے پاس ان قصوں کے ضمن میں ایسی بات پہنچی ہے جو حق بھی ہے اور مسلمانوں کے لئے نصیحت اور یاددہانی بھی۔

۱۵ دین کی بات کو یقین سے سنو، بیان میں نیند آنا غفلت ہے۔

۱۶ ہمارے بیان کا رُخ یقینی اسباب کی طرف بلانا ہو، غیر یقینی اسباب کی طرف نہیں۔

۱۷ بیان میں احتیاط کریں، تصادم اور ٹکراؤ کا راستہ اختیار نہ کریں۔

۱۸ اپنی کرامتیں اور اپنے ساتھ ہونے والی نصرتیں بیان نہ کرو، بلکہ انبیاء علیہم السلام اور حضراتِ صحابہؓ کے ساتھ جو مددیں ہوئیں اُن کو بیان کرو۔

۱۹ بیان میں من گھڑت قصے کہانیاں مَت سُنایا کرو۔

۲۰ بیان میں اگر مجمع ہنس گیا تو ہمارا وزن گھٹ جائے گا۔

۲۱ سارے ساتھی اپنے بیانات میں بہت احتیاط کریں، چھ نمبر کے باہر نہ جائیں۔

۲۲ کہیں گے کوئی ہنسانے کی بات سناؤ حدیث میں آتا ہے کہ جو ہنسانے کے لئے بھی جھوٹی بات کہے وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔(۱)

۲۳ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ نے ایک مرتبہ ایک آدمی سے پوچھا بیان کرو گے عرض کیا نہیں کروں گا، تنہائی میں پوچھا: کیوں معذرت کی تھی؟ عرض کیا: رات تہجد چھوٹ گئی، اِس لیے بیان کرتے شرم آتی ہے۔

---

(۱) تباہی و بربادی ہے اس شخص کے لیے جو ایسی بات کہتا ہے کہ لوگ سن کر ہنسیں حالانکہ وہ بات جھوٹی ہوتی ہے تو ایسے شخص کے لیے تباہی ہی تباہی ہے۔ ابوداؤد، رقم: ۴۹۹۰

۱۳ حیاۃ الصحابہ (ا) ومنتخب احادیث ۳۴

(۱) حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے جو کچھ کہنا تھا میں نے ''حیاۃ الصحابہ'' میں لکھ دیا ہے۔

(ا) **حیاۃ الصحابہ کی تین جلدیں درج ذیل ابواب پر مشتمل ہیں:**

پہلی جلد: [ا] دعوت کا باب [۲] بیعت کا باب [۳] راہِ خدا کی تکالیف برداشت کرنے کا باب [۴] ہجرت کا باب [۵] نصرت کا باب [٦] جہاد کا باب

دوسری جلد: [ا] باہمی اتحاد و اتفاقِ رائے کا اہتمام کرنا [۲] صحابہؓ کا راہِ خدا میں مال خرچ کرنا [۳] دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنا [۴] آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ کے اخلاق و عادات۔

تیسری جلد: [ا] صحابہؓ کا غیب پر ایمان لانا [۲] آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ کس طرح نمازوں کے لئے جمع ہوتے تھے۔ [۳] آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ کس طرح علمِ الٰہی حاصل کرنے کا شوق رکھتے تھے [۴] آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ کس طرح ذکرِ خدا کا شوق رکھتے تھے۔ [۵] آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ کس طرح دعاء کیا کرتے تھے [٦] آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ کس طرح مختلف موقعوں پر بیان کیا کرتے تھے۔ [۷] آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ کس طرح سفر و حضر میں نصیحت کرتے تھے [۸] تائیدات غیبیہ کا بیان۔ [۹] کن اسباب کی وجہ سے اُن کی غیبی مدد ہوتی تھی۔

(۲) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ''حیاۃ الصحابہ'' کام کرنے والوں کے حالات سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے کہ یہ یہ چیزیں پیش آئیں گی، یہ ہمارے لئے بڑی رہبر ہے۔(۱)

(۳) ''حیاۃ الصحابہ'' کام سمجھانے کے لئے پڑھوانا چاہتے ہیں؛ اِس لئے پڑھنے والا سال لگا یا ہوا عالم ہو کام میں یکسو ہو اور ذی استعداد ہو۔

(۴) انفرادی طور پر ''حیاۃ الصحابہ'' کے پڑھنے کی مجمع کو عمومی ترغیب دی جائے۔

(۵) حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں نے ''حیاۃ الصحابہ'' اِسی مقصد کے لئے لکھی ہے کہ یہ کتاب تسلسل کے ساتھ پڑھتے رہیں۔

---

(۱) ''حیاۃ الصحابہ'' دراصل عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ کی ایک مکمل مستند اور وقیع تاریخ ہے جس میں حضراتِ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے جذبۂ دینی، غیرتِ ایمانی، حُبِّ نبوی، شوقِ شہادت کے واقعات اور حالات کو دعوت کے طرز پر پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعمیلِ ارشاد میں لکھی گئی۔ کتاب کا یہ نام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا منتخب کردہ ہے۔

مولانا سیّد محمد ثانی حسنی کے تاثرات: مولانا سیّد محمد ثانی حسنی اس کتاب کے متعلق اپنے تاثرات اِس طرح تحریر فرماتے ہیں: ''حیاۃ الصحابہ'' کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کتنے وسیع المطالعہ اور اُن کی کتبِ حدیث و رجال اور صحابۂ کرامؓ کے احوال و واقعات کے ہر ہر گوشہ پر کتنی نظر تھی۔ اِس تصنیف میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ صرف علمی تحقیقات یا ریسرچ کا کام نہیں ہے کہ اُن لوگوں کی تشفی کا باعث بنے جو خالص علمی ذہن و دماغ رکھتے ہیں؛ بلکہ اُس میں داعیانہ طرزِ فکر غالب نظر آتا ہے، جس سے دونوں طبقوں کو یکساں فائدہ پہنچا ہے۔ یہ ایک طرف علمی ذخیرہ ہے تو دوسری طرف صحابہؓ کی داعیانہ زندگی اور کردار و اخلاق و سوانح کا نہایت مؤثر مجموعہ ہے۔

(٦) تم ''حیاۃ الصحابہ'' پڑھے بغیر حضرت (مولانا یوسف صاحبؒ) کی مراد کو پہنچ نہیں سکتے۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحبؒ کے تاثرات:

حکیم الاسلام حضرت مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دار العلوم دیوبند کتاب اور مصنفِ کتاب کے متعلق اپنے بلند اور وقیع تاثرات اِن الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:

حق تعالیٰ شانہ داعیٔ الی اللہ امیر جماعتِ تبلیغ مولانا محمد یوسف کاندھلوی صاحبؒ ابنِ حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد الیاس صاحب قدّس سرہٗ بانیٔ جماعتِ تبلیغ کی قبر کو اپنے انوار و برکات سے پُر اور معمور فرمائے، جنہوں نے ''حیاۃُ الصحابہ'' لکھ کر حضراتِ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پاک زندگیوں کے ہر ہر شعبہ کو مستند روایتوں کے ساتھ اِس کتاب میں یکجا فرمادیا۔ یہ زندگی کتبِ حدیث و سیر وغیرہ میں منتشر تھی اور بہت سے گوشے ایسے مخفی تھے جو عوام تو عوام بہت سے خواص کی نظروں سے بھی اوجھل تھے۔ مولانا مرحومؒ نے اِن تمام بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک لڑی میں پِرو کر ''حیاۃ الصحابہ'' کی صورت میں اُمّت کے آگے رکھ دیا۔ آج اگر کوئی اپنی زندگی کو صحابۂ کرامؓ کی زندگی پر ڈھالنا چاہے تو اُس کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ ''حیاۃ الصحابہ'' کو اپنے سامنے رکھ کر اپنی زندگی بنالے اور عمر بھر مولانا محمد یوسفؒ مرحوم کو دُعائیں دیتا رہے۔

مولانا مرحوم مجھ سے عمر میں کافی چھوٹے تھے لیکن مراتبِ کمال میں اللہ تعالیٰ نے اُن کو بہت سے بڑوں کے منصب سے نوازا تھا۔ وہ بیک وقت عالمِ دین، عارف باللہ، داعی الی اللہ، مدرّس، مبلّغ، مصنّفِ مرشد، خطیب اور کتنے ہی دینی شعبوں کے جامع تھے، اُن کی ہزاروں خوبیوں میں سے یہ دو خوبیاں پوری دنیائے اسلام قیامت تک فراموش نہ کر سکے گی۔ (۱) ایک دعوتِ اصلاح و تبلیغِ دین جسے انہوں نے بامِ عُروج پر پہنچایا، اور ایشیاء و یوروپ، افریقہ و امریکہ سارے ممالک میں دین کی آواز کو بلند فرمادیا، ہزارہا

....

بندگانِ خُدا خدا سے وابستہ ہوئے اور داعی بننے کے بعد جذبات سے پُر ہو گئے۔ اور انہوں نے دعوتِ دین کو عملاً سنبھالا اور ہزاروں کو کارِ دعوت میں لگا دیا۔ (۲) دوسرے زیرِ نظر کتاب ''حیاۃ الصحابہ'' جس میں اُنہوں نے دعوت کے نقطۂ نظر سے صحابہؓ کی پاک زندگی کے سارے عملی گوشے کھول دیئے جس کی تین جلدیں ہیں جو شائع ہو چکی ہیں۔ یہ دونوں خیر کے ذخیرے اُن کی باقیاتِ صالحات میں سے ہیں جو اُن کے اور اُن کے آباءِ کرام کے لیے دوامی صدقۂ جاریہ ہیں جن سے کتنوں کی زندگیاں بن چکی ہیں، کتنوں ہی کی بنیں گی۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ تا یومِ حساب بنتی رہیں گی۔

اوّلین طباعت:

''حیاۃ الصحابہ'' کا سب سے اوّل ایڈیشن رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ ۱۹۶۰ء میں مطبعہ مجلسِ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن سے تین جلدوں میں شائع ہوا۔ کتاب کے شروع میں حضرت مولانا سیّد علی میاں زاد مجدہٗ کا ایک مقدمہ بھی ہے جو سہارنپور کے زمانۂ قیام میں دو رجب ۱۳۷۸ھ میں لکھا گیا۔ اشاعت کے بعد کتاب نے بڑی تیزی کے ساتھ علمی اور دعوتی حلقوں میں اپنا سکہ جمایا اور وہ دینی محاذ کی ایک شناخت اور مضبوط بنیاد بن گئی دنیا کی معروف ومشہور زبانوں میں اِس کے تراجم ہوئے۔ مدارس عربیہ دینیہ کے نامور ہندستانی علما، عالمِ عرب کے مشائخ ومحدثین اور اہلِ علم واصحابِ قلم نے اِس کو اپنی تحقیق کا محور ومرکز بنا لیا۔ اور اپنی وقیع تحقیقات وتعلیقات کے بعد علمی اداروں اور جامعات سے بڑی تعداد میں اِس کی اشاعت کرائی۔ حیدر آباد کی اوّلین طباعت کو ابھی ایک سال بھی نہیں گذرا تھا کہ ۱۹۶۱ء میں حضرت شیخؒ کے پاس ''حلب'' (شام) سے ایک نامور ادارہ کا خط آیا جس میں اُنھوں نے ''حیاۃ الصحابہ'' کے ایک ہزار نسخوں کی خریداری کی خواہش ظاہر کی تھی۔ حضرت شیخؒ نے جواباً تحریر فرمایا کہ ہمارے لیے بھیجنا مشکل ہے۔ آپ یہ کتاب وہیں شائع کر لیں، ہماری طرف سے اجازت ہے۔ (سوانح مولانا محمد انعام الحسنؒ صاحب ۱/ ۱۶۳)

(۷) جو ''حیاۃ الصحابہ'' نہیں پڑھے گا وہ اِس کام کو صحابہؓ کی نقل وحرکت سے نہیں جوڑ سکے گا۔

(۸) میں کہتا ہوں کہ ''حیاۃ الصحابہ'' روز پڑھا کرو خوب پڑھا کرو، اِس کتاب کے بغیر داعیانہ مزاج نہ بنے گا۔

(۹) ''حیاۃ الصحابہ'' کو لوگوں نے عربوں کی کتاب سمجھا ہے حالانکہ جب کتاب لکھی گئی تو عرب حضرات کام میں لگے بھی نہیں تھے۔

(۱۰) مولانا یوسف صاحبؒ کے دل میں جو کچھ (یعنی کام کو صحابہ وسیرت سے مدلل کرنا) تھا وہ ''منتخب احادیث'' اور ''حیاۃ الصحابہ'' میں ہے۔

(۱۱) ہم میں سے ہر ایک کے انفرادی مطالعے میں حیاۃ الصحابہ رہے، ہمیں پتہ تو چلے کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا کیا ہے، اگر ایسا نہ کیا تو ہمارا راستہ الگ ہوگا، اُن کا راستہ الگ ہوگا۔

(۱۲) ''منتخب احادیث'' کو پڑھا کرو حضرت ''منتخب'' سے چھ صفات یاد کرانا چاہتے تھے۔(۱)

(۱۳) یہ کہنا کہ ابھی اِس کی تعلیم کا مشورہ نہیں ہوا، یہ حضرت کی محنت کو ضائع کرنا ہے۔

---

(۱) ''منتخب احادیث'' جس میں ۱۵۰۴/احادیث طیبہ ہیں، اگر کوئی روزانہ پانچ حدیثیں بھی یاد کرلے تو ان شاء اللہ آسانی کے ساتھ ایک سال میں پوری کتاب یاد ہو سکتی ہے۔

فہرست	تعدادِ احادیث	فہرست	تعداد احادیث
(کلمۂ طیبہ)		رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول اذکار اور دعائیں	۸۷
ایمان	۶۹	(اکرامِ مسلم)	
غیب کی باتوں پر ایمان	۵۷	مسلمان کا مقام	۴۰
موت کے بعد پیش آنے والے حالات پر ایمان	۴۷	حسنِ اخلاق	۴۶
تعمیل اوامر میں کامیابی کا یقین	۲۷	مسلمانوں کے حقوق	۱۶۶
(نماز)		صلہ رحمی	۲۳
فرض نمازیں	۴۷	مسلمانوں کو تکلیف پہنچانا	۷۴
باجماعت نماز	۸۴	باہمی اختلافات کو دور کرنا	۱۸
سنن ونوافل	۸۰	مسلمانوں کی مالی اعانت	۲۳
خشوع وخضوع	۳۱	(اخلاصِ نیت یعنی تصحیح نیت)	
وضو کے فضائل	۲۳	اخلاص	۲۴
مسجد کے فضائل واعمال	۱۵	اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین کے ساتھ اور اجر وانعام کے شوق میں عمل کرنا	۱۰
(علم وذکر)		ریاکاری	۲۸
علم	۵۴	(دعوت وتبلیغ)	

←

قرآن کریم اور حدیث سے اثر لینا	۳	دعوت اور اُس کے فضائل	۴۳
ذکر		اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلنے کے فضائل	۵۵
قرآن کریم کے فضائل	۷۱	اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلنے کے آداب واعمال	۹۵
اللہ تعالیٰ کے ذکر کے فضائل	۱۱۸	لایعنی سے بچنا	۴۹
جملہ احادیث	=	**۱۵۰۷**	

مرحوم مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری کی رائے:

مرحوم مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری صاحب نے اپنی کتاب ”علماء مظاہر علوم بسهارنفور وانجازاتهم العلمية والتاليفية“ میں ”منتخب احادیث“ کے تعلق سے مرتبِ کتاب ”منتخب احادیث“ مولانا محمد یوسف کاندھلوی علیہ الرحمہ کے تذکرہ وترجمہ میں لکھتے ہیں: هِيَ مَجْمُوعَةٌ قَيِّمَةٌ بَلِيغَةٌ قَدْ جَاءَتْ حَوْلَ الْكَلِمَاتِ السِّتَّةِ قَدْ وَضَعَهَا صَاحِبُ التَّرْجَمَةِ مِنْ دَوَاوِيْنِ الْحَدِيْثِ هِيَ كَانَتْ بَاقِيَةً مُسَوَّدَةً خَطِّيَّةً إِلَى الْآنَ فَأَصْدَرَهَا أَخِيْرًا الشَّيْخُ مُحَمَّدُ سَعْدُ حَفِيْدُ صَاحِبِ التَّرْجَمَةِ، كَمَا قَامَ بِطَبْعِهَا كَثِيْرٌ مِنَ الْمَكْتَبَاتِ مَعَ مُقَدِّمَةِ الشَّيْخِ أَبِي الْحَسَنِ عَلِيِّ النَّدْوِيِّ وَنُقِلَ إِلَى اللُّغَاتِ الْكَثِيْرَةِ **کہ دعوت وتبلیغ کی چھ صفات (چھ نمبر) سے متعلق یہ قیمتی بلیغ مجموعۂ حدیث صاحب تذکرہ (یعنی حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی) کے محفوظ مسوّدات میں ملا، جس کا انتخاب حدیث کی اہم کتابوں سے اُنہوں نے کیا تھا جسے اُن کے پوتے مولانا محمد سعد صاحب نے منظر عام پر لائے، اور بڑے اشاعتی اداروں نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندویؒ کے مقدمہ کے ساتھ اِس کو شائع کیا، اور بہت سی زبانوں میں اِس کا ترجمہ ہوا۔**

مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی دامت برکاتہم کی تحقیق :

محقق العصر مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی مدظلہ کی تحقیق کے مطابق یہ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی کی ہی تصنیف ہے جس کے ستر زبانوں میں ترجمے ہوکر مقبولِ عام ہو چکے ہیں، اُن کے نزدیک اس کتاب پر جو تخریج و تحقیق کا کام ہوا ہے وہ بھی بہت معیاری ہے۔ (تذکرہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ، ص:۱۵۵)

''منتخب احادیث'' کی اشاعت ایک مستحسن اور ضروری اقدام:

تبلیغی جماعتوں کی تعلیم کے لیے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے ''فضائلِ اعمال'' کے رسالوں کو تبلیغی نصاب کی حیثیت حاصل ہوگئی تھی جس کا سہارا لے کر عام لوگ بھی دینی بیان اور گفتگو کی صلاحیت پیدا کر لیتے تھے لیکن حالات کی تبدیلی نے حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کو اِس بات کی طرف متوجہ کیا کہ چھ صفات پر حدیث کا ایک مستند و منتخب مجموعہ تیار کیا جائے جس کو موضوع بنا کر پورے دین پر عمل کرنا آسان ہو، یہ مجموعہ اُنہوں نے عربی میں تیار کر دیا تھا لیکن اُن کے اچانک حادثۂ ارتحال (انتقال) کے باعث وہ نظروں سے مستور (پوشیدہ) رہا تھا، مولانا محمد سعد صاحب مدظلہ نے اِس کو اُن کے ذخیرۂ کتب سے نکالنے کا کام کیا اور اُسے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی خدمت میں پیش کیا اور اُن کے مقدّمہ کے ساتھ، اور اِس بات کی وضاحت کے ساتھ بڑے اجتماعات میں اور صوبائی اور ملکی و بین الملکی اجتماعات میں بھی یہ بات رکھی کہا ''فضائل اعمال'' کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ''منتخب احادیث'' کی تعلیم ضروری ہے تا کہ صحیح احادیث اور مستند تعلیمات کی زیادہ ترویج و اشاعت ہو اور اُمّت کی دینی مزاج سازی میں اُن کا بھر پور اثر ہو، ''منتخب احادیث'' کی تعلیم بھی ضروری ہے تا کہ حدیث کے انوار سے کام اور منوّر رہو، اِن منتخب احادیث کا ترجمہ مولانا محمد سعد صاحب مدظلہ کی طرف سے سامنے آیا اور اُس کی تائید حضرت مولانا زبیر الحسن صاحبؒ (ہندوستان) نے اور دعوت و تبلیغ کی ذمہ دار ممتاز شخصیات بالخصوص مولانا مفتی

←

زین العابدین صاحبؒ (پاکستان) کی طرف سے پوری حاصل ہوئی، اور یہ پوری دنیا میں عام ہوگئی، جس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ظاہر ہوا کہ یہ دینی تبلیغی نصاب جس کی دوسری اہم کتاب ''حیاۃ الصحابہ'' ہے اُمّت کے تمام افراد کے لئے قابلِ قبول اور اطمینان بخش ہوگیا، جن لوگوں کا تبلیغ والوں پر حدیثِ نبوی سے بے اعتنائی کا الزام تھا وہ باقی نہ رہا،

اِس کی ترتیب کلمۂ طیبہ، نماز، علم وذکر، اکرامِ مسلم، اخلاصِ نیت، دعوت وتبلیغ کے موضوعات کی ہے، جس کی وضاحت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (جن کو بانیٔ تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا بڑا اعتماد حاصل رہا تھا اور اُن کے معاونوں کے ساتھ رفاقت کا معاملہ رہا تھا) اپنے مقدمہ میں اِس طرح فرماتے ہیں:

کلمۂ طیبہ کے معانی و تقاضوں پر غور، فرائض وعبادات کے فضائل کا علم، علم و ذکر کی فضیلت کا استحضار، ذکرِ خداوندی میں مشغولیت، اکرامِ مسلم اور مسلمان کے حق کی شناسائی وادائیگی ہر عمل میں تصحیحِ نیت واخلاص، ترک لایعنی، اللہ تعالی کے راستہ میں نکلنے اور سفر کرنے کے فضائل وترغیبات کا استحضار اور شوق، یہ وہ عناصر اور خصائص تھے جنہوں نے اِس دعوت کو ایک سیاسی، مادّی تحریک، اور استحصال فوائد، حصولِ جاہ و منصب کا ذریعہ بننے سے محفوظ کردیا، اور وہ ایک خالص دینی دعوت اور حصولِ رضائے الٰہی کا ذریعہ بنی، یہ اصول وعناصر جو اِس دعوت وجماعت کے لیے ضروری قرار دیئے گئے، کتاب وسنت سے ماخوذ ہیں، اور وہ رضائے الٰہی کے حصول و دین کی حفاظت کے لیے ایک پاسبان ومحافظ کا درجہ رکھتے ہیں، اِن سب کے مآخذ کتاب الٰہی اور سنت واحادیثِ نبوی ہیں۔ضرورت تھی کہ ایک مستقل وعلاحدہ کتاب میں اِن آیات و احادیث و مآخذ کو جمع کر دیا جاتا، خدا کا شکر ہے کہ اِس دعوت الی الخیر کے داعی ثانی مولانا محمد یوسف صاحبؒ (خلیفۂ رشید داعیٔ اول حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے جن کی نظر کتب احادیث پر بہت وسیع اور گہری تھی، اِن اصول وضوابط واحتیاطوں کے

مآخذ کو ایک کتاب میں جمع کر دیا، اور اس میں پورے استیعاب واستقصاء سے کام لیا، یہاں تک کہ یہ کتاب اِن اصول وضوابط اور ہدایات کا مجموعہ نہیں بلکہ ''موسوعہ'' بن گئی، جس میں بلا انتخاب واختصار اِن سب کا علی اختلاف الدرجات ذکر کر دیا گیا ہے، یہ بھی تقدیر اور توفیق الٰہی کی بات ہے کہ اب یہ کتاب اُن کے حفیدِ سعید (پوتے) عزیز القدر مولوی محمد سعد صاحب أَطَالَ اللّٰهُ بَقَاءَهُ وَوَفَّقَهُ لِأَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ کی توجہ واہتمام سے شائع ہو رہی ہے، اور اِس کا افادہ عام ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ اُن کے اِس عمل وخدمت کو قبول فرمائے اور زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ.

ابوالحسن علی ندوی

دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی

۲۰/ ذی قعدہ ۱۴۱۸ھ

(تذکرہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ، ص: ۱۵۲ تا ۱۵۴)

حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتھم عرضِ مترجم میں تحریر فرماتے ہیں:

اِس تمام کام میں بقدرِ استطاعت احتیاط کو ملحوظ رکھا گیا ہے، اور علمائے کرام کی ایک جماعت نے اِس کام میں بھرپور اعانت فرمائی ہے، اللہ جل شانہٗ اُن کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائے، بشری لغزشیں ممکن ہیں، حضراتِ علماء سے درخواست ہے کہ جو چیز اصلاح کے لئے ضروری خیال فرمائیں اُس سے مطلع فرمائیں۔ (منتخب احادیث، ص: ۱۰)

عمومی تأثر:

چونکہ ''منتخب احادیث'' میں صرف حدیثیں ہیں اور وہ بھی معتبر حدیثیں جن کی تحقیق و تخریج کا کام معیاری ہے جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ اس کے رواج پر اہل علم ونقد نے کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کی بلکہ اِس کو قبول اور پسند کیا جب کہ یہ دنیا بھر میں اور خواص و عوام میں مقبول اور پڑھی جانے والی کتاب ہے اور عالمِ اسلام کی مقبول ومعروف مستند اور معتبر دینی درسگاہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو کی مسجد میں صبح کی تعلیم میں اِس کی پابندی

کی جاتی ہے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی ''فضائل اعمال'' سے بھی فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور عصر کی نماز کے بعد میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ فکری و اصلاحی دعوتی کتابوں اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانی کی معارف الحدیث کے اقتباسات سنائے جاتے ہیں، جس میں اساتذہ و طلباء کبھی شریک ہوتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں اور بعض مدارس میں نصاب درس میں بھی ہے اور اِس کی خصوصیت و امتیاز یہ ہے کہ اِس میں حقوق اللہ حقوق العباد اور انسان کی انفرادی و سماجی زندگی کے مختلف گوشوں کا احاطہ ہوگیا ہے اور اِس سے وہ ضرورت پوری ہورہی ہے جس کا احساس روز بروز دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والوں میں بڑھتا جارہا تھا، ایک بڑا فائدہ یہ بھی ظاہر ہوا کہ بلادِ عربیہ میں اِس کے عربی ایڈیشن کو بڑا رواج ملا اور جماعت کے حلقوں نے وہاں متفقہ طور پر اِس کو اپنے نصاب میں شامل کیا، حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی دامت برکاتہم کے حصہ میں یہ سعادت مقدّر تھی کہ وہ اِسے منظر عام پر لائیں چنانچہ اُنہوں نے اپنے خاندان کے بڑے عالم مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی دامت برکاتہم کی نظر میں لاکر اِس کو دعوت و تبلیغ کے مزاج کو سب سے زیادہ سمجھنے والی شخصیت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کے گوش گزار کیا اور تقریظ حاصل کی اور مزید اِسے عام کرنے کی اجازت بھی لی۔

مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کی تائید و ترغیب:

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ نے نہ صرف اسکی تائید و حمایت کی بلکہ وہ اس طرح ترغیب بھی دیتے تھے جب بیانات اور ہدایات میں مولانا محمد سعد کاندھلوی دامت برکاتہم فضائل اعمال کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ''منتخب احادیث'' کی تعلیم کی طرف توجّہ دلاتے تو وہ بعد میں دعاء سے پہلے اپنے مختصر بیان میں فرمایا کرتے: کہ جو کچھ کہا سنا گیا ہے اس پر عمل کرنا ہے۔

←

عمومی اشاعت اور تبلیغی نظام ونصاب میں شامل کرنے کے اسباب ومحرکات:

''منتخب احادیث'' کے تعلق سے یہ بات ذکر کرنا گزیر معلوم ہوتی ہے کہ اِس کی اشاعت اور اِس کو تبلیغی نصاب و نظام میں ''فضائلِ اعمال'' کے ساتھ شامل کرنا ایک نہایت مبارک اِقدام ثابت ہوا، اور یہ وقت کا تقاضہ بھی تھا جس کو وہ حضرات بھی محسوس کر رہے تھے جنہیں بانیٔ جماعتِ تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۴۴ء) اور اُن کے جانشین وفرزندِ عالی مرتبت حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ (۱۹۶۵ء) کی صحبت ورفاقت اور اعتماد وتعلق حاصل رہا تھا اور جو اِس دعوت کی تحریک و جماعت کی روح اور اُس کے مزاج و مذاق سے اچھی واقفیت رکھتے تھے، جن میں خاص طور پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۹۹ء) اور حضرت مولانا عبید اللہ بلیاویؒ (م ۱۹۸۹ء) کا نام لیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے جانشین اور جماعتِ تبلیغ کے امیرِ ثالث حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ نے بھی حدیث کی اہم کتاب مشکوٰۃ شریف سے ''الابواب المنتخبہ'' نام کی کتاب دعوتی، اصلاحی، تربیتی نقطہ نظر سے تیار کی تھی جس میں اُن کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا ایماء شامل تھا، اِس کا اُردو ترجمہ حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ کے صاحبزادۂ گرامی مولانا محمد یونس پالن پوری کے ترجمہ کے ساتھ ''منتخب ابواب'' کے نام سے سامنے آیا، اور اِس کا عربی ایڈیشن مولانا محمد الیاس بارہ بنکویؒ کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ سامنے آیا، اور اُسی زمانہ میں اُن ہی کی تحقیق کے ساتھ ''حیاۃ الصحابہ'' از حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ اور ''ریاض الصالحین'' از امام نوویؒ، جو عرب مبلغین کے نصابِ تعلیم میں ہے سامنے آیا اور ''فضائلِ اعمال'' کا عربی ایڈیشن دار العلوم ندوۃ العلماء کے استاذِ حدیث مولانا عبدالرشید ندوی راجستھانی کی تحقیق وتعلیق اور بعض حصوں کے ترجمہ کے ساتھ مصنّف کے صاحبزادے عالی مرتبت حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ نے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؒ سابق ناظم ندوۃ العلماء کے مقدمہ کے ساتھ اور اُن

←

کی نگرانی میں کام کرا کر اپنے دارالاشاعت ''مکتبۂ یحیوی'' سہارنپور سے مَنۡهَجُ الۡحَيَاةِ الۡإِيمَانِيَّةِ وَ التَّرۡبِيَةِ الدِّيۡنِيَّةِ فِي ضَوۡءِ الۡكِتَابِ وَ السُّنَّةِ" کے نام سے شائع کیا۔

جہاں تک منتخب احادیث کے کام کا تعلق ہے تو یہ کوئی مخفی بات نہیں کہ حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی دامت برکاتہم نے اپنی نگرانی میں شائع کرنے کا اہتمام کیا، جس کی تفصیلات پچھلے صفحات میں گزر چکی ہیں۔ یہاں اس بات کا اظہار بھی ضروری ہے کہ حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت کی ہی طے کردہ تاریخ کے مطابق ندوۃ العلماء لکھنو کے احاطہ (کیمپس) میں تبلیغی اجتماع میں مرکز نظام الدین دہلی سے حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ اور حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی دامت برکاتہم اور اُن کے ساتھ ایک مؤقر وفد آیا تھا، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے پوتے مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم سے مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کی مرتب کردہ دعوت و تبلیغ کی چھ صفات سے متعلق کتاب ''الاحادیث المنتخبہ'' کے متعلق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ ناظم ندوۃ العلماء لکھنو نے پوچھا کہ جب ہم نظام الدین جاتے تو یہ دیکھتے تھے کہ مولانا محمد یوسف صاحبؒ چھ صفات سے متعلق احادیث کا مجموعہ تیار کر رہے ہیں، لیکن اُن کی اچانک وفات کی وجہ سے یہ مجموعۂ احادیث سامنے نہ آ سکا، آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ اُس کو تلاش کریں کہ وہ مجموعہ کہاں ہے؟ اِسی طرح حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی علیہ الرحمہ نے ''ابوداؤد شریف'' کے درس کے دوران توجہ دلائی، چنانچہ حضرت مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم کو اپنے دادا کے سامان میں وہ مجموعہ مل گیا جو محفوظ تھا اور اُن کے قلم سے لکھا ہوا یہ نسخہ اُن کے پاس آج بھی محفوظ ہے، ''حیاۃ الصحابہ'' کے اردو مترجم اور بڑے داعی مولانا احسان الحق صاحب (رائے ونڈ)، نے مسوّدے کو دیکھا تو اُن کی وہ سب یادیں تازہ ہوگئیں جو اُس زمانہ سے وابستہ تھیں اور تائید کی، اِن سب کو دیکھتے ہوئے اور حضرت مولانا محمد الیاس، حضرت مولانا محمد یوسف اور حضرت مولانا انعام الحسن رحمہم اللہ کی اِس منشا کو

سمجھتے ہوئے کہ یہ کام قرآن وحدیث اور سنت وسیرت کی روشنی میں ہو، جو اِس محنت کی بنیاد ہے کہ اِس کو سنت کی روشنی میں کیا جائے، اور عہدِ صحابہ میں پہنچا دیا جائے، اِس کا حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ پر اتنا غلبہ تھا کہ حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ کو قریب بٹھا کر فرماتے تھے کہ جو بھی ہم کہہ رہے ہیں، اِس کو قرآن وسنت میں تلاش کیا کرو، اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ سے صحابہ کے حالات و واقعات سننے کا روز کا معمول واہتمام تھا، محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس منشا اور روح دعوت کو سمجھتے ہوئے ''حیاۃ الصحابہ'' اور ''منتخب احادیث'' کی ترتیب وتالیف کا عظیم کام انجام دیا، چوں کہ ''حیاۃ الصحابہ'' پر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ نے حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ سے بہ اصرار مقدمہ لکھوایا تھا، اِس کے اردو ترجمہ کے لیے اِس کے مترجم مولانا احسان الحق صاحب نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے مزید مقدمہ حاصل کیا اور حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی دامت برکاتہم نے اپنے بزرگوں کے اِس اہتمام کو دیکھتے ہوئے بھی اور جماعت کے اُن اکابرین کے جن کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا خاص اعتماد حاصل رہا تھا، ایک ایک کر کے اٹھنے کے بعد حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ سے خصوصی تعلق اور اُن کی غیر معمولی خدمات کی وجہ سے بھی مقدمہ کی فرمائش کی اور اِسی کو کافی سمجھا جسے قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ یہ مجموعہ ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۰ء میں منظر عام پر آکر مقبول عام ہوا اور ''فضائلِ اعمال'' کے ساتھ اِس کی تعلیم نے کام کرنے والوں کے علمی افادات میں چار چاند لگا دیئے۔ (تذکرہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ، ص: ۱۵۶ تا ۱۶۰)

(۳۵) قربانی اور تقاضے (۴۱)

(۱) کسی علاقہ میں جماعتیں بھیجنے سے کام پورا نہیں ہوتا، بلکہ صرف تقاضہ پیدا ہوتا ہے (کہ علاقے کے یہ احوال ہیں اور کام کی اِتنی ضرورت ہے) تقاضے کا پورا ہونا یہ ہے کہ اُس علاقے میں مسلسل جماعتیں ڈالی جائیں اور وہ جماعتیں کام کو قائم کریں، ماحول بنائیں اور وہاں کے لوگوں میں اِتنی صلاحیت پیدا کی جائے کہ وہ ملکوں میں جاسکیں۔ (۱)

(۱) حضرت مولانا یوسف صاحب زید مجدہ بن حضرت جی دامت برکاتہم نے مرکز حضرت نظام الدین میں بعد عصر، بروزِ اتوار، ۱۰ محرم الحرام ۱۴۴۵ھ بنجر بستیوں میں محنت سے متعلق فرمایا تھا:
ہمارے ساتھیوں نے بڑے اہتمام سے بیٹھ کر چند اُمور کمزور بستیوں سے متعلق سوچے ہیں، آپ اِن باتوں کو اِہتمام کے ساتھ محفوظ کریں۔
پہلی بات: ذمہ دار لوگ بنجر بستیوں میں کام شروع کرنے سے پہلے کمزور علاقہ کا معائنہ کریں۔
دوسری بات: کمزور علاقوں میں مضبوط جماعتیں ڈالنی چاہیے۔
تیسری بات؛ بنجر بستیوں میں یکے بعد دیگر جماعتیں ڈالی جائیں۔
چوتھی بات: جانے والی جماعتوں کے سامنے کئی کئی دفعہ روانگی کی بات ہونی چاہیے۔

←

پانچویں بات: کمزور علاقوں میں بڑے خرچ کی جماعتیں ڈالی جائیں تاکہ وہ اپنے دسترخوان کو وسیع رکھ سکیں۔
چھٹویں بات: کمزور علاقوں میں بھیجی گئی جماعتوں کی نصرت کی ترتیب بنائی جائے۔
ساتویں بات: یہ جماعت اپنا پورا وقت ایک ماہانہ مسجد وار جوڑ کے حلقہ میں لگائے۔
آٹھویں بات: جماعتیں کسی جگہ مسجد نہ ہو تو کرایہ کا مکان لے کر کام کریں۔
نویں بات: ذمہ دار ساتھی بیٹھ کر آنے والی جماعتوں کی اہتمام سے کارگزاری سنیں، اِس سے کام کی نوعیت سمجھ میں آئے گی۔
جہاں جماعتیں جارہی ہیں وہاں کے لوگوں سے متعلق:
پہلی بات: جب تک مقامی لوگوں کی طرف سے نصرت کا ماحول نہیں بنے گا، اُس وقت تک ہجرت مؤثر نہیں ہوگی۔
دوسری بات: کمزور اضلاع ہمیں یہ بتائیں کہ اُنہیں کن مضبوط اضلاع کی ضرورت ہے، جو اُس علاقہ میں مؤثر ہو سکے

- دین کے پھیلانے کے واسطے آپس کی مناسبت ضروری ہے۔ خدا عزّوجلّ کو پتھروں سے بلوانے پر اور گونگوں سے بُلوانے پر قدرت ہے، اُنہوں نے بھی اِس بات کا اہتمام کیا ہے کہ ہر نبی کو اُن کی قوم میں بھیجا ہے۔ ہر قوم میں اُن کی قوم کا آدمی نبی بن کر آیا ہے۔ یہ بہت ضروری چیز ہے۔ وَمَاأَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلاَّ بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ [ابراھیم:۴]
- ہمارے یہاں فلاں علاقہ کی جماعتیں کام کرسکتی ہیں۔ فلاں علاقہ کی جماعتیں ہمارے یہاں آجائیں تو زیادہ فائدہ ہوگا؛ اِس مناسبت کو بڑے اہتمام سے حضرت عمر ابن الخطابؓ جیسا سمجھدار آدمی جن کی زُبان سے فرشتے بولا کرتے تھے، حضور ﷺ سے کہہ رہے ہیں: یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے مت بھیجئے صلح حُدیبیہ میں بات کرنے کے لیے؛ بلکہ عثمانِ غنیؓ کو بھیجئے! اُن کا جانا میرے جانے سے زیادہ فائدہ مند ہے۔ فَأَرْسِلْ عُثْمَانَ، فَإِنَّ عَشِيْرَتَهُ بِهَا، وَإِنَّهُ يَبْلُغُ لَكَ مَاأَرَدْتَ. کنز العمال، ۳۰۱۵۲

(۲) جو لوگ اِس کام میں جان نہیں لگاتے اُن کے مال سے نقصان ہوتا ہے کیونکہ وہ مال کے ساتھ اپنی منشا چلانا چاہتے ہیں۔

(۳) مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے راستے کی تکلیف اٹھانا نہیں چاہتے تو اِس اُمّت کی ہدایت بھی نہیں چاہتے۔

(۴) مولانا الیاس صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہماری جانوں کے قیمتی ہونے نے اللہ تعالیٰ کے دین کو پھیلنے سے روکے رکھا ہے اور جب ہم اللہ تعالیٰ کے دین پر اپنی جانوں کو قربان کریں گے تب ہی دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دین تمام ادیانِ باطلہ پر غالب آئے گا۔

بنو قریظہ نے غزوۂ خندق کے موقع پر مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کی جو معاف کرنے کے قابل نہ تھی۔ حیی بن اخطب جو عربوں کے اس جتھے کا بانی تھا، بنو قریظہ کے ساتھ ان کی امان میں تھا، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کی اس متحدہ فوج کا شیرازہ بکھرنے کے ساتھ ہی بنو قریظہ کی طرف رخ کیا۔ ان کے قلعے بند ہو گئے۔ مسلمان ایک مہینے تک ان کا گھیراؤ کیے رہے۔ آخر انھوں نے یہ درخواست کی کہ ان کا معاملہ ان کے حلیف قبیلہ اوس کے مسلمان سردار حضرت سعد بن معاذ ہی کے سپرد کر دیا جائے، وہ جو فیصلہ کریں گے ان کو خوشی سے منظور ہوگا۔ حضرت سعد بن معاذؓ خندق کی لڑائی میں ایک تیر کا زخم کھا کر نڈھال ہو رہے تھے، پھر بھی وہ آئے، ان کے قبیلے کے لوگ یہ چاہتے تھے کہ ان کی خطا معاف کر دی جائے مگر حضرت سعدؓ نے نہ مانا اور یہ فیصلہ کیا کہ ان میں جو لڑنے کے قابل ہوں وہ قتل کر دیے جائیں، عورتیں اور بچے قیدی بنا لیے جائیں اور مال و اسباب مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ اس فیصلے پر عمل ہوا اور یہود کے اس تیسرے قبیلے کا بھی خاتمہ ہوا اور ان سرمایہ داروں کی زمینیں اور جائیداد میں غریب کام کرنے والے مسلمانوں میں بانٹ دی گئیں۔ بخاری، ۳۰۴۳

۵ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے جس کا تم نے مال لے لیا اُس کی جان تم نہیں لے سکتے (راہِ خدا کے لیے وقت نہیں لے سکتے)۔(۱)

۶ ہر مسلمان کے دل میں یہ جذبہ ہو کہ میرا کام دنیا میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہادت کے مواقع تلاش کرنا ہے، تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی جذبہ تھا۔

۷ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے جو اپنی ذات سے خرچ نہیں کرے گا اُس کا مجاہدہ ناقص (ادھورا) ہے۔

۸ علماء نے لکھا ہے کہ جو تبلیغ دوسروں کے مال سے ہوگی وہ بے اثر رہے گی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ساری قربانیوں اور تعلق کے باوجود ہجرت کے موقع پر اونٹنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمائی۔(۲)

---

(۱) کلکتہ کے دورانِ قیام میں ایک بڑے صاحبِ ثروت نے حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کی خدمت میں پچاس لاکھ روپیہ کی پیشکش کی اور کہا آدمی باسیوں آپ کام کریں اور اس رقم کو اس سلسلے میں خرچ کریں، حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے پورے استغناء سے کام لے کر اتنی بڑی رقم لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا: ''اِن پچاس لاکھ روپے کے بجائے تم پچاس آدمی دے دو، جو جماعتوں کے ساتھ باہر نکلیں اور وقت لگائیں''۔(سوانح حضرت جی مولانا محمد یوسفؒ، ص:۲۶۶)

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ تمہیں معلوم بھی ہے مجھے تو یہاں مکہ سے نکلنے کی اجازت مل گئی ہے۔ ابوبکرؓ نے عرض کیا، میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں جنہیں میں نے نکلنے ہی کے لیے تیار کر رکھا تھا۔ آپ ان میں سے ایک لے لیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا، قیمت کے بدلے میں، میں نے ایک اونٹنی لے لی۔ بخاری:۸: ۲۱۳

۹ ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ میرا تو معمول ہے سال لگانے والوں کے تعاون کرنے کا، میں نے کہا: یہ اُن کا تعاون نہیں ہے یہ اُن کا نقصان ہے۔ اپنے مال سے تین دن لگانا یہ دوسروں کے مال سے سال لگانے سے بہتر ہے۔

۱۰ اِس راستے کی ناگواریاں تربیت اور ترقی کا ذریعہ ہیں جو ناگواری نہیں چاہتا وہ تربیت نہیں چاہتا۔

۱۱ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے محسنین (احسان کرنے والے) اپنے مال سے مخلصین (اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والوں) پر غالب آجائیں گے۔

۱۲ پہلی جماعت کی واپسی سے پہلے دوسری جماعت (محنت کے علاقے میں) پہنچ جائے، پہلی جماعت دوسری جماعت کو کام سمجھا کر تقاضے بتا کر واپس آئے۔

۱۳ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: تمہاری بات وہ مجمع لے گا جو تمہاری محنت سے جمع ہوا ہے۔

۱۴ اِس راستے میں جو تکلیف آوے اُس کو صحابہؓ کی تکالیف میں تلاش کیا کرو کہ اِس راستے میں تکالیف پر صحابہؓ کو اجر ملنے کا کیسا یقین تھا؟

۱۵ اسلام تکالیف سے پھیلتا ہے اور کُفر راحت سے پھیلتا ہے۔

۱۶ داعی جو تکالیف اُٹھاتا ہے وہ مدعو کی ہدایت کا ذریعہ بنیں گی۔

(۱۷) اِس راستے میں آنے والی تکالیف کی کبھی شکایت نہ کریں بلکہ شکر کریں۔

(۱۸) حق کے قبول کرانے کے دوران آنے والی ناگواریاں داعی کی استقامت کو جانچنے کے لیے ہے۔

(۱۹) مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: یہاں جو مجمع آتا ہے، وہ دو قسم کا ہے، ایک حالات لے کر آنے والا؛ کہ پریشانیاں دور ہوں گی، دوسرے وہ لوگ جو فرصت کی وجہ سے آتے ہیں فرمایا: یہ دونوں قسمیں کلمہ کی حقیقت تک نہیں پہنچیں گے، قُربانی والے کلمہ کی حقیقت تک پہنچیں گے۔

(۲۰) بعض مرتبہ کسی بھی فن میں کام کرنے والوں کا اپنی قُربانیوں پر نظر جمنا عُجب (خود پسندی) پیدا کرتا ہے۔

(۲۱) اِس کام میں قبولیت کے دو سبب ہیں، اخلاص، اور قربانی۔

(۲۲) دینی انقلاب کا آنا دُعاۃ (دعوت دینے والے) کی عمل کی مدت پر نہیں؛ بالکل اُن کی قربانیوں کی مقدار بڑھنے پر ہے۔

(۲۳) حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: سہولتوں سے کفر اور مجاہدوں سے ایمان پھیلتا ہے۔(۱)

---

(۱) اسلام جب بھی چمکا ہے قربانیوں سے چمکا ہے، آج بھی قربانیوں ہی سے چمکے گا، اسلام کے لیے اگر قُربانیاں ہوں تو یہ دُشمنوں کے گھیرے میں بھی چمکتا ہے اور جب قُربانیاں نہ ہوں تو اپنی بادشاہت میں مٹ جاتا ہے۔ (تذکرہ حضرت جیؒ، ص:۱۶۰)

۲۴ سب سے بڑا مجاہدہ اُمّت کو عملی دین پیش کرنا ہے، غیروں کو ہدایت عملی دین سے ملتی ہے، کتاب عملی دین پیش نہیں کرسکتی۔

۲۵ عالَم (ساری دنیا) کے (دعوتی) تقاضوں کو سمجھنے کے لیے ماحول (عالمی مرکز بنگلے والی مسجد) میں رہنا ضروری ہے۔

۲۶ اگر احتساب (اعمال پر اجر وثواب کا یقین) نہ ہوگا تو لوگ اِس کام کی ناگواریوں کی وجہ سے کام کو چھوڑ دیں گے۔

۲۷ صوبوں کے تقاضے سہ ماہی مشوروں میں ہی لاؤ، درمیان میں مت لاؤ۔

۲۸ مسجد کی جماعت فعّال (زیادہ کام کرنے والے) جب بنے گی جب تقاضے مسجد پر ڈالے جائیں گے۔

۲۹ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب بھی مسلمان دعوت کے تقاضوں پر اپنی دُنیوی ترتیب کو سامنے رکھ کر نکلے گا تو شاید اِس سے اُس کی ذاتی زندگی میں دین آجائے دنیا میں کوئی دینی انقلاب نہیں آسکتا۔

۳۰ قربانیوں کی جس سطح پر ہمیں پہنچنا ہے ہم اُس سطح کی دعوت دینے سے گھبراتے ہیں، یہ انحطاط (ترقی سے رکنے) کا راستہ ہے، ترقی کا راستہ یہ ہے کہ اُس سطح کی دعوت دو جس منزل پر پہنچنا ہے۔

۳۱ حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: اگر دُنیا کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے یا ترتیب بنا کر وقت فارغ کرو گے تو کبھی بھی دنیا میں انقلاب نہیں آسکتا۔

۳۲ مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: جو خود کما کر خرچ نہ کرے اُس کے مجاہدے میں کوئی خیر نہیں اور جو دوسروں کے مال سے تبلیغ کرے اُس کی دعوت میں کوئی اثر نہیں۔(۱)

۳۳ بہت سی جماعتیں اپنا رخ خود سوچتی ہیں، یہ خواہش ہے قُربانی نہیں ہے۔

۳۴ مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: جس لائن کا جس قدر مجاہدہ ہوگا اُسی قدر مکاشفہ ہوگا (کسی بھی کام کے اُمور اتنے ہی کھلیں گے جتنا اُس کیلئے قربانی دی جائے گی۔

۳۵ اُمّت کے مال کو دین پر خرچ کروانا ہے ورنہ دین کے مٹنے پر خرچ ہوگا۔

۳۶ صحابہؓ کا غزوات اور نفر سے زیادہ خرچ کسی اور جگہ نہیں ملتا۔(۲)

۳۷ تقاضوں پر اندرون و بیرون جانے والی جماعتیں ہر ہر جز سے واقف ہوں اور جہاں بھی جائیں (مرکز نظام الدین کی) پوری بات حکمت کے ساتھ کسی کی ملامت کی پرواہ کیے بغیر رکھ دیں۔

---

(۱) قرآن کریم نے یہ بات تقریباً سب ہی انبیاء علیہم السلام کی زبان سے نقل کی ہے کہ ہم تم سے اپنی دعوت ومحنت کا کوئی معاوضہ نہیں مانگتے، اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوت وتبلیغ کا اگر معاوضہ لیا جائے تو دعوت موثر نہیں رہتی جس پر تجربہ شاہد ہے کہ وعظ اور نصیحت پر اُجرت لینے والوں کی بات سامعین پر اثر انداز نہیں ہوتی۔(معارف القرآن: ۶۴۱/۴)

(۲) ہجرت کے موقع پر حضرت ابوبکرؓ نے اپنے ساتھ اپنا سارا مال لے لیا جو پانچ ہزار یا چھ ہزار درہم تھا۔غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت عثمانؓ نے ایک تہائی لشکر کو ان کی ضرورت کا سامان دیا۔حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے اپنا سارا مع سامان تجارت اور کجاووں کے اللہ کے راستہ میں صدقہ کردیا۔حیاۃ الصحابہ، ۱۷۱/۲

۳۸ جن ملکوں میں عملی طور پر جماعتوں نے کام کیا وہاں کے لوگ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ کام ٹھیک ہے۔

۳۹ اگر کوئی اِس راستہ میں مال خرچ کر کے عہدے کو طلب کرے تو اُس نے اپنے عہدے کا کرایہ بھرا ہے اُس نے قربانی نہیں دی ہے۔

۴۰ تقاضہ سامنے ہے اِس کو پورا کون کرے گا؟ یہ دیکھنا ہے، یہ نہیں کہ سب کو موقع دیا جائے۔

۴۱ قُربانیوں کو آگے بڑھاؤ۔ اِس لیے کہ تعلقات سے آگے بڑھنے والوں کو پیچھے ہٹنا پڑتا ہے۔(۱)

---

(۱) حارث بن ہشام اور سہیل بن عمرو (قریش مکہ کے بڑے لوگوں اور سرداروں میں سے تھے مگر تاخیر سے اسلام لائے یہ) دونوں امیر المومنین حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہو کر ان کے پاس بیٹھ گئے، اور حضرت عمرؓ ان دونوں کے درمیان میں تھے، پھر مہاجرین اور انصار تھے، حضرت عمرؓ کبھی حضرت سہیلؓ سے فرماتے! ادھر آ جاؤ، اے سہیل، کبھی حارث کو فرماتے: ادھر آ جاؤ، اے حارث۔ یوں ان دونوں کو پیچھے ہٹاتے رہے اور انصار بھی آتے رہے اور حضرت عمرؓ دونوں کو ان سے پیچھے کرتے رہے حتی کہ وہ دونوں سب لوگوں کے آخر میں ہو گئے۔ پھر جب دونوں حضرت عمرؓ کے پاس سے نکلے تو حارث بن ہشام نے سہیل بن عمرو سے کہا، دیکھا تو نے ہمارے ساتھ کیا سلوک ہوا ہے؟ سہیل نے اُن سے کہا، او اللہ کے بندے! عمر پر کوئی علامت نہیں۔ ہمیں چاہئے ہم اپنے آپ کو ملامت کریں۔ اسلام کی دعوت پھیلی تو اور لوگ جلدی اس کی طرف لپک لئے اور ہمیں دعوت ملی تو ہم سے تاخیر ہو گئی۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات پھر حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور بولے: اے امیر المؤمنین! آج جو آپ نے برتاؤ کیا ہم نے دیکھ لیا اور ہمیں بھی معلوم ہو گیا کہ ہم خود پیچھے رہ گئے ہیں تو اب کوئی صورت ہے کہ ہم اس فضیلت کو پالیں؟ حضرت عمرؓ نے معرکہ روم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اس کے علاوہ مجھے اور کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ چنانچہ دونوں جہاد کے لئے شام چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔ کنز العمال، رقم: ۳۷۹۵۳

عملہ

۳٦ ۲۰

۱ ایک مجمع ہوتا ہے اور ایک عملہ ہوتا ہے، مجمع کی سطح سے نکلیں گے، دین سیکھیں گے اور چلے جائیں گے، عملہ وہ ہے جو مرکزی مقام کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے مرکز میں ہو۔

۲ ایسا عملہ ہو جو مستقل پڑا رہے، ایسا حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کے پاس تھا، گھر کی شادیاں گزر جاتی تھیں؛ اُنھیں اجازت کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔

۳ عملہ کا ذمہ داروں سے بار بار نہ ملنا خیانت کا وسوسہ پیدا کرتا ہے، عملہ ذمہ داروں کے بارے میں اور ذمہ دار عملے کے بارے میں بدگمان ہو سکتے ہیں۔

۴ عملہ اُس کو کہتے ہیں جو ایک فکر پر مجتمع ہو۔

۵ عملہ اُس کو کہتے ہیں کہ جو ہمیشہ مسلسل ذمہ داروں کے ساتھ رہے، کسی بھی حال میں کام اور ذمہ داروں کو نہ چھوڑے۔

٦ جو عملہ اپنے ذمہ داروں کے قریب ہوتا ہے وہی تقاضوں پر استعمال ہوتا ہے، جیسے جو دانہ چکّی میں کھونٹی کے قریب ہوتا ہے وہی پستا ہے۔

۷ عملہ کا تیار ہونا تنگ نظری اور تقابل سے نہیں ہو سکتا، ہمیں فقہاء بھی چاہیے، علماء بھی چاہیے، قراء بھی چاہیے، انجینئر بھی چاہیے، انگریزی جاننے والے بھی چاہیے، ہمیں سب مطلوب ہیں؛ کیونکہ سب کی صلاحیتوں سے فائدہ

اُٹھانا ہے، تا کہ اُمّت میں بہ اعتبارِ اُمّت کے خیر آجائے۔

(٨) یہاں (مرکز نظام الدین کی تمام مجلسوں میں) جماعتوں سے زیادہ عملہ طالب بن کر بیٹھے، تا کہ ہم سب کی بات ایک ہو۔

(٩) جو بھی حکم آئے ذمہ دار اور عملہ خود پہلے اُس پر عمل کرے، ورنہ عوام میں قربانی کا مزاج پیدا نہیں ہوگا۔

(١٠) عملہ کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اُمور (باتوں) کی (جو مرکز نظام الدین بنگلہ والی مسجد سے طئے ہوئی ہوں) تنفید کرنے (جاری کرنے) میں آپس میں مجتمع رہیں (اکٹھا رہیں) اگر یہ مجتمع نہ ہوں تو اُن کے پیچھے والے بھی مجتمع نہیں ہوں گے۔

(١١) صرف یہاں کی بات لے جا کر سنانا کافی نہیں ہے، بلکہ مجمع کو مطمئن کر کے طئے شدہ اُمور کو عملی طور پر جاری کرنا ہے۔

(١٢) عملہ کا ذمہ داروں کے ساتھ ذمہ داروں کا عملے کے ساتھ ایسا گہرا تعلق ہونا چاہئے، جیسے دماغ اور اعضاء (ہاتھ پیر وغیرہ) کا آپسی تعلق ہوتا ہے۔

(١٣) جب تک اپنے عملے کے درمیان بات رکھ کر اُنہیں مطمئن نہ کرو کوئی امر (بات) یہاں مت لاؤ۔

(١٤) امین (امانت دار) وہ ہوتے ہیں جو نہج (دعوتی کام کے طریقوں) کی حفاظت کرتے ہیں۔

(١٥) ملکوں یا صوبوں میں اجتماعات سنبھانے کے لیے یا کسی مسئلہ کو حل کرنے

کے لیے ایسا عملہ جانا چاہیے جس کا سال کا اکثر وقت مرکز نظام الدین میں گزرا ہو۔

۱۶ ہماری سب سے اہم ذمہ داری عملہ تیار کرنا ہے۔

۱۷ اصل امانت یہ ہے کہ عملہ دعوت کے طریقوں کا امین بنے۔

۱۸ جس کام کے کرنے پر عملہ مجتمع نہیں رہتا وہ کام پورا نہیں ہوتا۔

۱۹ عوام کی سطح یہ ہے کہ جب بُلائیں تو آجائیں، جب نکالیں تو نکل جائیں (۱) اور عملہ اور خواص کی سطح یہ ہے کہ وہ ہمیشہ امیر کے ساتھ مجتمع رہیں۔ (۲)

۲۰ عملہ اُس کو نہیں کہتے جو فیصلے کو امیر کی طرف منسوب کر کے پیچھے ہٹ جائیں بلکہ عملہ اُس کو کہتے ہیں جو وزیر بن کر بوجھ اٹھائے اور اِن فیصلوں کی تنفیذ کرے۔

---

(۱) اِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا. سنن ابن ماجه، رقم: ۲۷۷۳

(۲) حضرت رفاعہ جہنی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ سے واپس آرہے تھے کہ مقام کدید میں پہنچ کر کچھ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے اہل خانہ کے پاس واپس جانے کی اجازت مانگنے لگے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اجازت دیدی پھر کھڑے ہو کر اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ درخت کا وہ حصہ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہے انہیں اِس حصہ سے زیادہ نفرت ہے دوسرے حصے کے مقابلہ میں، اس وقت ہم نے سب لوگوں کو روتے ہوئے دیکھا پھر ایک آدمی کہنے لگا کہ اب کے بعد جو شخص آپ سے جانے کی اجازت مانگے گا وہ بیوقوف ہی ہوگا۔ مسند أحمد، رقم: ۱۶۲۱۵

۱۹ **صفات** ۳۷

استقامت:

۱ حق کی دعوت میں جو ناگواریاں پیش آتی ہیں وہ داعی کی استقامت (جماؤ) کو جانچنے کے لیے ہے۔(۱)

۲ جب آدمی حق پر جمے گا تو اُس کی مخالفت ہوگی، یہ اللہ تعالیٰ کی سُنّت ہے، ایسی کوئی مثال نہیں ہے کہ ایک آدمی حق پر قائم ہو اور سب اُس کا ساتھ دیں۔

۳ مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ استقامت ایک مدت تک کام کرنے کو نہیں بلکہ کام پر مَرنے کو کہتے ہیں۔

۴ حق پر جمنے کو استقامت اور کُفر پر جمنے کو ضد کہتے ہیں۔

استغناء:

۱ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: جب باہر سے لوگ آئیں تو اُن کے سامنے اچھے کپڑے پہنو تا کہ اُن پر ہمارا حال ظاہر نہ ہو۔ اِس کام کے تعارف کی وجہ سے جو بھی ملے اُس کو کام پر لگاؤ۔

---

(۱) ﴿أَمۡ حَسِبۡتُمۡ أَن تَدۡخُلُواْ ٱلۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَعۡلَمِ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ جَٰهَدُواْ مِنكُمۡ وَيَعۡلَمَ ٱلصَّٰبِرِينَ﴾[آل عمران:۱۴۲]

٢ جو آدمی سوال کرے گا اُس کا دل حکمت سے خالی ہوگا، محدثین کو ان کے استغناء کی وجہ سے علم دیا گیا ہے، وہ بادشاہوں کے پاس نہیں جاتے تھے؛ ورنہ دیکھنے والے سمجھیں گے یہ سائل (مانگنے والا) ہیں۔(۱)

٣ اِس راستہ میں جتنی پرواز اور بلندی استغناء (لوگوں کے مال سے بچنا) سے ہوتی ہے، اتنی اور کسی چیز سے نہیں ہوتی۔(۲)

۴ مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: غِنیٰ (مال داری) اور فقر (غریبی) کا تعلق مال سے ہرگز نہیں ہے، غنی اور فقر کا تعلق دل کی کیفیت سے ہے(۳)

۵ سخی وہ نہیں ہے جو صرف مانگنے والے کو دے بلکہ سخی وہ ہے جو حاجت مند کو مانگنے کا موقع نہ دے۔

اخلاق:

١ دشمن کی تنقید (عیب بتانا) اور دوست کی تعریف کا کوئی اعتبار نہیں،

---

(۱) حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے لیکر خواجہ نظام الدینؒ تک یہ گویا ایک طئے شدہ حقیقت تھی کہ اُن کو نہ دربار میں جانا ہے، اور نہ سلاطینِ وقت سے ملاقات کرنی ہے، اِس اصول پر یہ سب حضرات سختی سے کاربند رہے، اِس کا نتیجہ تھا کہ سیاست کے خارزار میں ان کا دامن کبھی نہیں اُلجھا، اور انقلاباتِ سلطنت کا ان کے مرکزوں اور ان کی سرگرمیوں پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ (تاریخ دعوت وعزیمت، ۳/ ۴۲)

(۲) عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ. البخاري، رقم: ١٤٢٧

(۳) لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ، وَلَكِنَّ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ. البخاري، رقم: ٦٤٤٦

بلکہ دشمن کی تعریف اور دوست کی تنقید کا اعتبار ہے۔(۳)

۲ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے بڑی حکمت اور کمال یہ ہے کہ آپ ﷺ کا رویہ اور آپ ﷺ کے اخلاق نے یہ محسوس ہونے نہیں دیا کہ عرب وعجم میں فرق ہے۔(حضرت بلالؓ کو مؤذن بنایا)

تعلق مع اللہ:

۱ ہر ایک کا معاملہ اپنے اللہ تعالیٰ کے ساتھ براہِ راست ہے، کوئی کسی کو آگے بڑھا نہیں سکتا، اور نہ کوئی کسی کو پیچھے ہٹا سکتا ہے۔

۲ اِس کام میں آگے بڑھنے کے دو راستے ہیں' خلوت (تنہائی) میں عبادت، جلوت (مجمع) میں دعوت۔

۳ ہماری حاجت کا مخلوق کے سامنے ظاہر ہو جانا اللہ تعالیٰ سے بے تعلقی کی علامت ہے۔

۴ جو خلوت (تنہائی) میں خالق کے ساتھ اپنا معاملہ دُرست کرے تو جلوت (مجمع) میں اللہ تعالیٰ اُس کے اور مخلوق کے درمیان کا معاملہ دُرست فرمائیں گے۔(۲)

---

(۱) اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ. الكلمات المضيئة في الدعوة إلى الله، ۱/ ۶۵

(۲) عَنْ مَعْقِلِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْجَزَرِيِّ قَالَ: كَانَتِ الْعُلَمَاءُ إِذَا الْتَقَوْا تَوَاصَوْا بِهٰذِهِ الْكَلِمَاتِ، وَإِذَا غَابُوا كَتَبَ بِهَا بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ أَنَّهُ: مَنْ أَصْلَحَ سَرِيرَتَهُ أَصْلَحَ اللّٰهُ عَلَانِيَتَهُ، وَمَنْ أَصْلَحَ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ كَفَاهُ اللّٰهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ، وَمَنِ اهْتَمَّ بِأَمْرِ آخِرَتِهِ كَفَاهُ اللّٰهُ أَمْرَ دُنْيَاهُ. كتاب الاخلاص والنية، ص: ۵۴

(۵) جو گناہ کرکے خوش ہو اُس کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی، جو گناہ کرکے غمگین ہوگا اللہ تعالیٰ اُس کی طرف متوجّہ ہوں گے۔(۱)

تقویٰ:

(۱) تقوی کے بغیر صبر کرنا ایسا ہے، جیسا چوروں کا صبر کرنا پولیس والوں کی پٹائی پر، جو حالات گناہوں کی وجہ سے آتے ہیں وہ صبر کرنے سے ختم نہیں ہوتے۔

(۲) ﴿وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا﴾(۲) جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اُس کے لیے راستہ بنائیں گے۔مخرج کا مطلب صرف یہ نہیں کہ اگر قرض ہو تو ادا ہو جائے، مقدمہ ہو تو بری ہو جائے، یہ تو مخرج کی ادنیٰ قسم ہے،مخرج کا مطلب دین کا کام کرنے والوں پر جو رُکاوٹیں پیش آئیں وہ اُن سے بچ کر نکلیں۔

(۳) جو مال تقویٰ سے آئے گا تقویٰ پر خرچ ہوگا۔

(۴) آج مسلمان غیروں کی جانب سے تکلیف پہنچنے پر تقویٰ کے بغیر صبر کر رہے ہیں اور غیروں کے حق میں بددُعائیں کر رہے ہیں، اُن کے حق میں بددُعاء قبول نہیں ہوگی (جب تک تقویٰ نہ ہو) جیسے پوری دُنیا کے چور اور مجرم مل کے پولیس کے حق میں بددُعائیں کرائیں تو اُن پر عذاب نہیں آئے گا (کیونکہ چور اور ظالم مجرم ہیں)۔

---

(۱) وَالَّذِیۡنَ عَمِلُوۡا السَّیِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِهَا وَاٰمَنُوۡۤا اِنَّ رَبَّکَ مِنۡۢ بَعۡدِهَا لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ[أعراف:۱۵۳]

(۲) [الطلاق:۲]

(۵) اللہ تعالیٰ کے یہاں قبولیت کا تعلق قابلیت سے نہیں، بلکہ صفاتِ قبولیت (تقویٰ، تواضع تحمل وغیرہ) سے ہے۔(۱)

تواضع:

(۱) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: اگر کوئی مجھے گوبر کا بیٹا (ابن روثہ) کہے اُس پر ایک گناہ معاف ہو تو مجھے یہ نام پسند ہے۔ (۲)

(۲) کمال یہ نہیں ہے کہ چھوٹے بڑوں کی نصیحت کو سمجھا کریں!! بلکہ کمالِ تواضع یہ ہے کہ بڑے چھوٹوں کی نصیحت سنیں۔(۳)

(۳) نبی ساتھیوں کے ساتھ مل کر کام کرتے تھے، بادشاہ دوسروں سے کام لیتے ہیں۔(۴)

---

(۱) قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ [المائدة:۲۷]

(۲) قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ: لَوَدِدْتُ أَنَّ اللّٰهَ غَفَرَ لِي ذَنْبًا مِنْ ذُنُوْبِي، وَأَنِّيْ سُمِّيْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ رَوْثَةٍ. شعب الإيمان، ۲/۲۵۵

(۳) عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَنَّ سَعِيدَ بْنَ عَامِرِ بْنِ حِذْيَمٍ الْجُمَحِيَّ قَالَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُوصِيَكَ - وَعُمَرُ يَوْمَئِذٍ وَالٍ - فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: أَجَلْ، فَإِنَّ عِنْدَكَ، قَالَ لَهُ سَعِيدٌ: أُوصِيكَ أَنْ تَخْشَى اللّٰهَ فِي النَّاسِ۔۔۔۔الطبقات الكبرى، ۵/۹۲

(۴) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ صحابہ کرامؓ تعمیر مسجد کے لئے اینٹیں اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کام میں ان کے ساتھ شریک تھے، اسی اثناء میں میرا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آمنا سامنا ہو گیا تو دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پیٹ پر اینٹ رکھی ہوئی ہے، میں سمجھا کہ شاید اٹھانے میں دشواری ہو رہی ہے، اس لئے عرض کیا یا رسول اللہ یہ مجھے دے دیجئے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابو ہریرہ! دوسری اینٹ لے لو، کیونکہ اصل زندگی تو آخرت کی ہے۔مسند أحمد، رقم: ۸۹۵۱

۴ دنیا کے چھوٹے کام بڑا بن کر کیے جاتے ہیں اور جبکہ دین کے بڑے کام چھوٹا بن کر کیے جاتے ہیں۔

۵ تم یہ کرو وہ کرو یہ بادشاہوں کا مزاج ہے، ہم یہ کریں یہ نبیوں کا مزاج ہے۔

۶ مجمع کے ساتھ رہو اپنے اندر امتیاز پیدا نہ ہونے دو۔(۱)

۷ جس کے اندر ذرّہ برابر کِبر (بڑائی) ہوگا وہ اللہ تعالی کی چادر کو کھینچ رہا ہے۔(۲)

حسد:

۱ حدیث میں ہے: وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا (ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو) پہلے مرحلہ میں حسد ہوگا، پھر نفرتیں ہوں گی، جس کے نتیجہ میں ایک دوسرے سے رُخ پھیر دیں گے۔(۳)

---

(۱) حضرت عروہ بن زبیرؓ کا بیان ہے کہ لوگوں سے ملنے کے بعد آپ ان کے ساتھ داہنے جانب مڑے، اور بنی عمرو بن عوف میں تشریف لائے۔ یہ دوشنبہ کا دن اور ربیع الاول کا مہینہ تھا۔ ابوبکرؓ آنے والوں کے استقبال کے لیے کھڑے تھے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چپ چاپ بیٹھے تھے۔ انصار کے جو لوگ آتے تھے، جنہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا نہ تھا وہ سیدھے ابوبکرؓ کو سلام کرتے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دھوپ آ گئی اور ابوبکرؓ نے چادر تان کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سایہ کیا۔ تب لوگوں نے پہچانا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ الرحیق المختوم، ۱/۸۶۹

(۲) اَلْعِزُّ إِزَارِیْ وَالْكِبْرِيَاءُ رِدَائِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ بِشَیْءٍ مِّنْهُمَا عَذَّبْتُهُ. الأدب المفرد ۵۵۲

(۳) بخاری، رقم: ۶۰۶۶

۲ حضرت ابودُ جانہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت قریب آیا، اُن کا چہرہ چمک رہا تھا، وجہ پوچھنے پر بتایا کہ میں حسد نہیں کرتا اور لایعنی کام نہیں کرتا۔(۱)

۳ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے صحابہؓ کی خوبیاں بیان کرتے تھے، (۲)اِس لیے وہ آپس میں حسد نہیں کرتے تھے، بلکہ اِن (خوبیوں والوں) کے ساتھ رہنا چاہتے تھے۔ (۳)

---

(۱) عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ: دَخَلَ عَلَى أَبِي دُجَانَةَ وَهُوَ مَرِيضٌ وَكَانَ وَجْهُهُ يَتَهَلَّلُ فَقِيلَ لَهُ: مَا لِوَجْهِكَ يَتَهَلَّلُ؟ فَقَالَ: مَا مِنْ عَمَلِي شَيْءٌ أَوْثَقُ عِنْدِي مِنَ اثْنَتَيْنِ، أَمَّا إِحْدَاهُمَا فَكُنْتُ لَا أَتَكَلَّمُ فِيمَا لَا يَعْنِينِي، وَأَمَّا الْأُخْرَى فَكَانَ قَلْبِي لِلْمُسْلِمِينَ سَلِيمًا. الطبقات الکبری، ۳/۵۵۷

(۲) میری امت میں سب سے زیادہ میری امت پر رحم کرنے والے ابوبکرؓ ہیں اور اللہ کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت عمرؓ ہیں اور سب سے زیادہ سچی حیاء والے عثمانؓ ہیں اور اللہ کی کتاب کے سب سے بڑے قاری ابی بن کعبؓ ہیں اور فرائض (میراث) کے سب سے بڑے جانکار زید بن ثابتؓ ہیں اور حلال وحرام کے سب سے بڑے عالم معاذ بن جبلؓ ہیں اور سنو ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراحؓ ہیں۔ ترمذي، رقم:۳۷۹۱۔

(۳) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابھی تھوڑی دیر کے بعد تمہارے پاس ایک جنتی آئے گا، دیکھا تو ایک انصاری صحابی چلے آرہے ہیں جن کی ڈاڑھی سے وضو کے پانی کے قطرات ٹپک رہے ہیں، انہوں نے اپنے بائیں ہاتھ میں اپنی جوتی اٹھا رکھی ہے، دوسرے دن بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی اعلان کیا اور وہی صحابی آئے، تیسرے دن اعلان کیا تب بھی وہی صحابیؓ آئے، تیسرے دن جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلے گئے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ ان صحابی کے پیچھے چلے گئے۔ مسند احمد: رقم: ۱۲۶۹۷

(۴) مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ابابیل سے ابرہہ کے لشکر کو ہلاک کرنے کا کام لیا' تو کیا تم ابابیل سے حسد کروگے۔ (۱)

(۵) کسی کے دعوت کے کام سے پیچھے رہنے پر دل کے اندر خوشی کا پیدا ہونا محرومی کا بڑا سبب ہے۔

(۶) خیر کے کام میں تعاون نہ کرنے کی بڑی وجہ حسد ہے۔

(۷) جن میں خوبی دیکھو اُن سے حسد نہ کرو، جن میں کمزوری دیکھو اُن سے نفرت نہ کرو۔

تحقیر:

(۱) اپنے عمل پر فخر کرنا دوسروں کی حقارت کا سبب بنتا ہے۔

(۲) ایک ایسی بیماری ہے کہ آدمی اعمال میں کمال پیدا کر کے بھی اِس سے بچ نہیں سکتا وہ ہے لوگوں کو حقیر سمجھنا۔

صبر:

(۱) جہاں صبر ختم ہوا وہاں سفر ختم ہو جائے گا۔

(۲) اِس راستہ کا ایندھن صبر ہے جیسے گاڑی کے چلنے کا ایندھن پٹرول ہے، یہ سوال ہی بے کار ہے کہ کب تک صبر کریں۔(۲)

---

(۱) سُوْرَةُ الْفِيْلِ

(۲) وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰى اَتَاهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَّبَإِ الْمُرْسَلِيْنَ [الأنعام:۳۴]

(۳) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو صبر کا عادی بنایا گیا تھا، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اُن کا صبر کرنا لوگوں کی ہدایت کا سبب بنے گا۔ میں ایک مثال عرض کرتا ہوں کہ اگر ایک دوکاندار اپنے گاہک کی کڑوی کسیلی برداشت نہ کرے تو کیا وہ آمدنی کر پائے گا، گاہک کبھی دوکاندار کو بے ایمان کہتا ہے تو کبھی مال کو نقلی بتاتا ہے اور کبھی کہتا ہے کہ دام زیادہ ہیں، لیکن کبھی دیکھا کہ دوکاندار نے گاہک کو مار کے بھگا دیا ہو۔ (بالکل نہیں) (۱)

(۴) اِس کام میں ہر طرح کی تہمتیں لگائی جائیں گی (گھبرانے کی ضرورت نہیں)۔

(۵) تہمتیں، ذلتیں، تکالیف اِس محنت کا جغرافیہ (نقشہ) ہیں جس طرح زمین کا جغرافیہ ہوتا ہے کہ فلاں راستے پر یہ باغات جنگل اور پہاڑ پڑتے ہیں (۲)

(۶) اِس راستہ میں رُکاوٹوں کا پیش آنا اِس کے حق ہونے کی دلیل ہے۔

عجب:

(۱) استقبال کے ماحول میں رہنا آدمی کے اندر عُجب (اپنے کو اچھی نگاہ سے دیکھنا) پیدا کرتا ہے۔

---

(۱) ﴿وَ جَعَلۡنَا مِنۡہُمۡ اَئِمَّۃً یَّہۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا لَمَّا صَبَرُوۡا ۟ؕ وَ کَانُوۡا بِاٰیٰتِنَا یُوۡقِنُوۡنَ﴾ [السجدۃ:۲۴]

(۲) يَابُنَيَّ أَقِمِ الصَّلٰوةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَأنْهَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ [لقمان:۱۷]
اے میرے بیٹے! نماز قائم کرو، بھلائی کا حکم دیتے رہو، برائی سے روکتے رہو، اور جو مصیبت پیش آئے، اس پر صبر کرو، یقیناً یہ بڑے اہم کاموں میں سے ہے۔

(۲) جولوگ اپنے اعمال خیر سے دوسروں کو ہلکا سمجھتے ہیں وہ عجب (خودکو اچھا سمجھنا) کی بیماری میں ہے، عجب سے بچنے کیلئے استغفار ہے، اگر استغفار نہ ہو تو افتخار (اپنے اعمال پر فخر کرنا) ہوگا۔

(۳) عجب کا اندیشہ جتنا خواص میں ہوتا ہے اُتنا عوام میں نہیں ہوتا۔

(۴) حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہر کام کرنے والے کو اپنا ماضی ہر وقت سامنے رکھنا چاہیئے کہ ہم کہاں سے کہاں آئے ہیں اور اگر وہ سامنے نہیں رکھو گے تو یوں خیال کروگے کہ ہم جہاں ہیں یہیں ہیں ہمیشہ سے حالانکہ یہاں آپ ہمیشہ سے نہیں ہے۔ ہر ایک اپنے ابتدائی طور پر نگاہ رکھے۔ اِس سے دو باتیں پیدا ہوں گی؛ ایک تو ندامت باقی رہے گی کہ ہم تو اِس قابل نہیں تھے، اللہ تعالیٰ نے یہاں پہنچایا اور دوسری بات یہ ہے کہ اِس سے اِستحقاق پیدا نہیں ہوگا؛ کہ بھائی ہم تو اِس قابل تھے ہی نہیں!!

عیب جوئی:

(۱) اُس سے اللہ تعالیٰ کبھی اصلاح کا کام نہیں لیں گے جو مؤمن کے عیب کو ظاہر کرے گا۔

(۲) مسلمان کے عیب کو ظاہر کرنے والا اُس وقت تک نہیں مرے گا جب تک وہ اُس عیب میں مبتلا نہ ہو۔ (۱)

(۳) خیر کے متلاشی کو اپنے سے چھوٹے میں بھی خیر (بھلائی) نظر آتا ہے اور غیر متلاشی کو اپنے سے بڑے شخص میں بھی خیر نظر نہیں آتا۔

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے کسی دینی بھائی کو کسی گناہ پر عار دلایا تو اس کی موت نہیں ہوگی یہاں تک کہ اس سے وہ گناہ صادر ہو جائے۔ ترمذی: ۲۵۰۵

۴ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: دعوت کا چمن پھلوں کا چمن ہے جو اُس میں خنزیر بن کر داخل ہوگا وہ غلاظت حاصل کرے گا اور جو

عیب چھپانا:

۱ تربیت شکایتیں کرنے سے نہیں ہوتی بلکہ تربیت عیب کو چھپانے سے ہوتی ہے۔

۲ ایک لڑکی سے زنا ہوگیا گھر والوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا اُس کا عیب بتادیں؟ فرمایا: نہیں، پاک دامن کی طرح اُس کی شادی کرو، اگر عیب بتادیا تو سخت سزا دوں گا۔ (۱)

۳ زنا کی سچی خبر دینے والا زنا کرنے والے سے زیادہ بُرا ہے۔ (۲)

---

(۱) حضرت شعبیؒ کہتے ہیں ایک آدمی نے آکر حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ میری ایک بیٹی تھی جسے میں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک دفعہ تو زندہ قبر میں دفن کر دیا تھا لیکن پھر مرنے سے پہلے اسے باہر نکال لیا تھا پھر اُس نے ہمارے ساتھ اسلام کا زمانہ پایا اور مسلمان ہوگئی پھر اس سے ایسا گناہ سرزد ہوگیا جس پر شرعی سزا لازم آتی ہے اُس پر اس نے بڑی چھری سے خود کو ذبح کرنے کی کوشش کی، ہم لوگ موقع پر پہنچ گئے اور اسے بچا لیا لیکن اس کے گلے کی کچھ رگیں کٹ گئی تھیں پھر ہم نے اس کا علاج کیا اور وہ ٹھیک ہوگئی، اس کے بعد اس نے توبہ کی اور اس کی دینی حالت بہت اچھی ہوگئی۔ اب ایک قوم کے لوگ اس کی شادی کا پیغام دے رہے ہیں، انہیں اس کی ساری بات بتادوں؟ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ نے تو اس کا عیب چھپایا تھا تم اسے ظاہر کرنا چاہتے ہو اللہ کی قسم! اگر تم نے کسی کو اس لڑکی کی کوئی بات بتائی تو میں تمہیں ایسی سزا دوں گا جس سے تمام شہریوں کو عبرت ہوگی بلکہ اس کی شادی اس طرح کرو جس طرح ایک پاکدامن مسلمان عورت کی کی جاتی ہے (بغیة الباحث عن زوائد مسند الحارث، رقم: ۵۰۷

(۲) إِيَّاكُمْ وَالْغِيبَةَ، فَإِنَّ الْغِيبَةَ أَشَدُّ مِنَ الزِّنَا، کنز العمال، رقم: ۸۰۲۶

(۴) اِس زمانے میں تسلیمِ کافر (کافر کو مسلمان بنانے) سے زیادہ تکفیرِ مسلم (مسلمان کو کافر بنانے) کی کوشش ہے۔(۱)

(۵) مسلمانوں کی عیب جوئی (عیب تلاش کرنا) کرنا یہ راستہ تربیت کا نہیں بلکہ یہ راستہ فساد کا ہے۔(۲)

(۶) لوگ کسی عیب کو دیکھ کر جلدی لوگوں کو بتانا چاہتے ہیں؛ حالانکہ فرشتے بھی گناہ لکھنے میں اُس وقت تک تاخیر کرتے ہیں جب تک نیکی لکھنے والا فرشتہ اجازت نہ دے دے۔ (۳)

---

(۱) کسی شخص کو کافر بنادینا کوئی ہنسی کھیل اور مزاق نہیں کہ ذرا سا بہانہ ملے اور تکفیر کا فتوی داغ دیا جائے، بلکہ یہ انتہائی اہم اور خطرناک چیز ہے، علامہ بن نجیمؒ نے البحر الرائق ،باب المرتد ۵/ ۱۲۴ میں فتاوی صغری سے نقل کیا ہے کہ کفر بڑی بھاری چیز ہے، مجھے اگرکوئی بھی روایت مل جائے (گوہ کہ وہ ضعیف ہو) تو میں کسی صاحب ایمان کو کافر نہیں بناؤں گا، اور یہ بات طے شدہ ہے کہ مسلمان کے کلام کو امکانی حد تک ایسے معنی پر محمول کیا جائے جو اُس کی تکفیر کا موجب نہ ہو، اور اگر کسی مسلمان کو کفر سے بچانے کے لئے مذہب کی کسی ضعیف روایت کا سہارا لینا پڑے تو اُس سے بھی دریغ نہ کیا جائے۔(فتوی نویسی کے رہنما اُصول؛ص:۲۵۶)

(۲) عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّكَ إِنِ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ الْمُسْلِمِينَ أَفْسَدْتَهُمْ ،أَوْ كِدْتَ أَنْ تُفْسِدَهُمْ. أبو داود، رقم: ۴۸۸۸.

(۳) حضرت اُمّ عِصْمَہ عَوْصِیہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی مسلمان گناہ کرتا ہے تو جو فرشتہ اُس کے گناہ لکھنے پر مقرر ہے وہ اُس گناہ کو لکھنے سے تین گھڑی یعنی کچھ دیر کے لئے ٹھہر جاتا ہے۔ اگر اُس نے اِن تین گھڑیوں کے دوران کسی وقت بھی اللہ تعالی سے اپنے اُس گناہ کی معافی مانگ لی تو وہ فرشتہ آخرت میں اُسے اُس گناہ پر مطلع نہیں کرے گا اور نہ قیامت کے دن اُس گناہ پر اُسے عذاب دیا جائے گا۔ مستدرک حاکم، ۴/ ۲۶۲

(۷) مُجاہدِ اُمّت اور فِدائے مِلّت حضرت مولانا اَسعد مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، اَمیرُالہند مولانا ارشد مدنی کے بَڑے بھائی؛ بنگلہ دیش تشریف لے گئے، جانا ہوتا رہتا تھا؛ سفر کے دوران کسی مسجد میں نماز پڑھی، راستہ میں نماز پڑھنے لگ گئے، نماز ہورہی تھی؛ تو جاکر آپ بھی شریک ہوگئے۔ نماز ہوگئی۔ اُس مسجد کے اِمام صاحب نے مجھے خود یہ واقعہ سنایا۔ مجھ سے کہنے لگے: نماز میں مجھ سے قرأت میں کچھ غلطی ہوگئی، اور غلطی بھی ایسی نہیں جو مُفسدِ صلوٰۃ ہو؛ بلکہ ایک جگہ غُنّہ کردیا؛ حالانکہ وہاں غُنّہ کرنا نہیں تھا، نماز کے بعد حضرتؒ نے مجھ سے کہا کہ: مجھے آپ سے تنہائی میں کچھ کہنا ہے، مَیں ایک طرف آگیا' اور حضرتؒ سے فرمایا کہ: بتائیے! کیا بات ہے، حضرتؒ کے ساتھ جو لوگ تھے وہ ساتھ کھڑے ہوئے تھے، حضرتؒ نے فرمایا کہ: یہاں نہیں، یہاں تو یہ لوگ ہیں، الگ کوئی جگہ پر چلیں گے۔ پھر ایک طرف کو ہوئے تو وہاں بھی لوگ کھڑے ہوئے تھے' فرمانے لگے: نہیں، تمہارا حجرہ (کمرہ) نہیں ہے؟ کہا کہ جی! مسجد کے ساتھ میرا حُجرہ ہے؛ فرمایا کہ: اُس حُجرہ میں چلو، حضرتؒ کے جو رُفقاء ساتھ تھے اُن کو بھی باہر بٹھادیا، اب وہ سوچ رہے ہیں کہ یہ کون آدمی ہے، حضرتؒ کا اِس سے کیا تعلق ہے، کمرے میں گئے' دروازہ بند کیا' اِمام صاحب سے فرمایا کہ: آپ نے سورۂ والتین پڑھی ہے، اور اُس میں آپ نے غلط جگہ غُنّہ کردیا ہے، اور قرآن اِس طرح نہیں اِس طرح پڑھا جاتا ہے۔ مَیں نے کہا: حضرت آپ نے یہ ٹھیک کیا' آپ وہیں بتادیتے، فرمایا: نہیں، مَیں اگر تمہیں تمہارے مُقتدیوں کے سامنے کہتا کہ تمہاری قرأت میں غلطی ہے، تو تمہارے مقتدیوں کا تم سے اِعتماد (بھروسہ) ختم ہوجاتا۔ کیسے (اعلیٰ) لوگ تھے؟ اللہ اکبر۔

غیبت:

(۱) حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ جہاں آپس میں افتراق (توڑ) ہوگا، وہاں غیبتیں ہوں گی۔

(۲) سخت مجبوری ہو(بھوک کی وجہ سے جان جانے کا خطرہ ہو) تو سوّر کا گوشت کھانے کی اجازت تو ہے(۱) مگر غیبت کی اجازت نہیں ہے۔

(۳) لوگ کہتے ہیں سچ بولنا غیبت نہیں؛ حالانکہ یہی غیبت ہے، اگر جھوٹ ہے تو یہ بہتان ہے۔ (۲)

(۴) دنیا میں سب سے زیادہ گوشت انسان کا کھایا جاتا ہے، غیبت کرنا اپنے بھائی کا گوشت کھانا ہے، (۳) ہر جانور کے گوشت سے پیٹ بھر جاتا ہے' غیبت سے پیٹ نہیں بھرتا، انسان کا گوشت سب سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔

---

(۱) ﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [البقرة: ۱۷۳]

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ انہوں (صحابہ) نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول خوب جاننے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اپنے بھائی کا اس طرح تذکرہ کرنا جو اسے ناپسند ہو۔ عرض کیا گیا: آپ یہ دیکھئے کہ اگر میرے بھائی میں وہ بات واقعی موجود ہو جو میں کہتا ہوں (تو؟) آپ نے فرمایا: جو کچھ تم کہتے ہو، اگر اس میں موجود ہے تو تم نے اس کی غیبت کی، اگر اس میں وہ (عیب) موجود نہیں تو تم نے اس پر بہتان لگایا ہے۔ مسلم، رقم: ۲۵۸۹

(۳) ﴿وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ﴾ [الحجرات: ۱۲]

۵ اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک صاحب نے آکر کہا کہ فلاں آدمی ہے‘ آپ کے بارے میں یوں کہتا ہے، ساری بات سن کر اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: شکایت کرنے والے سے کہ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو‘ تو پھر تم چغل خور ہو۔ اور اگر تم اِس بات میں جھوٹ بول رہے ہو تو پھر تم فاسق ہو۔ آپ غور کریں سچّی یا جھوٹی شکایت، یا کوئی بات‘ کسی کو پہنچانے کے لیے آدمی کے پاس دو باتوں میں سے ایک بات ہوگی؛ یا چغل خور ہوگا، یا فاسق ہوگا۔(۱)

٦ اِس زمانہ میں تُو اِن موبائیلوں نے غیبت کو اِتنا بڑھا دیا ہے کہ اب تو آپ کو غیبت کرنے کیلئے نہ کوئی سَفر کرنے کی ضرورت ہے، نہ کسی کے پاس جا کر بیٹھنے کی ضرورت ہے؛ آپ اپنی جگہ پر بیٹھ کر غیبت میں شریک ہو سکتے ہیں۔(۲)

---

(۱) جاءَ رَجُلٌ إِلَى الشَّافِعِيِّ فَقَالَ لَهُ: إِنَّ فُلَاناً يَذْكُرُكَ بِسُوْءٍ! فَأَجَابَهُ: إِنْ كُنْتَ صَادِقاً فَأَنْتَ نَمَّامٌ، وَإِنْ كُنْتَ كَاذِباً فَأَنْتَ فَاسِقٌ فَخَجِلَ الرَّجُلُ وَانْصَرَفَ، شرح بلوغ المرام، ۶۵۰/۴

(۲) غیبت کی تعریف:
شریعت کے نزدیک غیبت یہ ہے کہ کسی کے بُرے وصف کو اُس کی عدمِ موجودگی میں اِس طور پر بیان کرے کہ اگر وہ سن لے تو اُس کو ملال ہو، خواہ زبان سے بیان کرے یا بذریعۂ قلم یا بذریعۂ اعضاء یا کسی اور طریقہ سے خواہ وہ کافر ہو یا مسلم اور اگر ایسا عیب بیان کیا جو اُس میں نہیں تو یہ تہمت اور بُہتان ہے۔

غیبت کا حُکم: غیبت حرامِ قطعی ہے اور صاف نصِ قطعی سے ثابت ہے اِس کا مُنکر کافر ہے یعنی جو شخص کہے کہ غیبت حلال ہے وہ کافر ہو جائے گا۔
جن کی غیبت کی جاتی ہے اُن کی قسمیں:
(۱) مسلمان (چاہے عقلمند ہو یا دیوانہ) دونوں کی غیبت ناجائز ہے۔
(۲) غیر مسلم کی دو قسمیں ہیں:
(الف) ذِمِّی (وہ کافر جو دارالاسلام میں تابع ہو کر رہتا ہو)۔اِس کی غیبت بھی حرام ہے کیونکہ جب کافر مسلمان کا تابع ہو گیا تو وہ جان و مال اور عزت میں اہلِ ایمان کی مانند ہو گیا۔تو جس طرح مسلمانوں کی عزت ریزی حرام ہے،اِسی طرح ذمی کی بھی حرام ہوگی۔
(ب) حربی (وہ کافر جو اہلِ اسلام کے تابع نہ ہو)۔اِس کا حکم کتبِ فِقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غیبت دُرست ہے کیونکہ جب فاسق کی دُرست ہے تو کافر حربی کی بطریقِ اولیٰ دُرست ہوگی۔
وہ چیزیں جن میں عیب لگا کر غیبت کی جاتی ہے (چھ ہیں): (۱) بدن: جیسے کہنا فلاں شخص موٹا ہے۔ (۲) لباس: جیسے کہنا فلاں شخص حرام لباس پہنتا ہے۔(۳) نسب: جیسے کہنا فلاں شخص کا خاندان اچھا نہیں ہے۔(۴) عادت: جیسے کہنا فلاں شخص بہت سوتا ہے۔(۵) عبادت: جیسے کہنا فلاں شخص نفل نہیں پڑھتا۔(۶) معاصی: جیسے کہنا فلاں شخص جھوٹ بولتا ہے۔
غیبت کے چار طریقے ہیں: (۱) صراحۃً: یعنی کسی شخص کا نام لے کر عیب بیان کرنا۔(۲) حکایۃً: کسی کی نقل کرنا مثلاً کوئی شخص لنگڑا ہو تو اُس کی نقل اُتارنا۔(۳) اشارۃً: یعنی نام لیے بغیر غیبت کرنا مگر لوگ سمجھ رہے ہوں فلاں شخص کی بُرائی بیان کی جا رہی ہے۔(۴) تعریضاً: جیسے کسی شخص کا مجلس میں تذکرہ ہو تو کہنا اللہ تعالیٰ کا شُکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے گناہ سے بچا لیا۔
وہ چیزیں جن کے ذریعہ غیبت کی جاتی ہے تقریباً ۶ ہیں: (۱) زبان سے غیبت کرنا۔(۲) کان سے غیبت سننا۔(۳) دل سے بدگمانی کرنا۔(۴) لوگوں کو کسی کے عیب سمجھا دینا ہاتھ یا آنکھ

وغیرہ کے اشارہ سے۔ (۵) قلم کے ذریعہ کسی کی بُرائی اپنی کتاب یا اخبار میں چھپانا۔

غیبت کی دُرست صورتیں: اگر قاضی یا مفتی یا دیوان یا کسی امیر نے کسی پر ظلم کیا تو اپنا حق پانے کے واسطے حاکمِ بالا کے سامنے اُس کی شکایت کرنا دُرست ہے، کیونکہ اگر حاکمِ بالا کے سامنے ظالم کی غیبت نہیں کرے گا تو اُس کا حق برباد ہو جائے گا۔

اگر کوئی شخص کسی عیب یا گناہ میں مبتلا ہے اُس کی خبر ایسے شخص کے پاس پہنچانا کہ وہ اُس عیب سے اُس کو روکے گا اور اُس کو نصیحت کرے گا، درست ہے۔

غیبت بغرضِ استفتاء: اگر کسی عالم یا مفتی کے سامنے مسئلہ پوچھنے کے واسطے اور مسئلہ کی صورت بتانے کے واسطے کسی شخص کا عیب بیان کیا تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، مثلاً کسی عالم سے کہے کہ فلاں شخص مجھ کو خرچ نہیں دیتا۔ میرا باپ مر گیا ہے اور فلاں شخص وصی ہے تمام مال واسباب اپنے تصرّف میں لاتا ہے مجھ کو ایک حبّہ بھی نہیں دیتا۔

غیبت بغرضِ حفاظت: اگر کسی شخص کے سبب سے کسی کو ضرر پہنچتا ہو اور وہ ضرر سے واقف نہ ہو تو ضرر پہنچانے والے کی غیبت کرنا دُرست ہے تاکہ اُس کے سبب سے لوگوں کو ضرر نہ ہو۔

غیبت بغرضِ تقویتِ دین: ردالمحتار میں ہے کہ دین کی تقویت کے لیے غیبت دُرست ہے، جس طرح محدثین ایک دوسرے کا عیب بیان کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ فلاں شخص جھوٹ کی عادت رکھتا ہے، حدیثوں کی روایت میں جھوٹ بہت بولتا ہے یا فلاں راوی حدیثوں کو اپنے دل سے بنایا کرتا ہے۔

غیبت کے نقصانات: (۱) دُعاء کا قبول نہ ہونا۔ (۲) نیکیوں کا نامۂ اعمال سے کم ہونا۔ (۳) بدیوں کا نامۂ اعمال میں زیادہ ہونا۔ (۴) نیکیوں کا نہ قبول ہونا۔ (۵) قیامت میں اربابِ حقوق کا فریاد کرنا۔ (۶) شدّتِ حساب۔ (۷) قیامت میں حسرت وندامت کا لاحق ہونا۔ (۸) قیامت میں اُس مُردے کا جس کی غیبت کی ہے گوشت کھانا۔ (۹) قیامت کے روز اپنا گوشت کھانا۔ (۱۰) قیامت کے روز اپنے بدنوں کو نوچنا۔ (۱۱) مرضِ خارشت (کھجلی) میں مبتلاء ہونا۔ (۱۲) جنّت میں سب سے بعد اور جہنّم میں سب سے پہلے جانا۔ (۱۳) آخرت میں بندر ہونا۔ (۱۴) عذابِ قبر کا زیادہ ہونا۔ (۱۵)

صفتِ نفاق پیدا ہونا اور مثلِ منافقین کے ہوجانا۔ (۱۶) اعتماد کا چلا جانا۔ (۱۷) مسلمانوں پر غیبت کر کے ظلم ڈھانا۔ (۱۸) اللہ تعالیٰ کے دشمن یعنی ابلیس کا نہایت خوش ہونا۔ (۱۹) اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرنا۔ (۲۰) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنا۔ (۲۱) روزے کا مکروہ ہونا۔ (۲۲) غیبت سننے کے بعد کس کی غیبت کی گئی ہے، اُس کا بغض کا پیدا ہوجانا۔ (۲۳) غیبت کر کے مسلمانوں کا راز فاش کرنا۔

تحقیق: راقم الحروف کہتا ہے کوئی مذہب عمدہ نہیں ہے بلکہ اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ جس کی غیبت کی ہے یا وہ زندہ ہے اور نزدیک ہے یا مرگیا ہے یا دور ہے اوّل صورت میں اس کو غیبت کی خبر پہنچی ہے کہ فلاں شخص نے ہماری غیبت کی ہے یا نہیں پہنچی ہے، اگر اس کو خبر پہنچی ہے تو یا تو اس کو تفصیل معلوم ہے کہ فلاں نے ہماری غیبت فلاں فلاں عیوب میں کی ہے یا تفصیل معلوم نہیں ہے اور ہر صورت کا حکم علحدہ علحدہ ہے

پس اگر اس شخص کو جس کی غیبت کی ہے خبر غیبت کی بالتفصیل معلوم ہوگئی ہے تو ضروری ہے کہ اس سے قصور معاف کرائے اگر اس سے ملاقات ہوسکتی ہو اس طرح پر کہ صدقِ دل سے اس کے پاس جائے اور اس سے کہے یا حضرت ہم نے فلاں فلاں اُمور میں آپ کی غیبت کی ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے اب ہم اس سے نادم ہوئے امیدوار ہیں کہ آپ ہمارے قصور کو معاف کیجئے آئندہ ہم کبھی آپ کی غیبت نہ کریں گے اور کسی سے آپ کی شکایت نہ کریں گے لیکن اس معاف کرانے میں شرط یہ ہے کہ صدقِ دل سے ہو کیونکہ اگر ظاہر میں اس سے معاف کرالیا اور دل میں نادم نہیں ہوا تو کچھ فائدہ نہ ہوگا بلکہ ایسے شخص کا شُمار منافقین میں ہوگا۔

اور اگر اس شخص کو جس کی غیبت کی ہے خبر غیبت کی بالاجمال معلوم ہے اور تفصیل غیبت سے واقف نہیں ہے تو اس سے تفصیل غیبت کہ ہم نے تمہارے فلاں فلاں عیوب بیان کیے ہیں بیان نہ کرے تا کہ اس شخص کی طبیعت ملول نہ ہوجائے بلکہ فقط اس سے اس قدر کہے کہ ہم نے آپ کی غیبت کی، آپ اس سے درگزر کیجئے اور قصور معاف کیجئے اور

اپنے اوپر غلطی کرنے پرٹو کنے والا رکھنا:

(۱) مولانا سعید احمد خان صاحبؒ کہتے تھے کہ اپنے اوپر غلطی کرنے پرٹو کنے والے رکھو، آدمی کے خیر کی علامت ہے کہ اُس کوٹو کنے والے ہوں۔

اگراس شخص کوجس کی غیبت کی ہے خبر غیبت کی معلوم ہوئی ہولیکن وہ شخص مَر گیا ہے یا کسی دور شہر میں گیا ہو کہ اس سے ملاقات ہونا اور معاف کرانا ممکن نہیں تو لازم ہے کہ اس شخص کے واسطے استغفار کرے اور لوگوں کے سامنے اُس کی تعریف کرے کہ شاید اللہ تعالیٰ اسی تعریف کے بدلے ہم کو نہ پکڑے اور وہ شخص ہم سے نہ جھگڑے اور اسی صورت کے واسطے مجاہد نے کہا ہے کہ گوشت کھانے کا کفّارہ دعائے خیر ہے چنانچہ قول ان کا احیاء العلوم سے منقول ہو چکا اور یہی مطلب ہے حدیث کا جو درمنثور سے منقول ہوئی

اور اگر اس شخص کو جس کی غیبت کی ہے خبر غیبت کی نہ پہنچی تو فقط استغفار جناب باری کے حضور میں کافی ہے اور ارادہ اِس بات کا رکھنا کہ پھر کبھی ہم اس کی غیبت نہ کریں گے کافی ہے کیونکہ اس شخص کو غیبت کی خبر کرنا موجب عداوت ہوگا اور بغض پیدا ہوگا اور یہی مطلب ہے عبداللہ بن مبارکؒ کے قول کا جو درمنثور میں مرقوم ہوا، اور اسی واسطے ابن سیرین نے جب ایک شخص کی غیبت کی اور اس کے بدن کی سیاہی کا عیب بیان کیا کہ وہ شخص کالا ہے تو فقط توبہ پر کفایت کی چنانچہ یہ حکایت بھی سابقاً عین العلم کی شرح ملاعلی قاری سے نقل ہو چکی ہے۔

الحاصل غیبت کے محو ہونے کے واسطے دو امر ضروری ہیں ایک خدا سے توبہ کرنا، چنانچہ سلیمان جمل حاشیۂ جمل میں فرماتے ہیں کہ اس امر میں کسی کا خلاف نہیں ہے دوسرا امر مغتاب سے یعنی جس کی غیبت کی ہے قصور معاف کرانا اگر ممکن ہو کیونکہ اگر غیبت کرنے والا اس شخص سے قصور معاف نہ کرائے گا تو یقیناً وہ شخص روز محشر میں دامن گیر ہوگا کیونکہ اس روز ادنیٰ ادنیٰ ظلم پر لوگ جھگڑیں گے اور خدائے تعالیٰ کے سامنے فریاد کریں گے۔(تلخیص، غیبت کیا ہے؟ ماخوذ از: حضرت مولانا محمد عبدالحئی صاحب فرنگی محلّی لکھنویؒ۔

۲ حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ سے پوچھا گیا کہ جی! ایک بات سمجھ میں نہیں آتی، ایک غلط بات کو ایک آدمی ٹوکتا ہے، میرا دل چاہتا ہے کہ اُس کا منہ چوم لوں، اور اُس کا شکریہ ادا کروں اور زندگی بھر اُس کے اِس احسان کو نہ بھولوں اور بعض مرتبہ یہ ہوتا ہے کہ ایک آدمی غلطی پر جب ٹوکتا ہے، تو میرا دل چاہتا ہے کہ اُس کا منہ نوچ لوں اور زندگی بھر اُس سے بات نہ کروں، تو کیا وجہ ہے؟ حضرت نے فرمایا: کہ اِس کا تعلق غلطی کرنے والے سے نہیں ہے بلکہ اِس کا تعلق ٹوکنے والے کی نیت سے ہے، اگر ٹوکنے والے کی نیت فساد کی ہے تو منکر (غلطی) کرنے والے میں غصہ پیدا ہوگا اور نفرت پیدا ہوگی، اور اگر ٹوکنے والے کا ارادہ واقعی نصیحت ہے تو منکر کرنے والے میں غصہ پیدا نہیں ہوگا۔

۳ جس کی نگاہ اپنی کوتاہیوں پر ہوگی وہ آگے بڑھے گا' جس کی نگاہ قربانیوں پر ہوگی وہ پیچھے ہٹے گا۔

خوف:

۱ اللہ تعالیٰ کے استغناء (بے نیازی) سے ایسے ڈرو جیسے اُس کے عذاب سے ڈرتے ہو۔

۲ جب کارخانہ والے کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ جس کو چاہے کام دے اور جس سے چاہے کام لے لے، تو پھر اللہ تعالیٰ کو یہ حق کیوں نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جس سے چاہے کام لیں اور جس سے چاہے نہ لیں۔

۳ کام کی نسبت دنیا کے لیے استعمال نہ ہو ورنہ کام سے محرومی ہو جائے گی۔

۴ دین کے تعارف کو دنیا کے لیے استعمال کرنا ایسا ہے جیسے دین کو بیچنا۔

معاف کرنا:

۱ ہم لوگ کسی کی ایک غلطی سے اُس کے ہر کام کو غلط جانتے ہیں، ہمارے سامنے اُس کی ایک بے اصولی ہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ کے سامنے اُس کے نہ جانے کتنے نیک اعمال ہیں؟

۲ انتقام (بدلہ لینے) کے جذبے سے آدمی اِس راستہ میں چل نہیں سکتا۔

۳ اللہ تعالیٰ سے جو معافی کا طلبگار رہو گا وہ مخلوق کو معاف کرے گا۔ (۱)

۴ (ہمارے ماحول میں) بے اصولیوں کے تذکرے اصولوں سے زیادہ ہوتے ہیں، ایسے لوگ باطل کو قوت پہنچاتے ہیں۔

۵ ہمارے کام میں غلطی کرنے والوں سے مذاکرہ ہے، مؤاخذہ (پکڑ) نہیں ہے۔ (جیسے مسجد میں پیشاب کرنے والے شخص سے مذاکرہ ہوا نہ کہ مؤاخذہ)۔(۲)

۶ جس کو اپنی طاقت پر یقین فرشتوں کی طاقت سے زیادہ ہوگا، وہ (مخاطب کی بُری بات وغیرہ) کا جواب دے گا۔(۳)

---

(۱) ﴿وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ [النور:۲۲]

(۲) عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَالَ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَامَ إِلَيْهِ بَعْضُ الْقَوْمِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لَا تُزْرِمُوْهُ، فَلَمَّا فَرَغَ دَعَا بِدَلْوٍ مِنْ مَاءٍ، فَصَبَّهُ عَلَيْهِ. نسائي، رقم:۲۷۳۲۹

(۳) ایک شخص نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنا شروع کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی وہیں تشریف فرما تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعجب کے ساتھ مسکرانے لگے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خاموش تھے لیکن جب اُس نے بہت گالیاں دیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے بھی بعض کا جواب دیا۔

۷ ایک انصاری عورت کا بیان ہے کہ میں نے پوری زندگی دیکھا ہے کہ حضرت بلالؓ فجر کی اذان سے پہلے اُن قریش کی ہدایت کے لئے دعا کرتے تھے، جنھوں نے اذیت دیکر مکۂ مکرمہ سے نکالا تھا۔(۱)

اس پر نبی کریم ﷺ ناراض ہوکر وہاں سے چل دیئے۔ سیدنا ابوبکرؓ سے رہا نہ گیا، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہ مجھے برا بھلا کہتا رہا تو آپ ﷺ بیٹھے سنتے رہے اور جب میں نے اس کی دو ایک باتوں کا جواب دیا تو آپ ﷺ ناراضگی سے اٹھ کے چلے آئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا سنو! جب تک تم خاموش تھے فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا، جب تم بولے تو فرشتہ ہٹ گیا اور شیطان بیچ میں آ گیا پھر بھلا میں شیطان کی موجودگی میں وہاں کیسے بیٹھا رہتا؟ السنن الكبري، ۴۰۰/۱

(۱) قبیلہ بنی نجار کی ایک عورت کہتی ہے مسجد کے اردگرد گھروں میں سب سے اونچا میرا گھر تھا، بلالؓ اسی پر فجر کی اذان دیا کرتے تھے، چنانچہ وہ صبح سے کچھ پہلے ہی آتے اور گھر پر بیٹھ جاتے اور صبح صادق کو دیکھتے رہتے، جب اسے دیکھ لیتے تو انگڑائی لیتے، پھر کہتے: ”اے اللہ! میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں اور تجھ ہی سے قریش پر مدد چاہتا ہوں کہ وہ تیرے دین کو قائم کریں“، وہ کہتی ہے: پھر وہ اذان دیتے، قسم اللہ کی، میں نہیں جانتی کہ انہوں نے کسی ایک رات بھی ان کلمات کو ترک کیا ہو۔ ابوداؤد، رقم: ۵۱۹

حضرت بلالؓ کے اذان سے پہلے دعائیہ کلمات کسی طرح بھی اذان کا حصہ نہ تھے۔ بلکہ یہ عام طرح کی دعا ہوتی تھی۔ جس میں وہ کافی دیر سے مشغول ہوتے اور صبح صادق کا انتظار کررہے ہوتے تھے۔ قریش کی ہدایت کے لئے دعا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس قبیلے کو عربوں میں بڑی اہمیت حاصل تھی۔ اس کی مخالفت کی وجہ سے عام عرب بھی اسلام قبول کرنے سے گریز کررہے تھے۔ جب اللہ نے اس قبیلے کو اسلام قبول کرنے کی توفیق سے نوازا تو پھر فوج درفوج لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔

مال وعہدہ کی حرص:

(۱) جس کے دل میں مال کی حِرص ہو اُس پر حکمتیں نہیں کھلتیں۔

(۲) مال کی محبّت اور عزّت کی چاہت جس میں یہ دو چیزیں ہوں گی اغلب (یقین کے قریب) ہے کہ (وہ) مداہن (دورُخا) ہوگا۔

(۳) جو لوگ اِس کام میں مال اور منصب چاہتے ہیں وہ انصار نہیں ہو سکتے؛ انصار مدینہ نے مال طلب نہیں کیا اور نہ منصب چاہا۔(۱)

مال ردّ کرنا:

(۱) حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: مال رد کرنا (لوٹانا) بھی سُنّت ہے۔(۲)

(۲) حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: اگر مال کے رد کرنے (لوٹانے) کا مزاج نہیں تو اللہ تعالیٰ سے لینے کا مزاج نہیں بنے گا۔

---

(۱) عن أنس رضي الله عنه قال: قُدم على رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَتَسَامَعَتْ بِهِ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْأَنْصَارُ. فَغَدَوْ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم وَذَكَرَ حَدِيْثًا طَوِيْلًا، وَفِيْهِ: وَقَالَ لِلْأَنْصَارِ: إِنَّكُمْ - مَا عَلِمْتُ - تَكْثُرُوْنَ عِنْدَ الْفَزَعِ، وَتَقِلُّوْنَ عِنْدَ الطَّمَعِ.
كنز العمال، رقم: ۳۷۹۵۱

(۲) ایک دیہاتی سوداگر عبداللہ بن جعفر بن ابی طالبؓ کے پاس آیا، اور آپ سے درخواست کی کہ وہ حضرت علیؓ سے اس کی سفارش کریں، چنانچہ آپؓ نے اس کی سفارش کی تو حضرت علیؓ نے اس کی ضرورت پوری کی، اس پر اُس سوداگر نے حضرت عبداللہؓ کو خوش ہو کر ۴۰/ ہزار درہم بھیجے، تو حضرت عبداللہؓ نے اُس کے مال کو واپس کر دیا اور فرمایا: ہم نیکی نہیں بیچتے۔ الإصابة: ۳۸/۴

مال میں احتیاط:

١ سب سے بڑا فتنہ کام کرنے والوں کے لیے مال ہے جو اُن کو دیا جائے گا کام کے عنوان سے اُس کو وہ نصرت سمجھیں گے جبکہ وہ مصیبت ہے۔

٢ نبی کی نبوّت کو مال سے آزمایا جاتا تھا۔(١)

٣ مالیات کے بارے میں جتنی احتیاط ہوگی کام اُتنا مؤثر ہوگا۔

۴ کام استقبال کے دور سے گُزر رہا ہے، لوگ جان کے ساتھ خاص طور پر مال لگائیں گے تو شیطان اُنہیں سمجھائے گا کہ اِس میں سے کھاؤ؛ اِس لئے کہ یہ اجتماعی مال ہے۔

مال حرام سے بچنا:

١ بسا اوقات حرام طریقہ سے کمانے والے اپنے مال کو آفتوں سے بچانے کیلئے خیر کے کاموں میں خرچ کرتے ہیں اور اہلِ خیر اُسے اچھا سمجھتے ہیں۔

٢ گندے ارادے گندی روزی کا نتیجہ ہے۔(٢)

---

(١) ﴿وَإِنِّي مُرسِلَةٌ إِلَيهِم بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌ بِمَ يَرجِعُ المُرسَلُونَ﴾ [النمل: ۳۵] اور میں ان کے پاس کچھ تحفہ بھیجوں گی، پھر دیکھوں گی کہ قاصد کیا جواب لاتے ہیں؟
بلقیس نے جو ردِ ہدیہ کو نبی ہونے کی علامت قرار دیا اس کا سبب یہ نہ تھا کہ نبی کے لئے ہدیہ قبول کرنا مشرک کا جائز نہیں بلکہ سبب یہ تھا کہ اس نے اپنا ہدیہ درحقیقت ایک رشوت کی حیثیت سے بھیجا تھا کہ اس کے ذریعہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حملے سے محفوظ رہے۔ معارف القرآن: ٦/ ۵۸۲

(٢) كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ، المؤمنون: ۵١
اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرتے رہو، تم جو کچھ عمل کرتے ہو، میں اس سے خوب واقف ہوں۔

۳ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ حرام کما کر حلال کاموں میں خرچ کرنا ایسا ہے جیسا کہ خنزیر ذبح کرکے تقسیم کرنا۔

۴ جس عُضو سے حرام کام کیا جائے گا، اُس سے عبادت کی توفیق چھین لی جاتی ہے۔

۵ جو مال غلط طریقہ سے آئے گا وہ گمراہی کا سبب بنے گا۔

۶ بدن کو عبادت کے لائق نہ بنانے کے لئے حرام کا ایک لقمہ کافی ہے۔ (۱)

متفرقات:

۱ مجھے تو حیرت ہوتی ہے کہ لوگ کہتے ہیں تجارت چھوڑ دو، توکل پر چلو، میں نے کہا بھائی یہ کہنے والے متوکلین (اللہ پر بھروسہ کرنے والوں) کی جماعت نہیں ہے، بلکہ متاکلین (دوسروں کا مال کھانے والوں) کی جماعت ہے

۲ مولانا الیاس صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ یہ کام تو ایک سمندر کے مانند ہے، جو مچھلی سمندر میں مَرتی ہے تو پانی اُس کو اوپر پھینک دیتا ہے۔

۳ منکر (بُرے کام) کو روکنا' منکر (ناجائز) طریقہ سے یہ سب سے بڑا مُنکر ہے اور معروفات کے ساتھ روکا جائے تو یہ بڑا فریضہ ہے۔

۴ اِس راستہ میں جو اپنا استقبال چاہے گا اُس کو زیادہ شکایت ہوگی۔

۵ ہمیں اِس کام میں صرف اللہ تعالیٰ کے سہارے چلنا ہے، حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: مخلوق کے سہارے سے تو جنازے چلتے ہیں۔

---

(۱) عَنْ حَنْظَلَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مَا جَاءَ نِي جِبْرَئِيْلُ إِلَّا أَمَرَنِي بِهَاتَيْنِ الدَّعْوَتَيْنِ اللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي طَيِّبًا وَاسْتَعْمِلْنِي صَالِحًا. الدر المنثور، رقم: ۱۰۳/۶
م

⑥ جو ساتھی یہ کہے کہ مجھے آگے بڑھاؤ وہ جنازہ کی طرح ہے۔(۱)
⑦ جو کام کے راستہ سے آگے نہیں بڑھتے وہ فتنہ میں پڑ جاتے ہیں۔
⑧ دلجوئی کے محتاج وہ ہوئے ہیں جن کی زندگی دین کے خلاف گزری ہے۔
⑨ میدان میں اُتر کر حکم پورا کرنے والے ترقی کرنے والے ہیں تعلقات کی بنیاد پر آگے بڑھنے والے وہ کام چھوڑنے والے ہیں۔
⑩ محنت کا میدان چھوڑ کر کسی ذمہ دار کے قریب ہونا یہ ترقی نہیں ہے۔
⑪ جو دلجوئی کا طالب ہوگا وہ ایک جھٹکے میں کام سے نکل جائے گا۔
⑫ اللہ تعالیٰ عمل کو دیکھ کر درجہ دیں گے لوگوں کی عقیدت اور نفرت کا کوئی اعتبار نہیں کہ یہ دونوں کبھی جہالت کی وجہ سے بھی ہوتے ہیں۔(۱)
⑬ صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے ساتھیوں کو لے کر چلنے کی کوشش کرتے تھے اگر اُن کی مجلس سے کوئی غائب ہوتا تو اُس کی فکر کرتے۔(۱)

---

(۱) إِذَا وُضِعَتِ الْجِنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُونِي قَدِّمُونِي

(۲) وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِمَّا عَمِلُوا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ [الأنعام:۱۳۲]

(۱) حضرت عمرؓ نے سلیمان بن ابی حثمہ تابعیؒ کو صبح کی نماز میں نہ پایا، حضرت عمرؓ بازار گئے اور سلیمان کا گھر بازار اور مسجد کے بیچ میں تھا، سو ان کو سلیمان کی ماں شفا ملی تو حضرت عمرؓ نے شفا سے کہا کہ میں نے سلیمان کو صبح کی نماز میں نہیں دیکھا؟ تو شفا نے کہا کہ وہ رات کو نماز پڑھتے رہے، اِس لیے اُن کی آنکھ لگ گئی۔ تب حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے صبح کی نماز میں حاضر ہونا رات کی عبادت سے زیادہ محبوب ہے۔ ترغیب، ۱/۱۶۶

(۱۴) ہمیں سب کی ضرورت ہے لوگ پیچھے ہٹنے والوں کو چھوڑ دیتے ہیں، آگے بڑھنے والوں کو روک دیتے ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم کا معاملہ برعکس تھا۔

(۱۵) صحابہ رضی اللہ عنہم غیروں کے بارے میں چاہتے تھے کہ وہ ہمارے کام کے بن جائیں۔ یہاں اپنوں کے بارے میں خیال ہے کہ یہ ہمارے کام سے نکل جاویں۔(۱)

(۱۶) اللہ تعالیٰ کب کسی سے کیا کام لیں گے پتہ نہیں ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں، اذان کا طریقہ ایک صحابیؓ کے دل میں ڈالا گیا۔ (۲)

(۱۷) حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ اخبار نہ پڑھو ورنہ ذہن ومزاج چالاکیوں کی طرف بڑھے گا۔

---

(۱) استق کہتے ہیں: میں حضرت عمر بن خطابؓ کا غلام تھا اور میں نصرانی تھا، عمرؓ مجھ پر اسلام پیش کرتے تھے اور فرماتے اگر تو اسلام قبول کرلے گا تو میں سرکاری امور میں تجھ سے مدد لوں گا، چونکہ میرے لئے حلال نہیں کہ مسلمانوں کے امور میں تجھ سے مدد لوں، دراں حالیکہ تو مسلمانوں کے دین پر نہ ہو۔ میں نے قبول اسلام سے انکار کر دیا۔ آپؓ نے فرمایا: دین میں کوئی زبردستی نہیں، جب آپؓ کی وفات کا وقت قریب ہوا آپ نے مجھے آزاد کر دیا جبکہ میں نصرانی ہی تھا آپؓ نے فرمایا: جہاں چاہو چلے جاؤ۔ کنز العمال، رقم: ۲۵۶۸۰

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی حال میں فکر مند تھے کہ عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبدربہ خزرجی انصاریؓ نے اذان کا خواب دیکھا۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! رات کو میرے پاس خواب میں کوئی آیا جو سبز لباس پہنے ہاتھ میں ناقوس لئے ہوا تھا، میں نے کہا: کیا یہ ناقوس فروخت کروگے؟ اُس نے پوچھا: کیا کروگے؟ میں نے بتایا کہ ہم اس کے ذریعہ مسلمانوں کو نماز کی طرف بلائیں گے، اس نے کہا: کیا میں تمہیں اس سے بہتر بات نہ بتاؤں؟ پوچھا: وہ کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ تم نماز کے لئے اس طرح اذان کہو۔۔مسند احمد، رقم: ۲۲۱۲۴

(۱۸) حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: جو لوگ مال خرچ کرتے ہیں جان نہیں لگاتے وہ کام میں دخل دیتے ہیں۔ مَیں ایک مثال دے رہا؛ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مسجد کا حوض بن رہا تھا تو ایک مالدار آیا اور کہا کہ اِس میں میرا بھی حصّہ ہو جائے، حضرتؒ نے منع کیا، اُنہوں نے بہت اصرار کیا تو حضرتؒ نے قبول کرلیا۔ دوپہر میں دیکھا کہ کچھ جھگڑا ہو رہا ہے کہ ایسے بناؤ۔ ایسے بناؤ، میستری نے کہا کہ حضرتؒ نے فرمایا: ایسا بناؤ، اُس نے کہا کہ نہیں نہیں مَیں کہہ رہا ہوں ایسا بناؤ، حضرت تھانویؒ باہر آکر دیکھے تو سمجھ گئے کہ اِس کے مال نے مداخلت کرنے پر اِس کو آمادہ کیا ہے، حضرت اندر جاکر اُس کا مال لاکر اُس کو واپس کردیا اور فرمایا کہ تم تو ہمارے کام میں دخل دینے لگ گئے۔ ہم نے ایک بات کی ہے کوئی کتنا بھی مخلص ہو مال سے احسان کرنے والا اُس پر غالب آجائے گا۔

(۱۹) حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے زمانہ میں ایک تاجر اور اُن کے ایک منشی بنگلے والی مسجد آیا کرتے تھے، ایک مرتبہ منشی صاحب نے آکر اپنے مالک کی شکایت کی کہ حضرت جیؒ مجھے میرے مالک (حاجی صاحب) نے نوکری سے نکال دیا ہے۔ حضرت جی مولانا الیاس صاحبؒ نے اُن حاجی صاحب سے پوچھا کہ تم نے اپنے منشی کو ملازمت سے کیوں نکال دیا ہے تو حاجی صاحب نے کہا کہ حضرت جی وہ اب ہمارے کام کے نہیں رہے اُنہوں نے اپنے بیٹے کو ایک دکان لگا کر دی ہے۔ مولانا الیاس صاحبؒ نے فرمایا: اِس میں کیا بات ہے، سب اپنی اولاد کو دکان لگا کر دیتے ہیں۔ حاجی صاحب نے کہا کہ حضرت بیٹھیں گے تو میری دکان پر اور سوچیں گے اپنے بچّے کی دوکان کی۔ اِس لیے اِس کام میں اخلاص کے ساتھ استخلاص بھی ضروری

استخلاص یہ ہے کہ تمام فکروں سے بے نیاز ہوکر اِس کام کو کرنا۔

(۲۰) ایک بڑے مالدار صاحب تھے، اُنھوں نے چاہا کہ یہاں (مرکز نظام الدین) کے مقیمین کو ہدیہ پیش کروں اُنھوں نے مفتی زین العابدین صاحبؒ سے مشورہ کیا لیکن وہاں ایسا عملہ تھا جو ذمہ دار کو باپ سے کم نہیں سمجھتا تھا، مفتی صاحبؒ نے اُن صاحب سے کہا کہ یہ مولانا جو بیٹھے ہیں نا! وہ ہمارے باپ ہیں اور باپ سے پوچھے بغیر اولاد کو کچھ دینا اولاد کو بگاڑنا ہے، اِس لیے مَیں حضرتؒ سے پوچھ لیتا ہوں اور جب حضرت مولانا یوسف صاحبؒ سے پوچھا تو حضرتؒ نے منع فرمایا اور پھر فرمایا یہ بات ساتھیوں کے علم میں آ گئی ہے اور جب بھی یہ آدمی آئے گا تو ساتھی انتظار کریں گے کہ ہمارے لیے یہ کچھ لے کر آیا ہے۔ مَیں نہیں چاہتا کہ ساتھیوں کی نظر اللہ تعالیٰ سے ہٹ جائے۔(۱)

---

(۱) **ہدیہ دینے والے کے آداب:** (۱) اخلاص سے ہدیہ دینا (۲) مشتبہ یا حرام مواقع میں ہدیہ نہ دینا (۳) ہدیہ دینے کے لئے مناسب وقت اختیار کرنا (۴) رشتے داروں، پڑوسیوں اور اہلِ فضل کو ہدیہ میں مقدم رکھنا (۵) جس کو ہدیہ دیا جائے اُس کی پسند کی رعایت کرنا (۶) ہدیہ دے کر احسان نہ جتلانا۔

ہدیہ قبول کرنے والے کے آداب: (۱) ہدیہ واپس نہ لوٹانا۔ نوٹ: اگر کوئی عذر ہو تو ہدیہ واپس بھی لوٹا یا جا سکتا ہے (۲) تکیہ، تیل اور خوشبو کو واپس نہ لوٹانا (۳) ادنی ہدیہ کو بھی حقیر نہ سمجھنا (۴) ہدیہ دینے والے کے لئے غائبانہ دعا کرنا (۵) ہدیہ کی بنا پر چاپلوسی نہ کرنا (۶) اُس کے ساتھ نشست و برخواست کے موقع پر اپنے دین کی حفاظت کرنا (۷) آئندہ ہدیہ کی امید نہ لگائے رکھنا (۸) ممکن ہو تو ہدیہ کا بدلہ دینا (۹) اہلِ مناصب کو اُن لوگوں کا ہدیہ قبول نہ کرنا جن سے قبل از منصب ہدیہ کی عادت نہ تھی (۱۰) ہدیہ دینے میں اولاد کے درمیان برابری کرنا۔ (سنن و آداب: ۳۶۴)

۳۸ پُرانے اور نئے ۱۵

۱ صحابہ رضی اللہ عنہم کا مزاج یہ تھا کہ پُرانے ہونے کے باوجود اگر نئے کو بڑھایا جاتا تو حسد نہیں کرتے تھے۔ (۱)

۲ زیادہ چلنا پُرانے ہونی کی دلیل نہیں،صفاتِ قبولیت پر پُرانا ہونا اصل ہے۔

۳ پُرانوں کے ہوتے ہوئے نئے لوگوں سے کام لیا گیا' سیرت میں اِس کی بہت مثالیں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے موقع پر پُرانے لوگوں کے ہوتے ہوئے تلوار حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کو دی (۲)۔ (اُس سے اُنہوں نے کئی مشرکوں کی کھوپڑیاں اُڑا دیں۔

۴ جو تالیفِ قلب (دلجوئی) کا طالب ہے، خُدا کی قسم! وہ پُرانا ہو ہی نہیں سکتا۔

---

(۱) حضرت اُسامہ ؓ کی سرکردگی میں بڑے بڑے مہاجر اور انصار صحابہ بھیجے گئے، جیسے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت ابوعبیدہ، حضرت سعد، حضرت سعید، حضرت قتادہ بن نعمان، اور حضرت سلمہ بن اسلم وغیرہ، فتح الباري، رقم: ۱۵۲/۸

(۲) ذكر موسى بن عُقبةَ أنّ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لمّا عرضهُ طلبهُ منهُ عُمرُ فأعرض عنهُ، ثُمّ طلبهُ منهُ الزّبيرُ فأعرض عنهُ، فوجدا في أنفُسهما من ذلك، ثُمّ عرضهُ الثّالثة، فطلبهُ أبُو دُجانة فدفعهُ إليه، البداية والنهاية، رقم: ۱۹/۴

۵ پُرانے وہ ہیں جن کی زندگی مشورہ کے تابع ہو، پُرانے وہ نہیں جو آزاد ہوں۔ (۱)

۶ پُرانے لوگ نئے لوگوں کو لے کر نکلیں گے تو پُرانوں کی ترقی ہوگی اور نئے لوگوں کی تربیت ہوگی۔ (۲)

۷ پُرانے ہونے کی علامت یہ ہے کہ اُس کے اندر کوئی مطالبہ نہ ہو۔

۸ ہماری محنت کا پہلا میدان وہ لوگ ہیں جو وقت لگائے ہوئے ہیں' وہ تاجر کتنا ناکام ہوگا جو کمانے کی فکر میں کمائے ہوئے مال کی حفاظت نہ کرے۔

۹ کام کسی کی ذات پر موقوف نہیں، پُرانا بھی کام چھوڑے گا تو کام بھی اُس کو چھوڑ دے گا۔

۱۰ دعوت کے اِس کام میں اہلِ علم کو اُن کا حق دیا جائے اور پُرانوں کو بھی اُن کا حق دیا جائے۔

---

(۱) فَقَالُوا لِعُثْمَانَ: إِنْ شِئْتَ أَنْ تَطُوفَ بِالْبَيْتِ فَطُفْ بِهِ، فَقَالَ: مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ حَتَّى يَطُوفَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، مسند أحمد، رقم: ۲۱۶/۳۱

(۲) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ۔۔۔ ثُمَّ نَزَلَ وَأَنْزَلَنِي مَنْزِلًا شَاسِعًا عَنِ الْمَدِينَةِ، وَأَمَرَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ أَنْ يُبَوِّئَنِي إِيَّاهُ، فَخَرَجْتُ وَخَرَجَ مَعِي حَتَّى إِذَا كُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ قَالَ: يَا وَائِلُ، إِنَّ الرَّمْضَاءَ قَدْ أَصَابَتْ بَطْنَ قَدَمِي فَأَرْدِفْنِي خَلْفَكَ، فَقُلْتُ: مَا أَضَنُّ عَلَيْكَ بِهَذِهِ النَّاقَةِ، وَلَكِنْ لَسْتَ مِنْ أَرْدَافِ الْمُلُوكِ وَأَكْرَهُ أَنْ أُعَيَّرَ بِكَ قَالَ: فَأَلْقِ إِلَيَّ حِذَاءَکَ أَتَوَقَّى بِهِ مِنْ حَرِّ الشَّمْسِ، قُلْتُ: مَا أَضِنُّ عَلَيْکَ بِهَاتَيْنِ الْجِلْدَتَيْنِ، وَلَكِنْ لَسْتَ مِمَّنْ يَلْبَسُ لِبَاسَ الْمُلُوكِ، وَأَكْرَهُ أَنْ أُعَيَّرَ بِکَ. المعجم الكبير للطبراني: ۴۶/۲۲

(۱۱) پُرانے (ساتھی) دماغ کا درجہ رکھتے ہیں؛ اپنے تجربات کے اعتبار سے، اور نئے (ساتھی) اعضاء (ہاتھ، پیر) کا درجہ رکھتے ہیں اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے۔

(۱۲) ہمیں سب کی ضرورت ہے، جو پیچھے ہٹے اُس کی بھی ضرورت ہے (اور) جو آگے بڑھے اُس کی بھی ضرورت ہے۔ صحابہؓ کا یہ معمول تھا کہ جو آگے بڑھے اُس کے ساتھ ہو جاتے تھے اور جو پیچھے ہٹے اُس کو سہارا دیتے تھے۔ (۱)

(۱۳) پُرانے پن کا پہلا تقاضہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے یہاں اطاعت کے ذریعہ قبول کروائے۔ (۲)

(۱۴) جو پوچھے جانے کا طالب ہو وہ پُرانا نہیں ہے۔

(۱۵) تالیفِ قلب (دلجوئی) کے محتاج وہ ہوتے ہیں جن کی پوری زندگی دین اور دعوتِ دین کے خلاف گُزری ہو۔

---

(۱) فتح الباري، رقم: ۸/ ۱۵۲

(۲) فَقُلْتُ لَهُ يَا عَيَّاشُ إِنَّهُ وَاللّٰهِ إِنْ يُرِيدُكَ الْقَوْمُ إِلّا لِيَفْتِنُوْكَ عَنْ دِينِكَ فَاحْذَرْهُمْ فَوَاللّٰهِ لَوْ قَدْ آذَى أُمَّكَ الْقَمْلُ لَامْتَشَطَتْ وَلَوْ قَدْ اشْتَدَّ عَلَيْهَا حَرُّ مَكَّةَ لَاسْتَظَلَّتْ. البداية والنهاية ۴/ ۴۲۹

(۳) حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جمعہ کے دن جب منبر پر اچھی طرح سے بیٹھ گئے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا: "بیٹھ جاؤ"، تو عبداللہ بن مسعودؓ نے (جو اس وقت مسجد کے دروازے پر تھے) اسے سنا تو وہ مسجد کے دروازے ہی پر بیٹھ گئے، تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: "عبداللہ بن مسعود! تم آجاؤ" ابوداؤد: ۱۰۹۱

اطاعت

۳۹ ۱۵

(۱) کام کی بنیاد اطاعت پر ہے، صلاحیت پر نہیں ہے۔

(۲) جتنا اور جس طرح کرنے کو کہا جائے اُتنا اور اُس طرح کرنا مزاجِ نبوّت ہے۔ (۱)

(۳) ہدایات کی پابندی اور ذمہ داری کی ادائیگی باطل کے آنے کے راستہ کو روک دیتی ہے۔(۲)

(۴) قبولیت یہ ہے کہ اگر تمہیں کوئی ایسا حکم دیا جائے جس کے پورا کرنے کا حالات اور تمہاری عقل انکار کرتی ہو تم اُس کو پورا کردو۔

---

(۱) قَالَ فَلَمَّا وَلَّيتُ، قَالَ يَا حُذَيْفَةُ لَا تُحدِثَنَّ فِي الْقَوْمِ شَيْئًا حَتّٰى تَأْتِيَنِي، فَخَرَجْتُ حَتّٰى إِذَا دَنَوْتُ مِنْ عَسْكَرِ الْقَوْمِ، نَظَرْتُ فِي ضَوْءِ نَارٍ لَهُمْ تَوَقَّدُ، وَإِذَا رَجُلٌ أَدْهَمُ ضَخْمٌ، يَقُولُ بِيَدِهِ عَلَى النَّارِ، وَيَمْسَحُ خَاصِرَتَهُ وَيَقُولُ: الرَّحِيلَ، الرَّحِيلَ، وَلَمْ أَكُنْ أَعْرِفُ أَبَا سُفْيَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ، فَانْتَزَعْتُ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِي أَبْيَضَ الرِّيشِ فَأَضَعُهُ عَلَى كَبِدِ قَوْسِي لِأَرْمِيَهُ فِي ضَوْءِ النَّارِ، فَذَكَرْتُ قَوْلَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ لَا تُحدِثَنَّ شَيْئًا حَتّٰى تَأْتِيَنِي، فَأَمْسَكْتُ وَرَدَدْتُ سَهْمِي فِي كِنَانَتِي، البداية والنهاية، رقم ۶/ ۶۲

(۲) كُنْتُ عَرِيْفًا فِي زَمَنِ عَلِيٍّ، فَأَمَرَنَا بِأَمْرٍ فَقَالَ: أَفَعَلْتُمْ مَا أَمَرْتُكُمْ؟ قُلْنَا: لَا، قَالَ: وَاللّٰهِ لَتَفْعَلُنَّ مَا تُؤْمَرُوْنَ بِهِ أَوْ لَتَرْكَبَنَّ أَعْنَاقَكُمُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى. كنز العمال، رقم: ۵/ ۷۸۰

(۵) اطاعت کا تقاضہ یہ ہے کہ عمل میں غور اور تاخیر نہ کی جائے اور نہ علتوں کو پوچھا جائے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کی نہ وجہ دریافت کی اور نہ اُس حکم کو پورا کرنے میں تاخیر کی۔ (۱)

(۶) جس چیز میں انشراح نہیں اُس کو مانا جائے یہ اطاعت کا کمال ہے، جمعِ قرآن (قرآن کو ایک جگہ جمع کرنے) پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو انشراح نہیں تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اصرار تھا۔ (۲)

(۷) جو لوگ اطاعت کے امتحان میں حکم کا انکار کر کے محروم کر دیئے جاتے ہیں تو وہ دوسروں کو گمراہ کرنے کا سبب بنتے ہیں، شیطان نے یہ نہیں کہا کہ میں سجدہ نہ کر کے ایک طرف ہو جاتا ہوں' بلکہ کہا: تیری عزّت کی قسم! مَیں دوسرے تمام لوگوں کو گمراہ کروں گا۔ (۳)

---

(۱) ﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَى قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ﴾ [الصافات:۱۰۲]

(۲) قَالَ أَبُو بَكْرٍ رضي الله عنه: إِنَّ عُمَرَ أَتَانِي فَقَالَ: إِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِقُرَّاءِ الْقُرْآنِ، وَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ بِالْمَوَاطِنِ، فَيَذْهَبَ كَثِيرٌ مِنَ الْقُرْآنِ، وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَأْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْآنِ. قُلْتُ لِعُمَرَ: كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم؟ قَالَ عُمَرُ: هَذَا وَاللَّهِ خَيْرٌ، فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِي حَتَّى شَرَحَ اللَّهُ صَدْرِي لِذَلِكَ، وَرَأَيْتُ فِي ذَلِكَ الَّذِي رَأَى عُمَرُ. البخاري، رقم: ۴۹۸۶

(۳) ﴿قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ﴾ [الحجر: ۳۹-۴۰]

(۸) اللہ تعالیٰ اطاعت کا امتحان لیتے ہیں کبھی معمول کے خلاف حکم دیکر (جیسے تحویلِ قبلہ کے حکم)(۱)، کبھی جذبہ کے خلاف حکم دیکر (جیسے صلحِ حُدیبیہ کے موقع پر عمرہ کیے بغیر سر مُنڈھانے کا حکم)(۲) اور کبھی حیثیت کے خلاف حکم دیکر (جیسے فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے کا)حکم دیا(۳)۔

(۹) اختلافِ رائے کا علاج اطاعت ہے۔

(۱۰) اگر ایک اَمر کا انکار کر دیا تو جہاں تھے وہاں بھی نہیں رہو گے' یہ ہے مصیبت؛ میں یہ کہنا چاہتا ہوں' اگر ایک اَمر کا انکار کرتے ہو تو جہاں تھے وہاں بھی نہیں رہو گے۔ اِس لیئے میں عرض کر رہا تھا کہ قابلیت اِس کا تقاضہ کرتی ہے، حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ شیطان میں علم کے اعتبار سے بھی کمال تھا عبادت میں بھی کمال تھا' عقل میں بھی کمال تھا، مگر اب تک کی عبادت سے کمالِ عشق پیدا نہیں ہوا تھا۔ اس لئے محروم ہوا۔

---

(۱) ﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ [البقرة:۱۴۹]

(۲) قَالَ: فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قَضِيَّةِ الْكِتَابِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِأَصْحَابِهِ: قُوْمُوْا فَانْحَرُوْا ثُمَّ احْلِقُوْا قَالَ: فَوَاللّٰهِ مَا قَامَ مِنْهُمْ رَجُلٌ حَتّٰى قَالَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَلَمَّا لَمْ يَقُمْ مِنْهُمْ أَحَدٌ دَخَلَ عَلٰى أُمِّ سَلَمَةَ فَذَكَرَ لَهَا مَا لَقِيَ مِنَ النَّاسِ. مسند أحمد، ۲۵۱/۳۱

(۳) ﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا إِلَّا إِبْلِيْسَ أَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ﴾ [البقرة:۳۴]

۱۱ ساتھیوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ امیر ہمارے تابع ہو تلاش کر کے امیر ایسے کو بنایا جاتا ہے جو صلحِ کُل ہو، تا کہ وہ ہماری صحیح غلط باتوں کو مان لے۔

۱۲ اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ کو غور کرنا' نافرمانی کے لیے کافی ہے۔

۱۳ فیصلہ پر اطاعت نہیں تو آراء کی انتہاء نہیں ہوگی۔

۱۴ اپنے اچھے جذبہ کو پورا کرنا حکم کے خلاف' یہ بھی نافرمانی ہے۔(۱)

۱۵ ایک عورت مجذومہ تھی، کوڑھ کا مرض تھا ، بیتُ اللہ کا طواف گھسٹ گھسٹ کر پھرا کرتی تھیں زمین پر۔ حضرت عُمرؓ نے اُس کو طواف سے روک دیا۔ فرمایا: اللہ کی بندی طواف مت کرو کہ اِس سے لوگوں کو اذیت ہوتی ہے، ہے' اُس نے طواف چھوڑ دیا۔ حضرت عمرؓ کی شہادت ہوگئی، اُس سے کہا گیا کہ جا! جا کر طواف کر، تجھے کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ اُس نے کہا: ایسا نہیں ہوسکتا کہ مَیں امیر کی اطاعت کروں اُس کی حیات (زندگی) میں اور نافرمانی کروں اُس کے مَرنے کے بعد۔

---

(۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرَّ بِامْرَأَةٍ مَجْذُومَةٍ وَهِيَ تَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَقَالَ لَهَا: يَا أَمَةَ اللّٰهِ لَا تُؤْذِي النَّاسَ، لَوْ جَلَسْتِ فِي بَيْتِكِ، فَفَعَلَتْ، فَمَرَّ بِهَا رَجُلٌ بَعْدَ ذٰلِكَ فَقَالَ: إِنَّ الَّذِي كَانَ نَهَاكِ قَدْ مَاتَ، فَاخْرُجِي فَقَالَتْ: مَا كُنْتُ لِأَنْ أُطِيعَهُ حَيًّا وَأَعْصِيَهُ مَيِّتًا. مصنف عبدالرزاق، رقم: ۹۰۳۱

۴۰ اجتماعیت ۲۸

(۱) جماعت، اجسام (جسموں) کے جمع ہونے کو نہیں کہتے؛ بلکہ جماعت کہتے ہیں، قلوب (دلوں) کے جمع ہونے کو۔ (۱)

(۲) جس طرح اہلِ باطل کے پھٹے دل اسلام کو نہیں مٹا سکتے اُسی طرح مسلمانوں کے پھٹے دل باطل کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ (۲)

(۳) اگر اجتماعیت نہ رہی تو باطل اپنی طرف کھینچنے میں کامیاب ہوجائے گا۔

(۴) کوئی کتنی بھی صلاحیت والا ہو اُس کا فائدہ مل کر رہنے میں ہے۔ (۳)

---

(۱) ﴿وَتَحۡسَبُهُمۡ جَمِيۡعًا وَّقُلُوۡبُهُمۡ شَتّٰى﴾ [الحشر: ۱۴] اتحاد اُسے کہتے ہیں جو مومنین قانتین میں پایا جاتا ہے، تمام اغراض وخواہشات سے یکسو ہوکر سب نے ایک اللہ تعالیٰ کی رسّی کو تھام رکھا ہے، اور اُن سب کا مَرنا جینا اُسی خدائے واحد کے لیے ہے۔ (تفسیرِ عثمانی: ۲/ ۶۶۹)

(۲) ﴿وَأَطِيعُواْ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُواْ فَتَفۡشَلُواْ وَتَذۡهَبَ رِيحُكُمۡ وَاصۡبِرُوٓاْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِينَ﴾ [الأنفال: ۴۶]

(۳) عَنۡ عَرۡفَجَةَ قَالَ: سَمِعۡتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوۡلُ: يَدُ اللّٰه عَلَى الۡجَمَاعَةِ وَالشَّيۡطَانُ مَعَ مَنۡ خَالَفَ الۡجَمَاعَةَ يَرۡكُضُ. المعجم الكبير للطبراني، رقم: ۱۷/ ۱۴۵

۵ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مسلمانوں کی صف کو اہلِ باطل کبھی نہیں توڑ سکتے جب تک خود کام کرنے والے مسلمان اُن کا ساتھ نہ دیں۔

٦ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: اگر تمہاری نمازیں ذکر وتلاوت عرش تک (کیوں نہ) پہنچ جائیں اُس وقت تک اللہ تعالیٰ کی نصرت نہ آوے گی جب تک آپس کی اجتماعیت نہ ہو۔

۷ جب تک مسلمان کی نظر میں دوسرے مسلمان کا درجہ بیتُ اللہ تعالیٰ سے اونچا نہ ہو جائے اُس وقت تک اجتماعیت باقی نہیں رہتی۔ (۱)

۸ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب تک مسلمان کے فعل کی تاویل نہیں کروگے اُس وقت تک مسلمانوں میں آپس کی اجتماعیت نہیں آسکتی۔

۹ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے اِس کام میں لگنے والوں کی زندگی اجتماعی ہے، انفرادی نہیں، انفرادی کام بھی ایسے کریں جو (دوسروں میں) دین لانے کا ذریعہ بنے۔

---

(۱) عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ فرما رہے تھے: ”تو کتنا عمدہ ہے، تیری خوشبو کتنی اچھی ہے، تو کتنا بڑے رتبہ والا ہے اور تیری حرمت کتنی عظیم ہے، لیکن قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، مومن کی حرمت (یعنی مومن کے جان و مال کی حرمت) اللہ تعالیٰ کے نزدیک تجھ سے بھی زیادہ ہے۔ سنن ابن ماجہ، رقم: ۳۹۳۲

۱۰ بازار کے لوگوں کو بھیڑ کہتے ہیں اور مسجد کے لوگوں کو جماعت کہتے ہیں، کیونکہ مسجد میں اطاعت ہے۔

۱۱ (کام کے اعتبار سے) حلقوں کی تقسیم سہولت (آسانی) کے لیے ہے تفریق (مسلمانوں کو بانٹنے اور تقسیم کرنے) کے لیے نہیں۔ (۱)

۱۲ حق کو قبول کرلو، چاہے وہ غیر کی طرف سے آئے' یہ اجتماعیت کا سبب ہے، ناحق کو رد کرو، چاہے وہ اپنوں کی طرف سے آئے۔ (۲)

۱۳ اطاعت اجتماعیت کے لیے ہے، امارت کوئی سلطنت نہیں (کہ سب اُس کے سامنے دبیں)۔

۱۴ کبھی صلاحیت آدمی کو اجتماعیت سے دور کر دیتی ہے کہ آپ تو مستقل ہیں' الگ ہو جاؤ۔

۱۵ کام کرنے والوں کی ساری قوت اجتماعیت میں ہوتی ہے، جس طرح موج کی ساری قوّت سمندر میں ہوتی ہے' وہ سمندر میں موج اور باہر چھینٹ بنتی ہے۔

---

(۱) أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ مُطَوَّلًا مِنْ طَرِيْقِ كَثِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ إِلٰى أَنْ قَالَ: وَخَطَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْخَنْدَقَ لِكُلِّ عَشَرَةِ أُنَاسٍ عَشَرَةُ أَذْرُعٍ، مرويات غزوة الخندق، ص: ۱۸۵

(۲) كَتَبَ يَزِيْدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ: إِنِّي قَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكَ سِلْسِلَةَ فِضَّةٍ وَقَيْدًا مِنْ ذَهَبٍ، وَجَامِعَةً مِنْ فِضَّةٍ وَحَلَفْتُ لَتَأْتِيَنِّي فِي ذٰلِكَ فَأَلْقَى الْكِتَابَ وَقَالَ: لَا أَلِيْنُ لِغَيْرِ الْحَقِّ أَسْأَلُهُ ... حَتّٰى يَلِيْنَ لِضَرْسِ الْمَاضِغِ الْحَجَرُ، تاريخ دمشق لابن عساكر: ۲۸/۲۰۹

(۱۶) صحابہؓ میں اتنی اجتماعیت تھی کہ اگر کسی صحابیؓ نے کسی کو امان دے دی تو وہ شخص تمام صحابہؓ میں مامون ہو جاتا تھا۔ (۱)

(۱۷) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے: جو ناگواریاں اور تکالیف تمہیں اجتماعیت میں نظر آرہی ہیں وہ اُن تمام خیروں سے بہتر ہے جو تمہیں افتراق میں نظر آرہی ہیں۔ (۲)

(۱۸) کام کرنے والوں کی اجتماعیت یہ نہیں ہے کہ ساتھ کھانا کھاتے ہیں، اجتماعیت یہ ہے کہ جو حکم دیا جائے اُس پر اُس وقت تک جمع رہیں جب تک دوسرا حکم نہ دیا جائے۔

(۱۹) حضرت عمرؓ نے تو حائضہ عورتوں اور بچوں کو بھی عیدگاہ میں عید کی نماز کے لئے حاضر ہونے کا حکم دیا، حالانکہ اُن کو نماز نہیں پڑھنی ہے، نماز نہ بچوں

---

(۱) فَقَالَ لَهُ عَمَّارٌ: إِنَّهُ لا سَبِيلَ لَکَ عَلَى الرَّجُلِ قَدْ أَسْلَمَ، قَالَ: وَمَا أَنْتَ وَذَاکَ أَتُجِيرُ عَلَيَّ وَأَنَا الأَمِيرُ؟ قَالَ: نَعَمْ أُجِيرُ عَلَيْکَ وَأَنْتَ الأَمِيرُ، إِنَّ الرَّجُلَ قَدْ آمَنَ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ يَذْهَبُ كَمَا ذَهَبَ أَصْحَابُهُ، فَأَمَرْتُهُ بِالْمُقَامِ لِإِسْلامِهِ، فَتَنَازَعَا فِي ذَلِکَ حَتَّى تَشَاتَمَا، فَلَمَّا قَدِمَا الْمَدِينَةَ اجْتَمَعَا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرَ عَمَّارٌ الرَّجُلَ وَمَا صَنَعَ، فَأَجَازَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَمَانَ عَمَّارٍ، وَنَهَى يَوْمَئِذٍ أَنْ يُجِيرَ أَحَدٌ عَلَى أَمِيرٍ، تاريخ دمشق لابن عساكر ۲۳۶/۱۶

(۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالطَّاعَةِ وَالْجَمَاعَةِ فَإِنَّهَا حَبْلُ اللّٰهِ الَّذِي أُمِرَ بِهِ، وَإِنَّ مَا تَكْرَهُونَ فِي الْجَمَاعَةِ خَيْرٌ مِمَّا تُحِبُّونَ فِي الْفُرْقَةِ، المعجم الكبير للطبراني، رقم: ۸۹۷۱

پر ہے، نہ حائضہ عورتوں پر ہے، فرمایا کہ نہیں مسلمانوں کی اجتماعیت دکھلانے کے لئے عورتیں، بچے بھی عید کی نماز کے لئے حاضر ہوں، اُس زمانے کی بات ہے تا کہ بتایا جائے کہ مسلمان کتنے ہیں۔(۱)

۲۰ اِس کام میں اجتماعیت اصل ہے؛ اِس لئے اِس کام میں سونا اور کھانا بھی اجتماعی عمل ہے، صحابۂ کرامؓ سفر میں آرام کیلئے بکھر جاتے تھے آپ ﷺ نے اِس سے منع فرمایا اور حکم دیا کہ آرام بھی اجتماعی طور پر کرو۔ (۲)

---

(۱) فَمَدَّ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدَهُ مِنْ خَارِجِ الْبَابِ، وَمَدَدْنَ أَيْدِيَهُنَّ مِنْ دَاخِلٍ، ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ اشْهَدْ. وَأَمَرَنَا أَنْ نُخْرِجَ فِي الْعِيدَيْنِ الْحُيَّضَ والعُتَّق. تاريخ دمشق لابن عساكر: ۸/۲۶۲

(۲) فَلَمْ يَنْزِلُوا بَعْدَ ذَلِكَ مَنْزِلًا إِلَّا انْضَمَّ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، حَتَّى يُقَالَ: لَوْ بُسِطَ عَلَيْهِمْ ثَوْبٌ لَعَمَّهُمْ. سنن أبي داود، رقم: ۲۶۲۸، رسول اللہ ﷺ جب کسی جگہ اترتے تو لوگ گھاٹیوں اور وادیوں میں بکھر جاتے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تمہارا ان گھاٹیوں اور وادیوں میں بکھر جانا شیطان کی جانب سے ہے"، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کسی جگہ نہیں اترے مگر بعض بعض سے اس طرح سمٹ جاتا کہ یہ کہا جاتا کہ اگر ان پر کوئی کپڑا پھیلا دیا جاتا تو سب کو ڈھانپ لیتا۔

حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی، استاذ دارالعلوم دیوبند، متوفی ۱۴۴۲ھ م ۲۰۲۱ء
اسلام میں امامت و امارت کا تصوّر، ص: ۱۲ تا ۱۶ میں فرماتے ہیں:
اسلام میں اجتماعیت و تنظیم لازمی طور پر مطلوب ہے، حتیٰ کہ عبادت میں بھی اُس نے نظم قائم کیا، اور اجتماعیت کی شان پیدا کی ہے، نماز فرض کی تو جماعت کے ساتھ ایک امام کی اقتداء میں اُس کے ارکان و افعال ادا کرنے کا حکم دیا، زکوۃ فرض کی تو اُس کے جمع وصرف میں بیت المال کے ذریعہ نظم پیدا کیا، اور حج تو اجتماعیت کا ایک عظیم مظہر ہے کہ ایک وقت، ایک مکان، ایک ہیئت میں اِس اہم ترین عبادت کی ادائیگی لازم کردی گئی، —

ہے،اور حیاتِ اجتماعی کا پورے اہتمام سے حکم دیتا ہے، اسلام کا مطمحِ نظر یہ ہے کہ اِس کے ماننے والے جہاں کہیں بھی رہیں باہم متحد و منظم رہیں، ذیل کی آیات قرآنیہ سے اسلام کا یہ تصوّر پوری طرح واضح ہے۔ ﴿وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا﴾ اور مضبوط پکڑو اللہ کی رسی کو سب ملکر اور پھوٹ نہ ڈالو۔ حبل اللہ سے مراد قرآن کریم ہے، جیسا کہ حضرت ابوسعیدؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نقل کرتے ہیں كِتَابُ اللّٰهِ وَهُوَ حَبۡلُ اللّٰهِ الۡمَمۡدُوۡدُ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الۡأَرۡضِ یعنی قرآن اللہ تعالیٰ کی رسّی ہے، جو آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ہے، حضرت علیؓ اور حضرت زید بن ارقمؓ سے بھی یہی منقول ہے۔ یعنی مسلمانوں پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نظامِ حیات پر عمل کر عامل ہو جائیں، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان سب متّحد و منظّم ہو جائیں گے، جیسے کوئی جماعت ایک رسّی پکڑے ہوئے ہو تو پوری جماعت جسمِ واحد بن جاتی ہے اور اِس اجتماعیت سے اُس میں حیاتِ تازہ پیدا ہو جاتی ہے اور افتراق و انتشار کی صورت میں اجتماعی زندگی تباہ ہو جاتی ہے، جس کے بعد انفرادی زندگی کی بھی خیر نہیں رہتی، محقق عماد الدین آیتِ بالا کے تحت لکھتے ہیں: أَمَرَهُمۡ بِالۡجَمَاعَةِ نَهَاهُمۡ عَنِ التَّفۡرِقَةِ وَقَدۡ وَرَدَتِ الۡأَحَادِيۡثُ الۡمُتَعَدِّدَةُ بِالنَّهۡيِ عَنِ التَّفَرُّقِ وَالۡأَمۡرِ بِالۡإِجۡمَاعِ وَالۡإِئۡتِلَافِ اجتماعی زندگی کے لیے جس طرح یہ ضروری ہے کہ ملّت کی تنظیم کے لیے کوئی مستحکم رشتہ وحدت ہو، اِسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ اِس رشتۂ وحدت کو باقی رکھنے کی بھی سبیل پیدا کی جائے، چنانچہ رشتۂ وحدت اعتصام بحبل اللہ کی وضاحت کے بعد اگلی آیت یعنی ﴿وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَيَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ﴾ کے ذریعہ دعوت الی الخیر کا نظام قائم کرکے اِس اجتماعیت کے بقاء و استحکام کی صورت پیدا کی گئی ہے' تاکہ حبل اللہ اُمّت کے ہاتھوں سے چھوٹنے نہ پائے، اور اُن کی اجتماعیت برقرار اور مستحکم رہے۔ سورہ انفال کی درج ذیل آیت میں انتشار و اختلاف کے مضر نتائج کی نشاندہی اِن الفاظ میں کی گئی ہے۔

←

....

﴿وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾ اور آپس میں نہ جھگڑو ورنہ کم ہمت ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی، یعنی باہمی نزاع واختلاف کا ایک نتیجہ یہ ہوگا کہ تم ذاتی طور پر کمزور اور بُزدل ہوجاؤ گے، اور اِس کا دوسرا انجام یہ ہوگا کہ تمہاری ہوا خیزی ہوگی، مخالفوں کے دل و دماغ سے تمہارا وقار ودبدبہ نکل جائے گا، اِس وضاحت سے معلوم ہوا کہ کامیابی وکامرانی کی راہ میں باہمی انتشار واختلاف ایک وسیع خلیج ہے، جسے باہمی اجتماع وائتلاف سے ہموار کیے بغیر منزلِ مقصود تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنے پاک ارشادات کے ذریعہ اُمّت کو اجتماعیت کی دعوت دی ہے اور باہمی اختلاف ونزاع سے شدّت کے ساتھ روکا ہے، ایک موقع پر آپسی جھگڑے اور اختلاف کی ہلاکت آفرینی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: یہ حالقہ یعنی مونڈنے والا ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ سر کو مونڈنے والا ہے بلکہ یہ تو دین کو مونڈ دیتا ہے اور اجتماعیت اور باہمی ائتلاف کی اہمیت کے بارے میں فرمایا: اَلْمُسْلِمُ أَخُوْ الْمُسْلِمِ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، اِس موقع پر بہ نظرِ اختصار صرف دو حدیثیں نقل کی جارہی ہیں۔ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِنَّ اللّٰهَ يَرْضَى لَكُمْ ثَلَاثًا أَنْ تَعْبُدُوْهُ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، وَأَنْ تَعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا وَأَنْ تُنَاصِحُوْا مَنْ وَلَّاهُ اللّٰهُ أَمْرَكُمْ. اللہ تعالیٰ تم سے تین باتوں کو پسند کرتا ہے: (۱) اُسی کی عبادت کرو اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ (۲) سب مل کر اللہ تعالی کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑو، اور متفرق نہ ہوجاؤ۔ (۳) خُدا نے جس کو تمہارا والی بنایا ہو اُس کی خیرخواہی کرو، اِس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک مسلمانوں کی اجتماعیت محبوب وپسندیدہ ہے اور ظاہر ہے کہ اجتماعیت کا قیام بغیر امیر کے نہیں ہوسکتا، اِس لیے اخیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جسے تم پر امیر بنایا ہو اُس کے ساتھ خیرخواہی کا معاملہ کرو، کیونکہ امیر ومامور میں جب تک ایک دوسرے کے ساتھ خیرخواہی کا جذبہ نہیں ہوگا اجتماع وائتلاف کا رشتہ مستحکم نہیں ہوگا۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ

←

۲۱ سب سے بنیادی چیز کام کرنے والوں کا اپنی اجتماعیت کو باقی رکھنا ہے، کیونکہ اس کے نہ ہونے سے غیبی نصرت بند ہوتی ہے۔

۲۲ مشورہ سے کٹ جانا اجتماعیت سے کٹ جانا ہے۔

۲۳ جذبات کو قربان کرنا آپس کی اجتماعیت کا سبب ہے۔

۲۴ اجتماعیت کو سب سے زیادہ توڑنے والی چیز حسد ہے۔

۲۵ اجتماعیت اطاعت کے بغیر ممکن نہیں۔

۲۶ اللہ تعالیٰ کی نصرت جماعت کے ساتھ ہے۔

۲۷ صحابہؓ کی اجتماعیت کے مناظر منافقین کو برداشت نہیں ہوتے تھے، اس لیے وہ اجتماعیت کو توڑنے کی کوشش کرتے تھے۔

۲۸ اطاعت کے بغیر دورِ نبوت وخلافت میں اگر اجتماعیت قائم نہیں ہوسکتی تو اب کیسے ہوگی۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إِنَّ الشَّيْطَانَ ذِئْبُ الْإِنْسَانِ كَذِئْبِ الْغَنَمِ يَأْخُذُ الشَّاةَ الْقَاصِيَةَ وَالنَّاحِيَةَ وَإِيَّاكُمْ وَالشِّعَابَ وَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شیطان انسان کا بھیڑیا ہے بکری کے بھیڑیئے کی طرح؛ جو ریوڑ سے الگ تھلگ رہنے والی و نامانوس' نیز چراہ گاہ میں دور تک نکل جانے والی بکری کو پکڑ لیتا ہے، اپنے کو انفرادیت سے بچاؤ، اجتماعیت اور سب مسلمانوں کے ساتھ مل کر رہنے کو لازم سمجھو۔ (واضح رہے کہ یہ حاصلِ ترجمہ ہے لفظی نہیں ہے) اِس ارشادِ گرامی میں اجتماعیت کے التزام کی تاکید فرمائی گئی ہے، اور ساتھ ہی ایک بلیغ اور سہل ترین تشبیہ کے ذریعہ اِس بات کو سمجھایا ہے کہ تشتّت و افتراق کی زندگی ہلاکت وتباہی کا ذریعہ ہے، جس سے بچنا اُمّت کے لیے ضروری ہے۔
(اسلام میں امامت و امارت کا تصوّر، ص: ۱۲ تا ۱۶)

مرکزیت

۴۱ — ۱۲

① مرکز (نظام الدین) کی طرف آنا کسی کی ذات کی طرف آنا نہیں؛ بلکہ اجتماعیت کی طرف آنا ہے۔

② مرکزی مقام میں رہنے سے عالمی فکریں پیدا ہوتی ہیں۔

---

(۱) مرکز حضرت نظام الدین بنگلے والی مسجد میں حضرت مولانا اسماعیل صاحبؒ اور اُن کی اولاد

	اسمائے گرامی	مدتِ قیام	کام کی نوعیت
۱	حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ والدِ بزرگوار حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ (وفات شوال ۱۳۱۵ھ)	۴۳ر سال	ذکر وعبادت، آئے گئے مسافروں کی خدمت اور قرآن مجید اور دین کی تعلیم شب وروز کا مشغلہ
۲	حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ بڑے بھائی حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ وفات ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ	۲۰ر سال	تدریس، میوات کے سینکڑوں طلبہ پر محنت کرکے اُنہیں جید الاستعداد، بافیض اور باخدا عالم بنایا۔

←

		مدتِ امارت	
۳	حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ ولادت ۱۳۰۳ھ وفات ۱۳۶۳ھ	۲۲ر سال	تدریس، مکاتب کا قیام، دعوت وتبلیغ کا آغاز کیا، جو آج ایک عالمگیر تحریک کی بن چکی ہے۔
۴	حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ ولادت ۱۳۳۵ھ وفات ۱۳۸۴ھ	۲۱ر سال	ملک بھر میں بیسیوں اجتماعات کا انعقاد، پیدل جماعتوں کی ابتداء، حیاۃ الصحابہ کی تالیف، حجازِ مقدس اور عازمینِ حج میں کام کا آغاز
۵	حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ ولادت ۱۳۳۷ھ وفات ۱۴۱۶ھ	۳۰ر سال	کام کے استقبال میں اضافہ ہوا، فتوحات کا دروازہ کھلا، تبلیغ گولر سے کولر پر آ گئی تھی، ایسے میں مولانا کو دو محاذوں پر کام کرنا پڑا، کام کی شرور وفتن سے حفاظت کی، کام کو آگے بڑھایا اور تمام لوگوں کو جوڑتے ہوئے اور اُنہیں اپنے ساتھ ملاتے ہوئے کام کرتے رہے، جس کی بدولت یہ کام دنیا کے ہر خطہ میں پہنچا

۳ ہمارا تعلق اس جگہ سے اتنا گہرا ہو کہ کوئی ہمیں یہاں سے بدظن نہ کر سکے۔ (۱)

٦	حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم	اِس وقت آپ امیر ہیں	''منتخب احادیث'' کو مرتّب (Edit) کیا، بزبانِ اُردو اُس کا ترجمہ کروایا۔ مساجد کو حلقاتِ ایمان، تعلیم و تعلّم وغیرہ اُمور سے آباد کرادیا۔ قرآن کریم کے تراجم صحیحہ اور تفاسیرِ معتبرہ کے مطالعہ کی دعوت دی، اُمّت کو علماء کے حلقاتِ درس میں شرکت کی دعوت دی۔ وقت لگائے ہوئے ساتھیوں اور مسجد کے ذمہ داروں کو مکلّف کیا کہ ہر مسجد میں قرآنی مکتب قائم کریں۔ بیرون ملک اجتماعات اور جُوڑوں میں شرکت کرنے کے لئے پورے ملک کے ذمہ داروں کو موقع دیا۔ مستورات کے کام کو آگا بڑھایا۔

(۱) مولانا سعید احمد خان صاحب مکیؒ فرماتے ہیں: کام کرنے والوں کا اپنے مرکز سے جُڑا رہنا ہے، اصل مرکز ایک ہی ہوتا ہے، پھر اُس کے نیچے اُس کی شاخیں ہوتی ہیں، جیسا کہ خلفاء راشدینؓ کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں مرکز تھا، جو امیر اور خلیفہ کا مستقر تھا، اِسی طرح ہمارا مرکز نظام الدین ہے، جس سے ہر پُرانے اور نئے کا جوڑ ضروری ہے، اوّل وہاں جانے اور آنے کے اعتبار سے ثانیاً خط و کتابت کے اعتبار سے اپنے ہر مسئلہ کو وہاں سے پوچھ کر چلا جائے۔ (مکاتیب: ۳۷۰/۴)

۴ عالَم کا (دنیا بھر میں کام کرنے والے ساتھیوں) کا تعلق یہاں مرکز نظام الدین سے برکت کیلئے نہیں بلکہ دعوت کو سمجھنے اور اُس میں بصیرت (پیدا کرنے) کے لئے ہے۔

۵ جیسا بھوکا بچّہ ماں کی طرف لپکتا ہے تم اپنے مرکز کی طرف لپکو، یہاں آنے کے بہانے تلاش کرو۔

۶ اگر دو دو ماہ، یہاں (مرکز نظام الدین) نہیں آؤ گے تو اپنی اپنی کھو گے۔

۷ جتنا ہم سیرت سے بولیں گے یہاں (مرکز نظام الدین) کا اعتماد (لوگوں کا بھروسہ) بڑھے گا۔

۸ جو مذاکرے یہاں (مرکز نظام الدین میں) کئے جاتے ہیں، اُن کو امانت سمجھ کر مسجد مسجد عملی طور پر لے کر جائیں، صرف مذاکروں کے ہونے سے کوئی عملی شکل وجود میں نہیں آتی جب تک کہ اُسے بار بار سُنانہ جائے اور جو دستور سُنایا گیا ہے (اور سنایا جائے گا) وہ ہر ساتھی کی اپنی آواز اور اُس کے دل کی دھڑکن ہونی چاہیے۔

۹ یہاں سے تقاضے پر جانے والی جماعت کام کے ہر ہر جزء سے واقف ہو اور عالم میں جہاں بھی جائے یہاں کی پوری بات کہے۔

۱۰ جب تک اپنے عملہ کے درمیان بات رکھ کر انہیں مطمئن نہ کرو کوئی امر (بات) یہاں مت لاؤ، یہاں کوئی گورنمنٹ (حکومت) نہیں (کہ وہ فیصلہ کرے)۔

(۱۱) ۱۹۴۷ء میں جبکہ حالات کشیدہ تھے، لوگوں نے حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ سے کہا: آپ مرکز نظام الدین چھوڑ دیجئے، تو مولاناؒ نے فرمایا: میں مرکز نہیں چھوڑ سکتا، چاہے شہید ہو جاؤں، لوگوں نے کہا: جان بچانا فرض ہے، مولاناؒ نے فرمایا: دین بچانے کے لیے جان دینا فرض ہے۔(۱)

---

(۱) مرکز چونکہ اِس وقت (۱۹۴۷ء) قدم جمانے والے اہل محبت کا مرکز اور پناہ گزینوں کا مرجع بنا ہوا تھا، اِس لئے فسادیوں کی نظروں میں خار کی طرح کھٹکتا تھا، کئی بار اُنھوں نے حملہ کی تیاری کی مگر خدا تعالی نے حفاظت کی اور اپنی خاص نصرت سے اِس کو محفوظ رکھا۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ فرماتے ہیں: مسجد کے اوپر فسادیوں کی طرف سے ہر دوسرے تیسرے دن شدید فساد کی اطلاع آتی رہتی تھی اور وہ بے محل بھی نہیں تھیں، معلوم ہوا کہ یہ غلط بھی نہیں تھیں۔ کئی مرتبہ بہت کوششیں مسجد پر حملہ کی ہوئیں مگر ہر مرتبہ اللہ تعالٰی کی طرف سے ایسی غیبی مدد کھلی ہوئی ہوتی تھی کہ اُس کو اللہ تعالی کے انعام کے سوا کچھ نہیں کہا جاسکتا، ایک مرتبہ معلوم ہوا کہ ''بھوگل'' سے پرلی طرف کئی ہزار کا مجمع لاٹھیوں اور بندوقوں سمیت جمع ہے اور آج رات کو مسجد پر حملہ ہونا طے ہے، مغرب کے بعد سے ایسی زور کی بارش، بجلی کی کڑک اور اولے پڑے کہ راستے پانی سے بھر گئے اور اُن کو پیش قدمی کی ہمت نہ پڑی، ایک مرتبہ ایسے ہی مجمع کی پھر خبر سنی گئی، مگر حملہ نہ ہوا، دوسرے دن یہ سننے میں آیا کہ اُن کے روکنے کے لئے اتنا بڑا مجمع اُن کے سامنے کھڑا ہو گیا کہ وہ آگے نہیں بڑھ سکے جس کے متعلق اُن میں یہ مشہور ہوا کہ یہاں کے زندہ ہی نہیں، یہاں کے تو مردے بھی لڑتے ہیں۔
ایک دفعہ مسجد کے چاروں طرف برابر برابر مشین گنیں لگ رہی تھیں، ایک واقف نے بتایا کہ یہ مشین گنیں مسجد کو اُڑانے کے واسطے لگی ہوئی ہیں جس کا مبنیٰ بعد میں یہ معلوم ہوا

←

کہ فوج میں کوئی گولہ گرا تھا جس کے متعلق کسی نے یہ بیان کر دیا کہ وہ مسجد سے آیا تھا۔ لیکن اللہ تعالی کے محض انعام سے افسر اعلیٰ نے حکم دینے کے لئے تھوڑی سی تاخیر کا حکم دیا۔ اِس دوران میں اُس کو متعدد روایات اِس کی پہنچیں کہ وہ گولہ مسجد کی طرف سے نہیں آیا تھا بلکہ مشرق کی جانب سے آیا تھا جس پر اُس نے اُن کے ہٹا دینے کا حکم دیا۔

مرکز چھوڑ دینے کا مشورہ اور مولانا کا انکار:

مسلسل حملہ آوروں کے ہجوم اور صبح وشام فسادات کے تلاطم خیز سمندر میں مرکز کا ہچکولے کھاتے ہوئے جہاز کی مانند بن جانے کی وجہ سے اہل الرائے حضرات کا اصرار تھا کہ کم سے کم، مرکز چھوڑ دینا چاہیے اور کسی محفوظ جگہ منتقل ہو جانا چاہئے، مگر اُس وقت بھی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی اور درحقیقت مولانا کی ہمت اور مرکز میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی موجودگی سے اس میں ہمت و تازگی آ گئی اور جان پڑ گئی۔ خود حضرت شیخؒ سے اس کی داستان سنئے: ایک مرحلہ اُس زمانے میں یہ بھی درپیش تھا کہ اِن خطراتِ بالا کی بناء پر دہلی کے احباب اور مخلصین کا یہ اصرار تھا کہ اگر پاکستان نہیں جاتے ہو تو امن ہونے تک دہلی منتقل ہو جاتے، اِس کے لئے سب تقریبا تیار بھی ہو گئے تھے اور اتنا شدید اصرار ہوا کہ ہر مخلص اِس پر مصر تھا۔ حتی کہ مولانا حفظ الرحمن صاحب مرحوم بھی اسی رائے کے تھے اور وہ کئی مرتبہ سرکاری ٹرک لے کر نظام الدین آئے کہ وہ سب متعلقین کو لے کر دہلی منتقل کر دیں، اِس سلسلے میں سب سے زیادہ اصرار حضرت حافظ فخر الدین صاحبؒ کا تھا جو اصرار سے بڑھ کر حکم بلکہ ناگواری کی حد تک پہونچ گیا تھا، جس کی وجہ سے مولانا یوسف صاحبؒ بھی نیم راضی ہو گئے تھے لیکن اِس میں علاوہ اِس کے کہ مولانا مرحوم کی طبیعت اِس کو نہیں چاہتی تھی۔ یہ بھی مانع تھا کہ عزیز مولوی ہارون کی والدہ مرحومہ کی بیماری ایسی حد تک پہنچ گئی تھی کہ اُس کے لئے حرکت بہت مشکل تھی اور اِس کا بھی خطرہ تھا کہ ٹرک تک پہنچنے تک روح پرواز نہ کر جائے۔ اِس لئے اِس انتظار ہیں کہ وہ مرحومہ شام تک نہیں تو صبح تک چل دیں گی

(۱۲) مفتی زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مرکز نظام الدین حاضر ہوا، جب لوٹنے لگا تو حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جاؤ گے کہ رُکو گے؟، میں نے عرض کیا: حضرت! جیسا آپ فرمادیں؛ تو حضرت نے جانے کی اجازت دے دی، میں مرکز سے نکل کر چل رہا تھا کہ ایک آدمی کو بھیج کر مجھے بلوایا، جب میں واپس آیا تو حضرت نے پھر پوچھا: مفتی صاحب! جاؤ گے کہ رُکو گے؟ میں نے کہا کہ جیسا آپ فرمادیں، تو پھر حضرت نے جانے کی اجازت دے دی، میں نکل کر بس اڈہ پہنچا، تو پھر ایک آدمی کو بھیج کر مجھے بلوایا، جب میں واپس آیا تو حضرت نے پھر پوچھا: مفتی صاحب جاؤ گے کہ رُکو گے؟ میں نے کہا کہ جیسا آپ فرمادیں، تو پھر حضرت نے جانے کی اجازت دے دی، میں نکلا اور ٹانگے میں قدم ہی رکھا تھا کہ پھر بلوایا، اب میرے قدم بوجھل ہوگئے تھے، جب میں واپس آیا تو حضرت نے پھر پوچھا: مفتی صاحب جاؤ گے کہ رُکو گے؟ ایسے تین مرتبہ ہوا، تب مجھ پر اِس کام کی اہمیت کھلی۔

....

روز وفردا ہوتا رہا۔ مولانا حفظ الرحمن صاحبؒ کو اصرار تو زیادہ نہیں تھا مگر پسند کرتے تھے اور اِس لئے وہ مخلصانہ مشورہ کے ساتھ سرکاری ٹرک لے کر کئی دفعہ تشریف لائے۔ ایک دفعہ انھوں نے فرمایا ٹرک بار بار واپس ہونا تو بہت مشکل ہے، اب جب تم جانا طے کر کے اطلاع کرو گے جب ٹرک آئے گا۔ مولانا مرحوم اُس زمانے میں باوجود شدید مشکلات کے ہر دوسرے تیسرے دن خبر گیری کے واسطے ضرور آتے تھے۔ (سوانح مولانا محمد یوسف صاحبؒ، ص: ۲۹۳)

۴۲ اختلافات ۲۹

① باطل کی اجتماعیت دین کو اتنا نقصان نہیں پہنچائے گی جتنا دین کا نقصان اہلِ حق کی تفریق میں ہے۔(۱)

---

(۱) مسلمانوں کی اختلاف کے گیارہ مذموم اسباب:
(۱) نفس پرستی: بہت سے لوگ اپنی نفسانی اغراض کی وجہ سے اُمّت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے نہیں دیتے۔
(۲) ضد: بعض مسائل کا التزام صرف دوسروں کی ضد میں کیا جاتا ہے
(۳) حسد: بے وقوف دوسروں کی عزّت وشُہرت کو دیکھ کر جلتے ہیں پھر اُن سے اصولی اختلاف شروع کرتے ہیں۔
(۴) تشخص: ہم اپنے لباس، ٹوپی، عمامے، جھنڈے کے رنگ اور ڈیزائن کے اعتبار سے دوسروں سے جدا اور ممتاز نظر آئیں، اِس لئے اختلاف کرتے ہیں۔
(۵) رُسوم پر اصرار: ایک رسم کو اِس قدر اہمیت دیتے ہیں کہ اِس کو کفر وایمان کے درمیان حدِ فاصل ٹھہرا لیتے ہیں۔
(۶) خوش خیالی اور خوش فہمی: سب ہم ہی کر رہے ہیں، باقی سارے لوگ کھانے پینے میں مصروف ہیں۔
(۷) شخصیت پرستی: حد سے بڑھی ہوئی شخصیت پرستی، ایسے لوگ اپنے حضرت کے فرمودات کے مقابلہ میں آیات واحادیث کو بھی ٹھکرا دیتے ہیں ←

۲ خیر کا کام کرنے والوں میں اچھے جذبہ کے اصرار پر جو انتشار پیدا ہوتا ہے وہ بڑی خیر کے دروازوں کو بند کردیتا ہے۔

۳ مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے: اِس کام کو اگر صحیح نہیں کیا تو جو فتنے صدیوں میں آنے والے ہیں وہ ہفتوں میں آئیں گے۔

۴ طبیعتیں معمول کی عادی ہونے کے بعد کام میں اضافہ سے تشویش میں مبتلا ہوتی ہیں، جبکہ جو چیز صحابہؓ کی زندگی میں ہو اُس کو چلانا کام والوں کی ذمہ داری ہے۔

۵ کسی کو ضائع ہونے نہ دو، سمجھا بُجھا کر لاؤ، وہ قابلِ رحم ہے نہ کہ قابلِ غضب۔

۶ جزئیات میں اُلجھانا شیطان کا کام ہے۔

۷ جو حق پر ہوگا وہ بے ادب نہ ہوگا، جو حق پر نہیں ہوگا وہ بے ادب ہوگا، چاہے اُس کی آواز حق کی ہو۔

---

(۸) تنگ نظری: جس کی وجہ سے ایک گروہ دوسرے گروہ کے وجود تک کو برداشت کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتا۔

(۹) معاشی مجبوری: بعض لوگ اُمت کو اِس لئے متحد نہیں ہونے دیتے کیوں کہ اختلافی مسائل ہی اُن کا ذریعۂ معاش ہیں، وہ اپنی تقریروں کا منہ مانگا معاوضہ وصول کرتے ہیں۔

(۱۰) نسلی ولسانی تعصب (۱۱) ملکی سرحدیں: بعض وطن پرست اِس کو ایمان سے بھی زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ (مستفاد از: کتب مولانا اسلم شیخو پوریؒ)

(۸) ہماری نظریں ہمارے معمول تک محدود ہیں، اِس لیے اختلاف ہو رہا ہے کہ یہ نئی چیز کیوں لائی گئی ہے، اگر طریقۂ محنت کو باندھ دیا گیا تو اُمّت جمع نہ ہوگی، کام کا طریقۂ کار براہِ راست حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔

(۹) ہمیں اُمّت کو اختلاف سے نکالنے کیلئے بصیرت کے ساتھ سیرت کی طرف واپس جانا ہوگا۔

(۱۰) معترض کے پاس کام نہیں ہے اگر آپ اُس کے اعتراض کا جواب دینے میں لگ جائیں گے تو آپ کے پاس بھی کام نہیں۔

(۱۱) حضور کے پاس کفّار کی بھی شکایت نہیں تھی، یہاں عملہ کی شکایت ہے۔(۱)

(۱۲) دورِ رسالت اور دورِ خلافت میں فتنوں کا مقابلہ کام سے کیا گیا۔ (۲)

(۱۳) غیر کہتے تھے کہ ان میں اختلاف تو ہوتا ہے مگر ان کی محبتیں ان کے اختلاف پر غالب ہیں۔

---

(۱) اللّٰھُمَّ إِلَیکَ أَشْکُوْا ضُعْفِيْ وَھَوَانِيْ عَلَی النَّاسِ، الأحادیث المختارۃ: ۱۸۱/۹

(۲) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ ہم ایک جنگ میں تھے اور سفیان نے ایک مرتبہ بیان کیا کہ ہم ایک لشکر میں تھے تو مہاجرین میں سے ایک نے ایک انصاری کو مارا، انصاری نے پکار کر کہا کہ اے جماعت انصار! اور مہاجر نے پکار کر کہا کہ اے جماعت مہاجرین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا یہ جاہلیت کی پکار کیسی ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک مہاجر نے ایک انصاری کو مارا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جاہلیت کی اس پکار کو چھوڑ و یہ برا کلمہ ہے۔ عبداللہ بن ابی نے سنا تو اس نے کہا ایسا کرو انتقام لے لو اللہ کی قسم! اگر ہم مدینہ دوبارہ لوٹ کر جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو باہر نکال دے گا۔

۱۴ تعلقات کی وجہ سے مدد کرو گے تو حق کو نقصان پہنچے گا حق کی مدد کرو چاہے اِس پر چلنے والا غیر ہو، باطل کی مذمت کرو چاہے اِس پر چلنے والا اپنا بھائی ہو۔

۱۵ ہماری بات یاد رکھو زمانۂ جاہلیت کی عصبیت (طرف داری) اور اہلِ باطل کی عصبیت وہ حق کے لئے اتنی مُضِر (نقصان پہنچانے والی) نہیں ہے جتنی اہل حق کی عصبیت اہل حق کے لئے مضر ہے، کیوں کہ اہلِ باطل کی عصبیت باطل ہوتے ہوئے حق کا انکار کرے گی اور یہاں اہلِ حق کی عصبیت اہلِ حق کا حق پر ہوتے ہوئے انکار کرے گا، اور یہ بڑی محرومی کا سبب ہے کہ اہلِ حق اہلِ حق کی بات کا انکار کریں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر ملی تو حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کو چھوڑ دو کہیں لوگ یہ نہ کہنے لگیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیتے ہیں اور مہاجرین جس وقت مدینہ آئے تھے اس وقت انصار مہاجرین سے زیادہ تھے۔ پھر اس کے بعد مہاجرین زیادہ ہو گئے۔ بخاری، رقم: ۴۹۰۵

پھر آپ نے صحابہ کو چلنے کا حکم دیا، سارا دن چلایا، ساری رات چلایا، سارا دن چلایا، ساری رات چلایا، تیسرے دن کی صبح ہو گئی چلتے چلتے، اتنا لمبا چلنا کہیں ثابت نہیں۔ اِتنا تھکا دیا صحابہؓ کو، کہ روایت میں ہے کہ صحابہ کی ہمت نہیں تھی رکاب میں پیر رکھ کر اُتریں اونٹ سے۔ اونٹوں سے صحابہ آپ کو گرایا نیچے گرم ریت پر اور گرم ریت پر لیٹ کر سو گئے، جس ریت پر آدمی سو نہیں سکتا وہاں گرم ریت پر لیٹ کر سو گئے، اتنا تھکے ہوئے تھے صحابہ، اور آپ نے چلایا ان کو، کہ چلو، لوگ تو کہتے ہیں ناں کہ بھئی! چلنے سے کیا فائدہ۔ البدایۃ والنہایۃ: ۱۹۰/۴

۱۶ باطل کا سب سے بڑا حربہ یہ ہے کہ اِن کے بڑوں کا اعتماد ختم کردو، سب سے آسان راستہ کام کو ضائع کرنے کا یہ ہے کہ اِن کے عملہ کا اعتماد ختم کردو۔

۱۷ آدمی (اس کام میں) بے جا مطالبوں کی وجہ سے محروم ہوتا ہے۔ (۱)

۱۸ مسئلوں کا حل اِس کام (دین اور اُس کی محنت) کے علاوہ میں نہیں ہے، کام کے علاوہ میں حل وہ لوگ تلاش کرتے ہیں جن کو کام پر بصیرت نہیں۔ (۲)

۱۹ بعض مرتبہ ذات سے اختلاف کرنا آدمی کو حق کے انکار تک پہنچا دیتا ہے (۳)

---

(۱) حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے حرام بن ملحان جو ام سلیم کے بھائی یعنی انسؓ کے ماموں کو ستر سواروں کے ساتھ بنی عامر کے پاس بھیجا، وجہ یہ ہوئی کہ مشرکوں کے سردار عامر بن طفیل نے آنحضرت ﷺ کو تین باتوں میں سے ایک بات کا اختیار دیا تھا، اس نے کہا: یا تو یہ ہونا چاہیے کہ گنوار اور دیہاتیوں پر آپ حکومت کریں اور شہر والوں پر میں حکومت کروں یا میں آپ کا خلیفہ یعنی جانشین بنوں یا پھر میں دو ہزار غطفانی لشکر سے آپ پر چڑھائی کروں، رسول اکرم ﷺ نے اس کے لئے بد دعا فرمائی اور کہا: اے اللہ! تو مجھے عامر کے شر سے بچانا! چنانچہ اس دعا کے بعد عامر ایک عورت ''ام فلاں'' کے گھر طاعون میں مبتلا ہو گیا اور کہنے لگا کہ فلاں خاندان کے گھر کے یہاں اونٹ کے غدود کی طرح میرے بھی غدود نکل آیا، پھر اس نے کہا میرا گھوڑا لاؤ جب گھوڑا آیا تو وہ اس کی پیٹھ پر بیٹھتے ہی مر گیا۔ بخاری، رقم: ۴۰۹۱

(۲) مولانا الیاس صاحبؒ نے فرمایا: ''مسلمان کی بلائیں ٹلنے کا تبلیغ میں مر مٹنے کے سوا اور کوئی علاج نہیں'' (ارشادات و مکتوبات، ص: ۴۳)

(۳) قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ [اعراف: ۱۲] اللہ نے فرمایا: میرے حکم کے باوجود سجدہ کرنے میں تم کو کیا رکاوٹ پیش آئی؟ ابلیس نے جواب دیا: یہ بات کہ میں اس سے بہتر ہوں؛ کیوں کہ آپ نے مجھے آگ سے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے

۲۰ مسجد ضرار (جس کو منافقوں نے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کیلئے بنائی تھی) آپ ﷺ نے چند لوگوں کو بھیجا اور مسجد جلادی، پھر وہ جگہ ثابت بن اقرم کو دی، وہ کہتے ہیں کہ جب تک میں اُس گھر میں رہا بے اولاد رہا، یہ افتراق کی نحوست تھی، میں نے انڈوں پر مُرغی بٹھائی کبھی بچّے نہیں نکلے، کبوتر نے انڈے نہیں دیئے۔ (۱)

۲۱ آدمی حق پر ہو اور سب اُس سے خوش ہوں اِس کی مثال کسی بھی دور میں نہیں ملتی۔

۲۲ جو نظام الدین مرکز سے انفرادی طور پر کوئی بات پوچھے گا وہ کٹے گا، کوئی مسئلہ ہو تو اجتماعی طور پر پوچھو، جماعت جماعت سے پوچھے، فرد فرد سے نہ پوچھے۔

۲۳ آپس کے اختلاف کا سبب تنہائی کی معصیت ہے (۲)

۲۴ کسی بھی جمعیت کو بکھرنے کے لئے سب سے بڑا حربہ شیطان کے پاس مومن کے دل میں بدگمانی پیدا کرنا ہے۔

---

(۱) فَلَمْ يُوْلَدْ فِيْ ذٰلِكَ الْبَيْتِ مَوْلُوْدٌ قَطُّ. وَلَمْ يَنْعَقْ فِيْهِ حَمَامٌ قَطُّ وَلَمْ تَحْضَنْ فِيْهِ دَجَاجَةٌ قَطُّ. سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد، ۵/۴۷۲

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ارشاد فرمایا کرتے تھے: قسم ہے اُس ذاتِ عالی کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے والے دو مسلمانوں میں پھوٹ پڑنے کی وجہ اِس کے علاوہ کوئی نہیں ہوتی کہ اُن میں سے ایک سے گناہ سرزد ہو جائے۔ (مجمع الزوائد، ۸/۳۳۶)

(۲۵) اکثریت اور اقلیت کا تعلق تعداد سے نہیں جو حق پر نہیں وہ اقلیت میں ہے چاہے تعداد کتنی زیادہ ہو۔ (۱)

(۲۶) آج کا سچا منافق وہ ہے جو دار الکفر میں کسی مسلمان کے کسی کارِ خیر کی کافر سے شکایت کرے۔

(۲۷) مخلوق سے تعلقات کو درست کرنے کے لئے اور فتنوں سے بچنے کے لیے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کا تعلّق کو گہرا کرے۔ (۲)

---

(۱) ابن الکوا نے حضرت علیؓ سے سنت و بدعت اور جماعت وفرقہ بازی کے متعلق سوال کیا تو حضرت علیؓ نے جواب مرحمت فرمایا: اے ابن الکوا! تو نے اچھا سوال یاد کیا ہے، سو اس کا جواب بھی ذہن نشین کر لے۔ سنت! اللہ کی قسم سنت تو صرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ ہے۔ اور بدعت وہ ہے جو اس سنت سے کنارہ کشی کا طریقہ ہو۔ اور جماعت! اللہ کی قسم! اہل حق سے اجتماعیت قائم رکھنا ہے۔ خواہ ان کی تعداد تھوڑی کیوں نہ ہو؟ اور فرقہ انگیزی! اہل باطل سے اجتماعیت رکھنا ہے، خواہ ان کی تعداد کثیر ہو۔ کنز العمال، رقم: ۱۶۴۴

(۲) قَالَ: كَانَتِ الْعُلَمَاءُ إِذَا الْتَقَوْا تَوَاصَوْا بِهَذِهِ الْكَلِمَاتِ، وَإِذَا غَابُوا كَتَبَ بِهَا بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ أَنَّهُ: مَنْ أَصْلَحَ سَرِيرَتَهُ أَصْلَحَ اللّٰهُ عَلَانِيَتَهُ، وَمَنْ أَصْلَحَ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ كَفَاهُ اللّٰهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ، وَمَنِ اهْتَمَّ بِأَمْرِ آخِرَتِهِ كَفَاهُ اللّٰهُ أَمْرَ دُنْيَاهُ. کتاب الاخلاص والنية، ص: ۵۴

گذشتہ علماء کا معمول تھا، کہ اکثر آپس میں درج ذیل کلمات ایک دوسرے کو لکھ بھیجتے: ”جس نے اپنے درونِ خانہ، اور پسِ پردہ معالات کی اصلاح کر لی، اللہ تعالیٰ اُس کے عیاں امور کو بھی درست کر دے گا۔ اور جس نے اپنے اور اللہ کے درمیان معاملات کو ٹھیک کر لیا، اللہ اُس شخص کے بندوں سے متعلق امور کو درست کر دے گا۔ اور جو بھی آخرت کیلئے عمل پر کمر بستہ ہو جائے، اللہ اُس کے دنیوی امور میں اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔

۲۸ آج کل مزاج لوگوں کا یہ بن گیا ہے یہ دیکھا جائے کہ اکثریت کن کی ہے، اور اکثریت کو دیکھ کر فیصلہ کرنا یہ باطل کا مزاج ہے، حق کا مزاج یہ نہیں ہے۔ حق کا مزاج تو یہ ہے کہ اگر چھوٹی سی جماعت حق پر ہے تو وہ باطل کی بڑی جماعت پر غالب آ کر رہے گی۔(۱)

۲۹ کوئی صحابیؓ ایسے نہیں کہ جن کی موت پر عرش ہل گیا ہو سوائے حضرت سعد بن معاذؓ کے(۲) انہوں نے اپنی قوم کے خلاف اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے امر کے مطابق فیصلہ کیا اور ساری قوم کے جنگجو (لڑنے والے) کو قتل کرنے کا حکم دیا(۳)۔

---

(۱) فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيكُم بِنَهَرٍ فَمَن شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَن لَّم يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُوا اللّٰهِ كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصَّابِرِينَ
بہت سے چھوٹے گروہ اللہ کے حکم سے بڑے گروہوں پر غالب آ چکے ہیں اور اللہ تو صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔(البقرۃ:۲۴۹)

(۲) حضرت سعدؓ کی وفات تاریخ اسلام کا غیر معمولی واقعہ ہے، اُنہوں نے اسلام کی جو خدمات انجام دی تھیں جو مذہبی جوش اُن میں موجود تھا۔ اِس کی بدولت وہ انصار میں صدیق اکبر سمجھے جاتے تھے۔ اُن کے جنازہ میں فرشتے موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اُن کی موت سے عرش مجید حرکت میں آ گیا ہے۔
(سیر الصحابہ:۳/ ۳۷۳)

(۳) لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ اللّٰهِ وَحُكْمِ رَسُولِهِ. مسند أحمد، رقم:۲۵۰۹۷

اجتماعات (۴۳) (۱۰)

(۱) اجتماعات کو پُرانوں کے اُٹھانے کا ذریعہ بنائیں۔

(۲) (شرکت کرنے والا) مجمع اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نکل جائے یہ اجتماع کی جماعتیں ہیں۔

(۳) ہمارے اجتماعات اعمال پر ہونا چاہیے، (صرف بیان سننا نہیں ہے بلکہ عبادت بھی کرنی ہے) حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبانے والی ہندہ نے اجتماع (فتحِ مکہ) کے موقع پر صحابہؓ کے اعمال کو دیکھ کر اسلام میں داخل ہوئیں۔ (۱)

(۴) اجتماعات اِس لیے ہوتے ہیں کہ مسلمانوں کی اجتماعیت کو دیکھ کر غیر اسلام کی طرف آئیں۔

(۵) حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ جو مجمع دعوت کی نسبت پر جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نہیں نکلا اُس نے تمہاری بات نہیں کی۔

(۶) جس پر اہلِ خیر مجتمع ہو جاتے ہیں ایسی چیز اللہ تعالیٰ بھی چاہ لیتے ہیں۔

(۱) ہندہ نے (اپنے خاوند حضرت ابوسفیانؓ سے) کہا: میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بیعت ہونا چاہتی ہوں۔ اللہ کی قسم آج رات سے پہلے میں نے اس مسجد میں اللہ تعالیٰ کی اتنی عبادت ہوتے ہوئے نہیں دیکھی۔ اللہ کی قسم! مسلمانوں نے ساری رات نماز پڑھتے ہوئے قیام اور رکوع اور سجدے میں گزاری۔ الاصابہ: ۸/۳۴۷

۷ صحابہ رضی اللہ عنہم نے الصلاۃ جامعۃ کی آواز پر جمع ہوکر بیان سننے کے لیے ہی نہ تھا؛ بلکہ بکھرنے کے لیے تھا۔ (۱)

۸ تمام گناہوں، خاص طور سے تصویر کشی کے گناہ سے بچنا اور عملے کو بچانا ہے۔

۹ اجتماعات میں چھوٹے چھوٹے تعلیمی حلقوں کے بعد تشکیل کی جائے۔ (۲)

---

(۱) كَانَ النَّاسُ فِيْ عَهْدِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم قَبْلَ أَنْ يُؤْمَرَ بِالْأَذَانِ يُنَادِيْ مُنَادِي النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ. الطبقات الكبرى ۱/۲۴۶

(۲) میوات کے جلسے (اجتماعات): (۱) حضرت مولانا الیاس صاحب رفقاء جماعت کے ساتھ تشریف لے جاتے، راستہ بھر اپنی تحریک کی دعوت دیتے جاتے، گویا یہ ایک متحرک جلسہ ہوتا تھا۔
(۲) مولانا ان جلسوں کے ایام میں غریب میواتیوں ہی کے بیچ میں رہتے، سارا دن اور رات کا بڑا حصہ انہیں سے گفتگو میں گزرتا۔
(۳) رات کو اکثر مسجد ہی کے حجرے میں یا صحن کے سامنے آرام فرماتے۔
(۴) ان اجتماعات کے موقع پر ایسا دینی اور روحانی ماحول ہوتا اور فضا میں ایسی روحانیت اور نورانیت محسوس ہوتی کہ قلب پر اثر پڑتا اور قاسی القلب بھی رقت و تاثیر محسوس کرتا۔
(۵) سردیوں کے ایام میں جفاکش اور دین کے حریص میواتی صحن مسجد میں زیر آسمان یا درختوں کے نیچے اپنی سوتی چادر میں اور کمبل اوڑھے پڑے رہتے، جاڑوں کی بارش میں برستے پانی، رستے شامیانے ٹپکتے ہوئے درختوں کے نیچے گھنٹوں صبر وسکون کے ساتھ علماء کا وعظ سنتے رہتے اور اپنی جگہ سے حرکت نہ کرتے۔
(۶) ان جلسوں میں تقریریں اور مواعظ بالکل ضمنی تھے۔ اصل مقصود اور اصل کوشش نئی جماعت بنانے اور ان کو باہر نکالنے کی ہوا کرتی تھی اور یہی جلسہ کی کامیابی کا معیار تھا کہ کتنی جماعتیں اپنے علاقہ سے باہر جانے اور یوپی کے گشت کے لئے آمادہ ہوئیں، اور کتنے آدمیوں نے کتنا وقت دیا۔ مولانا اسی کا مطالبہ اور تقاضا کرتے رہتے۔
(۷) دہلی اور نظام الدین کے مبلغین اکثر جلسے سے کچھ پہلے جا کر زمین ہموار کرتے اور تبلیغی گشت کر کے جلسے اور علماء کے مواعظ سے فائدہ اُٹھانے کی استعداد اور طلب پیدا کرتے۔
(۸) اکثر جلسہ کے ختم ہو جانے کے بعد جلسہ میں نئے آمادہ ہونے والوں کی آمادگی اور تاثر –

....

سے فائدہ اُٹھانے اوراس کوٹھکانے لگانے کے لئے کچھ بعد تک قیام کرتے۔

(۹)مولانا کے قیام کے دوران میں میواتی بکثرت بیعت میں داخل ہوتے لیکن مولانا بیعت لیتے وقت ان کے سامنے اپنی تقریر فرماتے،اپنے کام کا ان سے عہد لیتے اوراسی کی ان کوتعلیم کرتے،یہ نئے بیعت کرنے والے گویا تبلیغی اوردینی فوج کے لئے رنگروٹ تھے۔

(۱۰)اہل قصبہ مہمانوں کی(جواکثر بڑی تعداد میں ہوتے)دل کھول کرضیافت کرتے

(۱۱)عام اہل اسلام کی عزت وتوقیراوراہل علم دین کے احترام وتعظیم کی ایسی عادت ڈالی گئی تھی اوراس کی ایسی تربیت کی گئی تھی کہ ہرمیواتی ہرآنے والے شخص سے ایسا ملتا ہے جیسے کسی بزرگ وشیخ سے۔

(۱۲)ایک مرتبہ مولانا نے ایک صاحب سے جوایک جلسہ سے واپس آئے تھے فرمایا کہ کہو کچھ اپنی حالت پرافسوس بھی ہوا؟انہوں نے عرض کیا کہ جو کچھ دیکھااس کے بعدتواپنے کو مسلمان کہتے ہوئے شرم آنے لگی ہے۔

(۱۳)نماز کے بعدنوح کا جلسہ شروع ہوا،صبح سے شام تک اجلاس ہوتے تھے،لیکن نہ کوئی صدرجلسہ تھا،نہ مجلس استقبالیہ اورصدراستقبالیہ،نہ رضا کار لیکن تمام انتظامات خوش اسلوبی سے ہورہے تھے۔

(۱۴)کام کرنے والوں میں ایسی مستعدی اورفرض شناسی تھی جووردی پوش رضا کاروں کی منظم جماعت میں نہیں دیکھی گئی۔

(۱۵)مفتی کفایت اللہ صاحب نے اس جلسہ کے متعلق اپنے تاثر کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:کہ میں 35 سال سے ہرقسم کے مذہبی اورسیاسی جلسوں میں شریک ہورہاہوں لیکن میں نے اس شان کا ایسا بابرکت اجتماع آج تک نہیں دیکھا۔

(۱۶)یہ اجتماع اورانسانوں کا یہ جنگل ایک جلسہ سے زیادہ ایک زندہ خانقاہ تھی۔دن کے سپاہی رات کے راہب بن جاتے تھے اوررات کے عبادت گزاردن کے خدمت گزارنظر آتے تھے۔ان دونوں چیزوں کوجمع کرنا اس دعوت کے مقاصد میں سے تھا۔

(۱۷)اس جلسہ کے باضابطہ اجتماعات کے علاوہ خودمولانا اُٹھتے بیٹھتے اورہرنماز کے بعداپنی بات کہتے تھے۔ہرنماز کے بعد کی خودفراموشانہ دعا بھی ایک پرجوش اوراثر آفریں تقریر سے کم نہ تھی۔(مولاناالیاس صاحب اوران کی دینی دعوت،ص:۱۰۲)

(۱۰) **مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا معمول تھا کہ سال ڈیڑھ سال بعد اجتماع کی تاریخ دیتے اور عزائم پورے ہوتے تو ٹھیک، ورنہ تاریخ آگے بڑھا دیتے۔(۱)**

اجتماع کی کامیابی اسکی سادگی میں ہے، عمدہ پنڈال، اچھے کھانے، زرق برق قمقمے اجتماع کی ناکامی ہے، اجتماعات میں اجتماعی مال سے اپنے آپ کو بچایا جائے (مولوی یوسف صاحب ابن حضرت جی دامت برکاتہم)

(۱) حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کے زمانہ میں ہونے والے اجتماعات

[رائے پور (یوپی) ۱۳۶۷ھ ۱۹۴۸ء] [کرسی (یوپی) ۱۹۴۸ء] [نوح (میوات) ۱۹۶۸ء]

[مگراہٹ (بنگال) ۱۳۷۰ھ] [گڑھی دولت (یوپی) ۱۳۷۰ھ] [کیرانہ (یوپی) ۱۳۷۱ھ]

[بھوپال (ایم، پی) ۱۳۷۱ھ] [اسارہ (یوپی) ۱۳۷۱ھ] [کانپور (یوپی) ۱۳۷۱ھ]

[مرادآباد (یوپی) ۱۳۷۲ھ] [اجراڑہ (یوپی) ۱۳۷۲ھ] [رائے پور (یوپی) ۱۳۷۳ھ]

[مظفرنگر (یوپی) ۱۳۷۳ھ] [مسلم یونیورسٹی علی گڑھ] [، پتھر گڑھ ۱۳۷۳ھ]

[سہارنپور (یوپی) ۱۳۷۳ھ] [میوات ۱۳۷۴ھ] [ڈاسنا (یوپی) ۱۳۷۵ھ] [علی گڑھ ۱۳۷۵ھ]

[لکھنؤ وکانپور (یوپی) ۱۳۷۵ھ] [مدراس (ٹاملناڈو) ۱۳۷۷ھ] [بستی (یوپی) ۱۳۷۷ھ]

[آگرہ (یوپی) ۱۳۷۸ھ] [سیتاپور (یوپی) ۱۳۷۸ھ] [مگراہٹ (بنگال) ۱۳۷۸ھ]

[سیکری (میوات) ۱۳۷۹ھ] [لکھنؤ (یوپی) ۱۳۷۹ھ] [مظفرنگر و جھنجھانہ (یوپی) ۱۳۸۰ھ]

[بڑوت (یوپی) ۱۳۸۰] [ھڈاسنا (یوپی) ۱۳۸۰ھ] [گنگوہ (یوپی) ۱۳۸۱ھ]

[چھاپی (گجرات) ۱۳۸۱ھ] [بستی (یوپی) ۱۳۸۱ھ] [میرٹھ (یوپی) ۱۳۸۱ھ]

[جھنجھانہ (یوپی) ۱۳۸۲ھ] [سہارنپور (یوپی)] [مالیگاؤں (مہاراشٹر) ۱۳۸۲ھ]

[حیدرآباد (تلنگانہ) ۱۳۸۲ھ] [نہٹور (یوپی) ۱۳۸۳ھ] [پنڈوہ (بنگال) ۱۳۸۳ھ]

[مرادنگر (یوپی) ۱۳۸۴ھ] [کاوی (گجرات) ۱۳۸۴ھ] [مرادآباد (یوپی) ۱۳۸۴ھ]

[سہارنپور (یوپی) ۱۳۸۴ھ]

←

ماخوذ از سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحب

حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ہونے والے اجتماعات

بنگلور	۱۳۸۴ھ م ۱۹۶۵ء	مراد آباد	۱۳۹۸ھ م ۱۹۷۸ء
حیدرآباد	۱۳۸۵ھ م ۱۹۶۵ء	ہتورا، باندہ (یوپی)	۱۳۹۹ھ م ۱۹۷۹ء
ٹوڈہ بھیم (راجستھان)	۱۳۸۵ھ م ۱۹۶۵ء	مگراہاٹ (بنگال)	۱۴۰۰ھ م ۱۹۸۰ء
بجنور	۱۳۸۵ھ م ۱۹۶۵ء	بھاگلپور (بہار)	۱۴۰۰ھ م ۱۹۸۰ء
میرٹھ	۱۳۸۵ھ م ۱۹۶۵ء	کانپور (یوپی)	۱۴۰۱ھ م ۱۹۸۰ء
دہلی کالج	۱۳۸۶ھ م ۱۹۶۶ء	حیدرآباد	۱۴۰۱ھ م ۱۹۸۱ء
سہارنپور	۱۳۸۶ھ م ۱۹۶۶ء	کولہاپور (مہاراشٹرا)	۱۴۰۱ھ م ۱۹۸۱ء
نہٹور (بجنور)	۱۳۸۶ھ م ۱۹۶۶ء	حمزہ گڑھ (نزد گنگوہ)	۱۴۰۲ھ م ۱۹۸۲ء
سورت (گجرات)	۱۳۸۶ھ م ۱۹۶۶ء	قاسم پور گڑھی (بجنور)	۱۴۰۲ھ م ۱۹۸۲ء
بلندشہر (یوپی)	۱۳۸۶ھ م ۱۹۶۷ء	لال گنج (اعظم گڑھ)	۱۴۰۲ھ م ۱۹۸۲ء
محمد پور (مظفرنگر)	۱۳۸۷ھ م ۱۹۶۷ء	رانا مزرعہ (ہریانہ)	۱۴۰۲ھ م ۱۹۸۲ء
سہارنپور	۱۳۸۷ھ م ۱۹۶۷ء	گلاؤٹھی (بلندشہر)	۱۴۰۲ھ م ۱۹۸۲ء
بتیا (بہار)	۱۳۸۷ھ م ۱۹۶۷ء	میہوں والا (اتراکھنڈ)	۱۴۰۲ھ م ۱۹۸۲ء
کرت پور (بجنور)	۱۳۸۷ھ م ۱۹۶۷ء	بیاور (راجستھان)	۱۴۰۳ھ م ۱۹۸۲ء
		گڑھی بیسک (ہریانہ)	۱۴۰۳ھ م ۱۹۸۳ء
بڈھاکھیڑہ (سہارنپور	۱۳۸۷ھ م ۱۹۶۷ء	جھانسی (یوپی)	۱۴۰۳ھ م ۱۹۸۳ء
لکھنؤ	۱۳۸۷ھ م ۱۹۶۸ء	کھجناور (سہارنپور)	۱۴۰۳ھ م ۱۹۸۳ء
سلیم پور (راجستھان)	۱۳۸۷ھ م ۱۹۶۸ء	گودھرا (گجرات)	۱۴۰۳ھ م ۱۹۸۳ء
بڑودہ (گجرات)	۱۳۸۸ھ م ۱۹۶۸ء	خیرآباد (سیتاپور)	۱۴۰۴ھ م ۱۹۸۴ء
بنگلور	۱۳۸۹ھ م ۱۹۶۹ء	ارریہ کوٹ (بہار)	۱۴۰۴ھ م ۱۹۸۴ء

دورۂ گجرات	سنہ ۱۳۹۰ھ م ۱۹۷۰ء	بنگلور	سنہ ۱۴۰۵ھ م ۱۹۸۵ء
دورۂ مشرقی یوپی	سنہ ۱۳۹۱ھ م ۱۹۷۱ء	ماہی (گجرات)	سنہ ۱۴۰۹ھ م ۱۹۸۹ء
دورۂ گجرات و مدراس	سنہ ۱۳۹۲ھ م ۱۹۷۲ء	رتنا گیری	سنہ ۱۴۱۱ھ م ۱۹۹۱ء
حیدرآباد	سنہ ۱۳۹۲ھ م ۱۹۷۲ء	دہلی کالج	سنہ ۱۴۱۲ھ م ۱۹۹۲ء
دورۂ بنگال و بہار	سنہ ۱۳۹۳ھ م ۱۹۷۳ء	ٹونک (راجستھان)	سنہ ۱۴۱۲ھ م ۱۹۹۲ء
چلکانہ	سنہ ۱۳۹۳ھ م ۱۹۷۳ء	گیا (بہار)	سنہ ۱۴۱۴ھ م ۱۹۹۳ء
جئے پور	سنہ ۱۳۹۳ھ م ۱۹۷۳ء	عیدگاہ دہلی کا اجتماع	سنہ ۱۴۱۴ھ م ۱۹۹۳ء
شاملی	سنہ ۱۳۹۳ھ م ۱۹۷۳ء	دھولیہ (مہاراشٹرا)	سنہ ۱۴۱۴ھ م ۱۹۹۳ء
بیگی رستم	سنہ ۱۳۹۳ھ م ۱۹۷۳ء	سردھنہ (میرٹھ)	سنہ ۱۴۱۴ھ م ۱۹۹۴ء
باغپت	سنہ ۱۳۹۴ھ م ۱۹۷۴ء	کوئلون وایروڈ	سنہ ۱۴۱۴ھ م ۱۹۹۴ء
سہارنپور	سنہ ۱۳۹۴ھ م ۱۹۷۴ء	حیدرآباد	سنہ ۱۴۱۴ھ م ۱۹۹۴ء
گیاری بہار	سنہ ۱۳۹۴ھ م ۱۹۷۴ء	ہوجائی (آسام)	سنہ ۱۴۱۴ھ م ۱۹۹۴ء
پانولی	سنہ ۱۳۹۴ھ م ۱۹۷۴ء	بیلگام (کرناٹک)	سنہ ۱۴۱۵ھ م ۱۹۹۴ء
کانپور	سنہ ۱۳۹۴ھ م ۱۹۷۵ء	ترنل ویلی (ٹاملناڈو)	سنہ ۱۴۱۵ھ م ۱۹۹۴ء
اونٹرا (اجمیر)	سنہ ۱۳۹۵ھ م ۱۹۷۵ء	نگلی وکھیڑھا افغان	سنہ ۱۴۱۵ھ م ۱۹۹۴ء
جھنجھانہ (مظفرنگر)	سنہ ۱۳۹۶ھ م ۱۹۷۶ء	ریلوے والوں کا اجتماع (منماڑ، مہاراشٹر)	سنہ ۱۴۱۵ھ م ۱۹۹۵ء
مئونات بھنجن (یوپی)	سنہ ۱۳۹۶ھ م ۱۹۷۶ء	گورینی جونپور	سنہ ۱۴۱۵ھ م ۱۹۹۵ء
دورۂ جنوبی ہند	سنہ ۱۳۹۷ھ م ۱۹۷۷ء	میوات کے اجتماعات	سنہ ۱۳۸۵ھ تا ۱۴۱۵ھ
گودھرا (گجرات)	سنہ ۱۳۹۸ھ م ۱۹۷۸ء	بھوپال کے اجتماعات	سنہ ۱۳۶۵ھ تا ۱۴۱۵ھ
افضل گڑھ (بجنور)	سنہ ۱۳۹۸ھ م ۱۹۷۸ء	رائیونڈ کے اجتماعات	سنہ ۱۳۶۷ھ تا ۱۴۱۵ھ
اسلام نگر (یوپی)	سنہ ۱۳۹۸ھ م ۱۹۷۸ء	ڈھاکہ کے اجتماعات	سنہ ۱۳۷۵ھ تا ۱۴۱۵ھ

(۴۴) حالات (۲۹)

(۱) مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: حالات میں دعوت کے کام کو چھوڑنا اِس سے برے حالات کو دعوت دینا ہے۔

(۲) جب امّت زکوٰۃ صحیح ادا نہیں کرے گی تو اللہ تعالیٰ سارے مال کو ردّی (بیکار) کردیں گے۔ (۱)

(۳) غیر ایمان والوں کی بدعملی حالات کے بگاڑنے میں مؤثر نہیں؛ بلکہ اہلِ ایمان کی بداعمالیوں سے حالات بگڑتے ہیں۔ (۲)

(۴) لوگ کہتے ہیں کہ حکومت بدلے گی تو حالات درست ہوں گے، حالات کے درست ہونے کا تعلق حکّام (بادشاہوں) سے نہیں احکام (اعمال) سے ہے۔ (جیسا عمل ویسے حالات)۔ (۳)

---

(۱) فقَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: مَا تَلِفَ مَالٌ فِيْ بَرٍّ وَلَا بَحْرٍ إِلَّا بِمَنْعِ الزَّكَاةِ۔۔۔الدعاء للطبرانی، رقم: ۳۴

(۲) ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ [الروم: ۴۱]

(۳) كَمَا تَكُوْنُوْا يُوَلّٰى عَلَيْكُمْ، کشف الخفاء، رقم: ۱۹۹۷

۵ جن میں استقامت نہیں ہوتی اُن کا دین اُن کے حالات کے تابع ہوتا ہے۔

٦ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے جو حالات معاملات کی خرابی کی وجہ سے آتے ہیں وہ عبادت کی وجہ سے ٹھیک نہیں ہوں گے۔

۷ اللہ رب العزت مسلمانوں پر جو حال لاتے ہیں وہ مانگنے کے لئے لاتے ہیں اور ہمارا مزاج یہ ہے کہ ہم اپنی دعاؤں سے مایوس ہوکر (صرف) دوسروں سے دعاؤں کی درخواست کرتے ہیں (اپنی زندگی بدل کر خود دعاء نہیں کرتے) کہ ہم تو ناکارہ (کسی کام کے نہیں) ہیں دعاء کرنے کے قابل نہیں۔

۸ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے دین ناقص (ادھورا) ہوگا تو نتائج (عزت کامیابی چین وسکون وغیرہ) بھی ناقص ہوں گے، پھر آدمی دین کو یہ کہہ کر چھوڑے گا کہ اِس سے کامیابی موہوم (غیر یقینی) ہے۔

۹ مؤمن کو ایک ٹھوکر لگے گی تو سوچے گا کہ کسی وجہ سے (ہوا) کافر تو جانور کی طرف ہے کیوں باندھا گیا کیوں کھولا گیا کچھ پتہ نہیں۔

۱۰ حال کو حال سے بدلنا یہ کفر کا مزاج ہے اور حال کو عمل سے بدلنا یہ نبیوں کا کام ہے۔(۱)

۱۱ اُس وقت تک باطل مغلوب نہیں ہوگا جب تک مسلمان کے اندر کا باطل نہیں ٹوٹے گا۔

---

(۱) عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ صَلّٰى، أبو داؤد، رقم: ۱۳۱۹

(۱۲) اگر موانع (کام میں رکاوٹیں) پیش آئیں تو سیرت میں دیکھو کہ کام (اُن حالات میں) کیسے کیا گیا۔

(۱۳) حال تو آئے گا اِس لئے کہ اگر حالات نہ آئیں تو مؤمن کے عمل کا اور اُس کی استقامت کا امتحان نہیں ہوگا۔

(۱۴) (حکومتی) قوانین کی رعایت کرنا اُنہیں حق پر مطمئن کرنے کے لئے ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں فاتحانہ طور داخل ہوئے (جو چاہے کر سکتے تھے) مگر (اِس کے باوجود) بیت اللہ کو پُرانی بنیادوں پر قائم رکھا (حطیم پر چھت نہیں ڈالا) بیت اللہ کی چابی بھی مشرکین کے پاس رہنے دی۔(۱)

(۱۵) اِس کام کا تقاضہ یہ ہے کہ کسی بھی حال کا تأثر نہ لیا جائے، کیوں کہ جو کسی بھی حال کا تأثر لے گا وہ حال کے امر کو چھوڑ دے گا۔

(۱۶) موافق حالات میں چلنا یہ تو پانی کے بہاؤ میں بہنا ہے، نہیں معلوم کہ تم پانی کے بہاؤ پر چل رہے ہوں یا اپنی قوت سے ایک تنگا بھی تیر رہا ہے، اور تم بھی تَیر رہے ہو، پانی کے بہاؤ کے مخالف تیر کے بتاؤ، پتہ چلے کہ تم اپنی قوت سے آگے بڑھ رہے ہو۔

---

(۱) فتح مکہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ کو پورا کر کے بیٹھے ہی تھے کہ حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر کہا حضور کعبہ کی چابی مجھے عنایت فرمائی جائے تا کہ بیت اللہ کی چوکیداری کا اور حاجیوں کو زمزم پلانے کا منصب دونوں یکجا ہوجائیں لیکن آپ نے انہیں نہ دی،،، آپ نے حضرت عثمان بن طلحہؓ کو بلایا اور انہیں کنجی سونپ دی اور فرمایا آج کا دن وفا کا نیکی اور سلوک کا دن ہے یہ وہی عثمان بن طلحہ ہیں جن کی نسل میں آج تک کعبۃ اللہ کی کنجی چلی آتی ہے۔تفسیر بن کثیر، ۲/ ۳۴۰

۱۷ جو باہر کے حال کو اپنے اعمال کے علاوہ کسی اور سے جوڑتے ہیں تو وہ دو چیزوں سے محروم ہوتے ہیں: (۱) عبرت (حالات سے سبق لینا) انابت (توبہ)۔

۱۸ عبرت اورانابت یہ دو چیزیں مسلمانوں میں نہیں ہے تو اُن میں اور جانوروں میں کوئی فرق نہیں۔

۱۹ انبیاء علیہم السلام والا کام لے کر چلنے کے لئے ابتلاء (آزمائش) کا آنا سورج کے طلوع (نکلنے) ہونے سے زیادہ یقینی ہے۔

۲۰ اِس راستے کی تکلیفوں پر شکایت کرنا بالکل ایسا ہے جیسے مریض کا ڈاکٹر کے علاج پر شکایت کرنا۔

۲۱ نصرت کی ابتداء صبر کی انتہاء سے شروع ہوتی ہے۔(۱)

۲۲ جہاں صبر ختم وہاں اِس راستے کا سفر ختم ہوجائے گا۔

۲۳ ستانے والوں کو آپ اِس لئے باقی رکھنا چاہتے تھے کہ ان کی پشتوں سے نکلنے والی اولاد کو دعوت دیں۔(۲)

---

(۱) وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِن نَّبَإِ الْمُرْسَلِينَ (سورۂ انعام: ۳۴)

(۲) فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا. آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (میں طائف والوں کی ہلاکت کا خواہاں نہیں ہوسکتا) بلکہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالی ان کی نسل میں سے ایسے لوگ پیدا فرمادے جو صرف اسی ایک اللہ کی عبادت کریں اور کسی بھی چیز کو اس کا شریک قرار نہ دیں۔ مسلم:۱۷۹۵

(۲۴) اِس راستے کی تمام رکاوٹوں کی پرواہ کیے بغیر وہی چلے گا جس کی نظر نتیجہ پر ہو۔

(۲۵) حالات مؤمن کو مایوس کرنے کے لئے نہیں بلکہ اِس کے اندر قوّت پیدا کرنے کے لیے لائے جاتے ہیں۔

(۲۶) حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: اِس راستے کی ذلّت سے گزرے بغیر کوئی اِس راستے کی عزّت کو نہیں پا سکتا۔

(۲۷) فرائض کے چھوڑنے سے جو پریشانیاں اور حالات آتے ہیں وہ وظائف کے پڑھنے سے ختم نہیں ہوتے۔

(۲۸) حدیث میں ہے کہ مؤمن بار بار گرے گا بار بار اُٹھے گا، فاسق اور کافر اُس کا قیام مضبوط تنہ کی طرح نظر آئے گا، لیکن جب گرے گا تو دوبارہ کبھی نہیں اُٹھے گا۔(۱)

(۲۹) حضرت یوسف علیہ السلام حالات میں ہیں (تہمت لگی ہوئی ہے) جیل میں ہیں، پھر بھی دعوت کو مقدم کررہے ہیں، یہ نہیں کہ پہلے ہم حالات سے نکل جائیں گے پھر دعوت دیں گے۔(۲)

---

(۱) مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ خَامَةِ الزَّرْعِ، يَفِيءُ وَرَقُهُ، مِنْ حَيْثُ أَتَتْهَا الرِّيحُ تُكَفِّئُهَا، فَإِذَا سَكَنَتِ اعْتَدَلَتْ، وَكَذَلِكَ الْمُؤْمِنُ يُكَفَّأُ بِالْبَلَاءِ، وَمَثَلُ الْكَافِرِ كَمَثَلِ الْأَرْزَةِ، صَمَّاءَ مُعْتَدِلَةً حَتَّى يَقْصِمَهَا اللّٰهُ إِذَا شَاءَ. البخاري، رقم: ۷۴۶۶

(۲) قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ. یوسف: ۳۹
حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا: تم دونوں کو دیا جانے والا کھانا آنے سے پہلے پہلے میں تمہیں اس کی تعبیر بتادوں گا، یہ میرے رب کے دیئے ہوئے علم کا حصہ ہے، میں نے تو ان لوگوں کا مذہب چھوڑ رکھا ہے، جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔

خدمت

۴۵ — ۱۲

(۱) اللہ تعالیٰ کا تعلق بڑھانا ہو تو دوسروں کی خدمت کرو۔(۱)

(۲) اللہ تعالی کے راستہ میں چوکیداری کرنا عبادت ہے۔(۲)

(۳) خدمت لینے سے امتیازی شان پیدا ہوتی ہے، کوئی کام ایسا نہ کرو کہ امتیازی شان پیدا ہو۔(۳)

(۴) خدمت صرف ضرورت پوری کرنے کے لیے نہیں بلکہ اپنے اندر تواضع پیدا کرنے کے لیے ہے۔

(۵) مرکز میں خدمت کرنے والوں سے فرمایا: خدمت دعوت کے تابع ہے، اگر اعمالِ دعوت کے بغیر خدمت کروگے تو خرابیاں پیدا ہوں گی۔

---

(۱) کیونکہ خدمت کے عادی شخص کے اندر تواضع کی صفت پیدا ہونے لگتی ہے اور تکبر دور ہوتا ہے اور یہ اللہ تعالی کو پسند ہے، اس لحاظ سے یہ اللہ تعالی کے قرب کا ذریعہ ہوتا ہے۔

(۲) حَرُمَتِ النَّارُ عَلٰى عَيْنٍ حَرَسَتْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔بیهقي:۱۴۹/۹

(۳) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: گھر کے اندر ہم کسی کام میں مصروف ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ساتھ ہمارے کاموں میں ہاتھ بٹاتے، اپنے کپڑے میں خود جوئیں دیکھ لیا کرتے ، بکری کا دودھ خود نکال لیا کرتے۔اپنا جوتا ٹھیک کرتے، اگر کوئی کپڑا پھٹ جاتا تو اس کو خود سی لیا کرتے، اور اپنے ڈول کی مرمت کر لیتے۔مسند احمد، ۲۶۱۹، ابن حبان، رقم:۵۶۷۶

۶ اکرامِ مسلم کا مجاہدہ اجنبی لوگوں کی خدمت میں ہے۔(۱)

۷ اِس کام کی ہر خدمت بڑی ہے۔(۲)

(۱) غریبوں، کسمپرسوں کی خدمت سے خدا ملتا ہے، تکبّر ٹوٹتا ہے، تواضع پیدا ہوتی ہے، غرض والی خدمت کرنے سے خدا نہیں ملتا، حکام، امراء اور مشائخ وعلما کی خدمت، مطلب براری، وجاہت پرستی، شُہرت کی وجہ سے بھی کی جاتی ہے، اِس سے خدا نہیں ملے گا، جس سے گھن آتی، نفرت آتی ہو، اِن کی خدمت سے قلوب کھنچتے ہیں جبکہ اِس میں کوئی غرض شاملِ حال نہ ہو، مشائخ عظام کے جو خدّام کی بات ہم سنتے ہیں کہ وہ صاحبِ کمال بنے یہ وہ خدّام تھے جو خانقاہ میں آنے والے مہمانوں کی خدمت کرتے تھے، حتیٰ کہ اُن کے پاخانے تک اٹھاتے تھے، غرض والی خدمت کرنا بہت آسان ہے لوگ پیروں کی خدمت کرتے ہیں کہ اُن کی دُعا سے ہمارفلاں کام بن جائے گا، ہماری سفارش کردیں گے، پھر اُن حضرات کی خدمت سے نفس کو مفت کی شُہرت ملنے کی وجہ سے لذّت آتی ہے، یہ تمام اغراض ہیں، اِن سے پاک ہوکر خدمت کرو۔(تذکرہ مولانا یوسفؒ، ص:۱۹۶)

(۲) فرامین نبوی کے ایک بڑے حصہ کا تعلق حقوق العباد اور خدمت خلق سے ہے جن میں سے چند مشہور احادیث کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔(۱) رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرماتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گا۔الترمذی:۱۹۲۴(۲) تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جس سے لوگوں کو نفع پہونچے۔کنز العمال؛۴۲۱۵۴(۳) قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے۔ البیھقی:۸۴۰۷(۴) اللہ تعالیٰ کے کچھ نیک بندے ایسے ہیں جن کو اس نے اپنی خاص نعمتوں سے نوازا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اپنے مال سے نفع پہنچائیں اور جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو نفع پہنچاتے رہیں گے اللہ تعالیٰ بھی انہیں مزید مزید نعمتوں سے نوازتا رہے گا اور جب وہ خدا کے بندوں کو محروم کردیں گے تو اللہ تعالیٰ بھی ان سے اپنی نعمتیں ختم فردیتا ہے اور ان کی جگہ دوسرے بندوں کو عطا فرمادیتا ہے۔ المعجم الاوسط:۵۱۶۲

←

(۸) حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ طواف کر کے بیت اللہ سے نکلے تو دیکھا ایک نوجوان اپنی ماں کو پیٹھ پر لے کر طواف کے لیے آرہا ہے، حضرت علیؓ نے فرمایا: اے ابوحفص، آؤ، ہم بھی طواف کریں کیونکہ اس دیہاتی کی اعلی کیفیت کی وجہ سے رحمت نازل ہورہی ہے، تو وہ ہمیں بھی مل جائے گی۔(۱)

(۹) حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ فرماتے تھے کہ کسی شخص کی خدمت سے شخصی اجر ملے گا اور اجتماعی خدمت سے اجتماعی اجر ملے گا، مراکز میں خدمات اجتماعی ہوتی ہیں۔

(۱۰) خدمت مہمانوں کا ہم پر احسان ہے کہ اُنہوں نے ہمیں اس کا موقع دیا۔(۲)

---

(۵) اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں فرماتا جو انسانوں پر رحم نہیں کرتا، بخاری: ۷۳۷۶ (۶) اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔ المعجم الاوسط: ۵۲۶۵ (۷) جو کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے (اسے تسلی دے) اسے اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا مصیبت زدہ کو۔ الترمذی: ۱۰۷۳ (۸) ایک کتا ایک کنواں کے اردگرد گھوم رہا تھا۔ قریب تھا کہ پیاس کی وجہ سے مرجائے۔ اسی دوران اچانک اس کو بنو اسرائیل کی ایک زانیہ عورت نے دیکھ لیا تو اس نے اپنا چمڑا والا موزہ نکال کر اس کے ذریعہ پانی نکالا اور پھر اس کو پلا دیا۔ جس کی وجہ سے اس کو بخش دیا گیا۔ البخاری: ۳۴۶۷ (۹) خلق خدا اللہ تعالیٰ کی عیال (کنبہ) ہے۔ پس مخلوقات میں اللہ تعالی کے یہاں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے عیال اور کنبہ پر سب سے زیادہ احسان کرتا ہو۔ المعجم الاوسط: ۵۵۴۱ (۱۰) ایک شخص صرف اس بنیاد پر جنت میں چلا گیا کہ اس نے راستہ میں موجود درخت کو کاٹ کر ہٹا دیا تھا جس سے لوگوں کو دشواری ہوتی تھی۔ ابوداؤد: ۵۲۴۰

(۱) حیاۃ الصحابۃ، اجر وثواب حاصل کرنے کا شوق، ۲/۶۰۰

(۲) مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے، خدمت سے علوم کی استعداد پیدا ہوتی ہے۔ ارشادات ومکتوبات ص: ۳۲

(۱۱) حضرت عمرؓ اپنے دورِ خلافت میں ایک معذور بُڑھیا کی خدمت کرتے تھے۔(۱)

(۱۲) اِس راستہ میں خدمت سے تربیت مقصود ہے۔(۲)

---

(۱) حضرت ابو صالح غفاریؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے خدمت کیلئے مدینہ کے کنارے میں رہنے والی ایک نابینا عمر رسید بڑھیا تلاش کی تاکہ رات کو اس کا پانی بھر دیا کریں اور اس کے کام کاج کر دیا کریں۔لیکن جب حضرت عمرؓ اس کے ہاں گئے تو انہوں نے دیکھا کہ کوئی آدمی ان سے پہلے آکر خدمت کے سارے کام بڑھیا کی حسب منشاء کر چکا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کئی مرتبہ کوشش کی لیکن اس آدمی سے پہلے نہ آسکے۔وہی پہلے آکر تمام کام کر جاتا۔آخر کار اس کا پتہ چلانے کے لیے حضرت عمرؓ راستہ میں گھات لگا کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ (اس بڑھیا کی خدمت کرنے) آرہے ہیں اور یہی وہ صاحب ہیں جو حضرت عمرؓ سے پہلے آکر خدمت کر رہے تھے،حالانکہ وہ خلیفہ وقت تھے۔انہیں دیکھ کر حضرت عمرؓ نے کہا میری عمر کی قسم! آپ ہیں (جو مجھ سے پہلے آکر اس بڑھیا کی خدمت کررہے تھے)۔کنز العمال،رقم:۳۵۶۰۷

(۱) مہمانوں کی خدمت: بستی نظام الدین اولیاء میں مہمانوں کی کثرت رہتی تھی،حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ہمیشہ مہمانوں ہی کے ساتھ کھانا تناول فرماتے تھے۔مولانا محمد یوسف صاحب کی عمر ۱۲-۱۳ سال کی رہی ہوگی،حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے مہمانوں کو ناشتہ کرانے،کھانا کھلانے اور اس سلسلہ کی دوسری خدمتیں اس کم عمری میں مولانا محمد یوسف صاحب کے سپرد کر دی تھیں۔مولانا روزانہ اندر سے کھانا لاتے اور فارغ ہونے کے بعد برتن لے جاتے ۔ مدرسہ کاشف العلوم بستی نظام الدین میں پڑھنے والے طلباء کے وظائف اور کھانے پینے کا کوئی خاص انتظام نہیں تھا،طلباء کی ٹولیاں باری باری سارے طلباء کا کھانا پکاتیں اور اس سلسلے کے چھوٹے بڑے کام خود ہی کرتیں۔مولانا محمد یوسف صاحب ان کے کاموں میں بھی شریک رہتے ، ان کے ساتھ آٹا گوندھتے،مصالحہ پیتے اور جنگل سے جلانے کیلئے جھاڑ جھنکاڑ گھسیٹ کر لاتے۔ سوانح حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب،ص:۱۷۷)

۴۶ نصرتِ خُداوندی ۱۲

(۱) اللہ تعالیٰ کی مدد ضابطے کے ساتھ ہے زمانے کے ساتھ نہیں ہے جب تک اُمّت ضابطوں پر رہے گی مدد کا وعدہ ہے۔(۱)

(۲) غیبی مددوں اور نصرتوں کے نازل ہونے کی دو بنیادی شرطیں ہیں (۱) اُمّت دعوت پر قائم ہو اور (۲) اُمّت آپس میں مجتمع ہو۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی نصرت جماعت کے ساتھ ہے(۲)جماعت اجسام (جسموں) کے جمع ہونے کو نہیں کہتے جماعت قلوب کے جمع ہونے کو کہتے ہیں۔(۳)

(۴) یہ کام تسخیرِ عالم (دنیا کو تابع کرنے) کا نسخہ ہے، دعوت اور عمل کو جمع کرنا یہ نظامِ عالم کو مسخّر کرے گا۔(۴)

---

(۱) ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ [محمد:۷]

(۲) قَالَ:۔۔۔۔۔فَإِنَّ يَدَ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ يَرْكُضُ.
السنن الکبریٰ، رقم: ۳۴۶۹

(۳) تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى-ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ [الحشر:۱۴]

(۴) ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ [محمد:۷]

۵ جب اُمّت دعوت پر مجتمع تھی تو عمل میں کوتاہ مسلمان بھی اللہ تعالیٰ کی غیبی مددوں کا مشاہدہ کیا کرتا تھا۔

۶ اللہ تعالیٰ کے غیبی خزانوں سے مدد لینے کے لئے اللہ تعالیٰ کو عمل پیش کرو۔(۱)

۷ حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: جو اپنے مواقع کو گنوادیں گے حکم پر اور پرواہ نہیں کریں گے کسی موقع کی، اللہ تعالیٰ اُن کو غیبی مددوں کا مشاہدہ کرائیں گے۔(۲)

۸ جب داعی مخلوق سے لینے کا خیال لائے گا اُسی وقت اللہ تعالیٰ کی مدد ہٹ جائے گی۔

---

(۱) غار میں پھنسے ہوئے تین شخصوں نے اپنے نیک عمل پیش کر کے دعا کی۔ مسلم: ۲۷۴۳

(۲) حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں: چنانچہ میں چلتا چلتا کفار کی قیام گاہ میں پہنچ گیا تو میں نے آگ کا ایک الاؤ دیکھا، اُس کے پاس ایک بھاری بھرکم سیاہ فام شخص موجود ہے جو اپنے ہاتھوں کو آگ پر پھیلا کر اپنے پہلوؤں کو سینک رہا ہے اور اعلان کر رہا ہے، چلو چلو، میں اس سے پہلے ابوسفیان کو نہ پہچانتا تھا، میں نے اپنے تیردان سے سفید دھاری دار تیر نکالا اور کمان پر چڑھا کر اس کو آگ کی روشنی میں تیر مارنے کا ارادہ کیا تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان یاد آیا کہ میرے پاس آنے تک کوئی اور کام نہ کرنا، چنانچہ میں ٹھہر گیا اور اپنے تیر کو تیردان میں رکھ لیا پھر میں ہمت کر کے لشکر کے اندر داخل ہو گیا تو معلوم ہوا کہ میرے آس پاس بنی عامر ہیں وہ کہہ رہے ہیں چلو، چلو اے آل عامر ٹھہرنے کا مقام نہیں، تیز و تند آندھی، ان کی فرودگاہ تک محدود تھی بالشت بھر بھی متجاوز نہ تھی، مجھے ان کے کجاووں اور بستروں پر پتھر پڑنے کی آواز یں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف روانہ ہوا، ابھی آدھا راستہ ہی طے کیا ہوگا کہ تقریباً بیس عمامہ پوش گھڑسوار ملے انہوں نے کہا اپنے آقا سے کہہ دینا کہ اللہ نے دشمنوں کا انتظام کر دیا ہے، بے فکر رہیں۔ البداية والنهاية، ٦/٦٧

(۹) میں یقینی بات بتا رہا ہوں کہ باطل تمہیں مال پیش کرے گا کام کے نام سے تم قبول کروگے، کام کے تقاضوں سے، اور اِس کو اللہ تعالیٰ کی نصرت سمجھوگے، یہ نصرت نہیں مصیبت ہے۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس کا خیال یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی اور دین کی مدد نہ کرے گا اِس کو چاہئے کہ وہ اپنے گلے میں رسّی کا پھندا ڈال کر خودکُشی کرلے۔(۱)

---

(۱) ﴿مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيْظُ﴾ [الحج:۱۵]

جو شخص اِس بات کا خیال رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ رسول کی دنیا اور آخرت میں مدد نہ کرے گا تو اُس کو چاہیے کہ ایک رسّی آسمان تک تان لے پھر اُس وحی کو موقوف کرادے تو پھر غور کرنا چاہیے آیا اُس کی تدبیر اُس کی ناگواری کی چیز کو موقوف کرسکتی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اسلام کا راستہ روکنے والے معاند جو یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور اُس کے دین کی مدد نہ کرے اُن کو سمجھنا چاہیے کہ یہ تو جب ہی ہوسکتا ہے جبکہ معاذ اللہ آنحضرت ﷺ سے منصبِ نبوّت سلب ہوجائے اور آپ پر وحی آنا منقطع ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کو نبوّت و رسالت سپرد فرماتا ہے اور اُس کو وحیٔ الٰہی سے نوازتا ہے، اُس کی مدد تو دنیا و آخرت میں کرنے کا اُس کی طرف سے پختہ عہد ہے اور عقلاً بھی اُس کے خلاف نہ ہونا چاہیے تو جو شخص آپ کی اور آپ کے دین کی ترقی کو روکنا چاہتا ہے اُس کو اگر اُس کے قبضہ میں ہو تو ایسی تدبیر کرنا چاہیے کہ یہ منصب نبوّت سلب ہو جائے اور وحی الٰہی منقطع ہوجائے۔ اِس مضمون کو ایک فرضِ محال کے عنوان سے اِس طرح تعبیر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے وحی کو منقطع کرنے کا کام کرنا چاہتا ہے تو کسی طرح آسمان پر پہنچے وہاں جا کر اس سلسلہ وحی کو ختم کردے۔ اور ظاہر ہے کہ نہ کسی کا اِس طرح

←

(۱۱) اللہ ربُّ العزّت نے دین کی محنت کرنے والوں کی نصرت کا وعدہ بڑی تاکید سے فرمایا ہے، اور یہ تاکید اِس لیے فرمائی تاکہ اِس کام میں پیش آنے والے حالات اُن کو اللہ تعالیٰ کی نصرت سے مایوس نہ کریں۔

(۱۲) سب سے پہلے منافقین نے ایمان والوں کو دعوت سے روکنے کیلئے پہلا حربہ جو اختیار کیا وہ یہ تھا کہ اُن سے یہ کہا کہ ''جو کام پہلے تھا اب وہ نہیں اور نصرت کے جو اسباب پہلے تھے اب نہیں، جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہوتے ہوئے جو نصرت ہوتی تھی وہ اب نہیں ہوگی''۔

....

آسمان پر جانا ممکن نہ اللہ تعالیٰ سے قطعِ وحی کو کہنا ممکن تو پھر جب تدبیر کوئی کارگر نہیں تو اسلام و ایمان کے خلاف غیظ و غضب کا کیا نتیجہ؟ یہ تفسیر بعینہٖ درمنثور میں ابن زید سے روایت کی ہے اور میرے نزدیک یہ سب سے بہتر اور صاف تفسیر ہے۔ بیان القران مع تسہیل)

قرطبی نے اِسی تفسیر کو ابن جعفر نحّاس سے نقل کر کے فرمایا کہ یہ سب سے احسن تفسیر ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اِس تفسیر کو نقل کیا ہے۔ اور بعض حضرات نے اِس آیت کی تفسیر یہ کی ہے کہ سماء سے مراد اپنے مکان کی چھت ہے اور مراد آیت کی یہ ہے کہ اگر کسی معاند جاہل کی خواہش یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور اُس کے دین کی مدد نہ کرے اور وہ اسلام کے خلاف غیظ و غضب لیے ہوئے ہے تو سمجھ لے کہ اُس کی یہ مراد تو کبھی پوری نہ ہوگی اِس احمقانہ غیظ و غضب کا تو علاج یہی ہے کہ چھت میں رسّی ڈال کر پھانسی لے لے اور مرجائے۔ (مظہری وغیرہ) (معارف القرآن: ۶/ ۲۳۷)

۴۷ عوام وخواص ۹

(۱) عوام اور خواص کی تربیت آپسی اختلاط (ملنے جلنے) میں ہے آپ ﷺ کا معمول تھا کہ نئے شخص کو پُرانے کے حوالے کرتے تھے۔(۱)

(۲) خواص کی تشکیل خواص کے ساتھ مالداروں کے علاقہ میں کرنا مزاجِ نبوّت کے خلاف ہے۔

(۳) اگر خواص کو عوام سے الگ کردیا گیا تو یہ ایسا ہے جیسا کہ مکھن (بالائی) کو دودھ سے نکال لیا گیا ہو تو اب کیا رہ گیا دودھ میں طاقت مکھن کے اختلاط (ملنے) سے ہوتی ہے۔

(۴) جو ابتدائے محنت سے عمومیت کے ساتھ نہیں چلے گا اُس کا ذہن عموم میں چلے گا ہی نہیں؛ حالانکہ اُمّت اختلاط سے بنتی ہے، اب تو کام کرنے والوں کی صورت حال یہ ہے کہ پُرانے اور خواص کا جوڑ کھانا اور قیامگاہ الگ ہوتی ہے۔

(۵) کام میں عمومیت لاؤ، عمومیت میں ترقی بھی ہے، حفاظت بھی ہے۔ (۲)

---

(۱) وَأَمَرَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ أَنْ يُبَوِّئَنِي إِيَّاهُ، المعجم الكبير للطبراني ۲۲/۴۶

(۲) فَإِيَّاكُمْ وَالشِّعَابَ، وَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ وَالْمَسْجِدِ، كنز العمال: ۲۰۳۵۵

(٦) اِس کام کا خاصہ یہ ہے کہ عوام الناس میں گھس کر کام کیا جائے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے کمزوروں میں تلاش کرو، اس لیے کہ عمومیت سے اُمّت اور خصوصیت سے طبقے بنتے ہیں۔(۱)

(۷) حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرماتے تھے یہاں (مرکز نظام الدین) کے مقیمین سے کہ یہاں جو مجمع آتا ہے، اُن کے درمیان گھس کر بیٹھو، اللہ تعالیٰ کے راستے کی تکالیف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمتِ خاصّہ اُن کی طرف متوجہ ہے، اللہ تعالیٰ اُس میں سے تمہیں کوئی چھینٹ عطا کردے گا، یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔

(۸) عموم میں رہنے پر ناگواریاں پیش آئیں گی، خواص میں اکرام ہے، داعی کی تربیت عمومیت میں ہے۔

(۹) بڑے بڑے صحابہ مدینۂ طیبہ سے دور ملکوں میں مدفون ہیں، اس کام کا اصل مزاج عمومیت ہے۔

---

(۱) ابْغُونِي الضُّعَفَاءَ فَإِنَّمَا تُرْزَقُونَ وَتُنْصَرُونَ بِضُعَفَائِكُمْ. سنن أبي داود، رقم: ۲۵۹۴
حضرت ابوالدرداءؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”میرے لیے ضعیف اور کمزور لوگوں کو ڈھونڈو، کیونکہ تم اپنے کمزوروں کی وجہ سے رزق دیئے جاتے اور مدد کیے جاتے ہو“۔

(۲) چنانچہ اردن میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ، حضرت حارث بن عمیر ازدیؓ، حضرت جعفر بن ابی طالبؓ، حضرت شرحبیل بن حسنہؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، اسی طرح ملک شام میں حضرت بلالؓ، حضرت سعد بن عبادہ انصاریؓ، حضرت عمار بن یاسر، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ وغیرہ حضرات صحابہ کرام مدفون ہیں۔

کام کی حفاظت

۴۸ ۲۱

(۱) حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ اِس کام کی حفاظت اپنے گھروں کی کنواری لڑکیوں سے زیادہ کیا کرو۔

(۲) مولانا الیاس صاحبؒ نے (یہاں سے ایک علاقہ میں) ایک جماعت روانہ کی (کچھ دنوں بعد) ایک صاحب کو (اُس جماعت کی نصرت کیلئے) روانہ کیا، وہ گئے، پھر واپس گئے اور کہا کہ جماعت وہاں نہیں ہے (آگے بڑھ گئی ہے) حضرتؒ نے اُس جماعت کو خط لکھا اور فرمایا کہ یہ شیطانی حرکت ہے، کہ کام پورا کیے بغیر آگے بڑھ گئے۔

(۳) حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے اگر تم باطل کی معمولی بات بھی مان لو گے تو وہ تم سے وہ ساری باتیں منوائیں گے جن سے تمہارے دین کی جڑیں کٹ جائیں گی۔

(۴) پیچھے رہنے والوں سے کام کا نقصان نہیں ہے؛ بلکہ نقصان تو ساتھ رہنے والوں کی نافرمانی سے ہوتا ہے۔

(۵) جس عمل پر نظم غالب آجائے گا اُس کی روح نکل جائے گی جتنے خوبصورت مصلّے (جائے نماز) پر نماز پڑھی جائے گی اُتنی ہی کمزور ہوگی۔

۶ عمومی محنت میں کمی کا سبب عملہ کا انتظامی اُمور میں اُلجھنا ہے۔ (مثلاً مرکز کی تعمیرات، اجتماعات کو مقصد بنا کر اُن کے انتظامات کو ہی محنت سمجھنا)

۷ اِس کام میں جو خیانت کرے گا اللہ تعالیٰ کام کی حفاظت کے لئے اُس کی خیانت کو کھول دے گا؛ اِس لیے دین اور دین کی محنت دونوں امانت ہیں۔

۸ اِس کام (دعوت وتبلیغ) کی بنیاد تجربات ومشاہدات پر نہیں؛ بلکہ علم وایمان پر ہے۔

۹ کام امانت ہے، غلط پہنچانا بھی خیانت ہے اور آدھا پہنچانا بھی خیانت ہے۔

۱۰ یہ ایک محنت ہے سب ملکر کرنا ہے، فلاں شخص امیر کا بایاں بازو یا دایاں بازو ہے، یہ کچھ نہیں ہے۔

۱۱ کام کرنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ کام کی نگرانی کریں (کہ وہ سیرت کے مطابق ہے یا نہیں)۔

۱۲ کسی کو اپنے ذاتی تعلق کی وجہ سے کام میں آگے بڑھانا یہ خیانت ہے۔

۱۳ ایک گھر کو بچانے کے واسطے ایک میاں بیوی پوری زندگی ایک دوسرے کو برداشت کرکے گزار دیتے ہیں، تو کیا ہم ایک ملک میں کام کو بچانے کے لئے ایک دوسرے کو برداشت نہیں کرسکتے؟

۱۴ عوام الناس کا موضعِ تہمت سے بچنا اتنا ضروری نہیں جتنا اُن لوگوں کا بچنا ضروری ہے جن پر کسی بھی دینی کام کی ذمہ داری ہے۔

۱۵ اگر ہم محتاط نہ ہوں تو اعتماد ضائع ہوجاتا اور عملہ کے استعمال کو بھی متأثر کرتا ہے، یہ نہیں کہ ہماری ایک انفرادی اور ایک اجتماعی زندگی ہے، اپنی

انفرادی زندگی بھی اجتماعی زندگی کی طرح صاف ہونا چاہئے۔

(۱۶) اب آپ کا کوئی پرسنل مسئلہ نہیں، آپ کی ہر چیز تولی جائے گی، آپ مقتدیٰ ہیں ہر ایسی چیز سے اپنے کو بچائیں جس سے غلط نمونہ بن جائیں۔

(۱۷) تعارف کی حد تک کام ہونا کوئی چیز نہیں، کام کی ترقی، کام کی گہرائی، کام کا جماؤ ہے، اور یہ اُس وقت تک نہیں ہوگا جب تک نقل وحرکت سنّت کے مطابق نہ ہو اور سنّت کے مطابق ہونا یہ ہے کہ جماعتوں کا تسلسل ہو، چار چھ جماعتیں ڈالنا کافی نہیں، ہمارا کام معمار کی تعمیر کی طرح ہے' جہاں سے چھوڑتا ہے وہیں سے وہ شروع کرتا ہے۔

(۱۸) اگر ہم محتاط نہ ہوں تو اعتماد ضائع ہوجاتا اور عملہ کے استعمال کو بھی متأثر کرتا ہے، یہ نہیں کہ ہماری ایک انفرادی اور ایک اجتماعی زندگی ہے، اپنی انفرادی زندگی بھی اجتماعی زندگی کی طرح صاف ہونا چاہئے۔

(۱۹) اپنے ظاہری اعمال کے ذریعہ اپنے اعتماد کی حفاظت کرو (جو ذمہ داروں اور عوام کا تم پر ہے) افادہ اور استفادہ دونوں کے لیے اعتماد شرط ہے۔

(۲۰) حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ سے کہا گیا کہ فلاں کو نکالو تو حضرت نے فرمایا: بہتر متبادل لاؤ گے تو بھی نہیں نکالوں گا۔

(۲۱) جب آدمی کے کسی کی ذات کے ساتھ شخصی تعلقات دینی تعلقات پر غالب آجاتے ہیں، تو پھر وہ اِن تعلقات کی وجہ سے دین کے بارے میں مداہن ہوجاتا ہے۔

۴۹ نکاح ۹

۱ نکاح عبادت ہے۔(۱) نکاح بھی مسجد کا عمل ہے۔(۲) نکاح معاشرت کی لائن کے مُنکرات (برائیوں مثلا بدنگاہی، بدکاری وغیرہ) سے روکتا ہے۔نکاح سے نگاہ اور شرم گاہ کی حفاظت ہوتی ہے۔(۳)

۲ رسومات ایسے جزء بن گئے ہیں کہ اُن کے چھوڑنے کو عیب سمجھا جارہا ہے۔

۳ جتنی بھی رسومات ہیں وہ بے حیائی کی طرف لے جانے والی ہیں۔

۴ جو نکاح میں سُنّت پر عمل نہ کرے وہ یا تو غیروں سے مرعوب ہے یا اُن (غیروں) سے محبّت ہے۔

---

(۱) ثُمَّ إِنَّ الْأَمْرَ بِالنِّكَاحِ، وَالنَّهْيِ عَنِ الرَّهْبَانِيَّةِ وَمَا ذَكَرْنَاهُ فِي أَوَّلِ فِقْهِ الْحَدِيْثِ مِنَ نُصُوْصٍ فِيْ التَّرْغِيبِ فِي النِّكَاحِ كُلُّ ذَلِكَ يُؤَكِّدُ أَنَّ النِّكَاحَ عِبَادَةٌ مَطْلُوْبَةٌ، وَيَكْفِيْ فِيْهَا النِّكَاحُ سُنَّتِيْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَمَنْ رَزَقَهُ اللّٰهُ امْرَأَةً صَالِحَةً فَقَدْ أَعَانَهُ عَلَى شَطْرِ دِيْنِهِ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِي الشَّطْرِ الثَّانِيْ. فتح المنعم شرح مسلم ۴۸۴/۵

(۲) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم: أَعْلِنُوا هَذَا النِّكَاحَ، وَاجْعَلُوهُ فِي الْمَسَاجِدِ، وَاضْرِبُوا عَلَيْهِ بِالدُّفُوفِ. سنن الترمذی، رقم: ۱۰۸۹

(۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم: يا معشرَ الشَّبابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ منكم الباءَةَ فليتزوّجْ، فَإِنّهُ أَغَضُّ للبَصَرِ وأَحْصَنُ للفرجِ، ومَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بالصَّومِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجاءٌ. صحیح البخاری، رقم: ۱۹۰۵

۵ جوعمل سُنّت کے خلاف ہوگا نہ دلوں میں محبّت پیدا ہوگی نہ خاندانوں میں نہ میاں بیوی میں۔

٦ کتنی شرم کی بات ہے کہ بیوی کو لانے کے لئے بارات کی شکل میں دوستوں کو لے جارہے ہیں۔

۷ کوئی سُنّت کے موافق ولیمہ میں کھجوریں وغیرہ کھلادے تو لوگ اُس کو ولیمہ نہ کہیں گے۔(۱)

۸ جو نکاح خلافِ سُنّت ہوگا وہ نگاہ کی حفاظت کا سبب نہیں بن سکتا۔

۹ نافرمان اولاد ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ صحبت سُنّت طریقے سے نہیں کی

---

(۱) أَوْلَمَ عَلٰى صَفِيَّةَ بِسَوِيقٍ وَتَمْرٍ. سنن أبي داود، رقم: ۳۷۴۴

(۲) اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے جماع کرتے وقت خدا کا ذکر نہ کرے یعنی یہ دعا نہ پڑھے: بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَارَزَقْتَنَا تو اُس پر شیطان اثر انداز ہوتا ہے۔شیطان اپنا آلۂ تناسل مرد کے آلۂ تناسل پر لپیٹ لیتا ہے اور اُس کے ساتھ عورت سے جماع کرتا ہے۔ اِس طرح شیطان اُس شخص کے نطفہ اور اُس کی ہونے والی اولاد میں شریک ہوجاتا ہے جیسا کہ قرآن میں بھی فرمایا گیا ہے۔ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مغربون کے معنی ہیں وہ لوگ جو جماع کے وقت ذکرِ خداوندی سے روگردانی کرتے ہیں اور اپنے نفس کو ذکرِ حق سے روکتے ہیں۔ یا وہ جماع کے وقت ذکرِ خداوندی سے غفلت اختیار کرکے اور گویا وظیفۂ زوجیت میں شیطان کو اپنا شریک بنا کر اپنی پیدا ہونے والی اولاد کو اپنی جنس سے دور کردیتے ہیں اور اپنی نسل اور اپنے نسب میں اجنبی خون شامل کردیتے ہیں۔لہذا جماع کا وقت چونکہ سرشاری اور غفلت کا وقت ہوتا ہے، اِس لئے اِس موقع پر احتیاط و ہوشیاری اختیار کرکے مذکورہ دعا پڑھنا چاہیئے تاکہ اِس بلاوفتنہ سے محفوظ رہے۔

صاحب مظاہر حق لکھتے ہیں: آج کل ابنائے روزگار (افراد انسانی) میں جو عام بے راہ روی، فتنہ وفساد اور مختلف قسم کی برائیاں پائی جاتی ہیں اُن کا سبب اِس حدیث کی روشنی میں بالکل واضح ہے کہ لوگوں نے عام طور پر مذکورہ ہدایت کو فراموش کر کے ذکرِ خداوندی کو ترک کر دیا ہے۔ اِس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ پیدا ہونے والی نسل پوری طرح شیطانی اثرات لئے ہوئے دنیا میں آتی ہے۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ شیطان کی شرکت کا مطلب یہ ہے کہ شیطان اُن دونوں کو زنا کی طرف راغب کرتا ہے اور اُن کی نظر میں بدکاری کو اچھے سے اچھے روپ میں پیش کرتا ہے۔ جس کی بناء پر وہ اِس برائی میں مبتلا ہو کر نالائق اور غیر صالح اولاد کی پیدائش کا ذریعہ بنتے ہیں یا شیطان اُن لوگوں کی عورتوں اور بیویوں کو زنا کی طرف مائل کرتا ہے اور اُن کو غیر مردوں کے ساتھ ملوث کراتا ہے۔ اِس کے نتیجے میں نالائق اولاد پیدا ہوتی ہے۔

اور ایک احتمال یہ ہے کہ اِس سے مراد یہ ہو کہ جس شخص کا ساتھی جن ہوگا وہ اس کو طرح طرح کی خبریں اور مختلف قسم کی کہانتوں کا القاء کرتا ہے۔ مرقات المفاتیح اردو: ۸/ ۵۹۶

نکاح کے موقع پر کی جانے والی حضرت جی رابع دامت برکاتہم کی دعا:

اے اللہ اِن نکاحوں کو قبول فرما، اِن میں برکت مقدّر فرما، اِن کے آپ کی راہ میں نکلنے کے ارادے کو قبول فرما، یا اللہ زوجین میں، اُن کے والدین میں، اُن کے خاندانوں میں اور پوری امت میں الفت، محبت اور مودّت پیدا ہونے کا ذریعہ فرما، دین کے سچے خادموں کے ظاہر ہونے کا ذریعہ بنا، یا اللہ اِن نکاحوں کو قبول فرما کر پوری اُمت میں انبیاء اور صحابہ والی شادیوں کو زندہ فرما، پوری اُمت کے دل میں غیروں کے طریقوں کی نفرت پیدا فرما، یا اللہ جہیز کے مطالبات، مال کے مطالبات امت کے دلوں سے نکال کر دین کی طلب پیدا فرما، خلاف سنت طریقوں کی نفرت ایک ایک امتی کے دل میں پیدا فرما، اُمت کو احیائے سنت پر قائم فرما۔

روانگی

۵۰ ۸۵

جانے والی جماعتوں کو دی جانے والی ہدایات کی اہمیت:

① حضرت ابوبکرؓ حضرت اُسامہؓ کی جماعت کو ہدایات دیتے دیتے مدینۂ طیبہ سے باہر گئے تھے۔(ثُمَّ خَرَجَ أَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى أَتَاهُمْ فَأَشْجَعَهُمْ وَشَيَّعَهُمْ، وَهُوَ مَاشٍ وَأُسَامَةُ رَاكِبٌ، کنز العمال:۳۰۲۶۸)

② مولانا الیاس صاحبؒ جانے والی جماعتوں کو ہدایت دیتے دیتے کبھی چڑیا گھر، (جو مرکز نظام الدین سے دو کیلومیٹر کے فاصلے پر سندر نگر میں واقع ہے) اور کبھی مٹکا پیر مسجد (جہاں حضرت شیخ ابوبکر طوسی حیدریؒ کی مزار ہے جو ۶۱۷ھ مطابق ۱۲۲۰ء میں سلطان غیاث الدین بلبن کے دور میں ایران سے دہلی تشریف لائے تھے اور ۲۱/رجب ۶۵۵ھ مطابق اگست ۱۲۷۲ء کو انہیں شہید کر دیا گیا، یہ مسجد مرکز نظام الدین سے ساڑھے تین کیلومیٹر کے فاصلے متھرا کے راستے پر پرگتی میدان کے قریب واقع ہے) تک جاتے تھے۔

③ مولانا یوسف صاحبؒ ہدایات کے درمیان کھڑا کرتے کہ بتاؤ! کیا سمجھے؛ ہر ایک فکرمند رہتا تھا کہ پتہ نہیں کب مجھ سے پوچھیں گے۔ مولانا یوسف صاحبؒ (راہِ خدا میں جانے والی جماعتوں کو) دو دو تین تین گھنٹے (کام کا طریقہ) سمجھاتے، پھر پوچھتے کہ سمجھے یا نہیں؟ کوئی کہتا نہیں سمجھا کہتے کہ آج ٹھہر جاؤ (دوبارہ سن کر سمجھ کر جاؤ)۔

④ آپ کی ہدایات صحابۂ کرامؓ کے حالات سے خالی ہیں تو پھر خُدا کی قسم! آپ ہدایات نہیں دے رہے ہیں، بلکہ اپنے تجربات سُنا رہے ہو۔

دین محنت سے آئے گا:

(۱) اِس وقت کی بُنیادی بات یہ ہے کہ اُمّت ایمان اور اسلام کو بغیر محنت اور کوشش کے حاصل کرنا چاہتی ہے پر دُنیا کو محنت کے بغیر حاصل کرنا خلافِ عقل اور خلافِ قیاس سمجھتے ہیں۔ ہاں! لوگ کہتے بھی ہیں کہ دُنیا بغیر محنت کے حاصل نہیں ہوتی۔ تو جب دُنیا بغیر محنت کے حاصل نہیں ہوسکتی تو دین صرف دُعاؤں سے کیسے حاصل ہوجائے گا۔

محنت کیا ہے؟

(۲) اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ہم اپنے راستے میں محنت کرنے والوں کو ضرور بالضرور ہدایت دیں گے، (۱) لیکن جب تک محنت اور راستہ دونوں متعین نہیں ہوں گے اُس وقت تک ہدایت حاصل نہیں ہوگی، اللہ ربُّ العزّت نے انبیاء علیہم السلام کی محنت کو قیامت تک کے لئے ہدایت حاصل ہونے کا راستہ متعین کردیا ہے۔ (۲)

دعوت الی اللہ کی اہمیت:

(۳) حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے: شیطان کی سب سے زیادہ طاقت دعوت سے روکنے پر لگتی ہے کہ اگر اُمّت دعوت پر آئے گی

---

(۱) وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ، العنکبوت: ۶۹

(۲) لَنْ يُصْلِحَ أخِرَ هَذِهِ الأُمّةِ إلّا مَا أَصْلَحَ أَوَّلَهَا، موسوعة الرقائق والآداب، رقم: ۵۷۷۷

تو اس اُمّت کو نجات سے کوئی طاقت نہیں روک سکتی، کام پر جتنی بصیرت ہوگی اُتنی ہی استقامت ہوگی۔

اعمال دعوت کی اہمیت:

④ اعمالِ دعوت اعمالِ نبوّت ہیں، جو ہدایت، تربیت اور تزکیہ کے لئے ہیں۔

پہلی محنت:

⑤ سب سے پہلے اِس محنت میں کلمے کی دعوت ہے، ہمیں کلمے کی دعوت سے کلمے کا اخلاص حاصل کرنا ہے، اِس کے لئے کلمہ کی دعوت کا ایک ماحول بنانا پڑے گا، اور وہ یہ ہے کہ مسجد میں ایمان کے حلقے قائم کئے جائیں، جن میں غیب کے تذکرے ہوں۔

⑥ سب سے بڑا حکم اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے، لوگ تمام فرائض (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ) جانتے ہیں؛ لیکن ایمان کے فرض کو نہیں جانتے (یعنی اس کے مسائل اور فضائل کو)؛ حالاں کہ تمام احکام کا مدار ایمان پر ہے (یعنی ایمان کے بغیر کوئی عبادت قبول نہیں)۔

⑦ اعمال میں اخلاص (اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کی نیت)، اعمال پر استقامت (جماؤ)، اعمال پر وعدوں (جیسے: امن، غلبہ، اقتدار وغیرہ) کا پورا ہونا، اعمال پر اجر (ثواب) کا ملنا، یہ چاروں (چیزیں) ایمان کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتیں۔

⑧ اگر روزانہ توحید (اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، اختیارات اور حقوق میں

کسی کو حصّہ دار نہ ٹھہرانا) کو نہیں بولیں گے تو شرک ایسی جڑ پکڑے گا کہ ہم سمجھیں گے کہ ہم تبلیغ کا کام کر رہے ہیں اور اندر شرک کا مادّہ (شرکیہ باتیں اور شرکیہ کام) پیدا ہو رہا ہوگا۔

۹ چار راستوں سے یقین سیکھو: قرآنی آیات، احادیثِ شریفہ، انبیاء علیہم السلام کے واقعات اور صحابۂ کرامؓ (کے ساتھ کی گئی) غیبی تائیدات (اللہ تعالیٰ کی مددیں)، جب تک اُمّت اِن چار لائنوں سے یقین نہیں سیکھے گی اُس وقت تک غلط یقینوں کے ٹوٹنے اور صحیح یقینوں کے دل میں اُترنے کے اسباب پیدا نہیں ہوں گے۔

۱۰ ایمان کو اُس کی علامتوں کے ساتھ بیان کرو، اس سے ایمان کا ضُعف (کمزوری) نظر آئے گا ورنہ ایمان ایک خیال (وہم) بن کر رہ جائے گا۔

۱۱ اللہ تعالیٰ کی قُدرت کے تذکرے ہوں اور مسجد کے ساتھی لوگوں سے ملاقاتیں کر کے نقد مسجد میں لے کر آئیں۔

اتباعِ سُنّت:

۱۲ اِس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ ہدایت اور ولایت صرف اِتباعِ سُنّت کے ساتھ مشروط ہے۔ اگر کوئی شخص کسی بھی لائن میں ہو، چاہے وہ دعوت وتبلیغ ہو یا تعلیم وتعلّم ہو یا وہ عبادات اور اذکار ہوں یا وہ عادات اور ضروریات ہوں اگر کوئی بھی شخص کسی بھی لائن میں حالات کے کتنے بھی

تقاضہ کی وجہ سے سُنّت کے خلاف لگتا ہے تو ہدایت کا وعدہ نہیں ہے۔ یہ قرآن کی شرط ہے اِنْ تُطِیْعُوْہُ تَھْتَدُوْا(۱)۔اگر آپ تمام شعبوں میں وہ دین کے شعبے ہوں یا دعوت کے یا ضروریات اور عادات کے اگر آپ اتباعِ سُنّت پر نہیں ہیں تو ہدایت کا وعدہ نہیں ہے۔حدیث میں ہے کہ اگر تم نے نبیؐ کی سُنّت کو چھوڑ دیا تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔

مساجد کے ماحول کی اہمیت:

(۱۳) حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے: جو اپنے ماحول سے نکل کر باہر نہیں آیا وہ ایمان کے اور یقین کے ماحول سے کیسے متاثر ہوگا، بازار کے ماحول سے مسجد کا ماحول لاکھوں گنا بہتر ہے، کیونکہ چند قدم اس کا مسجد کی طرف اٹھانا اللہ تعالیٰ کی طرف قدم اُٹھانا ہے۔

نماز سے کامیابی کے یقین کی روزانہ دعوت دیں:

(۱۴) اپنی نمازوں پر خوب مشق کرو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے کہ نماز میں عجلت کرنے کا عام مزاج ہے کہ لوگ نماز میں جلدی کرتے ہیں، رکوع میں سجدے میں قومے میں جلسے میں جلدی کرنے کا عام رواج ہے، حالانکہ سخت وعید ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کے نماز کی طرف دیکھتے ہی نہیں جو رکوع اور سجدے کے درمیان یعنی قومے میں اپنی کمر کو سیدھا نہ کرے۔

---

(۱) النور:۵۴

(۲) لَوْتَرَکْتُمْ سُنَّةَ نَبِیِّکُمْ لَضَلَلْتُمْ، جامع بیان العلم، ۲۳۷۳

(۳) ۔۔۔وَإِذَا أَتَانِي مَشْيًا أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً، البخاری، رقم: ۷۵۳۶

(۴) مسند أحمد: ۱۰۷۹۹

(۱۵) نماز کے بعد کی تسبیحات، نماز کے بعد کے اذکار اور نماز کے بعد کی دُعاؤں کا اہتمام کرو۔

(۱۶) اذکارِ نماز (رکوع ،سجدے، قومے اور جلسے میں پڑھی جانے والی دعائیں) کو ہم پڑھتے بھی نہیں اور دوسروں کو پڑھنے کے لئے کہتے بھی نہیں؛ حالاں کہ ان اذکار کا نماز میں پڑھنا ثابت ہے۔

(۱۷) دوستو! حاجت (ضرورت) کے پیش آتے ہی اگر نماز کا خیال نہ آیا تو ابھی نماز کی حقیقت حاصل نہیں ہوئی۔

رات کا قیام:

(۱۸) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نکلنے والی جماعتوں کو اِن دو باتوں کا ضرور حکم دیتے تھے: (۱) رات کا قیام۔ (۲) قرآن کی تلاوت۔[۱]

تعلیم کا مقصد:

(۱۹) تعلیم کا مقصد اعمال میں احتساب پیدا کرنا ہے۔

(۲۰) تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ ۲۴ رگھنٹوں میں کس وقت کا کونسا عمل ہے اور اس کا کیا اجر ہے، اس کا دھیان ہو، ورنہ ان مواقع سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا اور غفلت سے سارے مواقع گزر جائیں گے۔

تعلیم کے آداب:

(۲۱) جتنا ادب ہوگا اتنا ہی حدیث کا نور آئے گا، با وضو بیٹھو، ٹیک نہ لگاؤ، متوجّہ ہو کر بیٹھو، آپس میں باتیں نہ کرو۔

---

(۱) فتوح الشام، ص:۳۶

تعلیم کی کتابیں:

۲۲ مقام پر ایک دن فضائل کی اور ایک دن منتخب کی تعلیم ہو اور خروج کے زمانے میں ایک وقت (صبح) منتخب احادیث کی تعلیم ہو، اور ایک وقت (دوپہر میں) فضائل (اعمال اوّل دوّم) کی تعلیم ہو۔

۲۳ فضائلِ اعمال وصدقات ایک محدّثِ اعظم کی پوری زندگی کے مطالعہ کا نچوڑ ہے۔

۲۴ جماعت میں دس آدمی ہوں تو دس کے دس ساتھیوں کی کتابیں الگ الگ ہونی چاہیے، تاکہ تنہائیوں میں اس کا مطالعہ کرتے رہیں۔

تعلیم کا وقت:

۲۵ صبح شام جم کر تین، چار گھنٹے تعلیم ہوگی۔

تعلیم کرنے کا طریقہ:

۲۶ میں نے عرض کیا ہے کہ تعلیم کے دوران ایک ایک حدیث کو تین تین بار پڑھو اگر پڑھنے والے عالم ہیں، عربی عبارت پڑھ سکتے ہیں تو ضرور ایک دو حدیثیں عربی عبارت کی پڑھ لیا کریں، جس سے براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کانوں میں پڑیں۔ ان کی روحانیت الگ ہی ہے۔ وہ روحانیت مترجم کی زبان میں نہیں آسکتی، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ میں ہے۔

جوار دو کا ترجمہ ہے اس کو تین مرتبہ پڑھے۔ اس کی کوشش نہ کرو کہ کتاب ختم ہو جائے، اس کی کوشش کرو کہ جو حدیث پڑھی جارہی ہے وہ لوگوں کے دلوں میں اتر جائے۔

(۲۷) تعلیم کے دوران متوجّہ کرتے رہو اور پوچھتے رہو، مجمع سے کہو، بھائی! بات سمجھ میں آرہی ہے؟ دیکھو! نماز چھوڑنے پر کتنا بڑا عذاب ہے، نماز پڑھنے پر کتنا بڑا وعدہ ہے، اس طرح ہمیں تعلیم کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا یقین سیکھنا ہے۔

تصحیحِ قرآن کا حلقہ:

(۲۸) اگر مجوّد (تجوید کے ساتھ قرآن پڑھنے والا) ایک ہو تو تصحیحِ قرآن کا ایک ہی حلقہ لگاؤ، دو ہوں تو دو حلقے لگاؤ، جماعت میں کوئی مجوّد نہ ہو تو امام صاحب سے درخواست کریں کہ وہ قرآن سکھائیں۔

مسائل کا علم:

(۲۹) اس زمانے کی سب سے بڑی جہالت یہ ہے کہ لوگوں نے ہر چیز کے جاننے کو علم سمجھ لیا ہے، علم صرف وہ ہے جو حضرت محمد ﷺ کے طریقے پر سُنّت ہے، اور اللہ تعالیٰ ہم سے چاہتے ہیں۔

(۳۰) ایک فضائل کا علم ہے اور ایک مسائل کا علم ہے، مسائل کا علم علما سے حاصل کرو۔ جہاں جاؤ وہاں بھی اور اپنے مقام پر رہتے ہوئے بھی علما کی زیارت کو عبادت یقین کرو[۱] ہر ہر قدم پر مسائل علما سے پوچھو۔ حضرت

---

(۱) فیض القدیر، رقم: ۳۹۷۱

مولانا یوسف صاحب فرماتے تھے، کہ علما سے پوچھ کر چلنا، یہ اس کے ایمان کی دلیل ہے ورنہ جس کے پاس ایمان نہ ہوگا، اس کو علم سے کوئی رغبت نہیں ہوگی۔ مسائل کا علم علما سے پوچھو، قدم قدم پر پوچھ کر چلو کہ میں شادی کیسے کروں، میں تجارت کیسے کروں، میں فلاں ملازمت کرتا ہوں (وہ) حلال ہے یا حرام، جائز ہے یا ناجائز

ذکر:

۳۱ اللہ کے دھیان کے ساتھ ذکر کرنے کی مشق کیا کرو۔ ذکر کیلئے وضو کرو، لوگ تو آپ سے یہ کہیں گے، کہ بغیر وضو کے بھی ذکر ہو جاتا ہے۔ نہیں میرے دوستو! میں جو کہہ رہا ہوں، اسے دھیان سے سنو، کہ میں آپ سے ساری کی ساری حضرت کی باتیں نقل کر رہا ہوں، حضرت فرماتے تھے، ذکر کیلئے وضو کرو اور تنہائی کا کونہ تلاش کرو اللہ تعالی کا ذکر یکسوئی میں کرو، کہ اللہ تعالی کا ذکر اللہ تعالی کے غیر سے کٹ کر ہوتا ہے، کہ اللہ تعالی کے غیر سے کٹ کر اللہ کے ہو کر اللہ کو یاد کرو تبتل اسی کو کہتے ہیں۔ اسلئے تنہائی کا کونہ تلاش کرو، ایک تسبیح تیسرے کلمہ کی، ایک تسبیح درود شریف کی ایک تسبیح استغفار کی، اہتمام کے ساتھ ان تین تسبیحات کا صبح شام اللہ کے دھیان کے ساتھ کرو۔

۳۲ سب مسنون دُعاؤں کا اہتمام کیا کرو، حضرت فرماتے تھے کہ مسنون دعائیں قبولیت کا راستہ دیکھی ہوئی ہیں۔

(۳۳) دعوت کے تقاضوں کو ذکر پر مقدم تو کرنا ہے ذکر کو چھوڑ نا نہیں ہے۔

تلاوت:

(۳۴) اللہ تعالیٰ توفیق دے تو صبحِ صادق سے پہلے (فجر کی نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے) قرآن دیکھ کر پڑھ لیا کرو، چاہے تین آیتیں ہی کیوں نہ ہوں۔

(۳۵) مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے: میں نے سارے بُزرگوں کو اوراد وظائف (وہ معمولات جو بلا ناغہ کیے جائیں) کرتے دیکھا، مگر جتنا تیز رفتاری سے اللہ تعالیٰ کا قُرب صبحِ صادق سے پہلے قرآن دیکھ کر پڑھنے کا محسوس کیا اتنا کسی وظیفہ میں اور کسی وِرد میں اور کسی عمل میں نہیں پایا۔

(۳٦) قرآن کی تلاوت کے ساتھ ساتھ ترجمہ ضرور دیکھا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہم سے کیا چاہتے ہیں، اس سے دلوں کے اندر اللہ تعالیٰ کے کلام کی عظمت، اس کے کلام کا رعب، اس کے وعدوں کا یقین اور اس کے وعیدوں کا خوف پیدا ہوگا، اور یہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاوت کا طریقہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ہم سے براہِ راست مخاطب ہیں، ایمان والوں کا حال یہ ہے کہ جھوٹا اخبار سمجھ کر پڑھتے ہیں اور سچا قرآن سمجھ کر نہیں پڑھتے۔

اکرام مسلم:

(۳۷) میرے بزرگو، دوستو، عزیزو! اگر دُعاؤں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی ذات

کے ساتھ تعلّق پیدا ہوگیا، تو یقینی بات ہے، کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور بندوں کے درمیان کے حالات کو ٹھیک کردیں گے۔ جو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کے معاملات کو ٹھیک کرلے گا، تو اللہ تعالیٰ اُس کے اور بندوں کے درمیان کے معاملات کو ٹھیک کردیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے معاملات ٹھیک کرنا یہ ہے، کہ دُعاؤں کے راستے سے اپنے مسائل کو اللہ تعالیٰ سے حل کرایا جارہا ہو۔ اس لئے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے اپنے مسائل کا حل نہ کراپائے گا وہ بندوں کے حق مارے گا، ان کے حقوق دبائے گا۔ جس کو اللہ تعالیٰ کے حق کی پرواہ نہیں ہے وہ بندوں کے حقوق کی پرواہ کیا کرے گا، اس کے لئے اکرام مسلم ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکل کر ہمیں اکرام کی مشق کرنی ہے، اکرام کی مشق خدمت سے ہوتی ہے، کہ اللہ کے راستے میں نکل کر خدمت کرنا، اپنی تربیت کیلئے ہے۔ خدمت کا ہر ایک محتاج ہے، جس طرح تربیت کا ہر ایک محتاج ہے، اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکل کر خدمت میں اپنے آپ کو خود پیش کرو، کہ کھانا میں بناؤں گا، لکڑی میں جلاؤں گا، جنگل سے لکڑیاں میں چُن کر لاؤں گا۔

(۳۸) ادنیٰ مسلمان کی تحقیر بھی آدمی کو گمراہی کے راستے پر ڈال دیتی ہے۔(۱)

(۳۹) اکرام مسلم کا مجاہدہ یہ ہے کہ جن سے طبیعتیں نہیں ملتیں ان کے قریب ہوجاؤ۔

---

(۱) الطبقات الکبریٰ: ۴/ ۶۳

اخلاصِ نیت:

(۴۰) دیکھو یہ سارے کام، اللہ کی رضا کے لئے ہوں۔اس کے علاوہ ہماری کوئی غرض نہ ہو، کیوں کہ حدیث میں آتا ہے کہ ادنی ریا بھی شرک ہے۔ اللہ تعالی کے غیر کا ادنی خیال بھی شرک ہے۔ایک صحابیؓ نے آکر عرض کیا کہ یارسول اللہ! ایک آدمی نیک عمل کرتا ہے اور اس کا دل یہ چاہتا ہے کہ اس کے عمل کو کوئی دیکھ لے، آپ اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے خاموشی اختیار کر لی، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ، جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے، (۱) اس لئے اللہ تعالی سے رو رو کر اخلاص مانگو کہ اے اللہ تو ہمارے عمل میں اخلاص پیدا فرمادے، ہمارے عمل کو تو ہی اپنی ذات کے لئے خالص کر لے ورنہ شیطان قدم قدم پر نیت کے اندر فتور پیدا کرے گا اور نیت کو بگاڑنے کی کوشش کرے گا۔

دعوت الی اللہ:

(۴۱) اس طرح ہمیں اللہ تعالی کے راستے میں نکل کر ان چھ صفات کی مشق کرنی ہے، ہمارا نکلنا اس لئے ہو رہا ہے تو پورے دین پر چلنے کی استعداد یقیناً پیدا ہو جائے گی، اپنے یقین و عمل کو درست کرنے اور سارے انسانوں کو

(۱) تفسیر ابن کثیر، ۳/ ۱۱۴

صحیح یقین وعمل پرلانے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے طریقۂ محنت کو سارے عالم (دنیا) میں زندہ کرنے کی کوشش کرنا (دعوت الی اللہ ہے)۔

(۴۲) اس لئے میرے دوستو عزیزو پہلی بات یہ ہے کہ نکلنے میں کہ ہمارے دلوں میں اس کام کی عظمت اور اس راستے میں نکلنے کا اہتمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں تھا، کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کام وہی ہے جو صحابہ کرام کا تھا، اللہ تعالی کے راستے میں نکلتے ہوئے ہمارے وہ جذبات ہوں جو جذبات صحابۂ کرام کے تھے، اس بات کو دل سے یقین کرو کہ اللہ تعالی کے راستے کی ایک صبح ایک شام دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے۔

(۴۳) ایمان کی تکمیل مجموعہ کی اصلاح پر موقوف ہے، ورنہ صاف لکھا ہے علماء نے کہ اگر کوئی آدمی اپنی ذات سے اپنے اندر کمالاتِ علمیہ اور کمالاتِ عملیہ دونوں پیدا کرلے لیکن دوسروں کو معروفات پر آمادہ نہ کرے تو ایمان کی تکمیل نہیں ہوسکتی۔ صرف اپنے کمالاتِ علمیہ اور کمالاتِ عملیہ سے ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی؛ ایمان کی تکمیل مجموعہ کی اصلاح پر موقوف ہے۔ آپ اگر اپنی ذات سے نیک اعمال کرتے ہیں لیکن دوسروں کو آمادہ نہیں کرتے تو صاف لکھا ہے علماء نے کہ صرف انفرادی اعمال ہوجانا وقت پر اور زکوٰۃ کا ادا ہوجانا وقت پر لکھا ہے کہ یہ ایمان کی تکمیل کے لیے کافی نہیں ہے۔(۱) دوسروں کو معروفات پر آمادہ کرو، دوسروں کو منکر سے روکو یہ ایمان باللہ کا سب سے بنیادی سبب ہے۔

(۱) ترجمان السنۃ، ج:۲، ص ۱۹۰

دین سیکھنے کی حد تک تبلیغ میں لگنا یہ اِس کام کو گزرگاہ بنانا ہے:

۴۴ ہم تو نفر (راہ خدا میں نکلنا) اللہ تعالی کے امر کی وجہ سے کرتے ہیں۔ اور یہ نفر اللہ تعالی کا ایسا امر ہے کہ یہ قتال پر موقوف نہیں ہے۔

آپ دیکھ لیجئے، پڑھئے سیرت! کہ آپ کو غزوات اور قتال سے زیادہ سرایا ملیں گے۔ آپ یہ سمجھ بیٹھے کہ خروج صرف قتال کے لیے، قتال اُس زمانہ میں ہوتا تھا اِس زمانہ میں ہے نہیں ہے (لہذا نفر ضروری نہیں ہے، یوں ہم سمجھ رہے ہیں) قتال سے انکار نہیں ہے، وہ اپنی جگہ فریضہ ہے (اس کے شرائط ہیں)، اِس لیے نفر کو تو ہم اللہ کا امر سمجھ کر نکلتے ہیں۔ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا کہ اگر نہیں نکلوگے تو اللہ کے عذاب کو واجب کرلوگے، معمولی بات ہے؟۔ ہم دین سیکھنے کے لیے نکلے ہیں، میں کہتا ہوں صرف تعلیمِ دین کے لیے نہیں ہے بلکہ خروج اِقامتِ دین کے لیے ہے۔ (تعلیمِ دین اس کا ایک حصہ ہے)۔

مخلوط جماعتیں:

۴۵ جتنی مخلوط جماعتیں نکالوگے، اُتنی تربیت ہوگی۔ (۱)

۴٦ ہمارے یہاں ایک کمی یہ ہے کہ ہم اپنوں کے ساتھ نکلتے ہیں، اور اپنوں کے ساتھ نکلنا سیاحت (picnic) ہے، اجنبیوں کے ساتھ نکلنا دعوت ہے،

---

(۱) سنن ابن ماجہ، رقم: ۲۸۲۷

جو آدمی اپنے ہم خیال لوگوں کے ساتھ نکلتا ہے، اس کے خیالات اور عزائم محدود رہتے ہیں، اور جو نئے لوگوں کے ساتھ نکلیں گے ان کے عزائم، ان کے خیالات بلند ہو جائیں گے، آپ سے بہت کام کی بات کہتا ہوں کہ جو اپنوں میں رہتا ہے اس کے اندر شجاعت پیدا نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے عرب کا دستور تھا کہ وہ بچے کو پیدا ہوتے ہی گاؤں، دیہات میں اجنبی لوگوں میں بھیج دیا کرتے تھے تا کہ اس کے اندر شجاعت پیدا ہو، اور جو بچے اپنی ماں کی گود میں پلتے ہیں ان کے اندر شجاعت نہیں پیدا ہوتی اور وہ میدان میں کسی کام کے قابل نہیں رہتے، (أَوَمَنْ يُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ) اس آیت سے مجھے یہ اندازہ ہوا ہے کہ جن کا بچپن اور جن کی جوانی ماں باپ کے درمیان گزرتی ہے وہ میدان کے قابل نہیں رہتے، اس آیت سے یہ اصول نکلتا ہے۔

پیدل جماعتیں:

۴۷ پیدل جماعتوں کی عمومی تشکیل ہو اور ترغیب ہو۔

۴۸ اس راہ میں پیدل چلنا جہنّم سے آزادی کو یقینی بناتا ہے۔(۱)

۴۹ اِس زمانے میں سواریاں زیادہ (اور) چلنے والے کم ہیں، پہلے (زمانہ میں) سواریاں کم اور (راہِ خُدا میں پیدل) چلنے والے زیادہ تھے۔

۵۰ (پیدل چلنے کی اہمیت کو بتلاتے ہوئے فرمایا) کہ قرآن میں پیدل حج کو آنے والوں کا ذکر پہلے ہے اور سوار ہو کر آنے والوں کا بعد میں۔(۲)

(۱) بخاری، رقم: ۹۰۷ (۲) سورۂ حج: ۲۷

امیر کی اطاعت:

۵۱ اطاعت نہیں تو تربیت نہیں، اطاعت نہیں تو جماعت نہیں۔

موبائل اور لایعنی کاموں سے اجتناب:

۵۲ سب سے بڑا لایعنی یہ موبائل ہے، اس آلہ کی وجہ سے ظلمتیں چھا جاتی ہیں، جماعت میں اس کو لے جانا اپنے خروج کو برباد کرنا ہے، اس کو جماعت میں ساتھ نہ لے جاؤ۔ یہ موبائل دینی مجلسوں پر چھا گیا ہے۔ منکر سے معروفات پر نہیں لایا جاتا، معروف پر لانے کیلئے معروف طریقہ اختیار کرو۔ اس موبائل کا استعمال دنیوی چیزوں کے لئے تو ٹھیک ہے، اس کی وجہ سے منٹ منٹ کی خبر لی جارہی ہے، تجارت ہورہی ہے، حضرت جی مولانا یوسف صاحب فرماتے تھے اگر کسی نے اللہ کے راستے میں نکل کر ایک چھوٹی سی تجارت بھی کر لی اگر یہ کفار کے ہاتھوں قتل کردیا گیا تو اللہ کے ہاں سے اس کو شہادت کا درجہ نہیں ملے گا کیونکہ اس نے دعوت کے ساتھ خروج کے زمانے میں تجارت کی ہے۔(۱)

۵۳ راہ خدا میں نکلنے والے یکسو ہوں، اسی لئے حضرت یوشع بن نون نے فرمایا تھا: میرے ساتھ تین قسم کے لوگ نہ آئیں: (۱) جس نے شادی کی ہو اور رخصتی نہ ہوئی ہو (۲) جس نے مکان بنایا ہوا ہو اور چھت پڑنی باقی ہو

---

(۱) قَالَ: وَأُخْرَى تَقُولُونَهَا لِمَنْ قُتِلَ فِي مَغَازِيكُمْ أَوْ مَاتَ: قُتِلَ فُلَانٌ شَهِيدًا، وَمَاتَ فُلَانٌ شَهِيدًا، وَلَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ قَدْ أَوْقَرَ عَجُزَ دَابَّتِهِ، أَوْ دَفَّ رَاحِلَتِهِ ذَهَبًا، أَوْ وَرِقًا يَلْتَمِسُ التِّجَارَةَ، لَا تَقُولُوا ذَاكُمْ، وَلَكِنْ قُولُوا كَمَا قَالَ النَّبِيُّ، أَوْ كَمَا قَالَ مُحَمَّدٌ صلى الله عليه وآله وسلم: مَنْ قُتِلَ أَوْ مَاتَ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَهُوَ فِي الْجَنَّةِ. مسند أحمد، رقم: ۲۸۵

(۳) جس کے یہاں حاملہ اونٹنیاں ہوں۔(۱)

جماعت ہر مسجد میں کتنے دن قیام کرے؟:

۵۴ ہماری جماعتیں علاقوں کا سروے کر کے آجاتی ہیں پھرنا اصل نہیں ہے ہر مسجد میں پانچ کام قائم کرتے ہوئے نقد جماعتیں نکالتے ہوئے جماعت کو آگے لے جاو۔ جو نکلنے والی جماعت کام میں نہیں لگتی وہ اپنے مقام پر آکر مقامی کام نہیں کرتی۔(۲)

(۱) بخاری، رقم: ۳۱۲۴،
اس کی حکمت یہ تھی کہ جہاد میں اُن کی توجہ بٹی ہوئی ہوتی، ذہن ان امور میں الجھا ہوتا۔ واضح ہو کہ مذکورہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ جہاد فرض کفایہ ہو۔ ورنہ فرض عین ہونے کی صورت میں نفیر عام ہو جائے تو ہر شخص کا نکلنا ضروری ہے، تاہم امام وقت کسی مصلحت کی بناء پر کسی کو روک لے تو اور بات ہے۔ کشف الباری: ۳/ ۲۵۲

(۲) حضرت جی مولانا الیاس صاحبؒ نے حضرت مفتی زین العابدینؒ اور مولانا محمد سعید احمد خان صاحب مکیؒ کو بھیجا، ابھی جماعت نے جا کر میوات میں کام شروع ہی کیا تھا کہ اتنے میں حضرتؒ نے دوسری جماعت نصرت کے واسطے بھیجی اور یہ جماعت نصرت کی وہاں پر پہنچی تو جو جماعت حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب کی کام کر رہی تھی اُس مسجد میں کام جمائے بغیر وہ دوسری مسجد کے اندر چلی گئی۔ حضرت جی مولانا الیاس صاحبؒ نے اہتمام سے ڈانٹ کا خط لکھ کر بھیجا اور خط کے اندر یہ لکھ کر بھیجا کہ مولوی صاحب! شیطان اپنی چال میں کامیاب ہو گیا کہ ایک جگہ کام جموائے بغیر شیطان نے تمہاری مسجد بدلوادی ہے۔ تمہیں آگے بڑھا دیا ہے، جب تک اُس جگہ کام کرنے کے واسطے دوسرے لوگ نہیں آجاتے تم وہیں پر رہو۔ (ناقل مولانا یوسف زید مجدہ بن حضرت جی دامت برکاتہم)

۵۵ ہماری جماعتیں کمزور علاقوں میں مساجد کا انتظار نہ کریں بلکہ کرایہ کے مکانات لیکر کام شروع کریں۔

علاقوں میں کھلے اور بڑے خرچ کی جماعتیں جائیں:

۵۶ ایک سیاح سیاحت کے لیے جاتا ہے تو وہ اپنے ٹکٹ پر، اپنے کرایہ پر، اپنے کھیلنے کی جگہ پر، اور اپنے کھانے پینے کی جگہ پر خرچ کر رہا ہے، اِس کا مصرف خود اس کی اپنی ذات ہے، اور ایک آدمی جماعت میں جا رہا ہے اور اِس کے مال کا مصرف بھی اس کی ذات تک ہو کر رہ جاتا ہے تو بتائیے! دونوں کے اجر میں کیا فرق رہ جاتا ہے؛ بیشک! اِسے اجر ملے گا اجر سے کوئی خالی نہیں، اِس کے کھانے پر اجر، اِس کے گھوڑے کے کھانے پر بھی اَجر، یہاں تک اجر حدیث شریف کے اندر لکھا ہوا ہے۔(۱)

۵۷ تشکیل والے تم سے کہیں گے یہ تمہارا رخ ہے پانچ سو روپے کافی ہیں نہیں، بلکہ اُن سے کہو کہ ہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکل رہے ہیں زیادہ لے کر جائیں گے سب کا اکرام کریں گے کھلائیں گے پلائیں گے۔(۲)

---

(۱) مَنِ احتبسَ فَرَسًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ إِيْمَانًا بِاللّٰه، وَتَصْدِيْقًا لِوَعْدِ اللّٰهِ كَانَ شِبْعُهُ وريُّهُ وَبَوْلُهُ وَرَوْثُهُ حَسَنَاتٍ فِيْ مِيْزَانِهِ، النسائي، رقم: ۳۵۸۴

(۲) حضرت سلیمان بن ربیعہ کہتے ہیں کہ اُنہوں نے حضرت معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں حج کیا۔ اُن کے ساتھ بصرہ کے علماء کی ایک جماعت بھی تھی جن میں منتصر بن حارث ضبی بھی تھے۔ اُن لوگوں نے کہا اللہ کی قسم! جب تک ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی ایسے ممتاز اور پسندیدہ صحابی سے نہ مل لیں جو ہمیں حدیثیں سنائے اُس ←

وقت تک ہم لوگ (بصرہ) واپس نہیں جائیں گے۔ چنانچہ ہم لوگوں سے پوچھتے رہے تو ہمیں بتایا گیا کہ ممتاز صحابہؓ میں سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ مکہ کے نشیبی حصہ میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہم اُن کے پاس گئے تو ہم نے دیکھا کہ بہت بڑی مقدار میں سامان لے کر لوگ جارہے ہیں تین سو اونٹوں کا قافلہ ہے جن میں سو اونٹ تو سواری کے لیے ہیں اور دو سو اونٹوں پر سامان لدا ہوا ہے۔ ہم نے پوچھا یہ سامان کس کا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا ہے۔ ہم نے حیران ہو کر کہا کیا یہ سارا اُن ہی کا ہے؟ ہمیں تو یہ بتایا گیا تھا کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ متواضع انسان ہیں (اور یہاں نقشہ اور ہی طرح کا نظر آرہا ہے) لوگوں نے بتایا کہ (یہ سارا سامان تو اُن ہی کا ہے لیکن) اپنے پر خرچ کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ دوسروں پر خرچ کرنے کے لیے ہے۔ یہ سو اونٹ تو اُن کے مسلمان بھائیوں کے لیے ہیں جن کو یہ سواری کے لیے دیں گے اور اِن دو سو اونٹوں کا سامان اُن کے پاس مختلف شہروں سے آنے والے مہمانوں کے لیے ہے۔ یہ سن کر ہمیں بہت زیادہ تعجب ہوا۔ لوگوں نے کہا تم تعجب نہ کرو۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ مالدار آدمی ہیں اور وہ اپنے پاس آنے والے ہر مہمان کی مہمانی بھی کرتے ہیں اور جاتے وقت اُسے) زادِ راہ دینا اپنے ذمہ مستقل حق سمجھتے ہیں۔ ہم نے کہا ہمیں بتاؤ وہ کہاں ہیں۔؟ لوگوں نے بتایا وہ اِس وقت مسجد حرام میں ہیں، چنانچہ ہم اُنہیں ڈھونڈنے گئے تو دیکھا کہ وہ کعبہ کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں، چھوٹے قد کے ہیں آنکھوں میں نمی ہے۔ دو چادریں اوڑھی ہوئی ہیں اور سر پر عمامہ باندھا ہوا ہے اوران پر قمیص نہیں ہے اور اپنے دونوں جوتے بائیں طرف لٹکائے ہوئے ہیں۔(۱)

عَنْ سُلَيْمَانَ بنِ رَبِيْعَةَ الغَنَوِيِّ: أَنَّهُ حَجَّ زَمَنَ مُعَاوِيَةَ فِي عِصَابَةٍ مِنَ القُرَّاءِ، فَحُدِّثْنَا أَنَّ عَبْدَ اللهِ فِي أَسْفَلِ مَكَّةَ. فَعَمَدْنَا إِلَيْهِ، فَإِذَا نَحْنُ بِثِقْلٍ عَظِيْمٍ يَرْتَحِلُوْنَ ثَلاَثَ مائَةِ رَاحِلَةٍ، مِنْهَا مائَةُ رَاحِلَةٍ وَمائَتَا زَامِلَةٍ، وَكُنَّا نُحَدَّثُ أَنَّهُ أَشَدُّ النَّاسِ تَوَاضُعًا. فَقُلْنَا: مَا هَذَا؟ قَالُوا: لِإِخْوَانِهِ يَحْمِلُهُم عَلَيْهَا، وَلِمَنْ يَنْزِلُ عَلَيْهِ، سیر اعلام النبلاء، ۳/ ۹۳)

سفر کے آداب واعمال:

۵۸ اگر ہم یہاں سے اپنے آپ کو پابند بنا کر نکلیں تو ہمارا ایک ایک عمل دعوت بنے گا، اگر جماعت ہنستے ہوئے جارہی ہے تو ہمارا ہنسنا بھی دعوت بنے گا، اگر جماعت ذکر کرتے ہوئے جارہی ہے تو ذکر بھی دعوت بنے گا، ہم اسٹیشن پر ہوں یا ٹرین میں یا بس میں یا بس اڈے پر یا مسجد میں یا بازار میں، کہیں بھی ہوں ہمارا ہر جگہ کا ہر عمل دعوت بنے گا۔(۱)

۵۹ اعمال کرتے ہوئے، مجتمع ہوکر، امیر کی اطاعت کے ساتھ، دعوت دیتے ہوئے، اکرام کرتے ہوئے چلیں۔

۶۰ ہمارے یہاں احسان مذہب کی بنیاد پر نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جتنا مال غیروں پر خرچ کیا اتنا اپنوں پر نہیں کیا ہے، اکرام سے تعصب کی چٹانیں ٹوٹیں گی۔

۶۱ مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے: خروج میں سست سواری اختیار کرو، تاکہ قدیم مجاہدہ کی صفت باقی رہے (سواری کا اختیار مجبوری میں ہے)۔

---

(۱) (۱) اچھی نیت سے سفر کرنا۔(۲) سفر سے پہلے استخارہ کر لینا۔(۳) تجربہ کاروں سے مشورہ کر لینا۔(۴) لوگوں کے حقوق ادا کر دینا۔(۵) (فرض سفر کے علاوہ میں) والدین کی اجازت لے لینا۔(۶) وصیت کر کے جانا۔(۷) گھر میں کسی کو اپنا نائب متعین کر کے جانا۔(۸) گھر والوں کو نفقہ دے کر جانا۔(۹) بہ قدر ضرورت نفقہ ساتھ لینا۔(۱۰) سفر میں کام آنے والی ضروری چیزوں کو ساتھ لینا۔(۱۱) طویل ومختصر سفر کے

←

مناسب سواری کا پہلے سے انتظام کرنا۔(۱۲) نیک ساتھی کو ہم سفر بنانا۔(۱۳) کم سے کم تین ساتھیوں کا ہونا۔(اگر کوئی ساتھی نہ بھی ہو تو سفر کیا جا سکتا ہے)(۱۴) ساتھیوں میں سے کسی کو امیر بنانا۔(۱۵) امیر کی اطاعت کرنا۔(۱۶) (ممکن ہو تو) جمعرات کو سفر شروع کرنا۔(۱۷) صبح سویرے سفر کرنا۔(۱۸) سفر میں جانے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا۔(۱۹) مسافر کو رخصت کرتے وقت یہ دعا پڑھنا: أَسْتَوْدِعُ اللهَ دِينَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيمَ عَمَلِكَ (۲۰) گھر والوں اور رشتے داروں کو الوداع کہتے ہوئے مسافر کا یہ دعا پڑھنا: أَسْتَوْدِعُكَ اللَّهَ الَّذِي لَا تَضِيعُ وَدَائِعُه (۲۱) گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھنا: بِسْمِ اللهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ، اللَّهُمَّ إِنَّا | نَعُوْذُبِكَ مِنْ أَنْ نَزِلَّ، أَوْ نَضِلَّ، أَوْ نَظْلِمَ أَوْ نُظْلَمَ، أَوْ نَجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيْنَا (۲۲) کسی کی سواری میں اس کی اجازت کے بغیر آگے نہ بیٹھنا (۲۳) سواری پر پیر رکھتے ہی بسم اللہ پڑھنا، پھر سوار ہونے کے بعد الحمد للہ کہہ کر یہ دعا پڑھنا: سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ، وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ (۲۴) تین مرتبہ الحمد للہ، پھر تین مرتبہ اللہ اکبر پڑھنا، اور پھر یہ دعا پڑھنا: سُبْحَانَكَ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي، إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ (۲۵) سواری پر بیٹھ کر تین مرتبہ اللہ اکبر پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھنا: سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ، وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ ، اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى، وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضَى، اللَّهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا، وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهُ، اللَّهُمَّ أَنْتَ بها الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ، وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ، وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ، وَسُوءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ (۲۶) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نعمتوں میں غور وفکر کرنا اور شکر بجالانا (۲۷) بہ وقتِ ضرورت سفر کی نمازوں میں ہلکی قرآت کرنا۔(۲۸) امیر کا اپنے ساتھیوں سے مشورہ لینا۔(۲۹) امیر کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا۔(۳۰) اپنے ہم سفر کی اعانت کرنا۔(۳۱) سفر میں اپنے ساتھیوں کی حتی الامکان خدمت کرنا۔(۳۲) ممکن ہو تو زیادہ تر سفر رات میں اختیار کرنا (۳۳) سفر میں صبح ہو جائے تو یہ دعا پڑھنا: سَمِعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللهِ، وَحَسَنَ

بَلاَئَهُ عَلَيْنَا ، رَبُّنَا صَاحِبُنَا ، وَأَفضَلَ عَلَيْنَا ، عَائِذاً بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ (۳۴) وقت کو ذکر وطاعت کے لیے غنیمت سمجھنا، اور گناہوں اور لغویات سے بچانا۔(۳۵) بہ کثرت دعا مانگنا۔(۳۶) دورانِ سفر سواری کو آرام دینا۔(۳۷) کسی منزل پر ٹھہرے تو یہ دعا پڑھنا: أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَق - دوسری دعا: يَا أَرْضُ رَبِّي وَرَبُّكِ اللهُ، أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ، وَشَرِّ مَافِيْكِ، وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيْكِ، وَمِنْ شَرِّ مَا يَدُبُّ عَلَيْكِ، وَأَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ أَسَدٍ وَأَسْوَدَ ، وَمِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَب ، وَمِنْ سَاكِنِ الْبَلَدِ (۳۸) جس بستی میں جانا ہے جب وہ نظر آنے لگے تو یہ دعا پڑھنا: اللھم رَبَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَمَا أَظْلَلْنَ، وَرَبَّ الْأَرَضِينَ السَّبْعِ وَمَا أَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّيَاطِينِ وَمَا أَضْلَلْنَ، فَإِنَّا نَسْأَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ، وَخَيْرَ أَهْلِهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا، وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَشَرِّ أَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا (۳۹) اور پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر آگے بڑھنا۔وَمِنْ وَالِدٍ وَمَا وَلَدَقال النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : من نزل منزلا ثم قال : أعوذ بكلمات الله التامات (۴۰) جب کسی بستی میں پہنچے تو تین مرتبہ یہ دعا پڑھنا: اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهَا ، اس کے بعد یہ دعا پڑھنا: اللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا ، وَحَبِّبْنَا إِلَى أَهْلِهَا ، وَحَبِّبْصَالِحِيْ أَهْلِهَا إِلَيْنَا (۴۱) راحت کے لیے ٹھہرنے کی جگہ پر اکٹھا رہنا۔(۴۲) راستے کے درمیان میں پڑاؤ نہ ڈالنا۔(۴۳) کسی جگہ قیام کے بعد وہاں سے نکلتے وقت دو رکعت نماز پڑھنا۔(۴۴) مقصد سفر حاصل ہو جانے پر جلدی لوٹ آنا ۔(۴۵) گھر والوں کو اپنی واپسی کی اطلاع کرنا۔(۴۶) رات کو گھر پر بغیر اطلاع کے نہ پہنچنا۔(۴۷) اہل وعیال کے لیے کوئی چیز لے جانا۔(۴۸) واپسی پر پہلے مسجد میں جا کر نماز پڑھنا۔(۴۹) واپسی پر یہ دعا پڑھنا : ائبُونَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ ، لِرَبِّنَا حَامِدُوْن (۵۰) مسافر کی واپسی پر اس کا استقبال کرنا۔(۵۱) واپسی پر معانقہ کرنا۔(۵۲) اگر گنجائش ہو تو لوگوں کو کھانا کھلانا۔(سنن وآداب، ص:۴۴۹)

ٹرین میں تعلیم کا حلقہ نہ ہو:

(۶۲) اگر ٹرین میں بیٹھے ہوں تو تعلیم کا حلقہ ٹرین میں نہ کرو تعلیم کے حلقے میں یکسوئی ہونی چاہئے ساتھی اِدھر اُدھر مختلف جگہ بیٹھتے ہیں وہاں تعلیم کا حلقہ مشکل ہے۔

دورانِ سفر نمازوں کی ادائیگی:

(۶۳) کسی مسافر کو تکلیف پہنچانا تو بہت دور کی بات ہے ہمیں تو راحت پہنچانی ہے، اس لئے دو دو ساتھی اپنے کیبن میں نماز پڑھیں، ٹرین کے رکنے کے وقت نماز نہ پڑھیں، (اس سے مسافروں کو چڑھنے یا اترنے میں پریشانی ہوگی)۔(۱)

(۶۴) مختصر جگہ میں مختصر جماعتیں بناؤ۔

(۶۵) مسجد کے بجائے اسٹیشن یا ٹرین میں نماز پڑھنا مجبوری کے درجے میں ہے، اس لئے یہاں لمبی قراءت نہ ہو، فجر میں فلق ناس پڑھیں، اور دیگر نمازوں میں سورۂ کوثر اور سورۂ اخلاص (یا اس جیسی چھوٹی سورتیں) پڑھیں۔(۲)

---

(۱) مَنْ ضَيَّقَ طَرِيقًا فَلا جِهَادَ لَهُ۔ كنز العمال: ۱۰۹۰۱
جس نے راستہ تنگ کر دیا، اُس کا کوئی جہاد نہیں ہے۔

(۲) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: كُنْتُ أَقُودُ بِرَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نَاقَتَهُ فِي السَّفَرِ فَقَالَ لِي: يَا عُقْبَةُ، أَلَا أُعَلِّمُكَ خَيْرَ سُورَتَيْنِ قُرِئَتَا؟ فَعَلَّمَنِي ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ وَ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾. قَالَ: فَلَمْ يَرَنِي سُرِرْتُ بِهِمَا جِدًّا، فَلَمَّا نَزَلَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ صَلَّى بِهِمَا صَلَاةَ الصُّبْحِ لِلنَّاسِ، سنن أبي داؤد، رقم: ۱۴۶۲

دورانِ سفر سنتوں کی ادائیگی:

(۶۶) دورانِ سفر فجر کی دوسنتوں کے علاوہ دیگر نمازوں کی سنتیں نہ پڑھیں (اس سے حرج ہوسکتا ہے)۔

(۶۷) جس ساتھی کی جگہ جہاں ہے وہ وہیں بیٹھے، عام مسافروں کی طرح سفر کرو، جماعت بن کر لوگوں کو پریشان نہ کرو۔

(۶۸) ٹرین یا بس میں برابر والے سے (موقع دیکھ کر حکمت کے ساتھ) بات کرنا تعلیم ہے، اور تنہا کتاب پڑھ لینا بھی تعلیم ہے۔

(۶۹) ہر جگہ (سرکاری) قانون کا لحاظ رکھیں۔

(۷۰) بس یا ٹرین سے اتر کر اپنا سامان دیکھ لیں، ساتھیوں کو بھی دیکھ لیں کہ سارے ساتھی ہیں یا نہیں، اپنا سامان خود اٹھائیں۔

بستی میں داخلہ:

(۷۱) بستی میں داخل ہونے سے پہلے دعاء مانگ لیں، مسنون دعائیں پڑھ لیں۔

ہماری ابتداء مسجد سے ہوگی:

(۷۲) بازار سے گزر رہے ہیں تو بھی سامان خریدتے ہوئے نہ جائیں۔

مسجد کے آداب:

(۷۳) مسجد کا احترام کریں، سنت طریقے سے مسجد میں داخل ہوں (ا)

مشورہ:

(۷۴) اگر مقامی ساتھی مشورے میں ہوں تو اچھی بات ہے اور اگر وہ نہ ہوں تو ان کا انتظار نہ کرو، بلکہ چوبیس گھنٹے کا نظم بنالو۔

....

مسجد میں داخل ہونے کے آداب:

(۱) اعتکاف کی نیت کرنا۔ (۲) پہلے داہنا پیر داخل کرنا (۳) درودوسلام پڑھنا

(۴) مسجد میں داخل ہوتے وقت درود شریف کے بعد یہ دعا پڑھنا: بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، وَسَهِّلْ عَلَيَّ أَبْوَابَ رِزْقِكَ - دوسری دعا: أَعُوْذُ بِاللهِ الْعَظِيمِ، وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ، وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔

مسجد کے آداب: (۱) دل کو مسجد سے وابستہ رکھنا (۲) پیدل مسجد جانا (۳) سکون و وقار کے ساتھ مسجد کی طرف جانا (۴) مسجد میں دین سیکھنے اور سکھانے کی نیت سے جانا (۵) مسجد کا ادب واحترام ملحوظ رکھنا (۶) مکروہ وقت نہ ہو تو) تحیۃ المسجد پڑھنا (۷) مسجد میں قبلہ رخ ہوکر بیٹھنا۔ (۸) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہنا۔ (۹) مسجد میں لغو اور دنیوی باتیں نہ کرنا۔ (۱۰) بہت چھوٹے بچوں اور پاگلوں کو مسجد میں نہ آنے دینا۔ (۱۱) مسجد کو صاف ستھرا رکھنا اور خوشبودار رکھنے کی کوشش کرنا۔ (۱۲) بدبودار حالت میں مسجد میں نہ جانا۔ (۱۳) مسجد میں نہ تھوکنا۔ (۱۴) مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے کوئی جگہ متعین نہ کرنا۔ (۱۵) مسجد میں نیند آئے تو جگہ بدل دینا (۱۶) مسجد کو گزرگاہ نہ بنانا۔

(۱۷) مسجد کو حد سے زیادہ مزین نہ کرنا۔ (۱۸) گم شدہ چیز کا مسجد میں اعلان نہ کرنا۔ (۱۹) مسجد میں خرید وفروخت نہ کرنا۔ (۲۰) مسجد میں جھگڑے نہ کرنا۔

مسجد سے نکلنے کے آداب: (۱) نکلتے وقت پہلے بایاں پیر نکالنا۔ (۲) درود وسلام پڑھنا۔ (۳) مسجد سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھنا: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ، دوسری دعا: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنْ إِبْلِيسَ وَجُنُودِهِ۔ (۴) بعد والی نماز کے لیے دوبارہ آنے کی نیت کر کے نکلنا، اور اُس کا انتظار کرنا۔ سنن وآداب، مسجد کے آداب، ص: ۱۵۳

اللہ تعالیٰ کے راستے میں مشورہ کے امور:

۷۵ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ان باتوں کا مشورہ کیا جائے (۱) جیسے ہم دین سیکھنے کے لئے نکلے ہیں اسی طرح فکر کریں کہ کیسے تمام لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکل جائیں (۲) کیسے ہر مسلمان کی زندگی میں ایمانی اعمال زندہ وجائیں۔ (۳) ہم ۲۴ / چوبیس گھنٹہ کے اوقات واعمال کو مرتب کریں۔

۷۶ بستی اور مسجد کے دینی ودعوتی حالات معلوم کریں، وقت لگائے ہوئے ساتھی کتنے ہیں، ملاقاتوں کا کونسا وقت مناسب ہے، اسی طرح گھر گھر کی ملاقاتوں کا نظم بنایا جائے۔

پکوان:

۷۷ ہم اپنا کھانا خود پکالیں، تاکہ علاقے والے یوں نہ سمجھیں کہ اِن کے پاس کھانے کو نہیں ہے، عام طور سے جن کی دعوت قبول کی جاتی ہے، ان کی تشکیل نہیں ہو پاتی ہے۔

۷۸ آپ جہاں جارہے ہیں آپ داعی ہیں اور آپ میزبان ہیں۔

دعوت کے ساتھ اکرام کرو گے تو اللہ تعالیٰ برکت ڈالیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس آدمیوں کو دعوت دی جس میں ۱۴ / چھٹانک آٹا اور بکری کا اگلا ایک پیر کافی ہوگیا، جب کہ ان میں سے ہر ایک ایک سالم بکرا کھا جاتا تھا، (اور دس سیر تک پی جاتا تھا)۔

---

(۱) جَمَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم -أَوْ دَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم -بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَهُمْ رَهْطٌ، كُلُّهُمْ يَأْكُلُ الْجَذَعَةَ وَيَشْرَبُ الفرَق -قَالَ: وَصَنَعَ لَهُمْ مُدًّا مِنْ طَعَامٍ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا -قَالَ: وَبَقِيَ الطَّعَامُ كَمَا هُوَ كَأَنَّهُ لَمْ يُمَسَّ. ثُمَّ دَعَا بِغُمَرٍ فَشَرِبُوا حَتَّى رَوُوا، وَبَقِيَ الشَّرَابُ كَأَنَّهُ لَمْ يُمَسَّ -أَولم يُشْرَبْ، تفسير بن كثير، ۱۶۸/۶

خصوصی گشت:

٧٩ ہم جس علاقے میں اس علاقے میں مختلف قسم کے لوگ (علماء صلحاء، تجار، زمین دار) ہوں گے، ان کی بڑائی کا لحاظ کرتے ہوئے حکمت کے ساتھ تین تین چلوں کی دعوت دیں۔ یہ نہیں کہ اتنے مشغول آدمی سے ہم تین چلے کی بات کیسے کریں۔ اب علماء سے درخواست کریں کہ وہ مسجد میں آ کر سب جماعت کے ساتھیوں کو نصیحت کریں۔ علماء ٹوکیں تو گردن نیچے کر کے سنیں، اور اُن کے ٹوکنے کو اپنے اوپر احسان یقین کریں۔

٨٠ یہ پانچ گشت پانچ تقاضوں کے نام ہیں۔

(۱) آپ کی جماعت کسی علاقہ میں پہنچی ہے تو وہاں خواص سے ملاقات کا تقاضہ ہے، یہ خصوصی گشت ہے۔

(۲) اب خواص کے بعد عوام سے ملاقات کا تقاضہ ہے یہ عمومی گشت ہے۔

(۳) آپ کی جماعت نے کسی علاقہ کے اندر کام کیا ہے؛ اب اُس کے بعد تشکیل کرنے کا تقاضہ ہوا ہے یہ تشکیلی گشت ہے۔

(۴) اب وصولیابی کا تقاضہ پیدا ہوا ہے تشکیل کے بعد تو یہ وصولیابی کا گشت ہے۔

(۵) اور اِسی طرح تعلیم کے دوران اب تعلیم میں لوگوں کو لانے کی اور فکر کرنے کی ضرورت ہے وہ تعلیمی گشت ہے۔

مسجد کی آبادی:

(۸۱) مسجدِ نبوی ۲۴ گھنٹے اعمال سے آباد تھی، ہر آنے والے کو اپنی ضرورت کا دین سکھانے والے مل جایا کرتے تھے۔

(۸۲) سارے عالم کی مساجد کو ایمان کی مجالس سے آباد کرنا (کام کا) بنیادی مقصد ہے۔

(۸۳) آپ سمجھ رہے ہیں کہ مسجد کی آبادی کا مطلب یہ ہے کہ ملاقاتیں نہ ہوں بلکہ ایک ایک فرد سے ملنا ہے۔

(۸۴) مسجد میں علم اور ایمان کے اجتماعی حلقوں سے ایمان کی تکمیل اور علم کا کمال پیدا ہوتا ہے۔(۲)

---

(۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَرَّ بِمَجْلِسَيْنِ فِي مَسْجِدِهِ وَأَحَدُ الْمَجْلِسَيْنِ يَدْعُونَ اللّٰهَ وَيَرْغَبُونَ إِلَيْهِ وَالْآخَرُ يَتَعَلَّمُونَ الْفِقْهَ وَيُعَلِّمُونَهُ فَقَالَ: كِلَا الْمَجْلِسَيْنِ عَلَى خَيْرٍ وَأَحَدُهُمَا أَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهِ، أَمَّا هَؤُلَاءِ فَيَدْعُونَ اللّٰهَ وَيَرْغَبُونَ إِلَيْهِ فَإِنْ شَاءَ أَعْطَاهُمْ وَإِنْ شَاءَ مَنَعَهُمْ، وَأَمَّا هَؤُلَاءِ فَيَتَعَلَّمُونَ الْعِلْمَ وَيُعَلِّمُونَ الْجَاهِلَ فَهُمْ أَفْضَلُ وَإِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا ثُمَّ جَلَسَ مَعَهُمْ، مسند الدارمی: رقم: ۳۶۱

(۲) عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ قَالَ: خَرَجْتُ مُهَاجِرًا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَلَمَّا أَقْبَلَ النَّاسُ مِنْ بَيْنِ خَارِجٍ، وَقَائِمٍ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَا يَرَى جَالِسًا إِلَّا دَنَا إِلَيْهِ فَسَأَلَهُ هَلْ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ؟ وَبَدَأَ بِالصَّفِّ الْأَوَّلِ، ثُمَّ الثَّانِي، ثُمَّ الثَّالِثِ حَتَّى دَنَا إِلَيَّ فَقَالَ: هَلْ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ: وَمَا حَاجَتُكَ؟ قُلْتُ: الْإِسْلَامُ فَقَالَ: هُوَ خَيْرٌ لَكَ قَالَ: وَتُهَاجِرُ قُلْتُ: نَعَمْ قَالَ: هِجْرَةَ الْبَادِيَةِ أَوْ هِجْرَةَ الْبَاتَّةِ قُلْتُ: أَيُّهُمَا أَفْضَلُ؟ قَالَ: الْهِجْرَةُ الْبَاتَّةُ أَنْ تَثْبُتَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَهِجْرَةُ الْبَادِيَةِ أَنْ تَرْجِعَ إِلَى بَادِيَتِكَ، المعجم الکبیر، ۸۰/۲۲

۸۵ دو قسم کے حلقے مسجد کے اندر لگیں؛ ایک علم کا حلقہ، اور دوسرا ایمان کا حلقہ(۱)

(۱) مولانا یوسف صاحب زید مجدہ بن حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا: ایک آدمی آیا ہے، اُسے نماز کی ضرورت ہے، تو اُسے نماز کے فضائل پڑھائے جارہے ہیں، ایک آدمی کو اللہ کے راستہ میں نکلنے کی ضرورت ہے' اُس کے سامنے اللہ کے راستہ کے فضائل پڑھائے جارہے ہیں۔ ایک آدمی کو مشورہ میں جوڑنے کی ضرورت ہے، ایک آدمی کو مسجد سے جوڑنے کی ضرورت ہے، آنے والوں کے اعتبار سے تعلیم ہو فضائلِ اعمال اور منتخب احادیث سے۔ اور پھر آنے والوں کے ساتھ ایمان کے حلقے لگائے جائیں۔ یہ ہمیں سیرت سے ملتا ہے۔ پہلے ایمانی حلقے لگ رہے ہیں اور ایمانی حلقے لگا کر دوسری چیز تشکیل ہورہی ہے۔ واثلہ ابن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف لائے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سب سے پہلے ان کے ساتھ ایمان کا حلقہ لگایا۔ اے واثلہؓ! کیسے آنا ہوا، یارسول اللہؐ! بات قبول کرنے کے واسطے آیا ہوں، ایمان کے حلقوں سے فارغ ہوتے ہی فوراً تشکیل کا حلقہ۔ اے واثلہ! بتاؤ، کونسی ہجرت کروگے؟۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! کونسی ہجرت افضل ہے، یہاں واثلہ ابن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ایمان کا حلقہ بھی لگ رہا اور تشکیل کا بھی حلقہ لگ رہا۔ اِس طرح ہم آنے والوں کے ساتھ اہتمام سے تشکیل کریں۔

ایمان کے حلقہ میں بٹھایا جائے، جس میں چار تشکیلیں ہوں؛ (۱) خروج کی تشکیل ہو چار چار ماہ کی (۲) مسجد کی آبادی میں حصہ لینے کی تشکیل۔ (۳) مسجد کے اندر علم کے حلقہ میں بیٹھنے کی تشکیل تاکہ عوام اور علماء کے درمیان جو خلاء ہے اُس کو پُر کرنے کے لیے۔ (۴) گھروں کی تعلیم کی تشکیل۔

←

(۱) **راہِ خدا میں نکلنے والی جماعتوں کو الوداعی پیغام و ہدایات**

مولانا محمد یوسف صاحبؒ ہر اجتماع کے خاتمہ پر ایک جامع ہدایت نامہ رخصت ہونے والی جماعتوں کے سامنے پیش کرتے اور دیر تک تفصیلی ہدایات پر تقریر فرماتے، گویا یہ مولانا کی آخری تقریر ہوتی، اِس کے بعد دعاء فرماتے، مولانا نے بے شمار اجتماعات میں ہدایات پر مشتمل تقریریں فرمائی ہیں جن کا احاطہ کرنا مشکل بھی ہے اور تحصیل حاصل بھی، اندازہ کرنے کے لئے صرف ایک اجتماع کے ختم پر جو ہدایات فرمائی تھیں وہ پیش کی جاتی ہیں۔ یہ اجتماع مگراہاٹ میں (جو کلکتے کے نواح میں واقع ہے) ہوا تھا۔ آخری دن جب جماعتوں کی تشکیلیں مکمل ہوگئیں اور جماعتوں کے رخصت ہونے کا وقت آیا تو مولانا نے حسبِ معمول آخری اور الوداعی تقریر فرمائی جو ساری کی ساری ہدایات پر مشتمل تھی، مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ نے اس تقریر کو اشارات میں قلمبند کرلیا تھا اور بعد میں مرتب کرلیا تھا، مولانا موصوف کا کہنا ہے کہ اس میں جو کچھ ہے وہ مضمون کی حد تک حضرت مولانا مرحوم کا ہے، لیکن الفاظ کے بارے میں یہ بات نہیں کہی جاسکتی راقم سطور (مولانا محمد ثانیؒ) نے اِس تقریر میں ضمنی عنوانات لگادیئے ہیں تاکہ تقریر کے سارے حصے بآسانی سمجھ میں آجائیں اور ذہن نشین ہونے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔

خطبۂ مسنونہ کے بعد مولانا نے فرمایا:

آفتاب نورانی ہے، اُس کے اندر نور ہے، وہ اپنے اِس نور کے ساتھ چکر لگاتا ہے تو دنیا میں نور پھیلاتا ہے، اگر بجائے نورانی کے وہ خود ظلماتی ہوتا اور اُس میں نور کے بجائے ظلمت ہوتی تو وہ دنیا میں ظلمت پھیلنے کا ذریعہ بنتا آپ لوگ اپنے گھر چھوڑ کر نکل رہے ہیں اور دور قریب کی دنیا میں پھریں گے۔ اگر آپ میں نور ہوگا تو آپ کے ذریعہ یہ نور پھیلے گا اور اگر آپ کے اندر ظلمت ہوگی تو وہی ظلمت پھیلے گی، اِس لئے آپ کو کوشش کرنی ہے کہ آپ کے اندر نور ہو اور آپ خود نورانی بنیں۔ کسی انسان کی ذات میں نور نہیں ہے، نور والے اعمال سے انسان میں نور آتا ہے، اِس لئے آپ لوگوں کو نور والے

اعمال کرنے ہیں تاکہ آپ کے اندر نور آئے اور آپ کے ذریعہ نور پھیلے اور ظلمت والے اعمال سے اپنے آپ کو بچانا ہے تاکہ آپ ظلمت پھیلنے کا ذریعہ نہ نہیں۔

نور والے اعمال:

وہ محمدی اعمال ہیں جو اللہ کی رضا کے لئے کیے جائیں، اِن اعمال کو اتنی کثرت سے اور تسلسل اور یکسوئی کے ساتھ کرنے کی ضرورت ہے کہ آپ اِن کے نورانی رنگ میں رنگ جائیں، وہ نورانی اعمال یہ ہیں: (۱) اخلاص کے ساتھ ایمان ویقین حاصل کرنے کی دعوت جو انبیاء علیہم اسلام کی خاص میراث اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ سب سے بڑی خیر خواہی ہے۔(۲) نماز اور جملہ عبادات جس میں ذکر و تلاوت، دُعاء واستغفار سب شامل ہیں۔(۳) علم میں مشغولیت خاص کر وہ علم جس میں انسانوں کے اعمال وافعال کے آخرت میں ظاہر ہونے والے نتائج کا بیان ہو یعنی ترغیب وترہیب ۔(۴) اچھے اخلاق جو حضرت محمد صلی للہ علیہ سلم کے اخلاق تھے اور جن کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم دی۔ اور جس کا خلاصہ اور حاصل ہے اللہ تعالی کی رضا کے لئے اُس کی مخلوق کی خدمت اور اُس کے ساتھ اچھا برتاؤ۔

یہ ہیں وہ نورانی اعمال جن کے مسلسل اور کثرت سے کرنے سے نور پیدا ہوتا ہے، اور زندگی نورانی بنتی ہے، آپ کو انہی اعمال میں مشغول رہتے ہوئے پھرنا ہے۔

دو دشمن:

یادرکھئے! آپ صرف اپنے گھر اپنے گھر والوں، اور اپنے خاص ماحول کو چھوڑ کر جارہے ہیں، نفس اور شیطان کو چھوڑ کر نہیں جارہے ہیں۔ یہ دونوں دشمن ہر قدم پر اور دن رات آپ کے ساتھ رہیں گے۔ آپ کی بری عادتیں بھی آپ کے ساتھ جارہی ہیں، یہ سب چیزیں آپ کو اُن اعمال کی طرف کھینچیں گی جن سے آپ میں ظلمت آئے اور آپ خدا سے دور اور اُس کی رضا سے محروم ہوں۔

←

....

دُشمنوں سے حفاظت کا طریقہ:

آپ اِن دُشمنوں کے شَر سے صرف اِس طرح بچ سکتے ہیں کہ اِس بات کا پورا اہتمام کریں کہ سونے کے چھ سات گھنٹوں کے علاوہ دن رات کے تمام اوقات میں اپنے کو اِن نورانی اعمال میں مشغول رکھیں۔ یا آپ ایمان کی اور ایمان والے اعمال کی دعوت دیتے ہوں، یا نماز اور ذکر و تلاوت وغیرہ کسی عبادت میں مشغول ہوں یا تعلیم اور تعلّم میں لگے ہوں، یا کوئی خدمت والا کام انجام دے رہے ہوں۔

نفس اور شیطان کے شر سے بچنے کی صرف یہی صورت ہے کہ آپ کے وقت اِن کاموں سے فارغ اور خالی نہ ہو، خانہ خالی را دیومی گیرد ۔(خالی گھر پر شیطان قبضہ جماتا ہے)

رضائے الٰہی:

پھر یہ اعمال بھی نور حاصل ہونے کا ذریعہ اُس صورت میں بنیں گے جب کہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور آخرت کے ثواب پر نگاہ رکھتے ہوئے کئے جائیں، اگر خدا نخواستہ نیت خالص نہ رہی تو یہی اعمال جہنم میں کھینچ لے جائیں گے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''قیامت میں سب سے پہلے تین آدمیوں کے بارے میں جہنّم کا فیصلہ کیا جائے گا، اور جہنّم میں سب سے پہلے اِنہیں کو جھونکا جائے گا، اُن میں ایک وہ عالم دین اور عالمِ قرآن ہوگا جو عمر بھر قرآن سیکھنے سکھانے میں مشغول رہا۔ دوسرا ایک دولت مند سخی ہوگا جس کو دنیا میں اللہ تعالیٰ نے خوب دولت سے نوازا تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دولت کو نیکی کے کاموں میں خوب کشادہ دستی سے خرچ کرتا تھا اور تیسرا شخص ایک شہید ہوگا جو جہاد کے میدان میں دُشمن کی تلواروں سے شہید ہوا ہوگا۔لیکن ان تینوں آدمیوں نے یہ اعمال خالصا لوجہ اللہ نہیں کئے تھے، بلکہ دنیا میں ناموری اور شُہرت و عزّت حاصل کرنے کے لئے کئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب یہ تینوں قسم کے آدمی اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ہم دلوں اور نیتوں کا حال

←

جانتے ہیں۔تم لوگوں نے یہ اچھے اور نورانی اعمال ہماری رضا کے لئےنہیں کئے تھے بلکہ دنیا میں ناموری اور شہرت کے لئے کئے تھے اور یہ چیز تمہیں دنیا میں مل چکی، اب تمھارے لئے یہاں کچھ نہیں۔ اِس کے بعد اُن کو اُن کے اِنہیں اعمال کی وجہ سے گھسیٹ کے جہنم میں پھنکوا دیا جائے گا، بلکہ حدیث میں یہ بھی ہے کہ یہ پہلے وہ جہنمی ہوں گے جن کے لئے سب سے پہلے جہنم کا فیصلہ کیا جائے گا۔(العیاذ باللہ)

سوچ تو کس قدر لرزا دینے والی ہے یہ حدیث، حضرت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اِس حدیث کو روایت فرماتے تو کبھی کبھی مارے خوف کے اُن کی چیخیں نکل جاتیں اور اُن پر بیہوشی کا دورہ پڑ جاتا تھا۔ اور ایک دفعہ جب تابعی نے یہی حدیث حضرت ابو ہریرہ سے سن کر حضرت معاویہؓ کے سامنے نقل کی تو حضرت امیرِ معاویہؓ اتنے روئے کہ لوگوں کو اُن کی جان کا خطرہ ہو گیا۔ بہت دیر کے بعد ان کی حالت ٹھیک ہوئی۔ اور انھوں نے فرمایا۔

صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبَاطِلٌ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ	اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی طرف سے بالکل صحیح پہنچایا ہے کہ جو کوئی اپنے اعمال سے دنیا اور دنیا کی زیب وزینت چاہے گا اس کو اس کے اعمال کا پورا نتیجہ دنیا میں ہم دے دیں گے اور ان کے لئے اس میں بالکل کمی نہیں کی جائیگی اُن لوگوں کیلئے آخرت میں سوائے دوزخ کی آگ کے اور کچھ نہ ہوگا، اور جو عمل انھوں نے کئے تھے وضائع جائیں گے اور بے کار ولا حاصل ہونگے ان کے اعمال۔

بہرحال نُورانی اعمال نُور پیدا کرنے کا ذریعہ اسی صورت میں ہو سکتے ہیں جبکہ وہ خالصاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور آخرت کے لئے کئے جائیں، اِس لئے آپ کو ایک طرف تو اپنے تمام اوقات انہی اعمال میں مشغول رکھنے ہیں اور دوسری طرف اِس کا بھی اہتمام کرنا ہے کہ نیت صحیح رہے جب شیطان کسی بندہ کو اچھے عمل سے ہٹا نہیں سکتا تو اُس کی نیت میں فساد ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ والے عمل اگر غیر اللہ کے لئے کیے جائیں تو اُن میں اللہ والی نسبت نہیں رہتی۔ اور اگر اللہ تعالی کی رضا کے لئے وہ اعمال کئے جائیں جو درحقیقت رضاء والے اعمال نہیں ہیں، تو اُن میں اللہ کی نسبت نہیں آتی اور وہ رضائے الٰہی کا وسیلہ نہیں بنتے، اِس لئے دونوں کوششیں ضروری ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کی رضا والے اعمال میں مشغولیت ہمہ دم ایسی مشغولیت کہ ان کا رنگ چڑھ جائے اور نیت کی صحت کا اہتمام جس کا مطلب ہے کہ ہر عمل سے مقصد اللہ تعالی کی رضاء ہو۔ ساری کامیابی بس اللہ تعالیٰ کی رضا میں ہے اور اس کی ناراضی میں تمام ناکامی اور نامرادی ہے۔

اصل کام صرف چار:

میں بتا چکا ہوں کہ اِس نکلنے کے زمانہ میں بس چار کاموں میں اپنے آپ کو مشغول رکھنا ہے۔ سب سے پہلی چیز ہے ایمان ویقین کی اور ایمان والے اعمال کی دعوت۔ اِس دعوت کے لے لئے عمومی گشت ہوں گے، خصوصی گشت ہوں گے جن کے اصول و آداب گشت کے لئے نکلتے وقت بتلائے جائیں گے۔ ان کو دھیان سے سنا جائے۔ پھر جب آپ عوت کے لئے گلیوں اور بازاروں میں نکلیں گے تو شیطان آپ کو وہاں کے نقشوں کی طرف متوجہ کرے گا۔ اس لئے سب سے پہلے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ شیطان ونفس کے شر سے بچائے اور اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے کی توفیق دے۔ پورے گشت میں اس کا اہتمام رہے کہ بس اللہ کے جلال اور جمال پر اور اس کی صفات عالیہ پر نظر رہے، نگاہیں نیچی رہیں اور اپنا مقصد نگاہ کے سامنے رہے جس

طرح جب کسی مریض کو اسپتال لے کر جاتے ہیں تو خود مریض اور اس کے ساتھی اسپتال کی عالی شان عمارتوں کو اور وہاں کے نقشوں کو دلچسپی سے نہیں دیکھتے بلکہ ان کے سامنے بس مریض کا علاج ہوتا ہے۔

خصوصی گشت میں اگر دیکھا جائے کہ وہ صاحب جن سے آپ ملنے گئے ہیں اس وقت توجہ سے بات سننے کے لئے تیار نہیں ہیں تو مناسب طریقہ سے جلدی بات ختم کر کے اُن کے پاس سے اٹھ آنا چاہئے اور اُن کے لئے دعاء کرنی چاہئے اور اگر دیکھا جائے کہ وہ صاحب متوجہ ہیں تو پھر پوری بات ان کے سامنے رکھنی چاہئے اور وقت فارغ کرنے کے لئے بھی کہنا چاہئے۔

خصوصی گشت میں جب دینی اکابر کی خدمت میں حاضری ہو تو اُن سے صرف دعاء کی درخواست کی جائے اور اُن کی توجہ دیکھی جائے کام کا کچھ ذکر کر دیا جائے۔ عموم گشت کر کے لوگوں کو مسجد میں جمع کیا جائے اور اُن کے سامنے ایمان ویقین، نماز، ذکر اللہ علم دین، اخلاق اور دینی جدوجہد کی بات رکھی جائے اور تشکیل کی کوشش کی جائے پھر تشکیل کر کے مطمئن نہ ہو جائیں بلکہ جن لوگوں نے وعدے کئے ہیں اور نام لکھائے ہیں ان کو اللہ کے راستہ میں نکال دینے کی اور وعدوں کو عمل میں لے آنے کی پوری کوشش کریں اور اپنے امکان بھر اِس کا انتظام کریں کہ ان کا وقت اچھی طرح گزرے۔ جو لوگ اس وقت نکلنے کا فیصلہ نہ کر سکیں ان کو مقامی گشت مقامی اجتماع تعلیم نماز، ذکر کی پابندی پر آمادہ کیا جائے اور ان کاموں کا نظام بنا دیا جائے۔

جب دعوت کے سلسلہ کی یہ ساری محنت کر چکیں تو اس کسان کی طرح جو زمین میں بیج بکھیر دیتا ہے اور پھر اللہ سے لو لگاتا ہے پورے الحاح کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں

وہی مقلب القلوب ہے، وہی جس کو چاہے ایمان اور ایمان والے اعمال دیتا ہے اور جس کے لئے نہیں چاہتا اس کو محروم رکھتا ہے۔

دعوت کے بعد دوسر کام تعلیم کا ہے جب تعلیم کے لئے بیٹھیں تو ادب سے بیٹھیں دل رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے علم کی عظمت سے دبا ہوا ہو ،فضائل کا مذاکرہ ہو،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فرمائی ہوئی دعائیں یاد کی جائیں۔

جو وقت دعوت اور تعلیم سے خالی ہو اور کوئی دوسرا ضروری کام بھی اس وقت نہ ہو اس میں نوافل پڑھے جائیں، یا قرآن مجید کی تلاوت کی جائے یا ذکر و تسبیح میں مشغول کیا جائے یا اللہ کے کسی بندہ کی خدمت کی جائے۔

جس طرح نماز میں آدمی یا قیام میں ہوتا ہے، یا رکوع میں یا سجدہ میں یا قعدہ میں، اسی طرح اللہ کے راستہ میں نکلنے کے بعد آدمی یا دعوت میں لگا ہو یا تعلیم اور تعلم میں یا ذکر و عبادت میں، یا اللہ کی کسی مخلوق کی خدمت میں۔ یہ چار کام اس پورے زمانے میں بطور اصل مقصد کے لئے کئے جائیں گے اور اتنے کے جائیں گے کہ یہی عادت و مزاج بن جائے۔ یہ اجتماعی بھی کئے جائیں گے اور انفرادی بھی۔ اجتماعی سے مطلب ہے جو جماعتی نظام کے تحت ہو، جیسے خصوصی گشت اور عمومی گشت میں دعوت اور جماعت کی تعلیم کے وقت میں تعلیم اور جماعت کے ساتھ فرض نمازیں اور انکے آگے پیچھے کی سنتیں اور جماعتی تقسیم کر کے مطابق کھانے وغیرہ کے انتظامات کی دوڑ دھوپ ، یہ سب اعمال اجتماعی ہیں، انفرادی دعوت انفرادی تعلیم ،افرادی عبادت ،انفرادی خدمت وہ ہوگی جو جماعتی پروگرام کے علاوہ کوئی شخص اپنے اس خالی وقت میں کرے جس میں کوئی اجتماعی کام نہیں۔ ہے مثلا دوپہر کے کھانے کے بعد ظہر تک کوئی جماعتی کام دعوت یا تعلیم وغیرہ

نہیں ہے، ہر شخص کو اجازت ہے کہ وہ اس میں آرام کرے۔ اب اگر کوئی اللہ کا بندہ اپنے اس وقت میں آرام کرنے کے بجائے کسی شخص کے پاس جا کر دعوت ایمان کی باتیں کرے یا کسی اللہ کے بندہ کو کوئی دعا یاد کرائے یا اس کی نماز صحیح کرائے یا مسجد کے کسی کونہ میں کھڑے ہوکر نوافل پڑھنے لگے یا کسی ساتھی کی کوئی خدمت کرنے لگے تو یہ سب صورتیں انفرادی عمل کی ہوں گی۔

بہر حال اللہ کے راستہ میں نکلنے کے زمانہ میں یہ چار کام اصل مقصد کے طور پر کئے جائیں۔ اور حاجات بشری کے علاوہ اپنے کل اوقات ان ہی کاموں میں مشغول رکھے جائیں تب ان کے ذریعہ زندگی میں نور آئے گا اور پھر انشاء اللہ وہ نور متعدی ہوگا اور پھیلے گا۔

چار ناگزیر ضرورتیں:

ان چار کاموں کے علاوہ چار ہی کام ناگزیر ضرورت کے طور پر کئے جائیں گے اور صرف بقدر ضرورت ہی کئے جائیں گے۔ وہ چار یہ ہیں۔

۱ کھانا پینا ۲-قضائے حاجت--سونا ۴۔ باہم بات چیت کرنا۔

یہ ناگزیر ضرورتیں ہیں ان کو بس اتنا ہی وقت دیا جائے جتنا ضروری اور ناگزیر ہو۔ سونے کے لئے دن رات میں بس چھ گھنٹے کافی ہیں۔

چار باتوں سے رکا جائے:

۴ر باتیں وہ ہیں جن سے پورے اہتمام کے ساتھ بچا جائے۔

۱ کسی سے سوال نہ کیا جائے بلکہ کسی کے سامنے اپنی کوئی ضرورت ظاہر بھی نہ کی جائے یہ بھی ایک طرح کا سوال ہی ہے۔

۲۔ اشراف سے بھی بچا جائے۔ اشراف یہ ہے کہ زبان سے تو سوال نہ کرے لیکن دل

میں کسی بندہ سے کچھ حاصل ہونے کی طبع ہو، گویا بجائے زبان کے دل میں سوال ہو۔
۳۔اسراف سے بچا جائے۔اسراف یعنی فضول خرچی ہر حال میں معیوب اور مضر ہے لیکن اللہ کے راستے میں نکلنے کے زمانہ میں اس کے نتیجے اپنے حق میں بھی بہت برے ہوتے ہیں اور دوسرے ساتھیوں کے حق میں بھی۔
۴۔بغیر اجازت کسی ساتھی کی بھی کوئی چیز استعمال نہ کی جائے۔بعض اوقات دوسرے آدمی کو اس سے بڑی ایذا پہونچتی ہے۔اور شرعا یہ قطعا حرام ہے۔ہاں اجازت لے کر استعمال کرنے میں کو مضائقہ نہیں۔
بس یہ ہیں ضروری باتیں جن کی پابندی اس راستہ میں نکلنے والوں کے لئے ضروری ہے۔آپ لوگوں کے ۲۴ گھنٹے ان پابندیوں کے ساتھ گزرنے چاہئیں۔ان اعمال کی پوری پابندی کرتے ہوئے آپ اللہ کی زمین میں اور اللہ کی مخلوق میں پھریں اور اپنے لئے اور پوری امت مسلمہ کے لئے اور عام انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے ہدایت مانگیں، بس یہی آپ کا عمل اور آپ کا وظیفہ ہو۔اگر آپ نے ایسا کیا تو اللہ تعالی وارحم الراحمین ہے ہرگز محروم نہیں رکھے گا۔(سوانح مولانا محمد یوسف صاحبؒ ص:۷۸۳)

بیعت

۲۵ ۵۱

(۱) بیعت کوئی شوق پورا کرنے کی چیز نہیں ہے بلکہ اللہ ربُّ العزّت سے بیعت کرنے کا نام بیعت ہونا ہے اور بیعت کا مقصد اپنے آپ کو پوری طرح اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنا ہے۔ بیعت عربی زبان کا لفظ ہے، کوئی چیز خریدنے بیچنے کو بیعت کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اِس کو بیعت فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کی جان و مال کو جنّت کے بدلے میں لے چکے ہیں، مومن کا اپنی جان و مال میں کوئی حق باقی نہیں رہا، فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهِ (توبہ: ۱۱۱) خوش ہو جاؤ اُس سوداگری سے جو سودا تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہے۔ (۱)

(۲) آپ کو معلوم ہونا چاہیے آدمی دنیا میں کسی مکان کا، کسی دکان کا، کسی گھر کا ایگریمنٹ (Agreement) کرتا ہے، اُس کیلئے کتنا فکرمند ہوتا ہے، پکے کاغذ بنتے ہیں۔ اُس کی قیمت پوری پوری ادا کی جاتی ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ سے جنّت کا ایگریمنٹ کرنے والے کو کتنا فکرمند ہونا چاہیے حالانکہ جنّت دُنیا سے کتنی قیمتی ہے اور دُنیا کی حیثیت ایک ادنٰی جنّت کی ایک نعمت کے مقابلے میں

(۱) فیض القدیر: ۷/۷

کچھ نہیں ہے، تو پھر جنّت کا معاملہ کرنے والے کو کتنا فکر مند ہونا چاہیے اور معاملہ بھی کسی مخلوق کے ساتھ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہو رہا ہے۔

۳ اِس لیے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کوئی شوق کی چیز نہیں ہے کہ آدمی رسّی پکڑ کر بیعت ہو جائے اور یہ سمجھے کہ مجھے کوئی برکت حاصل ہو گئی ہے، اِس لیے ہم تاکید سے عرض کر رہے ہیں کہ پہلے بیعت کو سمجھنا چاہیے۔

۴ بیعت کے دو بُنیادی مقصد ہیں؛ پہلا: اپنی ذات سے پورے دین پر چلنے کا عہد کرنا۔ ہر ضرورت کو سُنّت کے مطابق پورا کرنے کی کوشش کرنا اور دوسرا مقصد بیعت کا پورے دین کو پورے عالم میں زندہ کرنے کے لیے دعوت کی نقل و حرکت اختیار کرنا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکل کر اُس کی محنت کرنا یہ بھی بیعت میں شامل ہے۔

۵ اگر آپ سیرت میں غور کریں گے، تو آپ کو بیعت میں بنیادی طور پر یہ ملے گا کہ صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بیعت اِس پر کی تھی کہ ہم موت تک اس دعوت کے کام کو نہیں چھوڑیں گے آپ ذرا غور کیجیے صحابہ کرام فرماتے ہیں

نَحۡنُ الَّذِیۡنَ بَایَعُوۡا مُحَمَّدَا عَلَی الۡجِہَادِ مَا بَقِیۡنَا أَبَدَا (۱)

کہ ہم نے موت تک دین کی محنت اور دعوت الی اللہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عہد کیا ہے۔ اس لیے ہم اس بات کا عزم کر لیں کہ ان شاء اللہ ہمیں موت تک اس دعوت کے کام کو اجتماعیت کے ساتھ اتباعِ سُنّت کے ساتھ کرنا ہے۔

(۱) بخاری، رقم: ۲۰۱۷

(٦) ایک صحابیؓ بشیر بن خصاصیہ کو آپؐ نے بیعت کرنے سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، کیونکہ وہ کہہ رہے تھے کہ مَیں نہ زکوٰۃ دوں گا نہ جہاد کروں گا۔(۱)

(۷) یہ بات میں اس لیے عرض کرتا ہوں کہ آج کل ساتھیوں کا مزاج کچھ ایسا بن گیا ہے کوئی بات رائے کے خلاف ہوجائے کوئی فیصلہ اپنی چاہت کے خلاف ہوجائے یا ساتھیوں میں آپس میں ذرا اختلاف ہو جائے تو کام

---

(۱) حضرت بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مَیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہونے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مَیں نے پوچھا یارسول اللہ! آپ مجھے کن چیزوں پر بیعت کرتے ہیں؟ آپ نے اپنا ہاتھ بڑھا کر فرمایا تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد اس کے بندے اور رسول ہیں اور پانچوں نمازیں وقت پر پڑھو، فرض زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، بیت اللہ کا حج کرو اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔ مَیں نے کہا یارسول اللہ! باقی تو تمام کام کروں گا لیکن دو کام نہیں کرسکتا ہوں۔ ایک تو زکوہ، کیونکہ میرے پاس دس اُونٹ ہیں ان کے دودھ پر ہی میرے گھر والوں کا گزارہ ہوتا ہے اور وہی اُن کے بار بَرداری کے کام آتے ہیں اور دوسرے جہاد کیونکہ مَیں بُزدِل آدمی ہوں اور لوگ یوں کہتے ہیں کہ جو (میدانِ جنگ سے) پُشت پھیرے گا وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹے گا۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر دشمن سے لڑنا پڑ گیا اور مَیں گھبرا کر (میدانِ جنگ سے) بھاگ گیا تو مَیں اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹوں گا۔ حضورؐ نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اور ہاتھ ہلاتے ہوئے فرمایا: اے بشیر! جب تم نہ زکوٰۃ دوگے اور نہ جہاد کروگے تو کس عمل کے ذریعہ جنّت میں داخل ہوگے؟ مَیں نے کہا یارسول اللہ! آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں مَیں آپ سے بیعت ہوتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور مَیں ان تمام اعمال پر حضورؐ سے بیعت ہوگیا۔ (حیاۃ الصحابہؓ اُردو، جلد اوّل، ص: ۳۱۲)

چھوڑ کر ایسے بیٹھ جاتے ہیں جیسے کوئی دنیا کا معمولی کام تھا جس کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس لیے میں تاکید سے عرض کر رہا ہوں کہ بیعت کا ایک بُنیادی مقصد یہ ہے کہ ہمیں ہر حال میں دعوت کے کام کو موت تک اجتماعیت کے ساتھ اتباعِ سُنّت کے ساتھ استقامت کے ساتھ کرنا ہے۔

(۸) حیاۃ الصحابہ میں جو بیعت کا باب قائم کیا ہے اس کو دھیان سے پڑھیں کہ بیعت کیوں ہوا جاتا ہے اور بیعت ہونے پر آدمی کیا کرتا ہے۔ ایک صحابی تھے حضرت ثوبان، انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس بات کا عہد کرلیا تھا کہ کسی سے کوئی چیز نہیں مانگیں گے ان کا اگر کوڑا گر جاتا تھا تو سواری سے نیچے اتر کر خود اٹھاتے تھے، کسی سے کوڑا مانگتے نہیں تھے، کوڑا اٹھا کر دے دو۔ اِتنا صحابہ کرام نے عہد کے پورا کرنے کا اہتمام کیا ہے(۱)

(۹) اس لیے ہم اس کا عزم کریں کہ ان شاء اللہ ہمیں اس عہد کو پورا کرنا ہے جس بات سے یہاں روکا جائے گا اس سے ہمیں رکنا ہے جس کام کے کرنے کے لیے کہا جائے گا اس کو ہمیں پوری قوت سے پوری کوشش سے اپنے تقاضے دبا کر ان تقاضوں کو پورا کرنا ہے۔

---

(۱) (وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مَنْ يُبَايِعُ فَقَالَ ثَوْبَانُ مَوْلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بَايِعْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ عَلَى أَنْ لَا تَسْأَلَ أَحَدًا شَيْئًا فَقَالَ ثَوْبَانُ فَمَا لَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الْجَنَّةُ فَبَايَعهُ ثَوْبَانُ، قَالَ أَبُو أُمَامَةَ، فَلَقَدْ رَأَيْته بِمَكَّةَ فِي أَجْمَعِ مَا يَكُوْنُ مِنَ النَّاسِ يَسْقُطُ سَوْطُهُ وَهُوَ رَاكِبٌ فَرُبمَا وَقَعَ عَلَى عَاتِقِ رَجُلٍ فَيَأْخُذُهُ الرَّجُلُ فَيُنَاوِلُهُ فَمَا يَأْخُذهُ حَتَّى يَكُوْنَ هُوَ يَنْزِلُ فَيَأْخذهُ، الترغیب والترھیب، ۱/۳۲۸)

۱۰ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِاللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا ، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

إِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ أَیْدِیْھِمْ، فَمَنْ نَّکَثَ فَإِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ، وَمَنْ أَوْفٰی بِمَا عَاھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ أَجْرًا عَظِیْمًا●

(جس طرح میں کہوں گا اُس طرح کہتے رہیئے گا)

۱۱ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے، کوئی جی لگانے کے لائق نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔ ایمان لائے ہم اللہ تعالیٰ پر اُس کے فرشتوں پر، اُس کی کتابوں پر، اُس کے رسولوں پر، آخرت کے دن پر، تقدیر پر، جو کچھ بھلا ہے یا برا سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اور ایمان لائے ہم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے پر۔

۱۲ توبہ کی ہم نے شرک سے کُفر سے، بِدعت سے، پَرایا مال ناحق کھانے سے، ناحق کے خون سے، جھوٹ سے، سود سے، غیبت سے، زنا سے،

چوری سے، بہتان سے اور توبہ کی ہم نے اللہ تعالی کے راستے میں نقل وحرکت میں کمی کرنے سے، اور توبہ کی ہم نے دعوت دینے میں سستی کرنے سے، اور توبہ کی ہم نے ہر چھوٹے بڑے گناہ سے،

۱۳ اے اللہ توبہ ہماری قبول فرما، عہد میں ہمیں مضبوط فرما، دعوت کے کام کے لیے ہمیں قبول فرما، بیعت کی ہم نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے سلسلے میں سعد کے واسطے سے۔(رسی چھوڑ دو)

۱۴ یہ بڑے بڑے گناہ ہیں، ان سے اپنے آپ کو ہر ممکن بچانا ہے، اور گناہوں سے بچنے کیلئے سب سے بنیادی عمل نوافل کی کثرت ہے، آج کل لوگ نوافل کو ہلکا سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں، لیکن نوافل کی کثرت اللہ تعالیٰ سے بندوں کو اتنی قریب کر دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اُن کے اعضاء بن جاتا ہوں، ہم کو تہجد، اشراق، چاشت اوّابین کا اہتمام کرنا چاہئے، آج کل مزاج بن گیا ہے کہ فرض ہو جائے کافی ہے نوافل کا اہتمام کوئی ضروری نہیں ہے، حالانکہ نوافل' فرائض کی تکمیل کے لیے ہیں، نوافل اللہ کے قرب کا ذریعہ ہیں۔

۱۵ دوسرا سبب نظر کی حفاظت ہے جتنا آدمی نظر کی حفاظت کرے گا عبادات میں صفتِ احسان پیدا ہوگی اللہ تعالی کو دیکھتے ہوئے نماز پڑھنے کا شوق اور اس کا تقاضہ پیدا ہوگا، جو آنکھ حرام کو دیکھے گی جو آنکھ تصاویر کو دیکھے گی۔ وہ آنکھ نماز میں اللہ کے دھیان کو کبھی نہیں لاسکتی۔

(۱۶) آج کل یہ بیماری عام ہوگئی ہے کیا عوام، کیا علماء، کیا دیندار کیا بے دین سب تصویریں دیکھنے میں، تصویریں بنانے میں مشغول ہیں، تصویر کا دیکھنا بھی حرام ہے، تصویر کا لینا بھی حرام ہے(۱)۔

---

(۱) سوال: کیا موبائل پر انسانی تصاویر دیکھنا بھی ناجائز ہے؟
جواب: جی ہاں! جاندار اشیاء کی تصاویر موبائل پر دیکھنا بھی جائز نہیں ہے۔ تصویر اگر عورت کی ہے یا اس میں کسی کا ستر واضح ہو تو اس میں بدنظری کا گناہ بھی ہوگا۔ اور اگر تصویر عورت کی نہ ہو، اور اس میں کسی کا ستر نظر نہ آرہا ہو لیکن دیکھ کر فرحت یا لذت محسوس ہو تو بھی ناجائز ہے کہ حرام چیز کو دیکھ کر خوش ہونا بھی ناجائز ہے، اسی لیے تصاویر کو تلف کرنے کا حکم ہے۔ البتہ اگر ارادے کے بغیر اس پر نگاہ پڑ جائے تو اس میں حرج نہیں۔
الدُّرِ الْمُخْتَارِ كِتَابُ الْأَشْرِبَةِ: وَحَرُمَ الِانْتِفَاعُ بِالْخَمْرِ وَلَوْ لِسَقْيِ دَوَابٍ أَوْ لِطِينٍ أَوْ نَظَرٍ لِلتَّلَهِي، ترجمہ: شراب سے نفع اٹھانا حرام ہے، اگرچہ چوپایوں کو پلانے، گارے میں ملانے کے لیے ہو یا محض لذت کے طور پر دیکھنے کے لیے ہو۔
فقط واللہ اعلم، دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ محمد یوسف بنوری ٹاون، فتویٰ نمبر: 143909200895
(۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم
تصویر کھینچنا کھنچوانا ناجائز اور حرام ہے، احادیث میں اس پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ "قیامت کے دن سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا"، ایک دوسری حدیث میں ہے کہ "جو شخص دنیا میں کوئی (جاندار) کی تصویر بنائے گا، قیامت میں اُس کو حکم دیا جائے گا کہ وہ اُس میں روح ڈالے، لیکن وہ ہرگز نہیں ڈال سکے گا" (اس پر اُس کو شدید عذاب ہوگا)؛ البتہ ضرورتِ شدیدہ کے وقت

تصویر کھنچوانے کی گنجائش ہے اور جو شخص بغیر کسی ضرورت کے شوقیہ تصویر کھنچواتا ہے، شرعاً وہ فاسق ہے، اُس کی امامت مکروہِ تحریمی ہے۔ تصویر کے بارے میں حکمِ شرعی یہی ہے، باقی جو علماء تصویر اور ویڈیو بنواتے ہیں، اُن کا عمل شریعت میں حُجت نہیں، اس حوالے سے اُن کی ضرورت اور مجبوری سے ہم واقف نہیں ہیں۔ عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال سمعتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم يقول: ان أشدَّ الناس عذاباً عند الله المصوّرون۔ (صحيح البخاري، باب بيان عذاب المصورين يوم القيامة، رقم: ۵۹۵۰) عن قتادة قال كنتُ عند ابن عباس رضي الله عنه (الى قوله) حتى سئل، فقال: سمعتُ محمداً صلى الله عليه وسلم يقول: من صور صورةً في الدنيا، كلف يوم القيامة أن ينفخ فيها الروح و ليس بنافخ۔ (صحيح البخاري، باب بيان عذاب المصورين يوم القيامة) وقال العيني نقلاً عن التوضيح: قال أصحابنا و غيرهم تصويرُ صورة الحيوان حرام أشد التحريم و هو من الكبائر و سواء صنعه لما يمتهن أو لغيره فحرام بكل حال، لأن فيه مضاهات بخلق الله۔۔۔ أما ماليس فيه صورة حيوان كالبحر ونحوه، فليس بحرام، وبمعناه قال جماعة العلماء مالک والسفيان وأبو حنيفة و غيرهم۔ (عمدة القاري: ۱۰/ ۳۰۹، باب عذاب المصورين يوم القيامة، ط: دار الطباعة العامرة) وقال النووي: تصويرُ صورة الحيوان حرام شديد التحريم، وهو من الكبائر لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث۔۔۔۔۔ الخ۔ (النووي على مسلم: ۲/ ۱۹۹، ط: رحيمية، ديوبند، و كذا في رد المحتار مع الدر المختار: ۲/ ۴۰۲، مطلب اذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، و الفتاوى الهندية: ۵/ ۳۷۹، والبدائع: ۱/ ۱۱۶، ط: زكريا، ديوبند، جواهر الفقه: ۷/ ۱۷۷۔ ۲۸۶، ط: زكريا) واللہ تعالیٰ اعلم، دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

(۱۷) موبائلوں سے تصویروں کے لینے کی ایسی بیماری پیدا ہوگئی ہے کہ آج کل لوگ اس کو منع بھی نہیں سمجھتے، (سخت مجبوری کے بغیر) تصویر لینے والا خالق بننا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کو جہنم میں سخت عذاب میں رکھیں گے (۱)

(۱) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا ...... قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ أَشَدِّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يُصَوِّرُونَ هٰذِهِ الصُّوَرَ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو ان (جاندار کی) تصویروں کو بناتے ہیں۔ (بخاری ۲/۹۰۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو (جاندار چیزوں میں) اللہ تعالی کی تخلیق کی نقالی کرتے ہیں۔ (بخاری ۲/۸۸۰)

آپ فرماتے ہیں: بے شک قیامت کے دن سب سے سخت عذاب (جاندار کی) تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔ (بخاری ۲/۸۸۰، ط: قدیمی)

عَنْ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا تَصَاوِيرُ حضرت ابوطلحہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتے اُس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں (شوقیہ) کتا یا (جاندار کی) تصویر ہو۔ (بخاری ۲/۸۸۰)

ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میں تصویر ساز ہوں مجھے اس کے بارے میں فتوی عنایت فرمایئے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میرے قریب ہو جا، وہ قریب ہوا، پھر فرمایا اور قریب ہو جا، وہ اور اتنا قریب ہوا کہ آپ ؓ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: میں آپ کو وہ بات بتا رہا ہوں جو میں نے خود رسول اکرم ﷺ سے سنی ہے، آپ فرما رہے تھے: ہر وہ شخص جو (جاندار کی) تصویر بناتا ہے، جہنم میں جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کی بنائی ہوئی ہر تصویر میں ایک جان بنائے گا جو اس کو جہنم میں عذاب دے گی، اگر آپ کو یہی تصویر سازی کا پیشہ ہی اختیار کرنا ہے تو درخت اور بے جان چیزوں کی تصویر میں بنایا کرو۔ مسلم، ۲/۲۰۲

(۱۸) آج کل بزرگوں کی تصویریں دیکھنے کا بھی ایک بیماری ہوگئی ہے اور بڑی عقیدت سے دیکھتے ہیں، بزرگوں کی تصویریں، جلسے اور ختم بخاری کی تصویریں اور ان جلسوں کی تصویریں دیکھ دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ ہم دین کا کام کررہے ہیں۔ دنیا میں بت پرستی نہیں تھی، بت پرستی شروع ہوئی ہے، شیطان نے کہا کہ بزرگوں کی تصویریں بنا کر رکھو تاکہ ان کی یادگار باقی رہے، ان سب نے بزرگوں کی یادگار باقی رکھنے کے لیے ان کی تصویر بنالی پھر ان تصویروں کے مجسمے بنے اور ان کی پوجا بھی شروع ہوئی اس سے پہلے دنیا میں بت پرستی نہیں تھی میں بہت تاکید سے کہہ رہا ہوں اس سے آپ کو بچنا چاہیے،

(۱۹) تیسرا سبب گناہوں سے بچنے کے لیے اللہ کا ذکر ہے بشرطیکہ اللہ کا ذکر اللہ کے دھیان کے ساتھ کیا جائے، جب ذکر کریں زبان کو دل کے تابع کریں۔ جب ذکر کریں اللہ کا دھیان جمانے کی پوری کوشش کریں، اس طرح ایک تسبیح تیسرے کلمے کی ، ایک تسبیح درود شریف اور ایک تسبیح استغفار کی، تین تین تسبیح صبح شام اللہ کی طرف متوجہ ہوکر اور اللہ کے دھیان کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام فرمائیں۔ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے: اللہ تعالی کی اطاعت کی استعداد پیدا کرنے کے لئے سب سے اہم ذریعہ اللہ تعالی کا ذکر ہے۔

(٢٠) افضل ذکر قرآن کی تلاوت ہے،قرآن دھیان کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام فرمائیں۔روزانہ قرآن کو قرآن میں دیکھ کر پڑھنے کا اہتمام کریں۔یہی خلفاء راشدین اور سلفِ صالحین کا طریقہ ہے۔اپنے آپ کو خلفاء راشدین اور سلفِ صالحین کے طریقہ کا پابند بنائیں اور دوسروں کو بھی دعوت دیں،یہی ہمارا سب سے بنیادی کام ہے۔

اور تلاوت کے ساتھ ساتھ قرآن کے ترجمہ وتفسیر کو دیکھنے کا اہتمام رکھیں۔حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کو بغیر سمجھے پڑھنے میں خیر نہیں؛اس لئے کہ بیشک تلاوت سے اجر مل جائے گا،لیکن اللہ تعالی ہم سے کیا چاہتے ہیں؟اور کیا فرما رہے ہیں؟اِس کا علم نہیں ہوگا،

اور مسنون دعاؤں میں ہماری قبولیت کا راز ہے۔

(٢١) رات کو سونے سے پہلے سورۂ ملک،سورۂ واقعہ،سورۂ یٰس،سورۂ الم سجدہ کے پڑھنے کا بھی اہتمام فرمائیں۔

روزانہ یا کم سے کم جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھ لیا کریں،اس کے بڑے فضائل ہیں اور بڑے فوائد ہیں۔

(٢٢) آپ لوگوں میں سے جو لوگ حضرت جی مولانا انعام صاحب سے بیعت ہوئے ہیں انہیں سے ذکر لیے ہوئے ہیں اُن ہی اذکار کا اہتمام کرتے رہیں،باقی لوگوں کو تین تین تسبیحات کے علاوہ دس دس تسبیح اللہ اللہ کا ذکر کرلیا کریں اول آخر گیارہ گیارہ درود شریف پڑھیں۔

۲۳ دعوت کے تقاضوں کو اپنے تقاضوں پر مقدم رکھیں، ہر سال چار مہینے، ماہانہ تین دن، روزانہ آٹھ گھنٹے، اس کام کو فارغ کرنے کا اپنا معمول بنائیں۔

تبلیغ کوئی وقتی طور پر دین سیکھنے کا مدرسہ نہیں ہے بلکہ دین سیکھنے کے ساتھ ساتھ دین کو پوری دنیا میں قائم کرنے اور ساری امت کو جہنم سے بچانے کے لئے ایک محنت ہے اور ایک نقل وحرکت ہے۔

۲۴ دعوت ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے مرد ہو یا عورت، اس ترتیب پر خود بھی قائم رہیں دوسروں کو بھی دعوت دیتے رہیں،

۲۵ جو ذمہ داری اس امت کے مردوں کی ہے وہی ذمہ داری عورتوں کی بھی ہے، مستورات کو چاہئے روزانہ گھر میں پانچ اعمال جو بتائے جاتے ہیں جو اعمال ہدایت ہیں اعمال نبوت ہیں، اعمال تربیت ہیں، بلکہ قرآن کہتا ہے کہ اعمال طہارت ہیں اللہ تعالیٰ پاک کرنا چاہتے ہیں ان کے ذریعے یہ اعمال گھر میں اہتمام سے روزانہ کیے جائیں اس میں قرآن کو صحیح کرنے کا حلقہ، کتابی تعلیم، چھ صفات کا مذاکرہ اللہ کے راستے میں نکلنے کے لیے عورتوں کی تشکیل اور اگلے دن کا مشورہ یہ پانچ اعمال گھر میں روزانہ اہتمام سے کیئے جائیں۔

تیسرے مہینے سہ روزہ، تیسرے سال چلہ اور سالانہ دس دن عورتیں اللہ کے راستے میں نکلنے کا اہتمام کریں۔

جو اہمیت مردوں کے نکلنے کی ہے وہی اہمیت عورتوں کے نکلنے کی بھی ہے۔

ہر گھر کے اندر عورتوں کی جماعت کا داخل کرنا یہ دعوت کے کام کا بنیادی مقصد ہے۔

دُعاء

بموقع: سہ ماہی جوڑ، بتاریخ ۹/ ۱۰/ ۱۱/ ۱۲/ محرم الحرام۔ بمطابق: ۲۸، ۲۹، ۳۰/ جولائی، یکم/ اگست ۲۰۲۳ء۔ (ہفتہ/ اتوار/ پیر/ منگل)
بمقام بنگلے والی مسجد، مرکز نظام الدین، نئی دہلی، انڈیا۔

اَلِفْ لَآمّ مِیم اَللّٰہُ لَآاِلٰہَ اِلَّاھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَعَنَتِ الْوُجُوْہُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْم۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍوَّبَارِکْ وَسَلِّمْ۔ لَآاِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ یَاحَنَّانُ! یَامَنَّانُ! یَابَدِیْعَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ۔ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ یَاسَیِّدِنَا وَیَامَوْلَانَا۔ وَیَا غَایَۃَ رَغْبَتِنَا۔ ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاھْدِنَا السَّبِیْلَ الْاَقْوَمَ۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاھْدِنَا السَّبِیْلَ الْاَقْوَمَ۔ رَبَّنَالَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْاَخْطَأْنَا۔ رَبَّنَاوَلَاتَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْراً کَمَا حَمَلْتَہٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا، رَبَّنَاوَلَاتُحَمِّلْنَا مَالَاطَاقَۃَ لَنَابِہٖ، وَاعْفُ عَنَّا، وَاغْفِرْلَنَا، وَارْحَمْنَا، اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ۔ اَللّٰھُمَّ زَیِّنَّا بِزِیْنَۃِ الْاِیْمَان، وَاجْعَلْنَاھُدَاۃً مُّھْتَدِیْن۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا ھُدَاۃً مُّھْتَدِیْنَ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا دُعَاۃً اِلَیْکَ وَاِلٰی رَسُوْلِکَ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الَّذِیْنَ یُجَاھِدُوْنَ فِيْ سَبِیْلِکَ۔ اَللّٰھُمَّ اَیِّدْنَا بِتَأْیِیْدِکَ۔ اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا وَلَاتَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِیْنَ، اَللّٰھُمَّ لَاتَرُدَّنَابِذُنُوْبِنَا خَائِبِیْنَ۔ اَللّٰھُمَّ اٰتِنَا اَفْضَلَ مَا تُؤْتِيَ عِبَادَکَ الصَّالِحِیْنَ۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّانَسْأَلُکَ مِنَ الْخَیْرِ کُلِّہٖ عَاجِلِہٖ وَاٰجِلِہٖ مَاعَلِمْنَامِنْہُ وَمَالَمْ نَعْلَمْ۔ وَنَعُوْذُبِکَ مِنَ الشَّرِّ کُلِّہٖ عَاجِلِہٖ وَاٰجِلِہٖ مَاعَلِمْنَامِنْہُ وَمَالَمْ نَعْلَمْ۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّانَسْأَلُکَ

الْهُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَالْفَوْزَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّةَ، وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ غَضَبِكَ وَالنَّارِ۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُکَ الْجَنَّةَ وَمَاقَرَّبَ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْعَمَلٍ، وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ جَهَنَّمَ، وَمَاقَرَّبَ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْعَمَلٍ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا ضُعَفَآءُ فَقَوِّفِیْ رِضَاکَ ضُعْفَنَا وَخُذْ اِلَی الْخَيْرِ بِنَوَاصِيْنَا وَاجْعَلِ الْإِسْلَامَ مُنْتَهٰی رِضَآئِنَا اَللّٰهُمَّ الْطُفْ بِنَا فِيْ تَيْسِيْرِ كُلِّ عَسِيْرٍ۔ اَللّٰهُمَّ الْطُفْ بِنَا فِيْ تَيْسِيْرِ كُلِّ عَسِيْرٍ فَاِنَّ تَيْسِيْرَ كُلِّ عَسِيْرٍ عَلَيْكَ يَسِيْرٌ وَنَسْأَلُکَ الْيُسْرَ وَالْمُعَافَاةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَنَسْأَلُکَ الْيُسْرَ وَالْمُعَافَاةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهُ سَهْلاً وَّاَنْتَ تَجْعَلُ الْحَزْنَ سَهْلاً اِذَا شِئْتَ۔

لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ نَسْأَلُکَ مُؤْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ، لَاتَدَعْ لَنَا ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَاهَمًّا اِلَّافَرَّجْتَهُ وَلَا كَرْبًا اِلَّا نَفَّسْتَهُ وَلَاضُرًّا اِلَّا كَشَفْتَهُ وَلَامَرَضًا اِلَّا شَفَيْتَهُ وَلَابَلَاءً اِلَّا رَفَعْتَهُ وَلَامُسَافِرًا اِلَّا حَفِظْتَهُ وَبَلَّغْتَهُ وَغَنَّمْتَهُ وَسَلَّمْتَهُ وَلَا حَاجَةً وَّلَا دَاجَةً اِلَّا قَضَيْتَهَا، يَاأَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ! يَاأَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ! يَاأَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ!

اِلَيْكَ رَبِّ فَحَبِّبْنَا وَفِيْ اَنْفُسِنَالَکَ رَبِّيْ فَذَلِّلْنَا وَفِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ فَعَظِّمْنَا وَمِنْ سَيِّءِ الْاَخْلَاقِ فَجَنِّبْنَا وَعَلٰی صَالِحِ الْاَعْمَالِ فَقَوِّمْنَا وَعَلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ فَثَبِّتْنَا، وَعَلَی الْاَعْدَاءِ اَعْدَآئِکَ اَعْدَآءِ الْإِسْلَامِ فَانْصُرْنَا۔ اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا وَلَاتَنْصُرْ عَلَيْنَا وَزِدْنَا وَلَاتَنْقُصْنَا وَاَكْرِمْنَا وَلَاتُهِنَّا وَآثِرْنَا وَلَاتُؤْثِرْ عَلَيْنَا وَامْكُرْلَنَا وَلَاتَمْكُرْ عَلَيْنَا، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا وَلَاتُسَلِّطْ عَلَيْنَا بِذُنُوْبِنَا مَنْ لَّايَخَافُکَ فِيْنَا وَلَايَرْحَمُنَا، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا بِتَرْكِ الْمَعَاصِيْ اَبَدًا مَّا اَبْقَيْتَنَا وَارْحَمْنَا اَنْ نَّتَكَلَّفَ مَالَايَعْنِيْنَا، وَارْزُقْنَا حُسْنَ النَّظْرِ فِيْمَا يُرْضِيْکَ عَنَّا، يَاقَيَّامَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ، يَارَبَّنَاتَقَبَّلْ تَوْبَتَنَا وَاغْسِلْ حَوْبَتَنَا وَأَجِبْ دَعْوَتَنَا وَثَبِّتْ حُجَّتَنَا وَسَدِّدْ اَلْسِنَتَنَا اَللّٰهُمَّ اهْدِ قُلُوْبَنَا اَللّٰهُمَّ

اسۡلُلۡ سَقِیۡمَۃَ صُدُوۡرِنَا اَللّٰھُمَّ وَفِّقۡنَالِمَاتُحِبُّ وَتَرۡضٰی مِنَ الۡقَوۡلِ وَالۡعَمَلِ وَالۡفِعۡلِ وَالنِّیَّۃِ وَالۡھُدیٰ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡئٍ قَدِیۡر۔

- اے اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما۔ اے اللہ! ہماری خطایا سے درگزر فرما۔ اے اللہ! اُمتِ مسلمہ کا اجتماعی جُرم یہ ہے کہ ہم نے اِس کام کو کام نہ بنایا، تیرا دین مٹتا رہا، تیری نبیؐ کی قُربانیوں سے وجود میں آنے والی اُمّت مُرتَد ہوتی رہی، ہم دنیا بنانے میں لگے رہے؛ اے اللہ! ہمارے اِس جرمِ عظیم کو معاف فرما۔
- ہمیں اِس عالی محنت کے لیے، جس کے لیے تو نے نبیوں کا انتخاب کیا تھا (اُنہیں چنا تھا)، فضل فرما کر، کرم فرما کر، ہمیں اور ہماری نسلوں کو اِس نعمتِ عظمیٰ (بڑی نعمت) کے لیے قبول فرمالے۔
- اے اللہ! ہم کوتاہیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، دن رات ہمارے بے اُصولیوں میں اور گناہوں میں گزر رہے ہیں، تو اپنا فضل فرما کر، اپنا کرم فرما کر ہماری بے اُصولیوں کی وجہ سے اے اللہ! ایک اُمتی کو بھی اِس کام سے محروم نہ فرما۔
- اے اللہ! ایک اُمتی کو بھی اِس کام سے محروم نہ فرما۔ ہمیں اور ہماری نسلوں کو صحابہؓ کی اولاد کی طرح قبول فرما۔
- اے اللہ! ہمیں اور ہماری نسلوں کو صحابہؓ کی طرح قبول فرما۔
- فضل فرما کر، کرم فرما کر اُمتِ مسلمہ کو اِس دعوت کی محنت پر مجتمع فرما۔

- تفرق (توڑ) سے تشتت (پراگندگی) سے اُمّت کی حفاظت فرما۔
- اے اللہ! اُمّت کے دلوں میں دین کے مٹنے کا اِجتماعی غم پیدا فرما۔
- اُمّت کی صلاحیتوں کو دین پر لگا دے اور اُمّت میں دعوت کی نسبت اور قُربانیوں کو زندہ فرما کر اور اِن قربانیوں کو قبول فرما کر پوری اُمّتِ مسلمہ کے قلوب کو خیر کی طرف پھیر دے۔
- یا اللہ! جو کچھ جماعتیں تیری راہ میں پھر رہی ہیں ان کی قربانیاں تیری نظر میں ہیں، اے اللہ! تو کسی سے غافل نہیں۔ اے اللہ! تو فضل فرما کر، کرم فرما کر ہماری اِن جماعتوں کی نقل وحرکت کو اور اِن کی قربانیوں کو قبول فرما کر عالمِ انسانیت کی ہدایت کا ذریعہ بنا دے۔
- اُمّتِ دعوت ہو یا اُمّتِ اِجابت ہو؛ اے اللہ! سب کو تُو ہدایت سے نواز دے۔
- اے اللہ! اُمّت کو دعوت کی اِس محنت پر مجتمع فرما۔
- اُمّت میں دعوت کی نسبت پر قربانیوں کو زندہ فرما کر اِن قربانیوں کو قبول فرما کر اے اللہ! اُمّت کی ہدایت کے فیصلے فرما۔
- اے اللہ! مضلاتِ فِتن سے اُمّت کی حفاظت فرما۔
- اے اللہ! تفرق سے، تشتت سے اُمّت کی حفاظت فرما۔
- یا اللہ! وحدتِ فِکر (ایک فکر) اور وحدتِ کلمہ پیدا فرما (جو چیز مشورے سے طے ہو اُس پر سب کا جمنا)۔

- اے اللہ! جو اُصول جو تجھے ہم سے مطلوب ہیں، تو ہمیں اِجتماعی طور پر توہمیں اُن پر جمادے۔ جو طریقے تجھے ہم سے مطلوب نہیں ہیں تو اجتماعی طور پر ہمیں اُن سے جھٹک کر ہٹادے۔
- اے اللہ! اُمّت کو احیاءِ سُنّت پر قائم فرما۔
- محمد ﷺ جو کچھ قیامت تک کے لیے کر گئے ہیں، اُمّت کو اِجتماعی طور پر اِتباعِ سُنّت پر احیاءِ سُنّت پر مجتمع فرما۔
- یا اللہ! قدم قدم پر نصرت فرما۔ قدم قدم پر رہبری فرما۔ مراشدِ اُمور اِلہام فرما۔
- اے اللہ! جہاں جہاں سے بھی جماعتوں کا گزر ہوجائے، یا اللہ! تو وہاں دینی فضائیں قائم فرما۔
- سارے عالم سے رِدّۃ (اسلام سے نکلنے) کے دروازوں کے مسدود ہونے اور حَق کی راہوں کے کشادہ ہونے کا اِن جَماعتوں کی نقل وحرکت کو ذریعہ فَرما۔
- اے اللہ! تُو نے ایک ایک صحابیؓ کو ایک ایک مُلک کی ہدایت کا ذریعہ بنایا ہے؛ اے اللہ! یہ جو جماعتیں ملکوں میں پھر رہی ہیں تو اپنی جس قُدرت کے ساتھ دورِ انبیاءؑ صحابہؓ میں تھا؛ اے اللہ! تیری قُدرت میں تغیّر نہیں، تو اپنی اُسی قُدرت سے آج اِن جماعتوں کی نقل وحرکت کو سارے عالم کے انسانوں کے جہنّم سے بچنے کا، ہدایت کے راستہ پر آنے کا اے

اللہ! تو اُس کو اُس طرح ذریعہ بنادے جس طرح تُونے دورِ صحابہؓ میں اِس کام کو پھیلایا ہے۔

- اے اللہ! فضل فرما کر، کرم فرما کر، جو صفات تجھے صحابہؓ والی مطلوب ہیں، وہ صفات اور عادات تو اپنی قُدرت سے ہمارے اندر پیدا کردے۔
- اے اللہ! تو کسی کو نوازنے پر آئے تو تُو شرائط کا پابند نہیں ہے۔

اے اللہ! تو کسی کو محروم کرے تو پھر تجھے کسی کی عبادت کی تجھے پرواہ نہیں؛ اے اللہ! تیری ذات مستغنی ہے، ہم میں اپنے استغناء کا خوف پیدا فرمادے۔

- اے اللہ! ہمارے دلوں میں اپنے استغناء کا خوف پیدا فرمادے اور اپنے رضا والے کاموں میں ثابت قدم فرمادے۔
- اے اللہ! ہمارے دلوں میں وہ تقویٰ پیدا فرما، جس کو تیرے یہاں حقیقی تقویٰ کہتے ہیں وہ اخلاص پیدا فرما، جس کو تیرے یہاں اخلاص کہتے ہیں اور عبادات پر ہمیں ثابت قدم فرما جس کو تیرے یہاں عبادت کہتے ہیں۔ اے اللہ! فضل فرما کر، کرم فرما کر یہ صفاتِ ایمانیہ ہمارے اندر اِس محنت کے ذریعہ پیدا فرمادے۔
- اے اللہ! تو ہی مربیٔ حقیقی ہے۔ تو نے اِس محنت پر تربیت کا وعدہ کیا ہے۔ ہم تجھ سے اُس تربیت کا سوال کرتے ہیں؛ فضل فرما کر کرم فرما کر ایک ایک فردِ اُمّت کی بہترین تربیت فرما۔

- ہماری اولادوں کی تربیت فرما۔
- اے اللہ! ہم میں سے ایک فرد کو بھی تو ضائع نہ فرما۔
- اے اللہ! پورے عالم میں جس ملک سے اور جس گھر سے تو نے خیر کا کوئی کام لیا ہے، اے اللہ! اُس خیر کے کام کو قیامت تک کے لیے جاری اور ساری فرمادے۔
- اے اللہ! اِن جماعتوں کی نقل وحرکت کے ذریعہ دین کے تمام شعبوں کو زندہ فرما۔
- مدارس کو، مساجد کو، دینی تحریکوں کو، خانقاہوں کو؛ اے اللہ! اِن تمام شعبوں کو اِس نقل وحرکت کے ذریعہ قائم فرما کر اُمّت کی ہدایت کے فیصلے فرما، اور یا اللہ! اِن شعبوں کی بھرپور حفاظت فرما۔ ہر شریر کی شرارت سے، ہر فتین کے فتنہ سے، ہر مخل کی خلل اندازی سے تمام دینی اداروں کی اور اُمُّ المدارس کی اور ان کے خُدام کی بھرپور حفاظت فرما۔
- یا اللہ! قدم قدم پر نصرت فرما۔ وہ نصراتِ غیبیہ، وہ فرشتوں کے جُھنڈ، جو تعلیم کے حلقوں پر اُترتے ہیں، فضل فرما کر کرم فرما کر اِن دینی اداروں پر اور اِن دینی مدارس پر، اُن ملائکہ کا نزول فرما کر، غیبی نصرتوں سے اُن کی حفاظت فرما۔
- اے اللہ! غیبی نصرتوں کے ذریعہ اِن تمام اداروں کی حفاظت فرما، اِن کے خدام کی حفاظت فرما۔ اِن میں کام کرنے والوں کی حفاظت فرما۔

- یا اللہ! اِن اداروں کے ذریعہ پورے دین کو پورے عالم میں قائم فرما۔ قدم قدم پر نصرت فرما۔ تمام ضروریات کا اپنے خزانۂ غیب سے تکفّل فرما کر اپنے غیب سے مستغنی فرما کر ہمیں اِن ذمہ داریوں میں آگے بڑھنے والا بنا دے۔ تمام رُکاوٹوں کو دور فرما دے۔
- اے اللہ! اِن اداروں کی اور اِس دعوت کے کام کی ہر شریر کی شرارت سے، ہر مخل کی خلل اندازی سے اے اللہ! بھرپور حفاظت فرما۔
- قدم قدم پر نصرت فرما۔ قدم قدم پر مدد فرما۔
- اے اللہ! مراشدِ اُمور (معاملات کے رہنما اصول) اِلہام فرما۔
- اے اللہ! مہمّاتِ اُمور (اہم کاموں) پر ہماری اعانت فرما۔
- یا اللہ! جتنے اجتماعات ہونے والے ہیں اور جہاں کہیں ہو رہے ہیں اور جتنے اجتماعات کی تاریخیں دی گئی ہیں اے اللہ! اِن سب کو قبول فرما۔
- جہاں جہاں اِجتماعات ہو رہے ہیں، یا آئندہ ہونے والے ہیں، اے اللہ! صفاتِ قبولیت سے آراستہ فرما۔ اِن اجتماعات کو اُمّت کے ہدایت پر مجتمع ہونے اور اِن اِجتماعات کو اُمّت کے مجتمع ہونے کا ذریعہ فرما۔
- اے اللہ! قدم قدم پر نصرت فرما۔ قدم قدم پر رہبری فرما۔ مراشدِ اُمور اِلہام فرما اور مہمّات اُمور پر ہماری اعانت فرما۔
- اے اللہ! عبادات کا شوق ہمارے دلوں میں پیدا فرما۔
- دُنیا اور دُنیا کی محبت ہمارے دلوں سے نکال کر اے اللہ! آخرت کا اِستحضار ہمارے دلوں میں پیدا فرما۔

- اے اللہ! عبادات کا شوق ہمارے دلوں میں پیدا فرما۔
- اپنے ذکر پر، شکر پر، حسنِ عبادت پر اور حسنِ تلاوت پر اور اے اللہ! خصوصاً قیام اللیل پر ہماری مدد فرما۔
- اے اللہ! دُنیائے دَنِیّہ کی محبت ہمارے دلوں سے نکال کر اور مال کے فتنوں سے ہمیں اور ہمارے کام کو بچا کر تو اپنے رضا والے کاموں پر ہمیں ثابت قدم فرما۔
- ہماری عورتوں کو قبول فرما۔ ہمارے بچوں کو قبول فرما۔ ہماری قیامت تک آنے والی نسلوں کو قبول فرما۔
- اے اللہ! ہمیں صفاتِ قبولیت سے آراستہ فرما۔
- اے اللہ! تو ہم سے جس طرح کام چاہتا ہے تو اُس کے مطابق ہماری پیشانیوں کو پھیر دے۔
- اے اللہ! اِس مشورہ میں جو کچھ سوچا گیا ہے اور جو عزائم کیئے گئے ہیں، اور اے اللہ! جو کچھ کرنا تو نے اپنے فضل سے ہمارے دلوں میں ڈالا ہے اے اللہ! تو اپنے فضل سے اور اپنی قدرت سے تو اُس کو عملی طور پر زندہ فرما دے۔
- اے اللہ! ہم ضعیف ہیں، کمزور ہیں تجھ سے اپنے ضُعف کا اقرار کرتے ہیں، اے اللہ! ہم ضعیف ہیں، کمزور ہیں تجھ سے اپنے ضعف کا اقرار کرتے ہیں؛ یا اللہ! تو اپنی قدرت سے، اپنی غیبی نصرتوں سے اور اپنی

غیبی مددوں سے اِن تمام اُمور کی تکمیل فرما۔

- جو کچھ ہوا ہے تیرے فضل سے ہوا ہے، جو ہو رہا ہے تیرے فضل سے ہو رہا ہے، جو ہوگا تیرے فضل سے ہوگا، تو فضل فرما کر کرم فرما کر اِس کام کی اور کام کرنے والوں کی حفاظت فرما۔
- اِس مدرسہ کی اور مرکز کی خصوصاً ہر شریر کی شرارت سے، ہر فِتّین کے فتنہ سے، ہر مخل کی خلل اندازی سے پوری پوری حفاظت فرما۔
- اے اللہ! تو نے ماضی میں جس طرح حفاظت فرمائی ہے' اسی طرح ہمیشہ کے لیے اِس جگہ کی اور تمام مراکز کی بھرپور حفاظت فرما۔
- قدم قدم پر رہبری فرما۔
- یہاں آنے والوں کو قبول فرما۔ یہاں رہنے والوں کو قبول فرما۔ یہاں کے اساتذہ کو' تلامذہ کو' یہاں کے طلبہ کو اور یہاں کے مدرسین کو اور یہاں کے مقیمین کو قبول فرما۔
- اور اے اللہ! اپنے رضا والے کاموں پر ہماری اعانت فرما۔
- یا اللہ! نامرضیات سے ہماری حفاظت فرما۔
- اے اللہ! اپنے اوامر سے کامیابیوں کا یقین دلوں میں پیدا فرما کر' اپنے غیر سے مستغنی فرما کر اے اللہ! اُمّت کی ضروریات کا تکفّل فرما۔ اُمت کے حال پر رحم فرما۔ بیماروں کو شفاء نصیب فرما۔ مقروضین کے قرضوں کے ادا ہونے کی غیب سے صورتیں پیدا فرما۔

- یااللہ! جو ناحق مقدمات میں ماخوذ ہیں اُن کی خلاصی کے فیصلے فرما۔
- آخرت کا فکر اُمّت کے دلوں میں پیدا فرما۔
- قبر کے عذاب اور جہنّم کے عذاب سے اُمّت کی حفاظت فرما۔
- موٗجباتِ مغفرت کی توفیق نصیب فرما۔
- اے اللہ! محض اپنے فضل سے ہماری اِن دُعاؤں کو قبول فرما۔

دُعاء

بموقع: اورنگ آباد اجتماع، بتاریخ: ۲۳/ ۲۴/ ۲۵/ ۲۶/فبروری، ۲۰۱۸ء

- اے اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما۔ اے اللہ! ہماری خطایا سے درگزر فرما۔
- اے اللہ! ہم گناہوں کے سمندروں میں ڈوبے ہوئے ہیں، اے اللہ! کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جس کو ہم نے جرأت سے نہ کیا ہو، اور اے اللہ! ہم کسی لائن کا کوئی حکم تیرا ایسا نہیں ہے جس کو ہم نے نہ توڑا ہو، اے اللہ! کرم فرما کر فضل فرما کر یا اللہ! ہمیں گناہوں کے سمندروں سے نکال کر اے اللہ! ہمیں اِطاعت کے راستوں پر ڈال دے۔
- اے اللہ! اپنی ذات کے ساتھ ذاتی تعلق ہم کو نصیب فرما۔
- اے اللہ! تو ہمارا بن جا اور ہمیں اپنا بنا لے۔ اے اللہ! اپنے رضا والے کاموں پر ہماری اِعانت فرما۔
- اے اللہ! اپنے وعدوں کا یقین دلوں میں پیدا فرما کر اے اللہ! اپنے اوامر پر ثابت قدم فرما۔
- اے اللہ! اپنی وعیدوں کا خوف دلوں میں پیدا فرما کر یا اللہ! فواحش ومحرمات سے ہماری حفاظت فرما۔
- اے اللہ! ایمان کی حقیقت ہمارے دلوں میں راسخ فرما۔

- یااللہ! مومنینِ کامل میں ہم کوشامل فرما۔
- اے اللہ! جس کو تیرے یہاں ایمان کہتے ہیں اے اللہ! وہ ایمان کی حقیقت ایک ایک اُمتی کے دل میں پیدا فرما۔
- اے اللہ! اپنے ماسواء کا یقین اُمت کے دلوں سے نکال کراوراے اللہ! اپنے ماسواء کی شکلیں اُمت کے عقائد سے نکال کر ایمان کی حقیقت دلوں میں راسخ فرما۔
- اے اللہ! صفاتِ ایمانیہ ہمارے اندر پیدا فرما۔
- اے اللہ! تقویٰ وطہارت، زہدوعبادت، اے اللہ! صبروقناعت ہم کو نصیب فرما۔
- یا اللہ! اِس نقل وحرکت کے ذریعہ پورے عالم میں ایمانی فضائیں قائم فرما۔
- یااللہ! اِن جماعتوں کی نقل وحرکت کے ذریعہ پورے عالم سے کفروالحادکو ختم فرما۔
- اے اللہ! شرک اور بدعات کوختم فرما۔ اے اللہ! رِدَّۃُ کے دروازوں کو مسدود(بند) فرما۔
- یااللہ! اُمت کواِس کلمہ کی دعوت پرمجتمع فرما۔اپنے کلمہ کا اِخلاص اوراس کی حقیقت اُمت کے دلوں میں راسخ فرما۔
- یااللہ! جس طرح تونے انبیاء علیہم السلام کو یہ کلمہ دے کر بھیجا تھا یا اللہ!

اِس اُمتِ مسلمہ کو اِس کلمہ کی دعوت پر مجتمع فرما۔

- اے اللہ! اِس کلمہ کی دعوت پر مجتمع فرما۔ اے اللہ! اِس کے اَنوارات سے ایک ایک اُمتی کو منور فرما۔
- اور یا اللہ! اِس اِخلاص دلوں میں پیدا فرما کر اے اللہ! اپنے اوامر پر اِس کے ذریعہ قائم فرما۔
- یا اللہ! اپنے وعدوں کا یقین اُمت کے دلوں میں پیدا فرما کر اپنے اوامر پر ثابت قدم فرما۔
- اے اللہ! اپنی وعیدوں کا خوف دلوں میں پیدا فرما کر یا اللہ! فواحش (بے حیائی کے کاموں) ومحرّمات (وہ کام جن کو اللہ تعالیٰ نے حَرام کیا ہے) سے ہماری حفاظت فرما۔
- اے اللہ! عبادات کی رُغبت اُمت کے دلوں میں پیدا فرما۔ اے اللہ! ہماری غفلتوں کو دور فرما۔
- یا اللہ! اپنے ذکر پر اور شکر پر اے اللہ! حسنِ عبادت پر، حسنِ تلاوت پر اور اے اللہ! قیام اللیل (تہجد) پر ہماری مدد فرما۔
- اے اللہ! اپنے رضا والے کاموں پر ثابت قدم فرما۔ اے اللہ! اپنے رضا والوں کاموں کی رُغبت اُمت کے دلوں میں پیدا فرما۔
- یا اللہ! اِن جماعتوں کی نقل وحرکت کے ذریعہ پورے عالم سے ظلم وتعدی کے ختم ہونے کا اور اے اللہ اِن جماعتوں کی نقل وحرکت کے ذریعہ پورے عالم سے کفر والحاد کے ختم ہونے کا اے اللہ! اِن جماعتوں کی نقل

وحرکت کے ذریعہ پوری اُمت کی ہدایت پر مجتمع ہونے کا فیصلہ فرما۔

- یا اللہ! اِن جماعتوں کی نقل وحرکت کو قبول فرما۔
- اے اللہ! اُمت کو اپنے فرائض پر قائم فرما۔ یا اللہ! اپنے فرائض کو پورے عالم میں زندہ فرما۔
- یا اللہ! تیری ذات اپنی عبادت سے مستغنی ہے، یا اللہ! ہم تیری عبادت کے محتاج ہیں، اے اللہ! کرم فرما کر، فضل فرما کر پوری اُمتِ مسلمہ میں عبادات کا شوق پیدا فرما۔
- یا اللہ! تیری عبادت عبادت سے مستغنی ہے، یا اللہ! ہم تیری عبادت کے محتاج ہیں، اے اللہ! کرم فرما کر فضل فرما کر اے اللہ! پوری اُمتِ مسلمہ کو اپنے فرائض کی ادائیگی پر قائم فرما۔
- اے اللہ! اپنے ذکر پر اور شکر پر اور اے اللہ! حسنِ عبادت (اچھی طرح عبادت کرنے) پر ہماری مدد فرما۔
- اے اللہ! اِن جماعتوں کی نقل وحرکت کے ذریعہ پورے عالم میں فرائض کو زندہ فرما۔
- اے اللہ! اُمّت کو اپنے فرائض سے غفلت برتنے سے اُمت کی حفاظت فرما۔
- اے اللہ! ایک ایک فردِ اُمت کو اپنے دین کا داعی بنادے۔ اے اللہ! اِس دعوت کے ذریعہ ایمان اور اعمال کو دلوں میں راسخ فرما۔

- یا اللہ! اپنے رضاوالے کاموں پر ثابت قدم فرما۔ یااللہ! اپنے رضاوالے کاموں پر ہماری مددفرما۔
- اے اللہ! اِن جماعتوں کی نقل وحرکت کے ذریعہ اپنے اوامر کو پورے عالم میں زندہ فرما۔
- اے اللہ! اِن جماعتوں کی نقل وحرکت کے ذریعہ اُمت کو جہالت سے نکال کر اے اللہ! اُمت کے دلوں میں علم کی رغبت پیدا فرما۔
- اے اللہ! علماء کی عظمت اُمت کے دلوں میں پیدا فرما۔
- اے اللہ! اِن جماعتوں کی نقل وحرکت کے ذریعہ پورے عالم میں دینی مدارس کو قائم فرما۔
- اے اللہ! علمی مراکز کو قائم فرما کر پورے عالم سے جہالت کے ختم ہونے کا اور اے اللہ! پورے عالم سے رِدَّ ۃ (اسلام سے نکل جانے) کے دروازوں کے مسدود (بند) ہونے کا ذریعہ فرما۔
- یااللہ! اُمت کے دلوں میں اپنے علم کی رغبت پیدا فرما۔
- یااللہ! دُنیائے دنیا کی محبت دلوں سے نکال کر اور اے اللہ! دُنیا کے قلوب کی رغبت اُمت کے دلوں سے نکال کر اے اللہ! اپنے اوامر سے کامیابیوں کا یقین اُمت کے دلوں میں پیدا فرما۔
- اے اللہ! اپنے مقبول بندوں میں ہمیں شامل فرما۔ یا اللہ! صفاتِ قبولیت سے آراستہ فرما۔

- اے اللہ! رذائل سے، گندگیوں سے ہماری حفاظت فرما۔
- اے اللہ! تو ہی مربیٔ حقیقی ہے، یا اللہ! تیری ہی تربیت حقیقی تربیت ہے، اے اللہ! ہماری، ہمارے اولاد کی اور ایک ایک فردِ اُمت کی سنت پر تربیت فرما۔ اے اللہ! سنت والی زندگی سے مزین فرما۔
- اے اللہ! اُمت کو احیاءِ سنت پر قائم فرما۔ یا اللہ! غیروں کے طریقے کی نفرت اُمت کے دلوں میں پیدا فرما۔
- یا اللہ! اِن جماعتوں کی نقل وحرکت کے ذریعہ اُمت کی شادیوں سے، اُمت کی تجارتوں سے اے اللہ! اُمت کی شکل وصورت سے اور اے اللہ! اُمت کے لباس، اُمت کے معاش سے اور اے اللہ! اُمت کی زندگی کے ایک ایک شعبہ سے خلافِ سنت طریقوں کو ختم فرما۔
- اے اللہ! خلافِ سنت طریقوں کو ختم فرما۔ اے اللہ! اُمت کو احیائے سُنّت (سنتوں کو زندہ کرنے) پر قائم فرما۔
- اے اللہ! زندگی کے تمام شعبوں سے خلافِ سنت طریقوں کو ختم فرما۔
- اے اللہ! اپنے نبیؐ کے طریقوں کے سوائے جتنے طریقے اُمت میں رائج ہیں اے اللہ! اُن طریقوں کی نفرت ایک ایک اُمتی کے دل میں پیدا فرما۔
- یا اللہ! اُمت میں احیائے سنت کی ذمہ داری کا شعور پیدا فرما۔
- یا اللہ! جہاں جہاں سے ہماری جماعتوں کا گزر ہو جائے اے اللہ! وہاں دینی معاشرے کو قائم فرما۔

- اے اللہ! اِن جماعتوں کی نقل وحرکت کو انبیاءؑ اور صحابہؓ کی طرح غیبی نصرتوں کا سبب بنا کر یا وہ غیبی نصرتیں نازل فرما، جو صحابہؓ کی نقل وحرکت پر نازل ہوئی ہیں۔
- اے اللہ! یہ تیرے نبیؐ کی اُمت قدم قدم پر نصرتوں کی محتاج ہے، یا اللہ! یہ تیرے نبیؐ کی اُمت مختلف فتنوں کا شکار ہے، اے اللہ! کرم فرما کر فضل فرما کر اُمت کے حال پر رحم فرما۔
- اے اللہ! اُمت کے حال پر رحم فرما۔ اے اللہ! اُمت کو فتنوں سے نکال کر اے اللہ! اپنے رضا والے کاموں پر ثابت قدم فرما۔
- یا اللہ! اِن جماعتوں کی نقل وحرکت کے ذریعہ پورے عالم میں امن وامان کو زندہ فرما۔
- اے اللہ! پورے عالم سے بے دینی کے ختم ہونے کا اور اے اللہ! پورے عالم سے کفر والحاد کے ختم ہونے کا اِن جماعتوں کی نقل وحرکت کو ذریعہ فرما۔
- اے اللہ! جو نصرتِ غیبیہ تو نے انبیاءؑ اور صحابہؓ کے زمانہ میں نازل فرمائی ہیں اے اللہ! کرم فرما کر فضل فرما کر اے اللہ! وہ نصرتِ غیبیہ کے اسباب پر اُمت کو مجتمع فرما۔
- اے اللہ! وہ نصرتِ غیبیہ کے اسباب (وہ کام جس کے کرنے پر اللہ تعالیٰ کی مدد اُترتی ہے) پر اُمت کو مجتمع فرما۔

- اے اللہ! تو ہم میں جو اُصول چاہتا ہے ہمیں اُن کی طرف پھیر دے اور اے اللہ! جن کو تو ہم سے نہیں چاہتا ہے اے اللہ! ہمیں اُن سے جھٹک کر ہٹا دے۔
- اے اللہ! اپنے رضا والے کاموں پر ہماری اِعانت (مدد) فرما۔ اے اللہ! اپنے رضا والے کاموں پر ثابت قدم فرما۔
- اے اللہ! اِستقلال (مضبوطی) اور اِستقامت (جماؤ) پیدا فرما۔
- یا اللہ! قدموں کے پھِسل جانے (ڈگمگانا) سے اور اے اللہ! قدموں کے پیچھے ہٹ جانے سے ہماری حفاظت فرما۔
- اے اللہ! اِخلاص (صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کا) اور اِستخلاص (یکسوئی) پیدا فرما۔
- اے اللہ! ہر ذِی حَق (حَق والے) کے حَق کو پہچان کر ادا کرنے کی توفیق نصیب فرما۔
- اے اللہ! حقوق کی پامالی (ضائع کرنے) سے ہماری حفاظت فرما۔ اے اللہ! ایک ایک عمل پر اپنی رضا کا جذبہ پیدا فرما۔
- یا اللہ! ریا (دکھلاوے) سُمعَہ (شہرت کے جذبہ) سے ہماری حفاظت فرما۔
- اے اللہ! ہمارے اعمال سے، ہماری نیتوں سے اے اللہ شرکِ خفی (دکھلاوا) اور شرکِ جلی کو نکال کر اپنی رضا کا جذبہ پیدا فرما۔

- یااللہ! اپنی رِضا کا جذبہ ہمارے اندر پیدا فرما۔ یااللہ! اپنے ماسواء سے مستغنی فرما کر اے اللہ! اُمت کی ضروریات کا تکفل فرما۔
- اے اللہ! اُمت کو اِس دعوت کی محنت پر مجتمع فرما۔
- اے اللہ! تفرق (آپسی توڑ) سے، تشتت (بکھر جانے) سے اُمت کی حفاظت فرما۔ یااللہ! وحدتِ فکر اور وحدتِ کلمہ پیدا فرما۔
- اے اللہ! ہم میں اخلاص اور استخلاص پیدا فرما۔
- یااللہ! ہر قسم کے فتنوں پر اور اے اللہ! ہر قسم کی پریشانیوں پر اے اللہ! اپنی غیبی نصرتوں کو نازل فرما کر اے اللہ! اُمت کی ہر سو وجہت حفاظت فرما۔
- اے اللہ! اُمت کے ایمان کی، اعمال کی، اخلاق کی، معاشرہ کی، اور اے اللہ! اُمت کے جان و مال کی حفاظت فرما۔
- یااللہ! اِس کام کی اور کام کرنے والوں کی اور اے اللہ! کام کے مراکز کی اور اے اللہ! تمام مدارس کی، مساجد کی، مکاتب کی اور اے اللہ! تمام دینی تحریکوں کی حفاظت فرما۔
- یااللہ! علماء کی عظمت اور علم کی رغبت اُمت کے دلوں میں پیدا فرما۔
- یااللہ! قدم قدم پر رہبری فرما۔ اے اللہ! قدم قدم پر نصرت فرما۔
- یااللہ! جتنے اِجتماعات ہونے والے ہیں یا جہاں کہیں ہو رہے ہیں اے اللہ! (انہیں) صفاتِ قبولیت سے آراستہ فرما۔
- اے اللہ! تمام رکاوٹوں کو دور فرما۔ یااللہ! عفو کا عافیت کا، اے اللہ! یسر

(آسانی) کا سہولت کا، اور اے اللہ! کرم کا رحم کا معاملہ فرما۔

- یا اللہ! فضل کا معاملہ فرما۔
- اے اللہ! غیبی تائیدات کا یقین دلوں میں پیدا فرما کر غیبی نصرتیں نازل فرما۔
- اے اللہ! اپنے ماسواء سے مستغنی (بے نیاز) فرما کر اُمت کی ضروریات کا تکفل (پورا) فرما۔
- اے اللہ ہمارے اِس اجتماع کو قبول فرما۔
- یا اللہ! اِس مجمع کے یہاں جمع ہونے کو اور اِن تمام صوبوں کے لوگوں کے یہاں جمع ہونے کو اُمت کی ہدایت پر مجتمع ہونے کا اور اے اللہ! اُمت کو اِس دعوت کی محنت پر مجتمع ہونے کا ذریعہ فرما۔
- یا اللہ! اِس مجمع کے بکھرنے کو پورے عالَم میں ہدایت کے عام ہونے کے اور اے اللہ! پورے عالم سے ظلم وتعدّی (دوسروں پر زیادتی) اور اے اللہ! پورے عالم سے کفر واِلحاد (لا مذہبیت) کے ختم ہونے کا ذریعہ فرما۔
- اے اللہ! اِس میں کہنے سننے والوں کو قبول فرما۔ اے اللہ! تیری راہ میں نکلنے والوں کو قبول فرما۔
- اے اللہ! اِس میں خدمت کرنے والوں کو قبول فرما۔ اے اللہ! اِس میں راتوں کو پہرہ دینے والوں کو قبول فرما۔

- اے اللہ! اپنی راہ میں نکلنے والوں کا انتظام کرنے والوں سے تو نے اپنے نبیؐ کی زبان پر جتنے وعدے کیئے ہیں یا اللہ! اُن وعدوں کو اِن کے لیے پورا فرما۔ اے اللہ! اُنہیں اِس محنت کے لیے قبول فرما۔ یا اللہ! قدم قدم پر نصرت فرما۔ اے اللہ! قدم قدم پر رہبری فرما۔
- یا اللہ! ہماری جماعتوں کی نقل وحرکت کو قبول فرما۔ یا اللہ! قدم قدم پر اِن کی نصرت فرما۔ یا اللہ! تمام رکاوٹوں کو دور فرما۔
- یا اللہ! رکاوٹ ڈالنے والوں کو معاون (مدد کرنے والا) بنا کر اپنے دین کی اُن کو ہدایت عطا فرما کر اُن کو کام میں معاون بنا کر پوری اُمت کو اِس دعوت کی محنت پر مجتمع (جمع) فرما۔
- اے اللہ! اُمتِ مسلمہ کے دلوں سے غیروں سے انتقام کے جذبہ کو نکال کر اِن کے دلوں میں صحابہؓ کی طرح سارے انسانوں کی ہدایت کا جذبہ پیدا فرما۔ایک ایک فردِ اُمت کو اُمت کی ہدایت کا ذریعہ بنا دے۔
- اے اللہ! جو غم تو نے سارے انسانوں کے لیے صحابہؓ کے دلوں میں اُتارا تھا اے اللہ! کرم فرما کر، فضل فرما کر، ایک ایک فردِ اُمت کے دل میں سارے انسانوں کے لیے ہدایت کا غم پیدا فرما۔
- اے اللہ! اپنے کرم سے، اپنے فضل سے اُمتِ مسلمہ کے دلوں سے غیروں سے انتقام (بدلہ لینے) کے جذبہ کو نکال کر صحابہؓ کی طرح اِن کے دلوں میں اُمت کی ہدایت کا جذبہ پیدا فرما۔

- اے اللہ! وہ ایثار اور قربانیاں اور وہ اخلاق اور معاشرہ جس کی وجہ سے انسانوں کو صحابہؓ کے ذریعہ سے ہدایت ملی ہے' کرم فرما کر فضل فرما کر وہ صفات ہمارے اندر پیدا فرما۔
- یااللہ! اِس کے ذریعہ تو سارے انسانوں کو تو ہدایت سے نواز کر سب کو اپنی جنت میں داخل فرمادے۔
- اے اللہ! تیری ذات مستغنی (بے نیاز) ہے، تجھے کسی کی عبادت کی ضرورت نہیں ہے، اے اللہ! تو سب کو جہنم میں ڈال دے تو تجھ سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے، اے اللہ! تو سب کو جنت میں داخل کرلے تو تیرا کوئی نقصان نہیں ہے؛ اے اللہ! کرم فرما کر فضل فرما کر سارے انسانوں کو ہدایت عطاء فرمادے۔
- اے اللہ! ہماری اِن جماعتوں کی نقل کو اُمتِ دعوت (جنھوں نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا)' اور اُمتِ اِجابت (جنھوں نے اسلام قبول کیا ہے)،سب کی ہدایت کا ذریعہ بنادے۔
- اے اللہ! تیری ذات بڑی مستغنی ہے، اے اللہ! تیرا جیل خانہ بھی بڑا ہے، اور اے اللہ! تیرا مہمان خانہ بھی بڑا ہے۔ تجھے اِس کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ تو سب کو جنت میں داخل کرلے، اے اللہ! کرم فرما کر فضل فرما کر اُمت کی ہدایت کے فیصلے فرما۔
- اے اللہ! اُمت کی ہدایت کے فیصلے فرما۔ یااللہ! مُضِلَّاتِ فِتَن (گمراہ

کرنے والے فتنوں) سے اُمت کی حفاظت فرما۔

- اے اللہ! ہماری اِن جماعتوں کی نقل وحرکت کے ذریعہ پورے عالم میں دینی فضائیں قائم فرما۔
- اے اللہ! اِن جماعتوں کی نقل وحرکت کے ذریعہ قرآنی مکاتب کو زندہ فرما۔
- اے اللہ! دینی مدارس کو قائم فرما۔
- یا اللہ! اِس کے ذریعہ پورے معاشرے کو بدل کر اپنے رضا والے کاموں کا ماحول قائم فرما۔
- اے اللہ! اپنے اوامر (حکموں) سے کامیابیوں کا یقین اُمت کے دلوں میں پیدا فرما۔
- اے اللہ! دُنیوی فنون کا یقین اُمت کے دلوں سے نکال کر اے اللہ! اپنے اوامر سے کامیابیوں کا یقین اُمت کے دلوں میں پیدا فرما۔
- اے اللہ! جن لوگوں نے ہم سے دُعاؤں کے لیے کہا ہے یا لکھا ہے یا وہ ہم سے دُعاؤں کے متوقع (اُمیدوار) ہیں اے اللہ! تو سب کی حاجتوں کو خوب جانتا ہے، یا اللہ! ہر شخص کی جائز حاجت کو پورا فرما۔ اے اللہ! بیماروں کو شفاء نصیب فرما۔
- اے اللہ! مقروضین کے قرضوں کے ادا ہونے کی غیب سے صورتیں پیدا فرما۔

- اے اللہ! جو ناحق مقدمات میں ماخوذ (پکڑے گئے) ہیں یا اللہ! اُن کے خلاصی (چھٹکارے) کے فیصلے فرما۔
- یا اللہ! سب سے بڑا مقدمہ آخرت کا مقدمہ ہے، اے اللہ! کرم فرما کر فضل فرما کر یا اللہ! اُس کی فکر اُمت کے دلوں میں پیدا فرما۔
- اے اللہ! قبر کے عذاب سے' اے اللہ! جہنم کے عذاب سے اُمت کی حفاظت فرما۔
- یا اللہ! مؤجباتِ مغفرت (وہ کام جن پر گناہوں کی معافی کا وعدہ ہے) کی توفیق نصیب فرما۔
- اے اللہ! اپنے کرم سے ہماری دُعاؤں کو قبول فرما۔

مراجع

تفاسیر

۱	تفسیر بن کثیر	ابوالفداء اسماعیل بن عمر دمشقیؒ (ت ۷۷۴)
۲	تفسیرِ مظہری	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی (ت ۱۲۲۵)
۳	الدر المنثور	عبدالرحمن بن أبي بكر بن محمد ابن سابق الدين الخضيري السيوطي (۹۱۱ھ)
۴	أحكام القرآن	أحمد بن علي المكني بأبي بكر الرازي الجصاص (۳۷۰ھ)
۵	جلالین	محمد بن أحمد بن محمد بن إبراهيم المحلي (۸۶۴ھ)
۶	تفسیر بیضاوی	اصرالدين أبوالخير عبدالله بن عمر بن محمد (۶۸۵ھ)
۷	بیان القرآن	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
۸	معارف القرآن	حضرت مفتی محمد شفیع صاحب عثمانیؒ
۹	انوار البیان	حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ
۱۰	تفسیرِ عثمانی	حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ
۱۱	آسان تفسیر قرآن مجید	حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم

احادیث

۱	بخاری شریف	امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ (۲۵۶ھ)
۲	مسلم شریف	امام مسلم بن الحجاج قشیریؒ (۲۶۱ھ)
۳	سنن ترمذی	امام محمد بن عیسی بنوسورۃ ترمذیؒ (۲۷۹ھ)
۴	سنن ابی داؤد	امام سلیمان بن اشعث سجستانیؒ (۲۷۵ھ)
۵	سنن ابن ماجہ	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینیؒ (۲۷۳ھ)
۶	سنن نسائی	امام احمد بن شعیب خراسانیؒ (۳۰۳ھ)
۷	شرح معانی الآثار	امام ابوجعفر محمد بن محمد طحاویؒ (۳۲۱ھ)

۸	المستدرک علی الصحیحین	ابوعبداللہ حاکم محمد بن عبداللہ نیساپوریؒ (۴۰۵ھ)
۹	المعجم الکبیر	امام سلیمان بن احمد شامی طبرانیؒ (۳۶۰ھ)
۱۰	المعجم الاوسط	// //
۱۱	شرح السنۃ	ابومحمد حسین بن مسعود بغویؒ (۵۱۶)
۱۲	مشکاۃ المصابیح	علامہ ولی الدین محمد بن عبداللہ تبریزیؒ (۷۴۱ھ)
۱۳	کنزالعمال	علی بن حسام الدین برہان پوریؒ (۹۷۵ھ)
۱۴	جمع الفوائد	محمد بن سلیمان بن الفاسي (۱۰۹۴ھ)
۱۵	مجمع الزوائد	ابوالحسن علی بن ابی بکر ہیثمیؒ (۸۰۷ھ)
۱۶	جمع الجوامع	حافظ جلال الدین السیوطیؒ
۱۷	سنن دارِقطنی	ابوالحسن علی بن عمر بغدادی دارقطنیؒ (۳۸۵ھ)
۱۸	السنن الکبریٰ	امام احمد بن حسین بیہقیؒ (۴۵۸ھ)
۱۹	الطبقات الکبریٰ	محمد بن سعد بن منیع الزہري (۲۳۰ھ)
۲۰	مصنف ابن ابی شیبہ	أبوبکر بن ابی شیبہ (۲۳۵ھ)
۲۱	مصنّف عبدالرزاق	ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانیؒ (۲۱۱ھ)
۲۲	مسند عائشہ	عبداللہ بن سلیمان بن الاشعث سجستانی (۳۱۶ھ)
۲۳	مسند أحمد	امام احمد بن حنبل شیبانیؒ (۲۴۱ھ)
۲۴	مسند الشامیین	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر لخمی شامی (۳۶۰ھ)
۲۵	مسند ابن الجعد	علی بن الجعد بن عبید الہاشمی (۲۳۰ھ)
۲۶	مسند ابی داود طیالسی	سلیمان بن داوٗد بن الجارود (متوفی سنہ ۲۰۴ھ)
۲۷	بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث	حافظ نورالدین علی بن سلیمان بن ابی بکر الہیثمی الشافعیؒ

۲۸	مسند الدارمی	حافظ ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی ؒ
۲۹	صحیح بن حبان	امام محمد بن حبان دارمیؒ
۳۰	الادب المفرد	محمد بن اسمٰعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ
۳۱	شعب الایمان	امام احمد بن حسین بیہقیؒ
۳۲	المصاحف لابن أبي داوٗد	ابو بکر عبد اللہ بن سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمہ اللہ تعالیٰ
۳۳	فتح الباری	احمد بن علی بن حجر عسقلانی ؒ
۳۴	مرقاۃ المفاتیح	ملا علی قاریؒ
۳۵	معارف السنن	محدّث کبیر الشیخ سیّد یوسف البنوری علیہ الرحمہ
۳۶	فیض الباری	خاتم المحدثین حضرت علاّمہ سیّد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ
۳۷	کشف الخفا	ابو الفداء اسماعیل بن محمد دمشقیؒ
۳۸	الترغیب والترھیب	حافظ عبد العظیم بن عبد القوی المنذریؒ
۳۹	الأحادیث المختارۃ	ضیاء الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد الحنبلی المقدسیؒ
۴۰	فتح المنعم شرح مسلم	الدکتور موسیٰ شاہین لاشین
۴۱	تاریخ دمشق لابن عساکر	الامام الحافظ ابو القاسم علی بن حسن (المعروف بابن عساکرؒ)
۴۲	حلیۃ الاولیاء	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانیؒ
۴۳	جامع بیان العلم	ابو عمر یوسف بن عبد اللہ قرطبیؒ
۴۴	فضائلِ ذکر	حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ
۴۵	فضائلِ قرآن	// //
۴۶	آثار الحدیث	علاّمہ ڈاکٹر خالد محمودؒ
۴۷	تحفۃ الالمعی	حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوریؒ

۴۸	تقریرِ ترمذی مولانا محمد تقی عثمانی	مولانا محمد تقی عثمانی
۴۹	درسِ مشکوٰۃ	شیخ الحدیث مولانا اسحٰق صاحب
۵۰	منتخب احادیث	حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی علیہ الرحمہ

سیرت

۱	زاد المعاد في هدي خير العباد	شمس الدین ابو عبد اللہ محمد ابن ابی بکر المشہور بابن القیم الجوزیہ
۲	القول البديع فی الصلاۃ على الحبيب الشفيع	الامام الحافظ محمد ابن عبد الرحمن السخاوی
۳	الشفا بتعريف حقوق المصطفى	ابو الفضل قاضی عیاض المالکی رحمہ اللہ
۴	سيرة بن هشام	علّامہ عبد المالک ابن ھشام علیہ الرحمہ
۵	فقه السيرة النبوية	الدکتور محمد سعید رمضان البوطی رحمہ اللہ تعالیٰ
٦	سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد	امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی علیہ الرحمہ
۷	خلاصة سير سيد البشر للطبری	الامام الشیخ ابو جعفر احمد بن عبد اللہ الطبری المکی
۸	الرحيق المختوم مع الزيادات	شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری
۹	سير اعلام النبلاء	الامام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذھبیؒ
۱۰	الاصابة	حافظ ابن حجر عسقلانیؒ
۱۱	حياة الصحابة	العلّامہ الداعیۃ الشیخ محمد یوسف الکاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ
۱۲	مرويات غزوة الخندق	
۱۳	البداية والنهاية	الحافظ ابو الفداء اسمٰعیل بن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ
۱۴	الحاوی الكبير	الامام ابو الحسین علی بن محمد بن حبیب الماوردی البصریؒ

۱۵	فتوح الشّام	ابوعبداللہ محمد بن عمر واقدی رحمہ اللہ تعالیٰ
۱۶	الفتوحات الاسلامیہ	احمد بن زینی دحلان
۱۷	حقوقِ مصطفی	افادات: فقیہ الاُمّت مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ
۱۸	سیرتِ مصطفی	مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ
۱۹	اصح السیر	مولانا عبدالروٴف صاحبؒ داناپوری
۲۰	اسلام میں سُنّت کی عظمت	
۲۱	سیرتِ محمدیؐ دُعاؤں کے آئینے میں	حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ
۲۲	ترجمان السنہ	مولانا بدرعالم میرٹھیؒ
۲۳	شمائلِ کبریٰ	مفتی ارشاد صاحب بھاگلپوریؒ
۲۴	آدم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک	جناب محمد رفیع صاحب

فقہ وفتاویٰ

۱	الهداية	شیخ الاسلام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی
۲	بدائع الصنائع	الامام علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی (متوفی ۵۸۷ھ)
۳	ردالمحتار	خاتم الفقہاء امام محمد امین بن عمر عابدینؒ شامی حنفی
۴	الدرالمختار	محمد بن علی بن عبدالرحمٰن الحنفی الحصفکی رحمہ اللہ
۵	شرح عقود رسم المفتی	خاتم الفقہاء امام محمد امین بن عمر عابدینؒ شامی حنفی
۶	فتاویٰ قاسمیہ	مفتی شبیر صاحب قاسمی **دامت برکاتہم**
۷	کتاب النوازل	مفتی سلمان صاحب منصور پوری دامت برکاتہم

۸	فتاویٰ دارالعلوم زکریا	افادات: مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہٗ
۹	قاموس الفقہ	مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی دامت برکاتہم
۱۰	دارالافتاء جامعۃ العلوم لاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاون	
۱۱	دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند	

ملفوظات

۱	ارشادات ومکتوبات	افتخار احمد فریدی ؒ
۲	مجالسِ ابرار	مرتب: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ
۳	ملفوظات واقتباسات	مفتی روشن صاحب قاسمی دامت برکاتہم
۴	محمود المواعظ	مفتی احمد خان پوری صاحب دامت برکاتہم العالیہ
۵	دعوتی بیانات تخریج شدہ ایڈیشن	مرتب: مفتی روشن صاحب قاسمی دامت برکاتہم
۶	الافاضات الیومیہ من الافادات الیومیہ	حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ
۷	تعلیم المسلمین	حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ
۸	تفہیم المسلمین	حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ
۹	التبلیغ	حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ
۱۰	ملفوظات حکیمُ الاسلامؒ	مولانا عبد البصیر صاحب
۱۱	ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحب	حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ صاحب
۱۲	صحبتے با اہلِ دل	مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی صاحبؒ
۱۳	مکتوبات امام ربانی	مجدد الفِ ثانی شیخ احمد سرہندیؒ

۱۴	مکاتیب مولانا سعید احمد خان صاحبؒ	مفتی روشن صاحب قاسمی دامت برکاتہم
۱۵	مکاتیب مولانا یوسف صاحبؒ	مفتی روشن صاحب قاسمی دامت برکاتہم
۱۶	مکاتب مولانا الیاس	مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ
۱۷	اصلاحی خطبات	شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
۱۸	حضرت جی مولانا محمد یوسف علیہ الرحمۃ کا ایک اہم مکتوب	
۱۹	ارشادات اکابر	مرتب: مفتی محمد حسام الدین قاسمی

سوانح عمریاں

۱	سوانح مولانا محمد انعام الحسنؒ صاحب	حضرت مولانا شاہد صاحب سہارنپوریؒ
۲	تذکرہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ	مولانا محمود حسن حسنی ندویؒ
۳	تذکرۂ حضرت جی مولانا محمد یوسف	حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ صاحب
۴	سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ	مولانا محمد ثانی صاحبؒ
۵	مولانا الیاسؒ اور اُن کی دینی دعوت	حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی میاں ندویؒ

متفرقات

۱	سنن وآداب	مفتی ابوبکر صاحب پٹنی زید مجدہ
۲	مُعدِّلُ الصَّلاۃ	علّامہ شیخ محمد آفندی رومی برکلی حنفی (ت: ۹۸۱ھ)
۳	تعلیم المتعلم	امام برہان الدین زرنوجیؒ
۴	قومہ اور جلسہ میں اطمینان کا وجوب اوران دونوں میں اذکار کا ثبوت	مولانا محمد فضل الرحمٰن صاحب اعظمی دامت برکاتہم
۵	نماز میں خشوع وخضوع پیدا کرنے کے طریقے	مولانا محمد ارسلان بن اختر میمن

٦	اصلاحِ انقلابِ اُمّت	حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
٧	الفقیہ والمتفقہ	ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادیؒ
٨	جامع بیان العلم	علّامہ ابن عبدالبر مالکیؒ
٩	حقوق العلم	حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
١٠	آداب المتعلّمین	حضرت مولانا قاری سیّد صدیق احمد صاحب باندویؒ
١١	دستورِ اسلام	مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ
١٢	مکارم الاخلاق للخرائطی	ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سہل بن شاکر الخرائطیؒ
١٣	مشورہ واستخارہ کے فضائل واحکام	مفتی رضوان صاحب، راولپنڈی
١٤	مشورہ کے اصول وآداب	مولانا ابوذر رندوی عادل آبادی زیدمجدہٗ
١٥	دینی دعوت کے قرآنی اُصول	حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ
١٦	الكلمات المضيئة في الدعوة إلى الله	
١٧	موسوعة الرقائق والآداب	یاسر الحمدانی
١٨	شرح بلوغ المرام	حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ
١٩	غیبت کیا ہے؟	مولانا عبدالحئ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ
٢٠	نفاق ایک مہلک بیماری	حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب حفظہ اللہ
٢١	ایمان کے تقاضے	مفتی منیر احمد صاحب کراچی زیدمجدہ
٢٢	جزاء الاعمال	حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
٢٣	اربعین	امام ابوحامد غزالی رحمۃ اللہ علیہ
٢٤	علاج الغضب	مولانا محمد حکیم اختر صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ
٢٥	إحياء علوم الدين	امام ابوحامد غزالی رحمۃ اللہ علیہ

۲۶	تبلیغ دین	امام ابو حامد غزالی رحمۃ اللہ علیہ
۲۷	کتاب الاخلاص والنیة	امام ابو حامد غزالی رحمۃ اللہ علیہ
۲۸	دارالعلوم دیوبند کی جامع و مختصر تاریخ	ڈاکٹر مولانا محمد اللہ قاسمی
۲۹	جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ
۳۰	علمائے دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج	حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۳۱	تبلیغی جماعت اور کتب فضائل حقائق غلط فہمیاں	مفتی محمد ابوبکر جابر قاسمی صاحب زید مجدہ
۳۲	اظہار حق	مفتی محمد حسام الدین قاسمی صاحب
۳۳	ماہنامہ مظاہر علوم	
۳۴	فیض القدیر	علّامہ محمد عبدالرؤف صاحب المناویؒ
۳۵	الفوائد لابن القیم	ابن القیم الجوزیہ (متوفی: ۷۵۱ھ)
۳۶	کفر وارتداد کا زمانہ اور اُمّتِ مسلمہ کی بے حسی	مولانا محمد اختر بن مجیب الرحمن معروفی زید مجدہ
۳۷	عمدۃ الفقہ	مولانا سیّد زوّار حسین شاہؒ
۳۸	تحفۃ الائمہ	مولانا حنیف عبدالمجید صاحب
۳۹	مدارسِ اسلامیہ کا مقام اور کام	حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ
۴۰	تبلیغی و تعلیمی سرگرمیاں عہدِ سلف میں	قاضی اطہر مبارکپوریؒ
۴۱	قرب الٰہی کے دو راستے	مولانا محمد منظور نعمانیؒ صاحب
۴۲	دعوتِ دین مسلمانوں کے مسائل کا واحد حل	مولانا محمد خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم
۴۳	المدخل لابن الحاج	ابو عبداللہ محمد بن محمد العبدری الفاسی الشہیر بن الحاج
۴۴	سبیل الخیرت فی جماعات المتنقبات	افادات: مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہ

۴۵	اولاد کی تربیت کوتاہیاں اور رہنما اصول	محمد رضی الرحمن قاسمی ؒ
۴۶	اسلام میں امامت وامارت کا تصوّر	مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمیؒ (اُستاذ دار العلوم دیوبند)
۴۷	کتاب التعریفات	مفتی شفیع صاحب عثمانیؒ
۴۸	کشاف اصطلاحات الفنون	علّامہ محمد علی التھانوی ؒ

مرتب بیک نظر

نام : محمد حسام الدین ابن محمد غوث الدین صاحب مرحوم

سن ولادت : ۱۹۷۶ء

سکونت : شاہین نگر، حیدرآباد

تعلیم : حفظ سے فراغت، دارالعلوم بھاتمرہ، تعلقہ بھالکی، ضلع بیدر، کرناٹک

اول عربی تا ششم عربی: جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

ہفتم عربی: جامعہ اسلامیہ دارالعلوم، شیورام پلی، حیدرآباد

دورہ حدیث شریف: دارالعلوم دیوبند ۱۹۹۷ء

تکمیل افتاء: جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد ۱۹۹۸ء

خروج : ۱۹۹۹ء میں ایک سال

تدریس : مدرسہ خیرالمدارس، نیو بابا نگر، حیدرآباد

خطابت : مسجد شام بیگ، نورخاں بازار، حیدرآباد

تالیفات :

ملفوظات حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم	۱
تیسیر النحو مکمل	۲
تیسیر الصرف مکمل	۳
آسان ترین خاصیاتِ ابواب	۴

۵	اردو نحو وصرف
۶	توضیح النحو برائے عربی اول
۷	قصص النبیین (جلد اول) ورک بک
۸	آسان حل عبارت
۹	تمرین المنطق
۱۰	تمرین البلاغۃ
۱۱	دستورِ زبان فارسی
۱۲	علمی محاضرہ؛ فن نحو کے تدریسی اصول وضوابط
۱۳	سو منتخب صلات اور ان کا استعمال
۱۴	علامات الترقیم (ورک بک)
۱۵	ہمزۂ وصلی اور ہمزۂ قطعی کے قواعد (ورک بک)
۱۶	رہبرِ طلبہ
۱۷	رہنمائے اعمال
۱۸	حضرت جی مولانا الیاس صاحبؒ حیات، ملفوظات اور واقعات
۱۹	چھ صفات سے متعلق اکابرین تبلیغ کے ملفوظات
۲۰	آسان چھ صفات

۲۱	ارشادات اکابر؛ مرکز نظام الدین کے پانچ سہ ماہی جوڑوں (جنوری، اپریل، اگست، نومبر ۲۰۲۳ء ۲۰۲۴ء) کے بیانات)
۲۲	مختصر سوانح مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ
۲۳	نقوش حیات (سوانح استاذ محترم حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب فلاحی رویدرویؒ، بھروچ، گجرات
۲۴	کامیاب طالب علم کے سو اوصاف
۲۵	منتخب سبق آموز اشعار
۲۶	منتخب مذاکرے
۲۷	آسان گنتیاں
۲۸	جنت کے اعمال
۲۹	رُموزِ خطابت
۳۰	گنجینہ مصادر
۳۱	اردو زبان میں مستعمل فارسی کے الفاظ
۳۲	البلاغة القرآنية
۳۳	مصطلحات البلاغة

مصنف کی دیگر کتابیں

- تیسیر النحو {ورک بک}
- تیسیر الصرف {ورک بک}
- تمرین المنطق {ورک بک}
- تمرین البلاغت {ورک بک}
- آسان حلِ عبارت {ورک بک}
- دستور زبانِ فارسی {ورک بک}
- آسان ترین خاصیاتِ ابواب {ورک بک}
- قصص النبیین {ورک بک}
- اردو صرف و نحو {ورک بک}
- آسان گنتیاں {ورک بک}
- البلاغۃ القرآنیۃ
- مصطلحات البلاغۃ
- فنِ نحو کے تدریسی اصول و ضوابط
- رموزِ خطابت
- حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ
  حیات، ملفوظات اور واقعات
- چھ صفات سے متعلق اکابرِ تبلیغ کے ملفوظات
- آسان چھ صفات
- دعوتی مذاکرے
- سوانح حیات حضرت الاستاذ مولانا عبد الرحیم
  صاحب فلاحی رؒ ویدروی {بھروچ}

ملنے کے پتے

یاسین بک ڈپو، مغل پورہ، حیدر آباد

جے ایم سی انڈیا پبلیشرز، حضرت نظام الدین، نئی دہلی

دکن ٹریڈرس، چار مینار، حیدر آباد دکن

فرید بک ڈپو، بستی حضرت نظام الدین، نئی دہلی